اَطِیعُوا اللہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُول

تاریخ
حدیث و محدثین

www.KitaboSunnat.com

ابو زہرہ مصری

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر
غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ بر جان مسلم داشتن

العلم ما کان فیہ قال حدثنا
وما سوی ذاک وسواس الشیاطین

تاریخ
حدیث و محدثین

حدیث پر قیمتی مباحث ○ مقامِ حدیث ○ حدیث بحیثیت تفسیرِ قرآن
تاریخِ تدوینِ حدیث ○ منکرینِ سنت کے شبہات کا ازالہ
محدثینِ کرام کی خدماتِ جلیلہ

تالیف

الاستاذ محمد محمد ابوزھرہ
از علماے جامعہ ازہر کلیہ اصول الدین قاہرہ

ترجمہ: غلام احمد حریری ایم اے (عربی)، ایم اے (علوم اسلامیہ)

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اس کتاب کے جملہ حقوق ایک قانونی معاہدہ کے تحت
ناشران قرآن سے لئے گئے ہیں۔ (ادارہ)

نام کتاب	....	تاریخ حدیث ومحدثین
مؤلف	....	استاذ محمد محمد ابوزہو
طابع	....	مقبول الرحمٰن
ناشر	....	مکتبہ رحمانیہ
مطبع	....	لعل سٹار

ملنے کے پتے

⇦ مکتبۃ العلم نمبر ۱۸ اُردو بازار لاہور
⇦ خزینہ علم وادب. الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور
⇦ اسلامی کتب خانہ فضل الٰہی مارکیٹ اُردو بازار لاہور
⇦ مکتبہ سید احمد شہید الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور
⇦ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ
پیش لفظ	11
مقدمہ	19
سنت کا لغوی مفہوم	19
سنت کا اصطلاحی مفہوم	20
سنت وحی پر مبنی ہے	21
وحی اور اقسام وحی	23
وحی متلو	25
وحی غیر متلو	27
حدیث قدسی	28
سنت کی شرعی حیثیت	32
حدیث کا وجوب اتباع	32
منکرین حجیت حدیث کی تردید	34
اخبار آحاد کے منکرین پر نقد وجرح	38
ثقہ راوی سے منقول خبر واحد واجب العمل ہے	39
بعض احادیث پر ترک عمل کے وجوہ	42
جب ایک مسلم کسی حدیث کو اپنے مسلک کے خلاف پائے تو وہ کیا کرے	48
ترک تقلید سے متعلق ائمہ اربعہ کے اقوال	49
اتباع حدیث وترک اقوال ائمہ	51
حدیث تفسیر قرآن ہے	56
حدیث کی اقسام اربعہ	56
آیا حدیث مستقل ماخذ تشریع ہے	59
بیان بطریق الحاق	60
بیان بطریق قیاس	62
بیان بطریق استنباط	63
حدیث نبوی مختلف ادوار میں	68
حفاظت حدیث میں صحابہ کا کردار	68
سرور کائنات ﷺ کی علمی مجالس	73
اخذ حدیث کے سلسلہ میں صحابہ کا طرز وانداز	76
اشاعت حدیث میں خواتین کا حصہ	78
حدیث کی اشاعت میں قبائلی وفود کا کردار	80
مدینہ پہنچنے والے قبائلی وفود	81
اشاعت حدیث میں حجۃ الوداع کے	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنوانات	صفحہ
اثرات	86
دوسرا دور	
حدیث نبوی خلافت راشدہ میں	88
خلافت راشدہ کے سیاسی حالات	88
روایت حدیث میں صحابہؓ کا طرز و منہاج	90
صحابہ کو تقلیل روایت کا حکم	92
روایت حدیث میں حزم و احتیاط	95
عسیر الفہم احادیث روایت کرنے کی ممانعت	99
صحابہؓ کے طرز روایت پر اعتراض اور اس کا جواب	101
اس بات کی تردید کہ صحابہ خبر واحد پر اعتماد نہیں کرتے تھے	107
تیسرا دور	
حدیث خلافت راشدہ کے بعد تا اختتام پہلی صدی ہجری	110
اسلامی فرقوں کا ظہور و شیوع	110
خوارج شیعہ و جمہور	112
خوارج کے عام نظریات	114
فقہ الخوارج	117
خوارج اور وضع حدیث	118
شیعہ اور ان کے افکار و معتقدات	119
حدیث نبویؐ پر تشیع کے اثرات	123
شیعہ کی دروغ بافی	125
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے شیعی اکاذیب کی تردید	127
شیعہ کی ملمع سازی	138
حدیث کی جمع و تدوین میں	
صحابہ و تابعین کی مساعی جمیلہ	134
اسلامی فتوحات کی وسعت	136
بلاد مختلفہ میں دار الحدیث	138
دار الحدیث مکہ مکرمہ	138
دار الحدیث کوفہ	140
دار الحدیث بصرہ	141
دار الحدیث شام	142
دار الحدیث مصر	143
طلب حدیث میں علماء کے سفر	145
طلب حدیث کے لیے سفر کی ضرورت	146
حدیث کی چھان بین پر رحلت کے اثرات	146

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
روایت حدیث کی اشاعت پر رحلت کے اثرات	151	حضرت عائشہ صدیقہؓ	179
حدیث میں دروغ گوئی کا آغاز	152	حضرت عبداللہ بن عباسؓ	180
کتابت حدیث	158	حضرت عبداللہ بن عمرؓ	182
رسول کریمؐ اور اشاعت کتابت	160	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ	184
کیا قرآن کی طرح حدیث کی کتابت بھی عہد رسالت میں ہی شروع ہو گئی تھی	161	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	187
منع وجواز کتابت کی احادیث میں تطبیق	162	روایت حدیث میں صحابہؓ میں فرق مراتب	189
عہد رسالت کے بعد کتابت حدیث	165	کثیر الروایہ صحابہؓ	191
اولین خلیفہ جس نے تدوین سنت کا آغاز کیا	167	**عدالت صحابہؓ میں وارد شدہ اعتراضات اور ان کا جواب**	194
مشاہیر صحابہ کا تعارف	170	انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اور حضرت ابو ہریرہ	209
صحابی کون ہے	170	اتہامات کی حقیقت	210
صحابی کی پہچان	171	محدث حاکم وابو ہریرہ	218
عدالت صحابہؓ پر اجماع	172	**اکابر تابعینؒ کا تعارف**	221
صحابہؓ کی تعداد	173	تابعی کی تعریف	221
حضرت ابو ہریرہؓ	174	تابعین مدینہ	222
حضرت ابو سعید خدریؓ	176	ابن شہاب زہریؒ	223
حضرت انسؓ بن مالک	178	عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ	225
		حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ	229
		کعب الاحبار	230
		وہب بن منبہ	234

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنوانات	صفحہ
اسرائیلیات	237
سعید بن المسیب	247
عروہ بن زبیر	248
نافع مولیٰ ابن عمر	249
ابراہیم نخعی	253
علقمہ	254
پہلی صدی ہجری میں کتابت حدیث پر اعتراضات اور ان کی تردید	255
روایت بالمعنی پر اعتراض	255
سید رشید رضا کا موقف	280
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات پر اعتراض	284
صحیفہ علی و کتاب عمرو بن حزم	286
چوتھا دور	
حدیث دوسری صدی ہجری میں	307
اس عصر میں تدوین حدیث اور مشہور کتب مولفہ	307
موطا امام مالکؒ	310
احادیث موطا کا درجہ	311

عنوانات	صفحہ
احادیث موطا کی تعداد	313
شروح موطا	316
موطا کی اہمیت	318
امام مالکؒ محدث نہ تھے	320
اس بات کی تردید کہ موطا حدیث کی کتاب نہیں	321
اس عصر میں وضع حدیث کا آغاز	328
وضاعین سے علماء کا مقابلہ	337
دوسری صدی ہجری میں حجیت سنت میں نزاع	343
امام شافعی اور منکر حدیث کا مناظرہ	344
حجیت خبر واحد پر امام شافعی کا استدلال	351
خبر واحد کے قبول کرنے میں احتیاط	355
قبولیت خبر واحد کے شرائط	356
امام ابوحنیفہؒ کی حدیث دانی	359
دوسری صدی ہجری کے محدثین کا تعارف	365
امام مالکؒ	365
یحییٰ بن سعید القطان	368
وکیع بن الجراح	369
سفیان ثوری	370

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنوانات	صفحہ
سفیان بن عیینہ	371
شعبہ بن الحجاج	373
اوزاعی	375
امام شافعی	378
حدیث نبویؐ سے امام شافعی کا شغف	380
مستشرقین کی فریب کاری کا ابطال	384
پانچواں دور	
حدیث نبوی تیسری صدی ہجری میں	402
خلق قرآن کا ابتلا	405
عقیدہ خلق قرآن سے خلیفہ واثق کا رجوع	408
خلیفہ متوکل ناصر السنۃ	409
متکلمین کی جانب سے اہل الحدیث کی تحقیر	410
مستشرقین کی علمی خیانت	413
مسئلہ خلق قرآن کی حقیقت	420
عقیدہ خلق قرآن کے اثرات ونتائج	422
وضع حدیث میں گمراہ فرقوں کی جا بکدستی	425
قومی تعصب اور وضع حدیث پر اس کے اثرات	426
شعوبیت کے حدیث پر اثرات	427
امام ابوحنیفہ کی مدح میں احادیث موضوعہ	429
زندقہ اور وضع حدیث پر اس کے اثرات	430
زنادقہ کی احادیث موضوعہ	431
عباسی خلفاء کی زنادقہ کے خلاف معرکہ آرائی	432
قصہ گوئی کا فن اور حدیث پر اس کے اثرات	433
اس دور کے مشہور ائمہ حدیث کا تعارف	437
علی بن المدینی	437
یحییٰ بن معین	438
ابوبکر بن ابی شیبہ	440
ابوزرعہ رازی	441
ابوحاتم رازی	442
محمد بن جریر طبری	442
ابن خزیمہ	443
محمد بن سعد کاتب الواقدی	445
اسحاق بن راہویہ	447

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنوانات	صفحہ
امام احمد بن حنبل	448
امام بخاری	451
امام مسلم بن حجاج	455
امام نسائی	457
امام ابوداود	459
ترمذی	460
امام ابن ماجہ	462
امام ابن قتیبہ	463
تدوین حدیث میں محدثین کی سرگرمی	466
تاویل مختلف الحدیث	471
مسند امام احمد	473
احادیث مسند کا درجہ	476
مسند احمد کے ساتھ امت کا اعتنا	481
صحیح بخاری	483
صحیح مسلم	488
صحیح بخاری و مسلم کے شروط	490
کیا صحیحین کی احادیث یقین سے ثابت ہیں یا ظن سے	506
شیخین پر نقد و جرح	509
صحیحین کے متخرجات	515
متخرجات صحیح بخاری	516
متخرجات صحیح مسلم	516
کتب متخرجہ سے روایت کا حکم	517
متخرجات کے فوائد	518
متخرج علی الصحیحین کی زیادت کا حکم	519
مستدرکات علی الصحیحین	520
سنن نسائی	522
نسائی کے شرائط	623
سنن ابی داؤد	524
ابوداؤد کی احادیث کا درجہ اور شرائط	525
شروح ومختصرات	528
جامع ترمذی	529
جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد اور نسائی کا موازنہ	532
ترمذی کی شروح	53[illegible]
سنن ابی ماجہ	533
چھٹا دور	
اس دور کے سیاسی حالات	537
سنت چوتھی صدی ہجری میں	539
امام حاکم	540
دارقطنی	541

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
ابن حبان	541	ارض ہندوپاک میں اشاعت حدیث	559
طبرانی	545	سعودی عرب میں علمی تحریک	560
قاسم بن اصبغ	546	اس دور کے علماء کا انداز تصنیف	562
ابن السکن	546	کتب الزوائد	562
ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	547	الجوامع العامہ	564
سنت چوتھی صدی کے بعد تا		کتب جامع احادیث احکام	565
سقوط بغداد	547	علمی کتب میں مندرج احادیث کی	
جمع بین الصحیحین	547	تخریج	567
مجموعہ صحاح ستہ	548	زبان زد عام احادیث کی تخریج	570
مجموعہ ہائے احادیث مختلفہ	549	کتب الاطراف	571
احادیث احکام پر مشتمل کتب	550	**خاتمۃ الکتاب**	574
کتب الاطراف	552	علم الجرح والتعدیل	575
		کتب الثقات	582
ساتواں دور		کتب الضعفاء	583
از سقوط بغداد تا عصر حاضر	553	ثقات وضعفاء پر مشتمل کتب	584
اس عہد کے سیاسی حالات	553	علم معرفۃ الصحابۃ	585
اس دور میں روایت حدیث کا طرز		علم تاریخ الرواۃ	587
وانداز	555	نام کنیت اور لقب کی پہچان	591
بلاد اسلامیہ میں حدیث کے ساتھ		ان راویوں کے اسماء پر مشتمل کتب	
مسلمانوں کا اعتنا	556	جو اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں	592
حدیث نبوی کے سلسلہ میں مصر کی		القاب پر مشتمل کتب	592
خدمات جلیلہ	557	المتفق و المفترق	593

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
المؤتلف والمختلف	593	معرفۃ الموضوعات	605
المتشابہ	595	موضوعات کا بیان ومحاربہ وضاعین	614
علم تاویل مشکل الحدیث	595	علم اصول الروایۃ	617
معرفۃ الناسخ والمنسوخ	597	تعریف	617
معرفۃ غریب الحدیث	599	ابتدا وارتقا	618
معرفۃ علل الحدیث	604	اصول الروایۃ پر مشتمل اہم کتب	620

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

امّابعد!

ارض پاک کا یہ ٹکڑا بڑے ارمانوں اور بڑی اُمنگوں کے ساتھ اس لیے حاصل کیا گیا تھا کہ اس کو دین اسلام کی تجربہ گاہ بنایا جائے گا- اور خلافت راشدہ کے زرین دور کے بعد ایک دفعہ پھر دین اسلام کو بحیثیت مجموعی اس کی اصلی صورت میں جلوہ گر ہونے کا موقعہ دیا جائے گا- مگر صد حیف کہ یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا- ہر آنے والی حکومت اسلام کے بلند بانگ دعاوی کے ساتھ مسند حکومت پر فائز ہوئی مگر آخر کار ''بس بلند بانگ ودر باطن ہیچ'' کے مصداق اقامت دین کے سلسلہ میں کچھ نہ کر سکی-

انگریز کے دورِ غلامی میں اسلامی شعائر و اقدار کی جو تکریم مسلمانوں میں موجود تھی' اگر قیام پاکستان کے بعد بھی مسلمانوں میں موجود رہتی تو بسا غنیمت تھی- مگر افسوس کہ وہ بھی رخصت ہوئی- اب تو عالم یہ ہے کہ دینی اقدار کا کھلا مذاق اڑایا جاتا ہے اور دین کے ساتھ تمسخر و تضحیک نے ایک فیشن کی صورت اختیار کر لی ہے- ایسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں یہ کیوں کر ممکن تھا کہ سرورِ کائنات ﷺ کے اقوال و اعمال کے مجموعہ ''حدیث نبوی'' کو بازیچۂ طفلاں نہ بنایا جاتا۔ یہ اسی لادینی ماحول کی دی ہوئی جرأت و جسارت کا نتیجہ ہے کہ ایسے لوگ بھی سنتِ رسول ﷺ کو نقد و جرح کے تیروں سے گھائل کرنے لگ گئے۔ جنہوں نے زندگی بھر حدیث کا ایک سبق کسی استاد الحدیث سے نہیں پڑھا تھا اور جن کی ساری عمر انگریز کی غلامی میں سیکرٹریٹ کے فائلوں کی ورق گردانی کی نذر رہوئی۔

منکرین حدیث کی انفرادی کوششیں ہی ''تنقید حدیث'' میں کچھ کم نہ تھیں۔ مگر پاکستان میں قدم جمانے والی ہر حکومت بھی درمے دامے قدمے سخنے اس ٹولہ کا ساتھ دیتی رہی اور اس ''کارِ خیر'' میں برابر کی شریک و سہیم رہی۔ چنانچہ حدیث پر نقد و جرح کے لیے خصوصی ادارے قائم کیے گئے۔ اوران پر لاکھوں روپے خرچ کیے جاتے رہے۔ حتیٰ کہ مستشرقین کے ساختہ پرداختہ بڑے بڑے جغادری منکرین اسلام کو درآمد کرنے سے بھی گریز نہ کیا گیا۔ کسی پاکستانی حکومت نے آج تک پاکستان میں کسی دینی ادارہ کی سرپرستی نہیں کی۔ مگر تخریبی اساس پر استوار کیے جانے والے ان اداروں کو بدستور نوازا جارہا ہے۔

الحمدللہ کہ حکومت کے ان عزائم قبیحہ کے عین برعکس ملت اسلامیہ حب اسلام کے جذبہ سے سرشار رہی۔ اور حکومت کی ان مساعی کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتی رہی۔ چنانچہ اس درآمد کردہ برگشتۂ اسلام کے خلاف زبردست صدائے احتجاج اٹھی اور حکومت اس کو چلتا کرنے پر مجبور ہوگئی۔ حکومت کی قائم کردہ اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نیم سرکاری ادارہ ثقافت اور طلوع اسلام لاہور نے انکار حدیث کی تائید میں جو لٹریچر شائع کیا تھا۔ مسلمانوں میں اس کا ردِ عمل یہ ہوا کہ حدیث نبوی کی تائید و حمایت میں بڑی جاندار اور تحقیقی کتب شائع ہونے لگیں۔ مسلمان لاکھ بے عمل سہی مگر اپنی دینی اقدار و روایات کے خلاف کوئی بات سننا انہیں گوارا نہیں۔ اگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منکرین سنت حدیث نبوی پر نقد و جرح کا بیڑہ نہ اُٹھاتے تو شاید ایسا قیمتی لٹریچر شائع نہ ہو سکتا۔

پروفیسر محمد محمد ابوزھو کلیہ اصول الدین الازہر یونیورسٹی کی کتاب ''الحدیث و المحدثون'' کا ترجمہ جو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں وہ اسی بیش قیمت سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صاحب موصوف نے حدیث نبویؐ کی تائید و حمایت کا حق ادا کر دیا ہے۔ آپ نے تاریخی ادوار کے اعتبار سے تدوین حدیث کی جو مفصل تاریخ بیان کی ہے۔ اس سے ان تمام شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے جو ہمارے ملک میں مستشرقین کے زلہ ربا حدیث رسول پر وارد کرتے ہیں۔ اس میں ان کی اپنی محنت و کاوش کو کچھ دخل نہیں۔ یہ جملہ شکوک انہوں نے اپنے عیسائی اساتذہ سے اخذ کیے ہیں۔ اور ان تک یہ ہفوات پہنچانے میں مصر کے ڈاکٹر احمد امین علی حسن عبدالقادر اور محمود ابوریہ نے وساطت کا فریضہ ادا کیا ہے۔

کتاب کا قاری اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر اپنے کو مجبور پائے گا کہ مصنف نے حمایت و صیانت حدیث کا حق ادا کر دیا ہے اور حدیث نبویؐ کے کسی گوشے کو زاویۂ خمول میں نہیں رہنے دیا۔ عہدِ رسالت سے لے کر عصر حاضر تک حدیث پر جو کام ہوا ہے مصنف نے اس کو تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ ملتِ اسلامیہ نے حدیث نبویؐ کے ساتھ کس حد تک اعتنا کیا ہے۔ مسلمان اس پر جتنا فخر کریں' کم ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کے کسی لمحہ کو نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔ کون ہے جو اس ضمن میں مسلمانوں کا حریف ہو سکے؟ مگر اس کا کیا علاج کہ اپنے ہی اس بلند پایہ قصر اسلام کو ڈھانے پر تُل جائیں۔ وہ لاکھ سر ماریں' اپنی بدطینتی کے اظہار کے سوا کچھ نہ کر سکیں گے۔

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصنف نے جو کچھ کہا میں نے اپنے الفاظ میں اس کو آپ تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اس میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں' یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ میرا نہیں۔ میری کاوش کا حاصل آپ کی نگاہ کے سامنے ہے۔ جو نیت اس کام کی تکمیل میں کارفرما رہی ہے کچھ عجب نہیں' میری نجات کی موجب ہو جائے۔ نیک دعا کی درخواست کے ساتھ آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔

والسلام

خادم حدیث رسولؐ غلام احمد حریری۔

ڈی-۶۱ پیپلز کالونی لائلپور ۲۰۰۲-۴-۳۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیَاتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ بَعَثَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابہ والتَّابِعین. اَلَّذِیْنَ رَفَعُوْا مَنَارَ الْھِدَایَۃِ، و حملوا رایۃ السنۃ' واعلوا شان الروایۃ و احاطوا احادیث نبیّھم بسیاج من الصیانۃ و الرعایۃ فنفوا عنھا تحریف الغالین' وانتحال المبطلین و تاویل الجاھلین. امّابعد!

خداوند کریم نے اپنے رسول جناب محمد ﷺ پر ایسی کتاب مقدس نازل فرمائی۔ جس میں آگے اور پیچھے کسی طرف سے بھی باطل کا گزر نہیں ہوسکتا۔ اس عظیم کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ رضائے الٰہی کے طالبوں کو امن و سلامتی کی راہ دکھاتا اور بحر ظلمات سے نکال کر نورِ ہدایت اور صراط مستقیم پر گامزن کرتا ہے۔ اس کتاب کی شرح وتوضیح کی ذمہ داری خداوند عزیز نے رسول اکرم ﷺ پر ڈالی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ﴾ (النحل:٤٤)

''اور ہم نے آپ پر اس لیے قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لئے اس کو واضح کردیں''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کی شرح وتوضیح کرتے ہوئے اپنی مرضی سے کام نہیں لیا۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ (النجم : ٣)

''وہ (ہمارا رسولؐ) اپنی مرضی سے نہیں بولتا وہ تو صرف وحی ہے جو آپ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف کی جاتی ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اطاعت کو ہمارے لیے واجب قرار دیا اور آپ کی نافرمانی سے ڈرایا۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر:۷)

''اور (ہمارا رسول) جو کچھ تمہیں دے وہ لے لو اور جس بات سے روکے اس سے رک جاؤ''۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (النور:۶۳)

''جو لوگ آپ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرتے رہنا چاہیے مبادا وہ فتنہ کی لپیٹ میں آجائیں یا دردناک عذاب میں مبتلا ہو جائیں''۔

خلاصہ یہ کہ کتاب و سنت دونوں دین اسلام کی خشتِ اساس اور صراط مستقیم دکھانے والی مشعل نور ہیں۔

سنتِ رسولؐ کے اسی منصب و مقام کے پیش نظر علمائے سلف اس کے قدر آشنا رہے۔ اس کی حفاظت و صیانت کا حق ادا کیا۔ اس کو سینوں اور سفینوں میں جگہ دی، زندگی کے امور و افعال میں حدیث نبوی ﷺ کو حکم قرار دیا۔ اس کو مضبوطی سے تھامے اور اس کی راہ پر رواں دواں رہے۔ ہر عہد و عصر کے علماء نے علماً و عملاً حدیث رسولؐ سے اعتنا کیا۔ آگے چل کر جب مسلمانوں میں ضعف ایمانی نمودار ہوا تو ان اکابر کے جانشین ایسے نااہل لوگ ہوئے جنہوں نے حدیث رسول کو لائق اعتنا نہ سمجھا اور اس کی حفاظت سے قاصر رہے۔ نتیجہ کے طور پر وہ حدیث نبویؐ کے فہم و ادراک سے بہرہ ور نہ ہو سکے۔ اور اس کی اسانید و متون سے یکسر بیگانہ تھے۔

یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ جن کا مذہب تحریف کی نذر ہو چکا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو باطل کے پیرو ہیں' احادیث نبویہ پر طعن کرنے اور بھانت بھانت کی بولیاں بول کر ان کی تحقیر کا ارتکاب کرنے لگے۔ کسی نے یوں کہا کہ اب احادیث پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کی سند کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ کسی نے کہا کہ سنت کو دائمی دین کی حیثیت حاصل نہیں۔ بعض نے کہا کہ اکثر احادیث واضعین کی ساختہ پرداختہ ہیں۔ بعض نے صحابہ کو ہدفِ تنقید بنایا۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے تاریخ کے مسلمہ حقائق کو مسخ کر کے حق و باطل کو گڈ مڈ کر دیا۔ بعض نے رواۃ و رجال کی معمولی لغزشوں کو نمایاں کر کے رائی کا پہاڑ بنا دیا۔ اور اس طرح اس پاکیزہ ملت اور سنت مطہرہ کو اپنے زعم باطل سے رسوا کرنا چاہا۔ اور انواع و اقسام کے دیگر عیوب و مطاعن جو انہوں نے لوگوں میں پھیلائے۔

جب میں نے مستشرقین اور ان کے ہمنواؤں سے دجل و فریب اور بلا دلیل طعن و تشنیع کو دیکھا اور محسوس کیا کہ مسلمان خوابِ خرگوش میں مست ہیں اور اس کا کچھ نوٹس نہیں لے رہے تو میں نے حدیث و محدثین کی تاریخ پر ایک کتاب مرتب کرنے کی ٹھانی۔ تاکہ اس بات کا پتہ چلے کہ کچھ فریب خوردہ لوگوں نے جس حقیقت کے حسن و جمال کو مسخ کر دیا ہے وہ دراصل ہے کیا چیز؟ اس طرح حق و باطل اور خطا و صواب نکھر کر سامنے آ جائیں گے۔ اور میرا شمار...... ان شاء اللہ العزیز...... ان لوگوں میں ہوگا جنہوں نے سنت رسول کا دفاع کر کے ایک عظیم جہاد میں حصہ لیا اور اس طرح نیکوکار مجاہدین کے زمرہ میں شامل ہو گئے۔

چونکہ حدیث رسول مختلف و متباین مراحل و ادوار سے گزر چکی ہے اور اس کا تعلق متکثر و متعدد عصور و ازمنہ سے رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر دور اور ہر عصر کی اپنی ایک جداگانہ خصوصیت ہے۔ اس لیے میں اس کتاب کو ایک مقدمہ' سات ادوار ایک خاتمہ پر منقسم کرنا چاہتا ہوں۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مقدمہ: ۔ اس میں بیان کیا جائے گا کہ سنت کا معنی و مفہوم کیا ہے اور اس کو دین اسلام اور شرح قرآن کریم میں کیا مقام حاصل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلا دَور :- حدیث عہدِ رسالت میں۔

دوسرا دَور :- حدیث خلافتِ راشدہ میں۔

تیسرا دَور :- حدیث خلافتِ راشدہ کے بعد تا اختتام پہلی صدی ہجری۔

چوتھا دَور :- حدیث دوسری صدی ہجری میں۔

پانچواں دَور :- حدیث تیسری صدی ہجری میں۔

چھٹا دَور :- حدیث چوتھی صدی ہجری کے آغاز سے تا سقوطِ بغداد۔ (۶۵۶ھ)

ساتواں دَور :- حدیث از ۶۵۶ھ تا عصرِ حاضر۔

خاتمہ :- انواع علم الحدیث۔

بارگاہِ ربانی میں دست بدعا ہوں کہ وہ ہمیں دینِ اسلام اور علم کی خدمت کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اور کتاب ہذا کو مقبول اور نافع بنائے۔

و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی اٰلہٖ و اصحابہٖ وسلّم۔

مترجم	مصنف
غلام احمد حریری	پروفیسر محمد محمد ابوزہو
صدر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ	قاہرہ
اسلامیہ کالج لائلپور	
یکم جنوری ۱۹۶۵ء	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

یہ چار مباحث پر مشتمل ہے۔

مبحثِ اول :- سنت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم۔

مبحثِ دوم :- سنت وحی پر مبنی ہے۔

مبحثِ سوم :- سنت کی شرعی حیثیت۔

مبحثِ چہارم :- سنت شارح قرآن ہے۔

۱- سنت کا لغوی مفہوم

سنت کے لغوی معنی طریقہ کے ہیں- خواہ وہ اچھا ہو یا برا- اس کی دلیل رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے-

((من سنَّ سنّة حسنة فله اجرها و اجر مَن عمل بها الى يوم القيامة و من سنَّ سنّة سيّئة فعليه وِ زرها وَ وزرمَن عمل بها الى يوم القيامة)) . (صحيح مسلم)

"جس نے اچھا طریقہ رائج کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور ان لوگوں کا اجر جو قیامت تک اس پر عمل کریں گے- اور جس نے برا طریقہ جاری کیا تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ جو قیامت تک اس پر عمل کرتے رہیں گے"-

لسان العرب میں ہے:

سنت طریقہ کو کہتے ہیں اچھا ہو یا برا- عربی محاورہ میں بولتے ہیں- "سَنَنْتُ لَکُمْ سنة فاتبعوهَا " (میں نے تمہارے لیے ایک طریقہ رائج کر دیا ہے- اس کی پیروی کیجئے) حدیث میں فرمایا- "مَن سنَّ سنّة حسنةً " (جس نے اچھا طریقہ جاری کیا) جو شخص بھی پہلے پہل کوئی کام کرے اور اس کے بعد کوئی قوم اس پر عمل پیرا ہو اس کو سنت کہا جاتا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عربی کا مشہور شاعر نصیب کہتا ہے ۔

کانی سننت الحب اوّل عاشق
من الناس اذا احببت من بینھم و حدی

(میں نے اولین عاشق ہونے کے اعتبار سے گویا محبت کی سنت کو ایجاد کیا۔ اس لیے کہ سب لوگوں میں سے میں نے ہی محبت کی راہ اختیار کی۔)

حدیث نبویؐ میں لفظ سنت اور اس کے مشتقات کا بکثرت ذکر آیا ہے۔ سنت کے اصل معنی طریقہ اور چال ڈھال کے ہیں۔ جب سنت کا لفظ شریعت میں بدوں کسی قید و شرط کے بولا جاتا ہے تو اس سے وہ فعل مقصود ہوتا ہے۔ جس کے کرنے کا حکم آنحضور ﷺ نے دیا ہو یا اس سے منع کیا ہو۔ اور اس کا ذکر قرآن کریم میں نہ ہو۔ بنابریں کہا جاتا ہے کہ کتاب و سنت شرعی دلائل میں سے ہیں۔

''کتاب و سنت سے قرآن و حدیث مراد لیے جاتے ہیں''۔ (لسان العرب)

سنت کا اصطلاحی مفہوم:

شرعی علوم و فنون کے ماہرین کے نزدیک سنت کا لفظ مختلف معانی و مطالب کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اختلاف ان کے فنی رجحانات و میلانات پر مبنی ہے۔ چنانچہ اصولِ فقہ کے علماء شرعی دلائل سے بحث کرتے ہیں۔ بخلاف ازیں محدثین کا نقطۂ نظر رسول اکرم ﷺ کی جانب منسوب اقوال کی چھان پھٹک ہے۔ فقہاء کا مطمح نظر شرعی احکام کی تفصیل بیان کرنا ہے کہ آیا وہ فرض و واجب ہیں یا مندوب اور حرام و مکروہ۔ واعظین کا کام تمام شرعی اوامر و نواہی پر روشنی ڈالنا ہے۔ اسی اختلاف کی اساس پر لفظ سنت ان کے یہاں مختلف معانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات ایک ہی فن کے علماء کے نزدیک لفظ سنت کے اطلاق میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ علمائے اصول لفظ سنت کا اطلاق آنحضور ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات پر کرتے ہیں۔ بخلاف ازیں بعض علمائے اصول صحابہ کرامؓ کے تعامل پر بھی لفظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنت بولتے ہیں' خواہ وہ قرآن کریم یا نبی کریمؐ سے ثابت ہو یا نہ ہو۔ مثلاً قرآن کریم کی جمع و تدوین کو انہوں نے سنت قرار دیا ہے۔ اس کی دلیل میں وہ آنحضور ﷺ کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

((علیکم بسنّتی و سنّة الخلفاء الراشدین من بعدی)). (صحیح مسلم)

''میری اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کا دامن تھامے رہو''۔

محدثین کا ایک گروہ بھی اسی کا قائل ہے۔

۲۔ فقہاء کے نزدیک سنت سے ''الطریقة المسلوکة فی الدین'' (وہ دینی طریقہ جس پر چلا جائے) مراد ہے۔ قطع نظر اس سے کہ فرض ہو یا واجب ہو۔

۳۔ علمائے وعظ و ارشاد کی رائے میں سنت کا لفظ بدعت کی ضد ہے۔ چنانچہ جو شخص حضور اکرم ﷺ کی راہ پر گامزن ہو۔ اس کو وہ ''سنت پر عامل'' قرار دیتے ہیں۔ خواہ اس کے معمولات کی صراحت قرآن کریم میں ہو یا نہ ہو جس شخص کا طرز عمل اس کے خلاف ہو اس کو وہ بدعتی کہتے ہیں۔

۴۔ جمہور محدثین کے نزدیک سنت سے نبی اکرم ﷺ کے اقوال و افعال' تقریرات' آپؐ کے اخلاق و عادات مغازی اور بعثت سے قبل کے حالات مثلاً غارِ حرا کی خلوت نشینی وغیرہا مراد ہیں۔ ان کے نزدیک حضرت خدیجہؓ کا یہ ارشاد ''کلا واللّٰه لا یخزیك اللّٰه ابدا انك لتصل الرحم ....الخ'' (اللہ تعالیٰ ہرگز آپ کو رسوا نہ کرے گا۔ اس لیے کہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں) بھی حدیث ہے۔ اسی طرح قبل از بعثت حضور ﷺ کے اخلاق حلیہ مثلاً امانت و دیانت اور دیگر صفات سب حدیث میں شامل ہیں۔ سنت کا یہ مفہوم ان کے نزدیک حدیث کا مترادف ہے اور دونوں میں کوئی فرق و امتیاز نہیں پایا جاتا۔

۲۔ سنت وحی پر مبنی ہے

ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ سنت آنحضور ﷺ کی جانب منسوب اقوال

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

و افعال اور تقریرات کو کہتے ہیں- یہ اس وحی کی ایک قسم ہے جو حضرت جبریل امین آنحضورؐ کے پاس لائے تھے- وحی کی دوسری قسم قرآن عزیز ہے- اس سے ظاہر ہے کہ سنت وحی کی ایک قسم ہے- قرآن کریم سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے-

﴿وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ (النجم:۳)

''اور وہ (ہمارا پیغمبر) اپنی مرضی سے نہیں بولتا- وہ تو صرف وحی ہے جو کی جاتی ہے''-

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے- چند احادیث ملاحظہ ہوں-

(۱) حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا'' آگاہ رہو کہ مجھے قرآن عزیز دیا گیا ہے اور اسی جیسی ایک اور چیز- عنقریب ایک شکم سیر آدمی مسند سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوگا اور یوں کہے گا کہ ''قرآن کا دامن تھامے رکھو- جس چیز کو اس میں حلال پاؤ اس کو حلال سمجھو اور جس کو حرام پاؤ اس کو حرام خیال کرو''- خبردار رہو کہ جس چیز کو رسولؐ اللہ نے حرام ٹھہرایا ہو وہ خدا کی حرام کردہ اشیاء کی مانند ہے- (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

(۲) حضرت حسان ابن عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل امین حضورؐ پر سنت لے کر اسی طرح نازل ہوتے جیسے قرآن لے کر- اور آپ کو اسی طرح سنت کی تعلیم دیتے جیسے قرآن کریم کی- (مراسیل ابی داوٗد)

(۳) حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا ہے اور اس سے دو چند حکمت بھی عطا کی ہے''- (مراسیل ابی داؤد)

چونکہ کتاب و سنت دونوں جڑواں بھائیوں کی طرح باہم وابستہ اور وحی الہی ہونے میں مساوی ہیں- اس لیے ہم وحی اور اس کی اقسام پر مختصراً تبصرہ کرنا چاہتے ہیں- تاکہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے- اور کتاب و سنت کا فرق و امتیاز کھل کر سامنے آ جائے- ملاحظہ فرمایئے-

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وحی و اقسام وحی:

لفظ وحی دو معانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

۱- وحی کرنا (مصدری معنی میں)

۲- وہ احکام جو بذریعہ وحی نازل ہوتے ہیں (مصدر بمعنی اسم مفعول)

قسم اول:

لفظ وحی کے مصدری معنی کسی چیز کی خفیہ اور جلدی اطلاع دینے کے ہیں۔ چونکہ وحی کے لفظ میں اخفاء کا مفہوم شامل ہے۔ اس لیے اہل لغت کے نزدیک کتابت رمز و اشارہ اور خفیہ کلام سب وحی ہیں۔

شرعی اصطلاح میں وحی سے اللہ تعالیٰ کا انبیاء کو بطریق خفیہ ان احکام و اخبار سے مطلع کرنا مراد ہے۔ جس سے ان کو قطعی و یقینی علم حاصل ہو جائے کہ یہ احکام من جانب اللہ ہیں۔

اسی طرح وحی کا اصطلاحی مفہوم اپنے لغوی معنی کی نسبت اخص ہے۔ اس لیے کہ وحی کا مصدر و ماخذ ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ اور اس کا مورد انبیائے کرام ہیں۔ ظاہر ہے کہ ذات باری اور انبیاء دونوں خاص ہیں۔

وحی بمعنی اول کی قسمیں

وحی بمعنی اول کی تین قسمیں ہیں، جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں کیا گیا ہے۔

﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ﴾ (الشوریٰ: ۵۱)

"کسی بشر کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام ہو مگر وحی کے ذریعے سے یا پس پردہ یا ایلچی بھیج کر اور وہ اس کے حکم سے جو چاہے وحی کرے"۔

اس آیت میں بیان کردہ اقسام وحی کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱- الہام:

الہام کے معنی یہ ہیں کہ نبی کے دل پر کسی بات کا القاء اس یقین کے ساتھ کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے کہ وہ من جانب اللہ ہے- یہ الہام بعض اوقات خواب میں ہوتا ہے اور گاہے جاگتے وقت- مذکورہ صدر آیت میں ''اِلَّا وَحْیًا'' کے الفاظ سے وحی کی یہی قسم مراد ہے-

۲- پس پردہ کلام:

اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی بوقت کلام اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا مگر اس کا کلام سنتا ہے- چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آغازِ رسالت میں اسی قسم کا واقعہ پیش آیا- اچانک آپ نے آگ ملاحظہ کی اور اہلیہ کو مخاطب کرکے کہا:

اُمْکُثُوْا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا. ''ذرا ٹھریئے میں نے آگ دیکھی ہے''-

پھر فرمایا:

فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ.

''جب آگ کے پاس آئے تو ندا آئی میں تیرا رب ہوں''-

دوسرے موقع پر فرمایا:

﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ﴾. (الاعراف: ۱۴۳)

''جب موسیٰ وقتِ مقررہ پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام کیا تو کہا اے رب مجھے اپنا آپ دکھا میں تیری زیارت کرنا چاہتا ہوں''-

۳- بذریعہ فرشتہ:

تیسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو جس بات سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں- خواب یا بیداری میں فرشتہ کے ذریعے سے اس کو مطلع کرتے ہیں- فرشتہ کے ذریعہ باخبر کرنے کی بھی دو قسمیں ہیں- نبی بعض اوقات فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں دیکھتا ہے اور ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے- یا وحی کے وقت فرشتہ انسانی شکل و صورت میں متشکل ہو کر سامنے آتا ہے- چنانچہ جبریل اکثر حضرت دحیہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے- بعض اوقات نبی وحی کے وقت فرشتہ کو نہیں دیکھتا- ہوتا یوں ہے کہ وحی کے وقت جھنجھناہٹ اور شدید کھڑکھڑاہٹ کی آواز آتی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس کی حقیقت اور اس کا مصدر و ماخذ خدا ہی کو معلوم ہے۔

اندریں حالت آپؐ پر ایک روحانی کیفیت طاری ہو جاتی جس کے آپ عادی نہ تھے۔ حاضرین مجلس کو صرف ظاہری آثار و علامات کا احساس ہوتا۔ بدن مبارک بوجھل ہو جاتا اور پیشانی پسینہ سے شرابور ہو جاتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حارث بن ہشام نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ آپؐ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا' گاہے وحی کے وقت گھنٹی کی سی آواز آتی ہے۔ یہ مجھ پر سخت گراں گزرتی ہے۔ جب وحی کا سلسلہ رک جاتا ہے تو اس کے الفاظ میرے نوک زباں ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات فرشتہ انسانی صورت میں آ کر مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور میں اس کے الفاظ کو یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے دیکھتے شدید سردی کے موسم میں حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی اور جب وحی کا سلسلہ رکتا تو آپؐ کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا ہوتا۔ (صحیح بخاری)

بعض اوقات وحی کی آمد کے وقت حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کے نزدیک شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سنائی دیتی تھی۔ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وحی نازل ہوتی تو آپؐ کے چہرہ کے نزدیک شہد کی مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ سنی جاتی تھی۔ (ترمذی)

وحی بمعنی موحیٰ بہ:

لفظ وحی کے دوسرے معنی کے اعتبار سے اس سے وہ احکام مراد ہوتے جو بذریعہ وحی نازل ہوتے ہیں۔ گویا وحی کے معنی موحی بہ کے ہیں۔ اس اعتبار سے وحی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وحیِ متلوّ (۲) وحیِ غیر متلوّ

۱۔ وحی متلوّ:

اس وحی سے قرآنِ عزیز مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کی رسالت صادقہ کی زندہ دلیل ہے اور جس کی حفاظت و صیانت کی ذمہ داری خود خداوند کریم نے لی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم میں فرمایا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر:۹)

''بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔

جبریل امین قرآن کے الفاظ و معانی کو لے کر آنحضورؐ پر نازل ہوتے۔ رسول کریمؐ ہوں یا جبریل امینؑ قرآن میں دخل اندازی کا حق کسی کو بھی حاصل نہ تھا۔ بلاشبہ یہ خداوند عزیز و حکیم کا نازل کردہ ہے۔ قرآن میں فرمایا:

﴿وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ﴾ (الشعراء:۱۹۳)

''یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ روح الامین اس کو لے کر اترے''۔

اس بات پر علماء کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ قرآن عزیز رسول اکرم ﷺ پر بواسطہ جبریل حالت بیداری میں اترا۔ حالت خواب میں قرآن کا کوئی حصہ آپؐ پر نازل نہیں ہوا اور نہ ہی وحی کے کسی دوسرے طریقہ سے قرآن کا کوئی حصہ حضورؐ پر نازل کیا گیا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وحی کے دوسرے طریقوں میں شک و ریب یا خلط والتباس کی کوئی گنجائش ہے ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ وحی کے جملہ انواع بشمول حالت بیداری و خواب یقینی و حتمی علم کے موجب ہیں کہ یہ خدا کا نازل کردہ ہے۔ انعقاد اجماع کی وجہ یہ ہے کہ اسباب نزول کے سلسلہ میں وارد شدہ احادیث و آثار سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حالت بیداری میں نازل ہوا۔

اگر سوال کیا جائے کہ مسلم نے حضرت انسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ ہمارے تشریف فرما تھے کہ اچانک اونگھنے لگے۔ پھر مسکراتے ہوئے سر اٹھایا۔ ہم نے عرض کیا حضورؐ ہنسی کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر آپؐ نے سورۂ کوثر تلاوت فرمائی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ کوثر حالتِ خواب میں نازل ہوئی۔ ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ حدیث میں حضورؐ کی جس اونگھ کا ذکر کیا گیا ہے اس سے نیند مراد نہیں۔ بخلاف ازیں اس سے وحی کی شدت مراد ہے جو حضورؐ پر طاری ہوا کرتی تھی۔ علماء نے ذکر کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ نزول وحی کے وقت یہ کیفیت آپؐ پر اس لیے طاری ہو جایا کرتی تھی تاکہ آپ دنیا سے غافل ہو جائیں روحانیت آپؐ کی بشریت پر غالب آ جائے۔

قرآنِ عزیز کی یہ عظیم خصوصیت ہے کہ اس کی تلاوت نماز اور خارج از نماز دونوں حالتوں میں عبادت ہے۔ اس کی روایت بالمعنیٰ جائز نہیں۔ قرآن حکیم الفاظ و معانی دونوں کے اعتبار سے معجزہ ہے۔ قرآن میں فرمایا:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ (الاسراء: ۸۸)

''کہہ دیجئے کہ اگر انس و جن اکٹھے ہو کر قرآن کی مثل لانا چاہیں تو نہیں لاسکیں گے وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔

۲۔ وحی غیر متلو:

سنت نبویؐ کا تعلق وحی غیر متلو (وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی) سے ساتھ ہے۔ اس کی دلیل آیات قرآنیہ ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى'' اور ''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ'' اور دیگر نصوص ہیں۔

البتہ حدیث نبویؐ قرآن کریم سے بہت سی باتوں میں مختلف ہے۔ جن میں سے مندرجہ ذیل اہم ہیں۔

۱۔ حدیث کے معانی و مطالب آنحضورؐ پر نازل ہوتے ہیں اور آپ ان کو اپنے الفاظ کا جامہ پہناتے ہیں۔

۲۔ اسی کے پیش نظر علم الحدیث کا ماہر علماء کی ایک جماعت کے نزدیک روایت بالمعنیٰ کرنے کا مجاز ہے۔

۳۔ حدیث کے الفاظ معجزہ نہیں اور نہ ہی ان کی تلاوت شامل عبادت ہے۔

۴۔ حدیث بذریعہ وحی حضور پر نازل ہوئی۔ یہ وحی حالت خواب و بیداری دونوں میں فرشتہ کی وساطت یا اس کے بغیر آنحضرت ﷺ پر نازل ہوتی رہی۔

سنت کے جمیع اقسام مثلاً اقوال و افعال اور تقریرات کو وحی قرار دینے پر یہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضورؐ کے لئے اجتہاد بھی روا تھا۔ اور آپؐ نے غزوات اور دیگر بکثرت مواقع پر اجتہاد فرمایا۔ پھر یہ بات کیونکر درست ہے کہ سنت کی تمام قسمیں وحی ہیں؟ مزید برآں جمیع اقسام سنت کو وحی قرار دینے کا یہ نتیجہ بھی ہو گا کہ آپؐ نے اپنی رائے اور فہم ثاقب سے کبھی گویا کام ہی نہیں لیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس موقع پہ وحی نازل نہ ہوتی تھی آپ بتقاضائے فطرت وہاں اپنی عقل سلیم سے کام لیتے تھے۔ مگر خداوند کریم آپؐ کو اس گومگو کی حالت میں مذبذب نہیں چھوڑ دیتے تھے۔ بخلاف ازیں خداوند کریم آپ کو اجتہاد کی درستی و نادرستی سے آگاہ فرما دیتے تھے۔ اگر آپ کا اجتہاد درست ہوتا تو اس پہ قائم رہتے۔ ورنہ حسب وحی اپنی رائے کو تبدیل فرما لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ کا وہ اجتہاد جس کی تائید من جانب اللہ ہو چکی ہو وحی کا درجہ رکھتا ہے۔ بنا بریں اجتہادِ نبویؐ اور سنت کے وحی ہونے میں کسی قسم کا تناقض و تضاد نہیں پایا جاتا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی درست نہیں کہ سنت کے وحی ہونے سے آپ کے خصائل و فضائل میں کسی قسم کی کمی آتی ہے بلکہ اس سے آپؐ کی عظمت و فضیلت میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے۔

حدیث قدسی

احادیث نبویؐ کی ایک قسم وہ بھی ہے جو بطریق آحاد آنحضور ﷺ سے منقول اور اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب ہیں۔ ان کو "احادیث قدسیہ" اور "احادیث الٰہیہ" اور "احادیث ربانیہ" کہا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ احادیث خدا تعالیٰ کا کلام ہیں یا نبی کریم ﷺ کا؟ اور اگر یہ احادیث کلام الٰہی ہیں تو آیا ان میں قرآنی خصوصیات پائی جاتی ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث قدسیہ کے بارے میں علماء کے دو اقوال ہیں۔

پہلا قول

احادیث قدسیہ کلام الٰہی ہیں اور نبی کریمؐ ان کو اللہ تعالیٰ سے نقل و روایت کرتے ہیں۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ یہ احادیث اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب ہیں۔ اسی لئے ان کو "احادیث قدسیہ"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''احادیث الٰہیہ'' اور ''احادیث ربانیہ'' وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اگر ان کے الفاظ حضور اکرمؐ کے ہوتے تو باقی احادیث کے برخلاف ان کو خداوند کریم کی جانب منسوب کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

۲۔ ان احادیث میں متکلم کی ضمیریں اللہ تعالیٰ کی جانب لوٹتی ہیں۔ مثلاً فرمایا ''یـا عِبادِیَ اِنّی حرَمت الظلم علی نفسی'' (اے میرے بندو! میں نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام ٹھہرایا) یہ ان کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔

۳۔ نبی کریم ﷺ سے گزر کر ان احادیث کی نقل و روایت اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہے۔ مثلاً راوی کہتا ہے ''قال رسولُ اللہ فی ما یرویہ عن ربہ'' (رسول اللہؐ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کر کے فرمایا)۔

بعض اوقات راوی یوں کہتا ہے ''قال اللہ فی مارواہ عنہ رسول اللہ ﷺ'' (رسول اللہؐ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کر کے فرمایا)۔

اگر احادیث قدسیہ کے الفاظ حضور اکرمؐ کے ہوتے تو دیگر احادیث کی طرح یہاں بھی روایت کا سلسلہ آپؐ کی ذات تک پہنچ کر ختم ہو جاتا اور اس کے خداوند کریم تک پہنچنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

اگرچہ علماء کے اس قول کے مطابق احادیث قدسیہ کلام الٰہی ہیں۔ تاہم ان میں قرآن کریم کی خصوصیات نہیں پائی جاتیں۔ قرآن کریم بطریق تواتر نقل ہو کر ہم تک پہنچا ہے۔ اس کے الفاظ و معانی معجز ہیں۔ اس کی تلاوت عبادت ہے۔ بے وضو شخص اس کو چھونے کا مجاز نہیں۔ جنبی کے لئے اس کی تلاوت حرام ہے۔ نماز میں اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ اس کی روایت بالمعنی درست نہیں۔ قرآن کریم کی تمام سور و آیات بذریعہ جبریل رسول اکرم ﷺ پر اتاری گئیں۔

مگر احادیث قدسیہ میں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں پائی جاتی۔ یہ احادیث بطریق احادیث نبی اکرمؐ سے منقول ہیں اور آپؐ ان کو اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ احادیث قدسیہ خداوند کریم کی عظمت و جلالت اس کی رحمت وسعت اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جودوکرم کا ذکر ہوتا ہے- دیگر احادیث کی طرح احادیث قدسیہ پر بھی نقدو جرح کی جا سکتی ہے- محدثین نے ان احادیث کو دیگر احادیث کے زمرہ میں شامل کر کے اپنی کتب حدیث میں نقل کیا ہے- احادیث قدسیہ اپنے الفاظ کے اعتبار سے معجزہ نہیں- ان کی تلاوت کو عبادت کا درجہ حاصل نہیں- ان کو قرآن کریم کے نام سے یاد نہیں کیا جا سکتا- احادیث قدسیہ میں وحی کے خاص طریقوں کی پابندی نہیں کی گئی- جو شخص احادیث کے الفاظ و معانی سے بخوبی آگاہ ہو- اس کے لئے ان کی روایت بالمعنی درست ہے-

دوسرا قول:

احادیث قدسیہ کے بارے میں علماء کا دوسرا قول یہ ہے کہ دیگر احادیث کی طرح یہ احادیث بھی آنحضورؐ کے الفاظ پر مشتمل ہیں- علامہ ابو البقاء کلیات میں رقمطراز ہیں-

"قرآن کے الفاظ و معانی وحی جلی کے ذریعہ آنحضورؐ پر نازل ہوئے- جہاں تک حدیث قدسی کا تعلق ہے- اس کے الفاظ نبی کریم کے ہوتے ہیں اور اس کا معنی و مفہوم بذریعہ الہام یا خوابؑ میں آپ پر القا ہوتا ہے-

علامہ طیبی فرماتے ہیں-

جبریل امین قرآن کے الفاظ لے کر حضورؐ پر نازل ہوتا- بخلاف ازیں اللہ تعالیٰ بذریعہ الہام یا خواب میں آپؐ کو حدیث قدسی کے مفہوم سے آگاہ کرتا- پھر نبی کریم اپنے الفاظ میں اُمت کو اس سے آگاہ کرتے- احادیث قدسیہ کے علاوہ دیگر احادیث اللہ تعالیٰ سے منقول اور منسوب نہیں ہوتیں- اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کرنے میں یہ حکمت مضمر ہے کہ ان کے ساتھ زیادہ اعتنا کیا جائے- اور ان کے معانی و آداب کی جانب زیادہ سے زیادہ توجہ مبذول کی جائے-

اس بات کی حکمت و مصلحت کہ وحی محمدی کا کچھ حصہ الفاظ میں نازل ہوا اور کچھ معانی میں:

خداوند کریم نے اپنی عنایت خصوصی سے تمام شرائع سابقہ میں سے شریعت محمدیہ کو یہ عظیم خصوصیت بخشی کہ وہ تا قیام قیامت باقی رہے گی- قرآن کریم تا قیامت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر قسم کی تغیر و تبدل سے محفوظ و مصئون رہے گا۔ اور اس کی تلاوت و قراءت جاری رہے گی اس اعتبار سے یہ کتاب عظیم رسالت محمدیؐ کی زندۂ جاوید دلیل ہے اور خداوند کریم شریعت محمدیؐ کا بہترین محافظ ہے۔

جس طرح خداوند کریم نے نبی اکرم ﷺ کی شریعت کو ایک ایسی کتاب کے ذریعے محفوظ کر دیا' جس میں آگے اور پیچھے کسی طرف سے بھی باطل راہ نہیں پا سکتا۔ اسی طرح اس نے مخلوقات سے تنگی اور تکلیف کا ازالہ فرمایا اور قرآنِ عزیز کے ساتھ ساتھ اپنے نبی پر ایک دوسری قسم کی وحی نازل فرمائی' جس کو سنت کہتے ہیں۔ اس وحی کو آپؐ پر بالمعنی نازل کیا گیا۔ اور الفاظ کو ان معانی کی علامت ٹھہرایا اس سے اُمت مسلمہ کو سہولت پہنچانا مقصود تھا۔ نیز یہ کہ دراصل الفاظ مقصود نہیں اصلی مراد و مطلوب مضمون ہے۔ اس لئے صحابہ و تابعین کے لئے مبنی بر احتیاط پہلو یہ تھا کہ وہ آنحضورؐ کی احادیث کو حضورؐ کے بیان کردہ الفاظ میں لوگوں تک پہنچائیں اس لئے کہ آنجناب کے الفاظ سے نورِ نبوت جھلکتا ہے اور ایسی فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ تاہم عربی زبان کے ماہر صحابہ و تابعین کو اس بات کی بھی اجازت تھی کہ حضورؐ کے مافی الضمیر کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیں اس امر کی اجازت انہی لوگوں کو دی جا سکتی تھی جو عربی زبان کے اسالیب و اطوار سے آگاہ ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ شریعت کے معانی و مقاصد کے بھی ذوق آشنا ہوں۔ ناواقف شخص کی روایت بالمعنی سے اس امر کو خدشہ ہے کہ وہ کہیں اصل مقصد کو ضائع نہ کر دے۔ اس میں جو خطرہ دامن گیر ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ اس لئے کہ حدیث شرح قرآن وحی الٰہی اور مصادرِ تشریع میں سے مصدرِ ثانی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں غلطی کے نتائج کس قدر خطرناک ہو سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))

''جس شخص نے مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھا وہ اپنا گھر دوزخ میں بنا لے۔ (صحاح ستہ)

خداوند کریم کی حکمت و رحمت کا تقاضا تھا کہ اس نے وحی کو دو قسموں میں منقسم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دیا - ایک قسم وہ ہے جس کی روایت بالمعنی درست نہیں بلکہ اصل نازل شدہ الفاظ کا التزام ضروری ہے اور وہ ہے قرآن حکیم - دوسری قسم کی روایت بالمعنی صرف ان لوگوں کے لئے جائز ہے - جو اس کی اہلیت سے بہرہ ور ہوں - وہ سنت نبویہ مطہرہ ہے -

وحی کی دونوں قسموں میں تحفظِ شریعت اور سہولتِ اُمت کا راز مضمر ہے - اگر وحی بہرد وصنف میں قرآن کی طرح الفاظ کی پابندی ضروری ہوتی تو امت بڑی دشواری میں مبتلا ہو جاتی - اور اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہو سکتی - اور اگر وحی کی دونوں قسمیں سنت کی طرح ہوتیں اور ان کی روایت بالمعنی جائز ہوتی تو شریعت میں شک وشبہ کی بڑی گنجائش ہوتی - اور ہر قسم کے معترضین بڑی آسانی سے کہہ سکتے تھے کہ شریعت کی ادائیگی میں راویوں سے غلطی سرزد ہوئی ہوگی - اس لئے ہم اس پر اعتماد نہیں کر سکتے - بنابریں خداوند علیم وخبیر کی مصلحت اس امر کی متقاضی ہوئی کہ اس نے قرآن کے ذریعے شریعت کو محفوظ کر دیا - اور قابل اعتماد لوگوں کو سنت کی بالمعنی روایت کی اجازت دے کر امت کے بوجھ کو ہلکا کر دیا - تا کہ لوگوں پر اتمام حجت ہو جائے اور اس میں کوئی کسر باقی نہ رہے -

۳ - سنت کی شرعی حیثیت

۱ حدیث کا وجوب اتباع:

حدیث نبویؐ وحی الٰہی پر مبنی ہے - جو رسول اکرم ﷺ کی جانب بھیجی گئی - یہ اصول دین میں سے ایک عظیم اصل اور اس کی عمارت کا مضبوط ومستحکم ستون ہے - حدیث نبویؐ کی پیروی واجب اور خلاف ورزی حرام ہے - اس امر پر سب مسلمانوں کا اجماع منعقد ہو چکا ہے - اس ضمن میں اس قدر نصوص وآیات وارد ہوئی ہیں کہ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی - جو شخص حدیث کی حجیت کا انکار کرتا ہے وہ قطعی دلائل کو رد کرتا اور کفار کی راہ پر گامزن ہے - اس سلسلہ میں وارد شدہ چند آیات ملاحظہ ہوں -

۱ - ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر:۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور ہمارا رسولؐ جو کچھ تمہیں دے وہ لے لو اور جس بات سے منع کرے اس سے باز رہو''۔

۲- ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء : ۸۰)

''جو شخص رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے۔ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

۳- ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱)

''تمہارے لئے رسول کی ذات میں عمل کا بہترین نمونہ موجود ہے''۔

٤- ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران:۳۱)

''کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے لو لگانا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو خدا تمہیں دوست بنا لے گا''۔

۵- ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب : ۳٦)

''کسی مومن مرد و عورت کو زیب نہیں دیتا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لئے کوئی گنجائش باقی رہے اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول کی نافرمانی کرے تو گمراہ ہوا گمراہی ظاہر''۔

٦- ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (النور : ٦۳)

''جو لوگ آپ (رسول کریم) کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ مبادا فتنہ میں مبتلا ہو جائیں یا دردناک عذاب ان کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔

۷- ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء:٦۵)

''تیرے رب کی قسم لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوں گے جب تک اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنازعات میں آپؐ کو حکم نہ بنائیں اور پھر جو فیصلہ آپؐ کر دیں اس کے بارے میں اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اپنی گردن تسلیم خم کر دیں''۔

۲۔ منکرین حجیت حدیث کی تردید:

منکرین حدیث کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ متواتر و آحاد ہر قسم کی احادیث کا منکر ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی مطلق ضرورت نہیں۔ قرآن پر غور کرنے سے اس کا مطلب خود بخود واضح ہو جاتا ہے اور اس کی توضیح و تفسیر کے لئے حدیث کی حاجت نہیں۔ وہ حسب ذیل دلائل و براہین پیش کرتے ہیں۔

قرآن عزیز میں فرمایا:

ا۔ ﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (النحل : ۸۹)

''اور ہم نے آپؐ پر کتاب نازل کی جو ہر چیز کو واضح کرتی ہے''۔

ب۔ ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام:۳۸)

''ہم نے کتاب میں کوئی کسر نہیں چھوڑی''۔

ج۔ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

''جو بات میں تم سے کہوں' اسے قرآن پر رکھ کر پرکھ لیا کرو۔ اگر وہ کتاب اللہ کے مطابق ہو تو وہ میرا ہی قول ہے اور اگر اس کے خلاف ہو تو میرا قول نہیں میں کتاب اللہ کی خلاف ورزی آخر کیسے کر سکتا ہوں۔ جب کہ اسی کے ذریعے خدا نے مجھے ہدایت عطا فرمائی ہے''۔

ایک گروہ نے اخبار آحاد کو اس بنا پر رد کر دیا ہے کہ خبر واحد کا راوی کذب سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور اس سے خطاء و نسیان کا سرزد ہونا ممکن ہے۔

حجیتِ حدیث کے اثبات میں ہم نے جو دلائل پیش کئے ہیں۔ ان سے منکرین حدیث کے خلاف احتجاج کیا جا سکتا ہے۔ اگر قرآن کریم حدیث نبویؐ سے بے نیاز کر دینے والا ہوتا تو آیت قرآنی ''لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ'' کے کچھ معنی نہ ہوتے۔ جب ہم حدیث سے احتجاج کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں تو یہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بھی کتاب اللہ کی پیروی ہے۔

مطرف بن عبداللہ بن الشخیر سے کسی نے کہا ''ہمیں قرآن کے سوا اور کچھ نہ سنایا کرو''۔ کہنے لگے ''بخدا ہم قرآن کا بدل تلاش نہیں کرتے۔ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہم میں قرآن کا سب سے بڑھ کر عالم کون ہے''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت کرتا ہے جو دوسری عورتوں کے جسموں پر نقش و نگار بناتی ہیں' یا اپنے جسموں پر دوسروں سے نقش بنواتی ہیں۔ جو بال چنتی ہیں یا دانت باریک کراتی اور اس طرح خدا کے پیدا کردہ جسم کو تبدیل کرنا چاہتی ہیں۔ بنواسد کی ایک عورت کو جب یہ حدیث پہنچی' تو اس نے حضرت عبداللہؓ کو مخاطب کر کے کہا ''مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ فلاں فلاں عورت کو ملعون ٹھہراتے ہیں''۔ کہنے لگے ''جس کو حضورؐ نے ملعون ٹھہرایا ہو' میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں۔ یہ بات تو خدا کی کتاب میں بھی موجود ہے''۔ وہ عورت بولی ''میں نے پورا قرآن پڑھا ہے مگر یہ بات کہیں نہیں پائی''۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا تو یہ بات تمہیں مل جاتی۔ کیا تم نے یہ آیت پڑھی۔

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾

''ہمارا رسول جو چیز تمہیں دے وہ لے لو اور جس بات سے منع کرے اس سے باز رہو''۔

وہ عورت بولی ''میں نے یہ آیت پڑھی ہے''۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ''رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ صدر باتوں سے منع فرمایا ہے''۔

مروی ہے کہ مشہور تابعی طاؤسؒ نماز عصر کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ''ان کو ترک کر دیجئے''۔ طاؤسؒ کہنے لگے ان دو رکعتوں کو سنت بنانے سے منع کیا گیا ہے مطلق پڑھنے سے نہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا ''رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ آیا تمہیں ان دو رکعتوں کا اجر ملے گا یا عذاب دیا جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارشاد ہے"۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ (الاحزاب:٣٦)

"کسی مومن مرد و عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ صادر کردے تو انہیں اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی رہے"۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے کہا تم احمق ہو۔ کیا تم قرآن میں یہ بات پاتے ہو کہ ظہر کے چار فرض ہیں اور ان میں قراءت بلند آواز سے نہیں کی جاتی؟ پھر اسی طرح نماز اور زکوۃ کے بارے میں سوال کیا کہ کیا قرآن میں ان کا ذکر کیا گیا ہے؟ پھر فرمایا قرآن نے ان باتوں کی تفصیل بیان کرنے سے خاموشی اختیار کی ہے اور سنت رسولؐ نے ان پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ ان تمام آثار و اقوال کے لئے دیکھئے جامع بیان العلم لابن عبدالبر ج۲ص ۱۸۸۔

منکرین حدیث کے پیش کردہ دلائل کا جواب حسب ذیل ہے۔

۱۔ آیت کریمہ "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" سے منکرین حدیث کا استدلال درست نہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم نے جملہ دینی امور پر روشنی ڈالی ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں (۱) قرآن نے صراحۃً کسی چیز کو بیان کر دیا (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن نے خود تو بیان نہیں کیا بلکہ اس کی وضاحت حدیث پر چھوڑ دی۔ اس لئے کہ حدیث شارح ہے اور آیت "لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ" میں اسی چیز کو واضح کیا گیا ہے۔

۲۔ آیت قرآنی "مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ" سے بھی منکرین حدیث کا احتجاج درست نہیں۔ اس لئے کہ "الکتاب" سے اس آیت میں لوح محفوظ مراد ہے۔ اس کی دلیل آیت ہذا کا سیاق و سباق ہے۔ پوری آیت یوں ہے۔

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام: ۳۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور زمین پر کوئی رینگنے والا جانور نہیں اور نہ ہی کوئی پرندہ جو اپنے دونوں پروں سے اڑتا ہو مگر وہ بھی تمہاری طرح کی جماعتیں ہیں۔ ہم نے کتاب (لوح محفوظ) میں کسی چیز کا ترک نہیں کیا۔

آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ ''الکتاب'' سے یہاں لوح محفوظ مراد ہے۔ اور اگر ''الکتاب'' سے قرآن مراد لیا جائے تو اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ قرآن ہر چیز کو یا تو خود بیان کر دیا اور یا اس کی وضاحت وصراحت حدیث نبویؐ کے سپرد کر دی ہے۔

۳۔ جہاں تک سابق الذکر حدیث کا تعلق ہے۔ جس سے منکرین سنت نے استدلال کیا ہے۔ ائمہ حدیث نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حدیث زنادقہ و خوارج کی وضع کردہ ہے۔

حافظ ابن البر قمطراز ہیں۔

''خداوند کریم نے رسول اکرم ﷺ کی اتباع کا حکم علی الاطلاق بدوں کسی قید و شرط کے دیا ہے۔ بالکل اسی طرح کتاب اللہ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول اللہ کی اطاعت کے ساتھ یہ شرط کہیں بھی عائد نہیں کی گئی کہ حضورؐ کی اطاعت اس وقت کی جائے جب آپؐ کا حکم کتاب اللہ کے موافق ہو جیسا کہ کج رو لوگوں کا زعم ہے۔ چنانچہ عبدالرحمن بن مہدی فرماتے ہیں کہ زنادقہ و خوارج نے یہ حدیث وضع کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ''جب تمہیں میری کوئی خطبہ نہ ملے تو اسے پرکھ کر دیکھ لیا کرو۔ اگر اس کے موافق ہو تو میری حدیث ہے ورنہ نہیں''۔ محدثین کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں۔ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ اس حدیث میں جو اصول بیان کیا گیا ہے۔ اگر اس حدیث کو اس پر پرکھ کر دیکھا جائے تو یہ حدیث اس معیار پر پوری نہیں اترتی۔ بلکہ مخالف قرآن ہے۔ اس لئے کہ ہم نے قرآن میں یہ بات کہیں نہیں پائی کہ صرف اسی حدیث کو تسلیم کیا جائے جو قرآن سے ہم آہنگ ہو۔ بلکہ قرآن نے علی الاطلاق حضورؐ کی پیروی کا حکم دیا اور آپ کی خلاف ورزی سے منع فرمایا ہے''۔ (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۹۰)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

صاحبِ کشف الخفاء نے امام صنعانی سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ منکرین حدیث جو حجیتِ حدیث سے انکار کرتے اور قرآن کریم کے معانی و مطالب کو بلا دلیل بگاڑتے ہیں' صرف خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں۔

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ (القصص: ۵۰)

''اور اُس سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو بدوں ہدایتِ خداوندی خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے''۔

سرور کائنات ﷺ نے خداوند کریم سے اطلاع پا کر منکرین حدیث کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''وہ زمانہ کچھ دور نہیں جب تم میں سے ایک شخص مسند سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوگا۔ اسے میری حدیث سنائی جائے گی تو وہ کہے گا'' ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے۔ جس چیز کو ہم نے اس میں حلال پایا' اس کو حلال ٹھہرایا اور جس کو حرام پایا اس کو حرام قرار دیا حالانکہ جس چیز کو رسول اللہؐ نے حرام قرار دیا ہو وہ خدا کی حرام کردہ اشیاء کی مانند حرام ہے''۔ (ترمذی و ابوداؤد)

جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میرے خیال میں اس اُمت کو اس مومن سے کوئی خطرہ لاحق نہیں جس کا ایمان اس کو منکرات سے روکتا ہے۔ نہ ہی ایسا فاسق اس کو کوئی نقصان پہنچا سکتا۔ جس کا فاسق ہونا ظاہر ہے۔ بخلاف ازیں میں اُس شخص سے خطرہ محسوس کرتا ہوں جو قرآن روانی سے پڑھتا ہے اور اس کے معانی کی غلط سلط تاویل کرتا ہے۔ (جامع بیان العلم لابن عبدالبر)

۲- اخبار آحاد کے منکرین پر نقد و جرح:

محدثین نے حدیث کو دو قسموں میں منقسم کیا ہے۔

(۱) متواتر (۲) آحاد

خبر متواتر:

متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں' جس کے نقل کرنے والے اتنے کثیر اشخاص

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہوں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہو جانا عقلاً محال ہو۔ اور اس لئے انسان ان کی صدق بیانی کو تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہو۔ حدیث متواتر سے جو علم حاصل ہوتا ہے' اس کو علم ضروری کہا جاتا ہے۔ علم ضروری اس علم کا نام ہے جس کو تسلیم کرنے کے لئے انسان مجبور ہو اور اس کا رد کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہو۔ حدیث متواتر کے رواۃ و رجال کے بارے میں نقد و جرح نہیں کی جاتی اور اس میں راویوں کی کوئی خاص تعداد معین نہیں۔

حدیث متواتر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) متواتر لفظی (۲) متواتر معنوی

۱۔ متواتر لفظی: اس حدیث کو کہتے ہیں' جس کے الفاظ متواتر ہوں۔ مثلاً حدیث "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا" الخ

۲۔ متواتر معنوی: وہ حدیث ہے جس کا قدر مشترک متواتر ہو۔ اس کی بکثرت مثالیں ہیں۔ مثلاً دعا کے موقع پر دونوں ہاتھوں کا اٹھانا۔ اس ضمن میں نبی کریم ﷺ سے قریباً ایک سو احادیث منقول ہیں۔ مگر یہ مختلف مواقع پر وارد ہوئی ہیں۔ ہر موقع اور ہر روایت بجائے خود متواتر نہیں۔ البتہ ان تمام روایات کا قدر مشترک یعنی رفع الیدین فی الدعاء متواتر ہے۔

خبر واحد

اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں متواتر کی شروط موجود نہ ہوں۔ قطع نظر اس سے کہ اس کا راوی ایک ہو یا زیادہ۔

خبر واحد کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مقبول (۲) مردود

۱۔ مقبول: مقبول وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو۔ جس کے راوی از ابتدا تا انتہا سب کے سب عادل و ضابط ہوں اور اس میں شذوذ و علت نہ پائی جاتی ہو۔

۲۔ مردود: جس حدیث میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں۔ اس کو مردود کہتے ہیں۔

ثقہ راوی سے منقول خبر واحد واجب العمل حجت ہے:

جمہور اہل اسلام صحابہ تابعین محدثین فقہاء اور اصحاب اصول کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ ثقہ راوی سے منقول خبر واحد دیگر شرعی دلائل کی طرح ایک لازم العمل حجت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے- البتہ خبر واحد سے ظنی علم حاصل ہوتا ہے قطعی و یقینی نہیں- اس کے مقابلہ میں دیگر نقطہ ہائے نظر ذیل ہیں-

۱- روافض قدریہ اور بعض اہل الظاہر کے نزدیک خبر واحد پر عمل کرنا واجب نہیں-

۲- معتزلہ میں سے جبائی کا قول ہے کہ عمل اس روایت پر واجب ہے جس کو کم از کم دو راوی دوسرے دو راویوں سے نقل کریں-

۳- بعض علما کے نزدیک واجب العمل وہ روایت ہے جس کو کم از کم چار راوی دوسرے چار راویوں سے روایت کریں-

مذکورہ صدر تینوں اقوال جمہور اہل اسلام کے خلاف اور اس لئے باطل ہیں-

سرور کائنات ﷺ نے مختلف سلاطین کے نام جو خطوط صرف ایک ایک قاصد کے ذریعے ارسال فرمائے تھے- ان کو واجب التعمیل قرار دیا تھا- اور ان پر عمل بھی کیا گیا تھا- بعد ازاں خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ و سلف و خلف ہمیشہ ایک شخص کی روایت کو تسلیم کرتے رہے- وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور اپنے قضایا و فتاوی میں اس کی طرف رجوع کرتے- اس حدیث کی روشنی میں وہ اس کے خلاف فیصلہ کو رد کر دیتے خبر واحد کی بنا پر وہ مخالفین پر حجت قائم کرتے اور مخالف اس کو تسلیم کر لیتا- یہ ایسی طے شدہ بات ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں- عقل انسانی بھی خبر واحد پر عمل کرنے کو محال نہیں سمجھتی- اور شریعت بھی اسی کی مؤید ہے- لہذا اس کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں-

بعض علماء نے خبر واحد کے مقبول ہونے پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ جب کسی صحابی یا تابعی سے کوئی دینی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو سائل کو اس سے آگاہ کرتے وقت یہ شرط عائد نہیں کیا کرتا تھا کہ جب تک کسی اور شخص سے اس کی تصدیق نہ کر لے اس پر عمل نہ کرے- بخلاف ازیں سائل کو مسئولہ بات بتا دی جاتی- اور وہ اس کی تعمیل کرنے لگتا- اور کوئی شخص بھی اس کے طرز عمل پر معترض نہ ہوتا- اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ سب صحابہ خبر واحد کو واجب العمل قرار دیتے تھے- اور اگر بعض اوقات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی صحابی یا تابعی نے اس ضمن میں شک و شبہ کا اظہار کیا ہے تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ خبر واحد کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ بلکہ اس کے وجوہ و اسباب کچھ اور تھے۔ مثلاً یہ کہ وہ حدیث صحیح نہیں۔ اس کا راوی متہم بالکذب ہے یا اس حدیث کی مخالف کوئی اور حدیث ہے جو اس سے راجح ہے۔ و دیگر اسباب و وجوہ۔

امام ابن قیم فرماتے ہیں۔

"صحابہ کرام اور ائمہ ثقات کی احادیث کو صرف اس بنا پر رد نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا راوی منفرد ہے۔ اس لئے کہ بکثرت احادیث ایسی ہیں جن کو ایک ہی صحابی نے روایت کیا ہے اور اس کے باوصف محدثین نے ان کی مرویات کو قبول کر لیا ہے۔ اور کسی نے بھی رد نہیں کیا۔ اسی طرح بکثرت احادیث کی نقل و روایت میں ایک ہی تابعی منفرد ہوتا ہے۔ مگر کوئی محدث ان کی روایت کو قبول کرنے سے انکار نہیں کرتا۔ ہمارے علم کی حد تک سلف و خلف علماء میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس نے یہ بات کہی ہو کہ جب کسی حدیث کو ایک ہی صحابی روایت کرے تو اس کی روایت کردہ حدیث قبول نہ کی جائے گی البتہ اہل بدعت اور غیر معروف لوگوں سے اس قسم کے اقوال مروی ہیں کہ خبر واحد حجت نہیں امام زہری قریباً ساٹھ احادیث کے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔ مگر بایں ہمہ وہ ائمہ کی معمول بہا ہیں۔ اور متفرد ہونے کی بنا پر ان کو مردود قرار نہیں دیا گیا۔

خلاصہ یہ کہ ائمہ حدیث اور ان کے اتباع میں سے کسی نے بھی خبر واحد کو رد کرنے کا فیصلہ نہیں کیا۔ ورنہ ان کے اکثر اقوال و فتاوی باطل ٹھہرتے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ حدیث شاذ کو قبول نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اس کے قبول و عدم قبول میں توقف سے کام لیا جاتا ہے اور حدیث شاذ بھی خبر واحد ہی کی مانند ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خبر واحد اور حدیث شاذ میں فرق ہوتا ہے۔ حدیث شاذ وہ ہوتی ہے۔ جس میں ایک راوی ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے اور ان کی روایات سے اختلاف کر کے ایک الگ روایت ذکر کرتا ہے۔ مگر خبر واحد اس سے مختلف ہے۔ جب ثقہ راوی ایک روایت کرنے میں منفرد ہو اور ثقہ راویوں نے اس کے خلاف حدیث روایت نہ کی ہو تو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاذ نہیں کہتے- امام شافعیؒ فرماتے ہیں- حدیث شاذ کے یہ معنی نہیں کہ ایک ثقہ راوی کسی حدیث کے روایت کرنے میں منفرد ہو- بخلاف ازیں شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں جس کا راوی ثقہ راویوں کی مخالفت کرے- (اغاثۃ اللھفان ابن قیم)

امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الرسالۃ'' میں خبر واحد کے مقبول ہونے کے سلسلہ میں تفصیلی گفتگو کی اور ایک مستقل باب باندھا ہے- تفصیلات کے لئے اس کی جانب مراجعت فرمائی جائے-

بعض احادیث پر ترک عمل کے وجوہ:

اگر سائل یہ کہے کہ آپ کے نزدیک حدیث بہر دو صنف متواترہ آحاد واجب العمل ہے اور اس کی خلاف ورزی کسی صورت میں بھی ممکن نہیں- مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین بعض مسائل میں احادیث کے خلاف عمل کرتے ہیں- آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین میں سے کوئی بھی دانستہ حدیثِ رسول کی خلاف ورزی نہیں کرتا- تمام ائمہ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کو جملہ امور میں واجب قرار دیتے ہیں- جب کسی امام سے ایسا قول منقول ہو جو حدیثِ صحیح کے خلاف ہو تو اس کی خاص وجہ ہوتی ہے- ایسے وجوہ و اسباب متعدد ہیں- چند امثلہ ملاحظہ ہوں-

۱- اس کی ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ امام کو کسی مسئلہ سے متعلق حدیث نہیں ملتی اور اس لئے وہ خلاف حدیث فتویٰ دے دیتا ہے- ظاہر ہے کہ جو شخص کسی حدیث سے آگاہ ہی نہ ہو وہ اس پر عمل کیسے کر سکتا ہے- ائمہ مجتہدین کے جو اقوال احادیث نبویہ کے خلاف ہیں' اکثر و بیشتر اس کی وجہ یہی ہے- اس لئے کہ ائمہ میں سے کوئی بھی اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ جملہ احادیث نبویہ سے آگاہ ہے- خواہ اس کا مرتبہ و مقام کتنا ہی اونچا کیوں نہ ہو-

حضرات صحابہؓ کا طریق کار یہ تھا کہ آپؐ جو حدیث ارشاد فرماتے یا کوئی کام کرتے یا کوئی فیصلہ صادر فرماتے تو جو شخص آپ کو دیکھ رہا ہوتا یا آپؐ کی بات سن رہا ہوتا- وہ اس کو دوسروں تک پہنچا دیتا- اس طرح دوسرے صحابہ و تابعین تبع تابعین حضور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے ارشادات سے باخبر ہو جاتے - لیکن تنہا کوئی صحابی یا تابعی یا ائمہ میں سے کوئی امام بھی حضورؐ کی جملہ احادیث سے آگاہ نہ تھا - اور جو شخص اس کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے -

اس میں شک نہیں کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اور ان کے بعد آنے والے علماء علم کی کثرت وجودت کے اعتبار سے متفاوت الدرجات ہیں - خلفائے راشدین ہی کو لیجئے' جو رسول اکرم ﷺ کے احوال واقوال اور عادات واطوار کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے - مگر انہوں نے احادیثِ رسول کے احاطہ واستیعاب کا کبھی دعویٰ نہیں کیا -

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جب دادی کی میراث کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے برملا فرمایا ''میرے علم کی حد تک تمہارے لئے کوئی حصہ مقرر نہیں کیا گیا - مگر آپ دوسرے لوگوں سے بھی دریافت کر لیں - چنانچہ سائل نے جب دوسرے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہؓ اور محمد بن مسلمہؓ نے کھڑے ہو کر شہادت دی کہ نبی اکرم ﷺ نے دادی کو میراث سے چھٹا حصہ (۱/۶) دلایا تھا -

جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کسی کے گھر جاتے وقت اذن طلبی کے شرعی طریقہ سے آگاہ نہ تھے اور حضرت ابو موسیٰؓ اشعری نے آپ کو یہ طریقہ بتایا - اسی طرح حضرت عمرؓ اس بات سے بھی واقف نہ تھے کہ عورت اپنے خاوند کی دیت سے حصہ پاتی ہے حتیٰ کہ حضورؐ کے عامل ضحاک بن سفیانؓ نے خط لکھ کر آپ کو آگاہ کیا کہ رسول اکرمؐ نے اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کی دیت میں سے حصہ دلایا تھا - حضرت عمرؓ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ مجوس (آتش پرست) سے اسی طرح جزیہ وصول کیا جاتا ہے جس طرح اہل کتاب سے - حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے آپ کو یہ مسئلہ بتایا -

جب ارضِ شام میں طاعون کی وبا پھیلی اور حضرت عمرؓ عازم شام ہوئے اور مقام ''سرغ'' میں پہنچ گئے تو مہاجرین و انصار میں سے کسی نے بھی آپ کو اس امر سے آگاہ نہ کیا - کہ ایسی سرزمین میں جہاں وبا پھیل چکی ہو شرعاً جانا چاہئے یا نہیں؟ حتیٰ کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے ان کو حضورؐ کی یہ حدیث سنائی کہ ''جب تم کسی علاقہ میں مقیم ہو اور وہاں وبا پھیل جائے تو وہاں سے مت نکلو - اور جب تمہیں پتہ چلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ فلاں علاقہ وبازدہ ہے تو وہاں مت جاؤ"۔

حضرت عثمانؓ بایں ہمہ علم وفضل اس مسئلہ سے آگاہ نہ تھے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو چکا ہے وہ اس کے گھر میں عدت گذارے۔ حتی کہ فریعہ بنتؓ مالک نے جو حضرت ابوسعید خدریؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ حضرت عثمانؓ کو اپنا واقعہ سنایا کہ جب ان کا خاوند فوت ہو گیا تو نبی کریمؐ نے انہیں حکم دیا کہ عدت پوری ہونے تک اپنے خاوند کے گھر ٹھہرو"۔

ایام حج میں ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں شکار کا گوشت ہدیہ کیا گیا جو ان ہی کی خاطر شکار کیا گیا تھا۔ آپ نے اس کے کھانے کا ارادہ بھی کر لیا۔ حضرت علیؓ نے ان کو بتایا کہ محرم کے لئے جو شکار کیا جائے وہ اس کے لئے حرام ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جو حدیث میں آنحضور ﷺ سے سنتا اس سے امکانی حد تک مستفید ہوتا۔ جب کوئی دوسرا شخص مجھے حدیث سناتا تو میں اسے حلف دیتا جب وہ حلف اٹھاتا تو میں اس کی روایت کردہ حدیث کو تسلیم کر لیتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجھے حدیث سنائی اور انہوں نے سچ کہا۔ پھر حضرت علیؓ نے صلوٰۃ التوبہ سے متعلق مشہور حدیث ذکر کی۔

حضرت علیؓ ابن عباسؓ اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ جب کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ حاملہ ہو تو وہ وضع حمل اور عدتِ وفات میں سے جو بعید تر ہو اس کے مطابق عدت گذارے۔ مگر ان کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ مشہور صحابیہ سُبیعہ اسلمیہؓ کو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔

حضرت علی عبداللہ بن عمر زید بن ثابتؓ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کا خاوند فوت ہو تو اسے مہر بالکل نہیں دیا جائے گا۔ انہیں یہ بات معلوم نہ تھی کہ حضور نے بردع بنت واشق کے حق میں مہر مثل کا فیصلہ صادر فرمایا تھا۔

بہر کیف ایسے مسائل کی تعداد بہت زیادہ ہے جو حضرات صحابہ کو معلوم نہ تھے جہاں تک صحابہؓ کے علاوہ دیگر علماء وائمہ کے نامعلوم مسائل کا تعلق ہے۔ ان کا احاطہ سرے سے ممکن ہی نہیں۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ تمام ائمہ جملہ احادیث صحیحہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آگاہ و آشنا تھے یا کوئی مخصوص امام اس قدر وسیع العلم تھا کہ کوئی صحیح حدیث اس کے علم سے خارج نہیں وہ بڑی فاش قسم کی غلطی میں مبتلا ہے۔

۲- حدیث پر عمل نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ کوئی حدیث دو طریق سے منقول ہو۔ ایک طریق صحیح اور دوسرا غیر صحیح۔ کسی امام کو یہ حدیث غیر صحیح سند سے پہنچے اور وہ اس پر عمل نہ کرے۔ بخلاف ازیں دوسروں تک وہ حدیث صحیح سند کے ساتھ پہنچے اور اس پر عمل کریں۔ گویا اس امام کے اس حدیث کو معمول بہ نہ بنانے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث اس کو صحیح سند کے ساتھ نہیں پہنچی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر ائمہ یوں کہا کرتے ہیں کہ ''فلاں مسئلہ کے بارے میں میری یہ رائے ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔ اگر وہ حدیث صحیح ہو تو میرا قول بھی یہی ہے۔ جو اس حدیث میں وارد ہوا ہے''۔

۳- ترک العمل بالحدیث کی تیسری قسم یہ ہے کہ حدیث ایک ہی سند سے مروی ہو مگر ائمہ اس کے بارے میں مختلف الرائے ہوں۔ بعض اس حدیث کو اس لئے صحیح سمجھتے ہوں کہ ان کے نزدیک اس کی سند و متن پر نقد و جرح کی کوئی گنجائش نہیں۔ بعض کے نزدیک اس پر نقد و جرح کا امکان ہے اور اس لئے ضعیف ہے۔

یہ ایک وسیع باب ہے اور فن اسماء الرجال کے علماء کے یہاں حدیث کے فہم و ادراک اور دلالت میں کثیر اختلاف پایا جاتا ہے۔

۴- ترک عمل کی چوتھی صورت یہ ہے کہ محدث یا امام کو حدیث پہنچی ہو اور اس کے نزدیک ثابت بھی ہو۔ مگر اسے بھول گئی ہو۔ علمائے سلف و خلف میں اس کے ان گنت شواہد ملتے ہیں۔ مثلاً یہ مشہور حدیث کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو حالت سفر میں جنبی ہو جائے اور اسے پانی نہ مل سکے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا ''جب تک اسے پانی نہ ملے وہ نماز نہ پڑھے''۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ 'امیر المومنین! کیا آپ کو یاد نہیں جب میں اور آپ اونٹوں کی نگرانی کر رہے تھے اور دونوں پر جنابت کی کیفیت طاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئی- میں نے تو چوپائے کی طرح مٹی میں پلٹے کھا کر نماز پڑھ لی اور آپ نے نماز نہ پڑھی- جب میں نے یہ واقعہ آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا: ''مٹی میں لیٹنے کی ضرورت نہ تھی۔ صرف یوں کرتے کہ دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر اپنے چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر پھیر لیتے''۔ جناب فاروقؓ نے فرمایا: ''عمارؓ خدا سے ڈرو!'' عمار کہنے لگے- ''اگر آپ یہ بات پسند نہیں کرتے تو آئندہ میں اسے بیان نہیں کروں گا''- حضرت عمرؓ نے فرمایا ''یوں نہیں تم بیان کرتے رہو اس کی ذمہ داری تمہاری ذات پر ہی عائد ہوتی ہے''-

اس حدیث میں ایک ایسی سنتِ نبویؐ (تیمم) کا ذکر کیا گیا- جو حضرت عمرؓ کو معلوم تھی' وہ بھول گئے اور انہوں نے اس کے خلاف فتویٰ دیا- حتیٰ کہ عمارؓ کے یاد دلانے پر بھی انہیں یاد نہ آیا تاہم آپ نے حضرت عمارؓ کو جھٹلایا نہیں اور حدیث کو بیان کرنے کا حکم دیا-

۵- حدیث پر عمل نہ کرنے کی پانچویں صورت یہ ہے کہ امام تک حدیث پہنچے مگر اس کا خیال یہ ہو کہ اس کے ظاہری معنی مراد نہیں- اس لئے کہ حدیث کا معارض موجود ہے- مثلاً جب عام کا خاص معارض ہو یا مطلق کی مخالفت مقید سے کی جا رہی ہو- یا حقیقت کا معارض مجاز کی صورت میں موجود ہو اور اس قسم کے دیگر انواع تعارض-

۶- ترک العمل بالحدیث کی چھٹی قسم یہ ہے کہ امام کو حدیث پہنچے مگر وہ کسی اور دلیل کی بنا پر اس کو منسوخ تصور کرتا ہو- اس کی مثال حضرت شداد بن اوسؓ اور دیگر صحابہ سے منقول یہ حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا-'' امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کی وجہ سے منسوخ ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے روزہ کی حالت میں پچھنے لگوائے- منسوخ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت شدادؓ کی روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا' وہ آنحضورؐ کے ساتھ تھے- حضورؐ نے ایک آدمی کو ماہ رمضان میں پچھنے لگواتے دیکھا اور فرمایا کہ پچھنے لگانے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا''- بخلاف ازیں حضرت ابن عباسؓ کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضورؐ نے احرام اور روزہ دار ہونے کے باوجود پچھنے لگوائے''۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شدادؓ کی روایت کا تعلق ۸ھ کے ساتھ ہے جب کہ مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ جب کہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول واقعہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ۱۰ھ کو پیش آیا۔ مزید برآں اس کی مثال وہ حدیث بھی ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص شراب کی شرعی سزا پانے کے باوجود چوتھی مرتبہ شراب پئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ حدیث اس لئے منسوخ ہے کہ اجماعاً متروک العمل ہے۔

مندرجہ صدر بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین جن احادیث کو متروک العمل قرار دیتے ہیں، عین ممکن ہے کہ ان کے یہاں اس کی کوئی دلیل موجود ہو۔ مگر ہمیں اس کا علم نہ ہو اس لئے کہ علم کا احاطہ ناممکن ہے۔ مزید برآں علماء بعض اوقات ترکِ عمل کی وجہ ذکر کرتے ہیں اور گاہے نہیں کرتے۔ بصورت اظہار ہمیں اس کا علم حاصل ہوتا ہے اور بسا اوقات نہیں ہوتا۔ اور جب ہوتا ہے تو بعض اوقات ہم اس کی دلیل کو سمجھتے ہیں۔ اور گاہے نہیں سمجھتے۔ قطع نظر اس سے کہ دلیل و برہان بذاتِ خود صحیح ہے یا غلط بہرکیف حدیث پر عمل نہ کرنے کے جو اسباب و وجوہ ہیں ان میں سے نمایاں تر اسباب پر ہم نے روشنی ڈالی ہے۔ اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آئی کہ بعض ائمہ کے حدیث پر عمل نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ سنت پر طعن کرتے ہیں یا یہ کہ وہ فن حدیث میں کم سواد ہیں۔

بہر حال ترک العمل بالحدیث کے نمایاں تر اسباب تین ہیں۔

۱۔ بعض ائمہ حدیث پر اس لئے عمل نہیں کرتے کہ ان کے نزدیک سرے سے وہ حدیث نبوی ہوتی ہی نہیں۔

۲۔ ان کے خیال میں وہ حدیث زیر بحث مسئلہ پر مشتمل ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ اس حدیث کو معمول نہیں ٹھہراتے۔

۳۔ وہ حدیث منسوخ ہونے کی وجہ سے ان کے نزدیک متروک العمل ہوتی ہے مندرجہ صدر بیانات کے لئے دیکھئے رسالہ رفع الملام عن الائمۃ الاعلام امام ابن تیمیہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵- جب ایک مسلم کسی حدیث کو اپنے مسلک کے خلاف پائے تو کیا کرے:

۱- کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنی اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت فرض ٹھہرائی ہے- علاوہ ازیں امت پر رسول کریمؐ کے علاوہ جملہ اوامر و نواہی میں کسی دوسرے کی اطاعت کو فرض قرار نہیں دیا- اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ سرور کائناتؐ کے سوا کوئی شخص بھی اپنے اوامر و نواہی میں معصوم عن الخطا نہیں ہے-

۲- صحابہ تابعین اور ان کے بعد آنے والے ائمہ اسی ضابطہ پر عمل پیرا رہے- وہ پیش آمدہ مسائل کا حل کتاب و سنت سے تلاش کرتے تھے- اگر کتاب و سنت میں ان کا حل نہ ملتا تو اجتہاد سے کام لیتے اور ساتھ ہی اس بات کا اعتراف کرتے کہ ان کا اجتہاد درست بھی ہو سکتا ہے- اور غلط بھی اگرچہ مجتہد کا ظن غالب یہ ہوتا ہے کہ اس کا اجتہاد اقرب الی الصواب ہے- ائمہ مجتہدین کا طرز عمل یہ تھا کہ جب ان کے اجتہاد کے خلاف انہیں کوئی حدیث مل جاتی تو اس کی طرف رجوع کرتے اور اجتہاد کو چھوڑ دیتے اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے-

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَ رَسُولِهِ﴾ (النساء : ۵۹)

''اگر کسی چیز میں تمہارے یہاں نزاع پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو''-

نیز فرمایا:

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِي الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ﴾ (الزمر: ۱۷)

''میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دو جو بات سنتے ہیں اور بہت اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں''-

اکثر ائمہ سے یہ فقرہ منقول ہے کہ ''ہر شخص کی (صحیح) بات کو مانا جا سکتا اور غلط بات کو رد کیا جا سکتا ہے مگر رسول کریمؐ کی ہر بات واجب التسلیم ہے''-

۳- ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو جب حدیث صحیح مل جاتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو اپنے قول سے رجوع کر لیتے۔ اسی طرح چاروں ائمہ مجتہدین نے لوگوں کو اپنی تقلید سے منع کیا اور فرمایا کہ جب ان کے قول کے خلاف کوئی دلیل ثابت ہو جائے تو اس کی پیروی کی جائے۔ ائمہ اربعہ سے یہ فقرہ منقول ہے کہ

اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ حدیث صحیح ہی میرا مذہب ہے۔

ترک تقلید سے متعلق ائمہ اربعہ کے اقوال:

امام ابوحنیفہ کے تلمیذ رشید قاضی ابو یوسف جب مدینہ حاضر ہو کر امام مالک سے ملے اور ان سے ''صاع'' کی مقدار اور سبزیات کی زکوۃ کے بارے میں سوال کیا تو امام مالک نے حدیث نبوی کی روشنی میں ان کو جواب دیا۔ یہ سن کر قاضی ابو یوسف نے فرمایا ''ابوعبداللہ! (امام مالک کی کنیت) میں نے آپ کے قول کو اختیار کر لیا۔ اور اگر میرے استاد محترم ابوحنیفہ موجود ہوتے تو وہ بھی میری طرح آپ کے موقف کو تسلیم کر لیتے''۔

امام مالک رحمہ اللہ اکثر فرمایا کرتے تھے: ''میں تو ایک انسان ہوں، غلطی کرتا بھی ہوں اور نہیں بھی کرتا۔ میرے قول کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھ لیا کرو''۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: ''جب میرے قول کے خلاف کوئی صحیح حدیث پاؤ تو میرے قول کو دیوار پر مارو۔ جب کوئی دلیل موجود ہو تو اسے میرا قول تصور کرو''۔

امام ابن قیم فرماتے ہیں: ''امام احمد بن حنبلؒ جب کوئی نص پاتے تو اس کے مطابق فیصلہ صادر کرتے اور اس کی مخالفت کرنے والے کی مطلقاً پروانہ کرتے کہ وہ کون ہے اور کیا کہتا ہے۔ اس لئے مطلقہ عورت کی عدت کے بارے میں جب حضرت عمرؓ نے فاطمہ بنت قیس کا قول سنا تو ان کے قول کی طرف بالکل توجہ نہ دی۔

اس قسم کی امثلہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے اعلام الموقعین ج ا ص ۳۲۔

۴۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ ائمہ مجتہدین کے ان تاکیدی نصائح کے باوجود ہم اکثر علمائے مقلدین کو دیکھتے ہیں کہ جب اپنے مذہب کے خلاف کوئی حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاتے ہیں اور اس کا جواب نہیں دے سکتے تو اپنے فقہی مذہب پر عمل کرتے ہیں اور حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں- پھر طرح طرح کے حیلے بہانے تراشتے ہیں اور اپنے فقہی مسلک کو ثابت کرنے کے لئے مختلف قسم کے وجوہ ترجیح نکالنے کی کوشش کرتے ہیں- اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو بلا دلیل حدیث کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں- یا اس کو مخصوص اور متروک العمل قرار دیتے ہیں-

اگر مذکورہ صدر باتوں میں سے کوئی بات بھی ممکن نہ ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا امام تمام احادیث کا علم رکھتا ہے- اس لئے اس نے اس حدیث کو یونہی ترک نہیں کیا- اس حدیث کے متروک العمل ہونے کی کچھ وجہ ضرور ہوگی- بعض اوقات یوں کہتے ہیں کہ حدیث نبویؐ کا فہم و ادراک بازیچۂ طفلاں نہیں- ہم تو اسے سمجھ بھی نہیں سکتے چہ جائے کہ اس پر عمل کریں- انہیں یہ معلوم نہیں کہ حدیث کی تعظیم اس پر عمل کرنے میں ہے اور حدیث پر عمل نہ کرنا اس کی توہین و تذلیل کے مترادف ہے- یہ بات بھی غلط ہے کہ ہم حدیث کو سمجھنے سے قاصر ہیں- اگر احادیث نبویہؐ بالائے ادراک ہوتیں تو عام مسلمانوں کو ان کی تعمیل کے لئے مکلف و مامور نہ کیا جاتا- صرف ائمہ مجتہدین جیسے لوگ ہی ان کی تعمیل کرنے کے مجاز ہوتے-

بکثرت علماء و مجتہدین نے مقلدین کی اس ستم ظریفی پر نقد و جرح کی ہے کہ وہ حدیث کے ہوتے ہوئے اپنے امام کے فقہی اقوال پر عمل کرتے ہیں- مشہور امام و محدث عز بن عبدالسلام فرماتے ہیں:-

''یہ کتنی حیرت ناک بات ہے کہ فقہائے مقلدین یہ جانتے ہوئے کہ ان کے امام کا موقف کمزور ہے اور اس کا دفاع ممکن نہیں- مگر بایں ہمہ وہ اس مسئلہ میں امام کی تقلید کرتے ہیں اور کتاب و سنت اور قیاس صحیح کو نظر انداز کر دیتے ہیں- پھر اسی پر بس نہیں' وہ نصوص کتاب و سنت کو رد کر دیتے ہیں اور اپنے امام کا دفاع کرنے کے لئے باطل اور بعید از کار تاویلات کا سہارا لیتے ہیں- اَدوارِ سلف میں کسی خاص فقہی مسلک کی پیروی نہیں کی جاتی تھی- جو عالم مل جاتا اس سے مسئلہ دریافت کر لیا جاتا-

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یہاں تک کہ فقہی گروہ پیدا ہوئے اور متعصب مقلدین آ نمودار ہوئے۔ اب ان کی حالت یہ ہے کہ امام کا مذہب اگرچہ کسی دلیل پر مبنی نہ ہو۔ تاہم وہ اسی کی پیروی کرتے ہیں۔ گویا وہ رسول و نبی ہے۔ جس پر آسمانی وحی اتر رہی ہے۔ یہ بات حق وصواب سے بعید ہے اور کوئی دانشمند آدمی اس کا ارتکاب نہیں کرسکتا''۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۵۵)

۵۔ مذکورہ صدر بیانات کی روشنی میں ہمارا خیال ہے کہ جو شخص کسی امام کی فقہ میں مہارت وبصیرت حاصل کرنے کے بعد علم حدیث میں مشغول ہو کر ان سے استنباطِ احکام کا ملکہ پیدا کرے اور اس کے علم میں ایسی احادیث صحیحہ آئیں جو اس کے امام کے مسلک کے خلاف ہوں اور ان احادیث کا کوئی ناسخ مخصص اور معارض بھی نہ ہو تو اسے چاہئے کہ حدیث پر عمل کرے اور اپنے امام کا قول ترک کر دے۔ خصوصاً جب کہ کسی دوسرے قابل اعتماد امام نے اس حدیث کو معمول بہ ٹھہرایا ہو۔ کیونکہ اسی طریقہ سے نصوص کی پیروی ہو سکے گی۔ اور انسان راہ حق پر گامزن ہو سکے گا۔ جس پر ائمہ کرام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم رواں دواں تھے۔

اندریں صورت ایسے شخص سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ ''تم نے اپنے امام کی مخالفت کی ہے اس لئے تم اس سے بڑھ کر عالم ہو''۔ بخلاف ازیں ایسی صورت میں حدیث پر عمل کرنا ناگزیر ہوگا۔ ورنہ وہ شخص اللہ و رسول کے احکام سے اعراض کرنے والا ٹھہرے گا اور حدیث کو چھوڑ کر جس امام کی پیروی وہ کر رہا ہے گویا اس کو وہی درجہ حاصل ہے جو کسی نبی کو اپنی اُمت میں ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک شخص نے حجِ تمتع کے بارے میں مناظرہ کرتے ہوئے کہا ''ابوبکرؓ وعمرؓ نے یوں کہا''۔ یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ''کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر آسمان سے پتھر برسنے لگیں۔ میں کہہ رہا ہوں رسول اللہؐ نے یوں فرمایا اور تم ابوبکرؓ وعمرؓ کا قول پیش کر رہے ہو''۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب حج تمتع (حج کی ایک قسم جس میں پہلے عمرہ کر کے فارغ ہو جاتے ہیں اور پھر حج کا احرام باندھتے ہیں) کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔ لوگوں نے ان کی مخالفت میں حضرت عمرؓ کا قول پیش کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا "میرے والد کا وہ مطلب نہ تھا جو تم بیان کر رہے ہو"۔ جب لوگوں نے اس پر اصرار کیا تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا "کیا رسول اللہ ﷺ اتباع کئے جانے کے زیادہ حقدار ہیں یا عمرؓ؟ حالانکہ لوگ جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر عالم تھے۔

٦ اتباع حدیث و ترک اقوال ائمہ

اب ہم اس ضمن میں ائمہ اربعہ کے بعض مقلدین علماء کے اقوال ذکر کریں گے کہ حدیث کو چھوڑ کر ائمہ کی پیروی نہیں کرنا چاہئے۔

قولِ اول: محدث ابن الصلاح فرماتے ہیں۔

"شوافع میں سے جو شخص کوئی حدیث اپنے امام کے مسلک کے خلاف پائے اگر وہ اصحاب اجتہاد میں سے ہو تو اسے حدیث پر عمل کرنا چاہئے۔ اور اگر وہ اجتہاد کی صلاحیتوں سے بہرہ ور نہیں اور اندریں صورت حدیث کی خلاف ورزی اس کے لئے بڑی دشوار ثابت ہوئی ہے تو اسے حدیث پر عمل کرنا چاہئے۔ بشرطیکہ امام شافعی کے سوا کسی اور امام نے اس حدیث کو معمول بہ بنایا ہو۔ اندریں صورت امام شافعی کے مسلک کی خلاف ورزی میں اس کا عذر مقبول ہوگا۔ امام نووی رحمہ اللہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ (حجۃ اللہ بالغہ ج۱ ص ۱۵۸)

قولِ دوم: امام شعرانی المیزان میں رقمطراز ہیں۔

"اگر سوال کیا جائے کہ ان احادیث کا کیا کیا جائے جن کی صحت ہمارے امام کی وفات کے بعد ثابت ہو چکی ہے۔ اور امام نے ان پر عمل نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث پر عمل کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ اگر وہ احادیث امام مرحوم کو مل جاتیں اور ان کی صحت بھی ثابت ہو جاتی تو لامحالہ وہ ان پر عمل کرتا۔ اور اپنے مقلدین کو ان کی پیروی کی تلقین کرتا۔ کیونکہ سب ائمہ شریعت کے پابند ہیں اور کسی کو بھی اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مجالِ انکار نہیں- ظاہر ہے کہ جو شخص اس صورت میں حدیث کی پیروی کرتا ہے وہ دونوں ہاتھوں سے نیکیاں جمع کرتا ہے-

جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں تو حدیث پر اس صورت میں عمل کروں گا جب کہ میرا امام بھی اس کی پیروی کرتا ہو- وہ بہت سی نیکیوں کو رائگاں کرتا ہے- اس میں شبہ نہیں کہ ائمہ اربعہ کے اکثر و بیشتر مقلدین کا برتاؤ حدیث کے ساتھ اسی قسم کا ہے- حالانکہ ان کے لئے موزوں بات یہ تھی کہ اپنے امام کی وفات کے بعد جو صحیح حدیث بھی ان کو مل جاتی اس پر عمل پیرا ہوتے اور اسی طرح ائمہ اربعہ کی وصیت پر عمل کرتے- ائمہ کے بارے میں ہمارا نیک گمان یہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے اور وہ احادیث ان کو مل جاتیں جس کی صحت ان کی وفات کے بعد ثابت ہوئی ہے تو وہ ان پر عمل پیرا ہوتے اور اپنے تمام قیاسات کو بالائے طاق رکھ دیتے-

بسند صحیح ہمیں امام شافعی کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے امام احمد بن حنبل کو یہ پیغام بھجوایا کہ جب کسی حدیث کی صحت آپ کے یہاں ثابت ہو جائے تو ہمیں بتا دیا کریں تاکہ ہم اس پر عمل کریں اور اپنے اور دوسروں کے اقوال کو خیرباد کہہ دیں- اس لئے کہ حفظِ حدیث میں آپ کا مرتبہ ہم سے بلند ہے مگر اس کے نکات و دقائق ہم آپ سے بہتر جانتے ہیں- (المیزان للشعرانی)

قول سوم: امام سندھی حنفی فرماتے ہیں-

"یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ تمام صحابہ مجتہد نہ تھے- ان میں دیہاتی بھی تھے اور شہری بھی- اور ایسے بھی جنہوں نے آنحضورؐ سے صرف ایک ہی حدیث سنی یا صرف ایک ہی دفعہ آپ کی ملاقات سے مشرف ہوئے- اس میں شک نہیں کہ جس شخص نے آنحضورؐ یا کسی صحابی سے ایک حدیث سنی تھی وہ اس پر عمل پیرا تھا- قطع نظر اس سے کہ وہ مجتہد ہو یا نہ ہو- ایسا نہیں کہ غیر مجتہد شخص نے جو حدیث سنی ہو وہ اس بات کا مکلف ہو کہ عمل کرنے سے پہلے کسی مجتہد کی جانب رجوع کرے- عہد رسالتؐ اور اس کے بعد عہد صحابہ میں کبھی اس کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی- رسول کریمؐ کے اس طرز عمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اجماع صحابہ سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مجتہد کی جانب رجوع کئے بغیر حدیث نبویؐ پر عمل کر سکتا ہے۔

اگر یہ بات نہ ہوتی تو خلفائے راشدین لازماً دیہاتی لوگوں کو حکم دیتے کہ احادیث نبویہ پر اس وقت تک عمل نہ کریں جب تک کسی مجتہد سے دریافت نہ کر لیں۔ مگر اس ضمن میں کوئی قول و اثر بالکل منقول نہیں۔

﴿وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا﴾ (الحشر:۷)

''اور (ہمارا) رسول جو کچھ تمہیں دے وہ لے لو اور جس بات سے منع کرے اس سے باز رہو''۔

اور اس قسم کی دیگر آیات مگر کسی آیت میں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ اطاعت رسول سے قبل فقہاء سے وہ حدیث سمجھ لو جس کی تعمیل کرنا چاہتے ہو۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ کسی شخص کو جب صحیح حدیث مل جائے تو اس کی فوری تعمیل کرے اور اس بات کا منتظر نہ رہے کہ آیا وہ حدیث منسوخ تو نہیں۔ یا یہ کہ اس حدیث کے خلاف اجماع تو منعقد نہیں ہوا یا دوسری کوئی حدیث اس کے معارض تو نہیں۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس حدیث پر عمل کیا جائے۔ البتہ جب موانع میں سے کسی کا ظہور ہو تو اس پر عمل ترک کر دیا جائے۔ اس لئے کہ موانع کا نہ ہونا اصل ہے اور حدیث پر عمل کرنے کے لئے یہی بات کافی ہے۔ فقہاء نے بہت سے شرعی احکام کی بنا اصالت پر رکھی ہے۔ جیسا کہ ماہرین فقہ پر واضح ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسے دیہاتی لوگ بھی تھے جو زندگی بھر میں صرف ایک دو دفعہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور چند مسائل سن کر اپنے وطن واپس لوٹ جاتے اور ان پر عمل پیرا رہتے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ وحی اس وقت جاری تھی اور احکام میں فسخ و تبدیلی کا امکان باقی تھا۔ مگر آپ نے ان لوگوں میں سے کسی کو بھی اس بات کا حکم نہ دیا کہ ناسخ و منسوخ معلوم کرنے کے لئے دوبارہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ بخلاف ازیں جن لوگوں نے آپؐ کے بیان کردہ احکام سن کر یہ کہا کہ نہ میں اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اضافہ کروں گا اور نہ کمی"۔ تو آپؐ نے ان کی تائید فرمائی اور یہ نہ فرمایا کہ احکام تو منسوخ بھی ہو سکتے ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ "اگر یہ شخص سچ کہتا ہے تو جنتی ہے"۔

اسی طرح آپؐ نے دیہاتی صحابہ کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ ناسخ و منسوخ معلوم کرنے کے لئے احادیث پہلے کسی مجتہد کو سنا لیا کرو اور پھر ان پر عمل کیا کرو۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ کوئی حکم کسی شخص کے حق میں لازم اس وقت ٹھہرتا ہے۔ جب اسے ناسخ کا علم ہو جائے۔ علم سے قبل صرف ناسخ کا پایا جانا اس کے لئے کافی نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جب بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کو کعبہ قرار دیا گیا تو مدینہ کے گرد و نواح میں اس کی خبر اس وقت پہنچی' جب وہ لوگ بیت المقدس کی جانب منہ کر کے نماز ادا کر چکے تھے۔ بعض لوگوں کو یہ خبر حالت نماز میں پہنچی اور انہوں نے نماز ہی میں قبلہ کی طرف رخ کر لیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی تائید فرمائی۔ اور کسی کو بھی نماز دہرانے کا حکم نہ دیا۔ اس لئے یہ بات درست نہیں کہ حدیث پر اس وقت تک عمل نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک یہ معلوم نہ کر لیا جائے کہ آیا وہ منسوخ تو نہیں یا کوئی حدیث اس کی معارض تو نہیں۔ اگرچہ یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس پر اجماع قائم کیا جا چکا ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کا اجماع اور نبی اکرم ﷺ کی تائید و حمایت دوسروں کے اجماع کے مقابلہ میں ارجح ہے حالانکہ اس ضمن میں اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں۔ جیسا کہ علامہ زرکشی نے بیان کیا ہے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث تفسیرِ قرآن ہے

قرآن عزیز لوگوں کی دینی و دنیوی رشد و ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ مگر اس کا اسلوب و انداز مجمل ہے اور اس لئے خداوند کریم کا منشا جلدی واضح نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی شرح و توضیح کا کام حضور اکرم ﷺ کو تفویض کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا۔

﴿وَ اَنزَلنَا اِلَیکَ الذِّکرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیھِم﴾ (النحل: ٤٤)

''اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کیلئے اس کو واضح کر دیں''۔

قرآن کریم کی شرح و توضیح بھی حضور اپنی طرف سے نہیں کرتے تھے بلکہ اس ضمن میں وحی کی پیروی کرتے تھے۔

﴿وَ مَا یَنطِقُ عَنِ الھَوٰی اِن ھُوَ اِلَّا وَحیٌ یُّوحٰی﴾ (النجم: ۳)

''ہمارا رسول اپنی مرضی سے نہیں بولتا وہ تو وحی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے''۔

نیز فرمایا:

﴿مَن یُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَد اَطَاعَ اللّٰہَ﴾ (النساء: ۸۰)

''اور جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

خلاصہ یہ کہ حدیث نبوی قرآن عزیز کے احکام و اوامر اور اسرار و رموز کی شارح و ترجمان ہے۔ جب ہم حدیث پر اس پہلو سے غور و فکر کرتے ہیں کہ وہ ان احکام پر دلالت کرتی ہے۔ جن پر قرآن کریم اجمالاً یا تفصیلاً مشتمل ہے تو اس کی مندرجہ ذیل چار قسمیں پاتے ہیں۔

حدیث کی اقسام اربعہ:

ایسی احادیث جن سے کسی قرآنی حکم کی تائید و تاکید ہوتی ہے۔ مثلاً

۱۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''کسی مسلم کا مال اس کی مرضی کے بغیر حلال نہیں''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضور کا یہ ارشادِ گرامی مندرجہ ذیل آیت کریمہ کے مطابق ہے۔

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (النساء:۲۹)

''اے ایمان والو! اپنے مال ناروا طریقہ سے مت کھاؤ''۔

۲۔ حضورؐ نے فرمایا ''لوگو! عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ وہ تمہارے پاس قید ہیں۔ تم نے ان کو خدا کی امانت سمجھ کر لیا اور ان کی شرم گاہیں شرعی کلمات پڑھ کر حلال کی ہیں''۔ یہ حدیث مندرجہ ذیل آیت سے ہم آہنگ ہے۔

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النساء: ۱۹)

''اور عورتوں کے ساتھ مناسب طریقہ سے زندگی بسر کرو''۔

۳۔ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے اور جب پکڑتا ہے تو اسے چھوڑتا نہیں''۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ (ھود:۱۰۲)

''اور تیرے رب کی گرفت اسی طرح ہے جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑ لیتا ہے''۔

قسم دوم: دوسری قسم کی وہ احادیث ہیں جو قرآن کریم کے مطلب و مفہوم کو واضح کرتی ہے۔

۱۔ **بیانِ مجمل:** اس کی مثال وہ احادیث ہیں۔ جن میں شرعی احکام مثلاً نماز' زکوٰۃ' روزہ اور حج کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

۲۔ **تقیید مطلق:** مثلاً وہ احادیث جن میں ''اَلسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا'' کی تشریح کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ید سے دایاں ہاتھ مراد ہے۔ نیز یہ کہ ید (ہاتھ) کا اطلاق کندھے تک کیا جاتا ہے۔ کہنی تک نہیں۔

۳۔ **تخصیص عام:** مثلاً وہ حدیث جس میں بتایا گیا ہے کہ آیت کریمہ ''اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ'' میں لفظ ''ظلم'' سے شرک مراد ہے۔ بعض صحابہ نے اس کو عموم پر محمول کر کے یہ کہا تھا کہ ہم میں سے کس نے ظلم نہیں کیا۔ یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس آیت میں شرک مراد ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

۴۔توضیح مشکل: مثلاً وہ حدیث جس میں بتایا گیا ہے کہ آیت قرآنی ''حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ '' سے بعض صحابہ نے سیاہ اور سفید دھاگہ سمجھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس سے رات کی سیاہی اور دن کی سفید دھاری مراد ہے۔

قسم سوم: تیسری قسم کی وہ احادیث ہیں جو ان احکام پر مشتمل ہوتی ہیں جس سے قرآن خاموش ہے۔ اس کی مثالیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ سمندر کے بارے میں حضور کا ارشاد گرامی کہ ''اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے''۔

۲۔ کسی گائے بھینس یا بکری وغیرہ کو ذبح کرتے وقت جو اس کے شکم سے نکلے وہ مردہ بھی ہو تو حلال ہے۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا ''اس کی ماں کو ذبح کرنا گویا ان کو ذبح کرنا ہے''۔

۳۔ وہ احادیث جن میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب ہم جنس اشیاء کا تبادلہ آپس میں کیا جائے۔ مثلاً گندم گندم کے عوض اور جو جو کے بدلے تو اندریں صورت کمی بیشی منع ہے۔ دونوں جنسوں کا برابر ہونا ضروری ہے۔ اس کو ''ربا الفضل'' کہتے ہیں۔

۴۔ وہ احادیث جن میں داڑھوں والے درندوں مثلاً شیر بھیڑیے اور پنجہ میں پکڑ کر کھانے والے پرندوں کو حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ اسی طرح وہ احادیث جن میں پالتو گدھے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

قسم چہارم: چوتھی قسم کی وہ احادیث ہیں جو کسی ایسے حکم کی ناسخ ہوں جو قرآن سے ثابت شدہ ہو۔ مگر یہ ان علماء کے نزدیک ہے جن کے نزدیک حدیث قرآن کی ناسخ ہو سکتی ہے۔

مثلاً حدیث میں فرمایا ''لَا وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ'' وارث کے حق میں وصیت کرنا درست نہیں۔

یہ حدیث سورۃ بقرہ کی اس آیت کی ناسخ ہے جس میں والدین و اقارب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لئے وصیت کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ ''جب کنوارا مرد کنواری لڑکی کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو تو ان کو سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے''۔

یہ حدیث سورۃ النساء کی آیت ''وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآءِکُمْ'' کی ناسخ ہے۔ مگر حدیث کے ناسخ قرآن ہونے کا مسئلہ فقہاء کے یہاں متنازعہ فیہ ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

دراصل نسخ بھی بیان کی ایک نوع ہے۔ کیونکہ نسخ میں کسی شرعی حکم کی مدت کے ختم ہو جانے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی لئے اصول فقہ کے بعض علماء اس کو ''بیان تبدیل'' کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔

آیا حدیث مستقل ماخذ تشریع ہے؟

معترض کہہ سکتا ہے کہ حدیث کی مندرجہ صدر اقسام اربعہ میں سے تیسری قسم سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث سے ایسے احکام بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ جن کا ذکر اجمالاً یا تفصیلاً قرآن میں کسی طرح بھی نہیں کیا گیا اور یہ بات قرآن کریم کی اس آیت کے منافی ہے۔ جس میں فرمایا:

﴿وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾ (النحل:٤٤)

''اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے تاکہ آپ اسے لوگوں کے لئے واضح کر دیں''۔

اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ حدیث قرآن کی صرف شارح و ترجمان ہے۔ مستقل مثبتِ احکام نہیں ہے اس کے دو جواب ہیں۔

پہلا جواب: ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ تیسری قسم کی احادیث میں جو احکام مذکور ہوتے ہیں۔ قرآن میں ان پر بالکل روشنی نہیں ڈالی گئی۔ بخلاف ازیں قرآن میں ان کا ذکر بطریق اجمال کیا گیا ہوتا ہے اور حدیث ان کو واضح کر دیتی ہے۔

اس کی توضیح یوں ہے کہ حدیث جن احکام پر مشتمل ہوتی ہے اور قرآن ظاہراً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان سے خاموش ہوتا ہے- حدیث تین طریقوں سے ان کی وضاحت کرتی ہے-

۱- بطریق الحاق

۲- بذریعہ قیاس

۳- بطور استنباط

بیان بطریق الحاق

قرآن عزیز بعض اوقات ایک چیز کی حلت اور دوسری کی حرمت پر روشنی ڈالتا ہے- ان دونوں سے ملتی جلتی ایک تیسری چیز بھی ہوتی ہے مگر قرآن اس کو نظر انداز کر دیتا ہے- تاہم اجتہاد میں اتنی گنجائش ہوتی ہے کہ اس تیسری چیز کو ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملحق کر دیا جائے- چنانچہ رسول اکرم ﷺ یہی کرتے ہیں- اور اس چیز کو کسی ایک کے حکم میں داخل کر دیتے ہیں- اس سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ گویا وہ چیز قبل ازیں ان میں شامل تھی- چند مثالیں ملاحظہ ہوں-

۱- خداوند کریم ذوالجلال نے پاکیزہ اشیا کو حلال قرار دیا اور ناپاک کو حرام ٹھہرایا- ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کو کسی ایک کے ساتھ شامل کیا جا سکتا ہے- چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس کی وضاحت فرما دی-

اسی سلسلہ میں حضورؐ نے داڑھوں والے درندوں' پنجہ میں پکڑ کر کھانے والے پرندوں اور پالتو گدھے کو حرام ٹھہرایا- گویا یہ سب جانور ناپاک اور خبائث میں سے ہیں- اسی طرح حضورؐ نے گندگی کھانے والے جانور کا دودھ اور گوشت کھانے سے منع فرمایا- اس لئے کہ اس کے دودھ اور گوشت میں نجاست کا اثر پایا جاتا ہے- اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے ان تمام جانوروں کو ناپاک تصور کر کے خبائث میں شامل کر دیا اور اس لئے حرام ٹھہرایا- اسی ضمن میں آپؐ نے گوہ خرگوش اور حباری و طیبات میں شامل کر کے حلال قرار دیا-

۲- اللہ تعالیٰ نے سدھائے ہوئے شکاری کتے کے کئے ہوئے شکار کو حلال قرار دیا ہے بشرطیکہ اس نے اس میں سے کھایا نہ ہو- اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو کتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سدھایا ہوا نہ ہو اس کا کیا ہوا شکار حرام ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے لئے شکار کیا ہے۔ اپنے مالک کے لئے نہیں۔ اب باقی رہی یہ بات کہ جب کتا تربیت یافتہ ہو مگر اس نے شکار کر کے اس میں سے کچھ کھا لیا ہو۔ تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ تربیت دینے کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس نے مالک کے لئے شکار کیا ہے۔ جب کہ اس کے شکار میں سے کچھ کھا لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے لئے شکار کیا ہے۔ اسی طرح یہ دونوں پہلو آپس میں متصادم ہیں۔ اب سنت نے آ کر یہ فیصلہ صادر کیا "اگر کتے نے اس میں سے کھا لیا ہو تو شکار حلال نہیں۔ اس لئے کہ کتے نے وہ شکار اپنے لئے کیا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

۳۔ خداوند کریم نے طیبات کے سلسلہ میں سمندر کے شکار کو حلال قرار دیا۔ مردار کو خبائث میں شمار کرتے ہوئے حرام ٹھہرایا۔ اب یہ سوال باقی رہا کہ جو جانور سمندر میں مر جائے اس کا کیا حکم ہے؟ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "سمندر کا پانی پاک ہے اور اس میں مرا ہوا جانور حلال ہے"۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے مردار کو حرام اور ذبیحہ کو حلال ٹھہرایا۔ اب یہ بات باقی رہی کہ ذبیحہ کے شکم میں جو بچہ مردہ حالت میں پیدا ہو اس کا حکم کیا ہے؟ اس کے بارے میں حضورؐ نے حکم صادر فرمایا کہ "وہ حلال ہے"۔ اس کی حلت کا فیصلہ کرتے ہوئے آپ نے اس امر کو ملحوظ رکھا کہ ذبیحہ حلال ہے اور بچہ اس کا جزو ہے۔ اس لئے وہ بھی حلال ہے۔ (ابوداؤد' ترمذی)

۵۔ قرآن کریم میں فرمایا۔

﴿فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (النساء : ۱۱)

"اگر لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں تو ان کو ترکہ میں دو تہائی ملے گا۔ اور اگر ایک ہو تو اسے جائیداد کا نصف ملے گا"۔

اس آیت میں یہ نہیں بتایا کہ جب میت دو لڑکیاں چھوڑے تو ترکہ میں سے ان کو کیا ملے گا؟ حدیث نبوی نے اس کی وضاحت فرمائی کہ ان کو بھی وہی حصہ ملے گا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو دو سے زیادہ لڑکیوں کو۔

مندرجہ صدر امثلہ اس حقیقت کی آئینہ دار ہیں کہ حدیث نبوی قرآن کی شارح و مفسر ہے۔

بیان بطریق قیاس:

بعض اوقات قرآن کریم ایک چیز کو صراحۃً بیان کرتا ہے اور نبی کریم ﷺ کسی دوسری چیز کو اتحادِ علت کی بنا پر بطریق قیاس اس کے ساتھ شامل کر دیتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ دراصل قرآنی دلالت ہی ہوتی ہے اس لئے کہ نص قرآنی جس سے اصل کے حکم کا اثبات ہوتا ہے۔ اگرچہ بظاہر اصل کے ساتھ مختص ہے تاہم عموم علت کے اعتبار سے عام ہے خواہ نبی کریمؐ نے یہ بات اپنے اجتہاد سے کہی ہو یا وحی کی بنا پر۔ مگر ہم اسے اجتہاد و قیاس پر محمول کریں گے۔ چند امثلہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ خداوند ذوالجلال نے ربا کو حرام ٹھہرایا۔ جس کے بارے میں مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ "بیع بھی تو ربا ہی کی مانند ہے"۔ قرضخواہ آکر مقروض سے کہا کرتا تھا کہ "یا تو میرا قرض ادا کر دو۔ ورنہ اصل رقم میں اضافہ قبول کرو۔ اس قسم کے ربا کو حرام ٹھہرانے کی وجہ یہ تھی کہ اصل رقم میں بلا وجہ اضافہ کر دیا جاتا تھا۔ حدیث نے آکر ہر اس بیع کو حرام قرار دیا جس میں بلا عوض زیادتی پائی جاتی ہو۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "سونے کی بیع سونے کے عوض اور چاندی گندم جو کھجور اور نمک کی اس قسم کی دیگر اشیا کے عوض برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ درست ہے۔ جس نے زیادہ دیا یا لیا اس نے سُودی کاروبار کیا۔ جب اَجناس بدل جائیں مثلاً گندم کی بیع جو کے عوض یا چاندی کی بیع سونے کے بدلے میں، تو اندریں صورت کمی بیشی جائز ہے مگر ادھار جائز نہیں"۔ (صحاح ستہ)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں لانے کو ممنوع قرار دیا اور فرمایا "اس کے سوا سب رشتے حلال ہیں"۔ مگر نبی اکرم ﷺ نے پھوپھی، بھتیجی اور خالہ بھانجی سے بھی بہ یک وقت نکاح کرنے سے منع فرمایا۔ دراصل یہ بھی حضورؐ کا قیاس ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لئے کہ دو بہنوں میں جمع کرنے کی علت ان دونوں صورتوں میں بھی موجود ہے- اور وہ علت حضورؐ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی کہ "ایسا کرنے سے قطع رحمی ہوتی ہے"- (ابن حبان)

۳- قرآن کریم نے رضاعی ماں اور بہن کو حرام قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ اُمَّهَاتُكُمُ الّٰتِیْ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوَاتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾

"اور تمہاری دودھ کی مائیں اور بہنیں حرام ہیں"- (النساء: ۲۳)

حدیث نبویؐ نے ان تمام رشتوں کو حرام قرار دیا جو نسب سے حرام ہیں- مثلاً پھوپھی' خالہ' بھتیجی' بھانجی وغیرہ- (ترمذی)

حضورؐ نے اپنے اجتہاد کی بنا پر ایسا کیا- اس لئے کہ اصل و فرع میں اتحادِ علت موجود ہے-

بیان بطریق استنباط:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی" "اعمال کا انحصار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی-

حضورؐ کا یہ ارشاد گرامی دراصل ان آیات سے مستفاد ہے- جن میں اخلاص نیت کی ترغیب اور ریا کی مذمت کی گئی ہے- مثلاً یہ آیات-

﴿لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ (النجم: ۳۹)

"انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی اس نے کوشش کی"-

﴿وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ﴾ (البینه: ۵)

"اور انہیں تو صرف اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ خالص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں"-

﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر: ۳)

"اللہ ہی کے لئے خالص عقیدہ ہے"-

﴿فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا﴾ (الکہف)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو- وہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے''-

۲- رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ "لا ضرر و لا ضرار" (نہ خود نقصان اٹھایا جائے اور نہ کسی کو ضرر پہنچایا جائے) یہ حدیث نبویؐ متعدد اوامر ونواہی سے ماخوذ ہے- جو قرآن کریم کے مختلف مقامات پر وارد ہوئے ہیں- مثلاً قرآن میں فرمایا:

﴿وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا﴾ (البقرہ : ۲۳)

''اور نقصان پہنچانے کے لئے عورتوں کو روکے نہ رکھو کہ ان پر ظلم وتعدی کی جائے''-

﴿لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ﴾ (البقرہ : ۲۳۳)

''والدہ کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان نہ پہنچایا جائے اور نہ ہی والد کو بچے کی وجہ سے ضرر پہنچایا جائے-''

﴿وَ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ﴾ (البقرہ : ۲۸۱)

''کاتب اور گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے''-

مندرجہ صدر بیانات اس حقیقت کی غمازی کرتے ہیں کہ حدیث نبوی قرآن کی شارح ہے اور اس کے کلی اور جزئی مقاصد کو واضح کرتی ہے-

دوسرا جواب: دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث نبوی مستقل ماخذ تشریع ہے-

ضروری نہیں کہ حدیث میں بیان کردہ احکام اجمالاً قرآن حکیم میں مذکور ہوں- اس لئے کہ بذاتِ خود قرآن نے اطاعت رسول کو اطاعتِ خداوندی قرار دیا اور فرمایا ہے کہ ہمارا رسولؐ وحی کے بغیر بولتا ہی نہیں- اگر رسول کی اطاعت صرف انہیں احکام تک محدود ہے جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں- تو پھر آپؐ کی خصوصی اطاعت کا کیا مطلب؟ حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے-

﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (النساء : ۵۹)

''اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی''-

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء : ۸۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جو رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے اس نے (دراصل) اللہ کی اطاعت کی''۔

پہلی آیت میں ''اَطِیْعُوْا'' فعل امر حاضر کو مکرر لایا گیا ہے۔ دوسری آیت میں اطاعتِ رسول کو اطاعتِ خداوندی قرار دیا۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ حضورؐ کی اطاعت مطلق اور بدوں قید و شرط ہے۔

باقی رہا قرآن کریم کا ارشاد لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ تو اس کے یہ معنی نہیں کہ حضورؐ صرف قرآن کی شرح و تعبیر کے مجاز ہیں۔ بخلاف ازیں اس آیت اور سابقہ دونوں آیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ آپؐ قرآن کی توضیح بھی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ جب ایسے احکام بیان کرتے ہیں جو قرآن میں مذکور نہیں، تو اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ وحی کی ترجمانی کرتے ہیں۔ علمائے سلف کی ایک جماعت نے اس کی تصریح بھی کی ہے۔

عبدالرحمٰن بن یزید سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مُحرِم کو دیکھا جس نے سلے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے۔ عبدالرحمٰن کے منع کرنے پر اس نے کہا کہ قرآن کی کوئی آیت پیش کیجئے۔ عبدالرحمٰن نے آیت پڑھی۔ ﴿وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

طاؤسؒ سے مروی ہے وہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا ''ان کو چھوڑ دیجئے''۔ طاؤسؒ نے کہا کہ ان کو سنت بنانا منع ہے صرف ادا کرنا نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا رسول کریمؐ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ آیا تمہیں ان کا اجر ملے گا یا عذاب ہوگا۔ اس لئے کہ فرمانِ خداوندی ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ (الاحزاب : ٣٦)

''کسی مومن مرد و عورت کو زیب نہیں دیتا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو ان کو کوئی گنجائش بھی باقی رہے''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی ایک روایت منقول ہے- (الموافقات للشاطبی ج ۴ ص ۲۴ تا ۴۸)

ہمارے نقطہ نظر کے مطابق سابق الذکر اعتراض کے دونوں جوابوں میں کوئی تخالف و تضاد نہیں پایا جاتا- جو شخص یہ کہتا ہے کہ حدیث نبوی ایسے احکام پر مشتمل نہیں ہو سکتی جو قرآن سے زائد ہوں- اور اس میں مذکور نہ ہوں- اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن جملہ احکام پر بطریق اجمال یا تفصیل حاوی ہے- اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ حدیث قرآن سے زائد احکام پر مشتمل ہو سکتی ہے- اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں ایسے تفصیلی احکام مذکور ہوتے ہیں- جن کا ذکر صراحۃً قرآن میں نہیں کیا گیا- اس طرح دونوں جواب ایک ہی نقطہ پر متحد ہو جاتے ہیں-

حدیث نبوی شرعی احکام کے علاوہ دیگر اُمور میں بھی قرآن کی شرح و توضیح کرتی ہے- اس کی تین قسمیں ہیں-

۱- حدیث نبوی قرآن سے ہم آہنگ ہوتی ہے اور اس کی تائید و حمایت کے علاوہ اس کی شرح و تفصیل پیش کرتی ہے- مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر کا واقعہ جو صحیح بخاری میں مذکور ہے- یہ واقعہ سورۂ کہف میں بیان کردہ قصہ کے مطابق ہے-

۲- دوسری قسم کی وہ احادیث ہیں، جو قرآن کی شرح و تفسیر کرتی ہیں- مثلاً یہ حدیث کہ حضرت نوح علیہ السلام کو روز قیامت بلا کر پوچھا جائے گا- کہ کیا آپ نے شرعی احکام لوگوں تک پہنچا دیئے تھے؟ وہ اثبات میں جواب دیں گے- پھر ان کی قوم کو بلا کر پوچھا جائے گا- تو وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی نبی آیا ہی نہیں- حضرت نوحؑ سے پوچھا جائے گا آپ کا گواہ کون ہے؟ فرمائیں گے حضرت محمدؐ اور ان کی اُمت- پھر اُمتِ محمدی حضرت نوحؑ کی تائید میں شہادت دے گی کہ آپ نے شرعی احکام بلاکم و کاست اپنی اُمت تک پہنچا دیئے تھے- تب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا- اس بات کی تائید مندرجہ ذیل آیت سے ہوتی ہے-

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴿البقرہ: ۱۴۳﴾

''اور اسی طرح ہم نے تم کو درمیانہ اُمت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہو''۔

۳- تیسری قسم کی وہ احادیث ہیں جو مستقل ہیں اور کسی قرآنی آیت کی شرح وتفسیر میں وارد نہیں ہوئیں- مثلاً وہ حدیث جس میں جریج عابد کا واقعہ مذکور ہے یا ایک کوڑھی ایک گنجے اور ایک اندھے کا قصہ بیان کیا گیا ہے- یا وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ چند شخص غار میں داخل ہوئے اور اوپر سے پتھر کے لڑھکنے سے غار کا دروازہ بند ہو گیا- وہ تین شخص تھے- ایسی احادیث لوگوں کو اعمال صالحہ پر آمادہ کرنے اور خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے بیان کی جاتی ہیں-

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی ﷺ مختلف ادوار میں

پہلا دور

حدیث نبوی عہدِ رسالت میں

یہ باب چار مباحث پر مشتمل ہے۔

۱۔ حفاظت حدیث میں صحابہ کا کردار

۲۔ سرور کائنات کی علمی مجالس

۳۔ اخذ حدیث کے سلسلہ میں صحابہ کا طرز و انداز

۴۔ حدیث کی نشر و اشاعت میں قبائلی وفود کا حصہ

۱۔ حفاظت حدیث میں صحابہ کا کردار:

بعثت محمدی سے قبل عربوں پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ جہالت کی حد یہ تھی کہ جو بت انہوں نے اپنے ہی ہاتھوں کے ساتھ پتھروں سے تراشے تھے۔ ان کو معبود بنا رکھا تھا۔ ان کی سنگدلی کا یہ عالم تھا کہ عار یا تنگ دستی کی بنا پر اپنی اولاد کو قتل کر ڈالتے تھے۔ جنگجو اور خونخوار اس قسم کے تھے کہ معمولی معمولی باتوں پر دشمن کو لوٹ لیتے اور اس پر دھاوا بول دیتے تھے۔ جاہلی حمیت و غیرت اور قبائلی تعصب ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ شراب اور جوا ان کی گھٹی میں پڑا تھا۔

لڑائیوں کا سلسلہ جب ایک دفعہ شروع ہو جاتا تو سالہا سال تک رکنے میں نہ آتا۔ نہ کوئی حاکم تھا جو منکرات سے ان کو روکتا۔ اور نہ وہ کسی مذہب کے پیرو تھے۔ جو ان کو برائیوں سے باز رکھتا۔ بہرکیف دور جاہلیت پر تاریکی کے سائے دراز تھے۔ اور ضلالت و جہالت نے ان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ جس کے نتیجہ میں جزیرہ نمائے عرب حرب و پیکار کی بن چکا تھا۔ خدا کی زمین اس خونریزی سے تنگ آ چکی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ اور اس پر بسنے والے انسان ایسے شخص کی تلاش میں تھے جو ان کو اس تیرو تار وحشت و جہالت سے نجات دلا سکے۔ مگر اس میں کامیابی کی راہ انہیں دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ان کی حالت بعینہ اس شخص جیسی تھی جو پیاس کی شدت میں مبتلا ہو کر پانی کے لئے ہاتھ مار رہا ہو مگر پانی میسر نہ آ سکے۔

خداوند رحیم و کریم کو عربوں کی حالت زار بلکہ پوری انسانیت پر ترس آیا اور اس نے عربوں ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا۔ یہ رسول اُن کو آیاتِ خداوندی پڑھ کر سناتا' ان کا تزکیہ نفس کرتا اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا۔ اس رسول کا اسم گرامی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب تھا۔ آپؐ حسب و نسب کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ اور قریش کے بزرگ ترین قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

سرورِ کائناتؐ نے اسلامی دعوت وارشاد کا کام رازدارانہ طور پر رفتہ رفتہ شروع کیا تاکہ یہ جہالت زدہ قوم بدک نہ جائے۔ اس دعوت کے نتیجہ میں چند افراد آپؐ پر ایمان لائے۔ جن کی تعداد ہاتھوں کی انگلیوں سے زیادہ نہ تھی۔ پھر آپؐ نے علانیہ دعوت کا آغاز کیا اور بڑے بڑے لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ ان لوگوں نے علیٰ وجہ البصیرت (بلا جبر و اکراہ) اسلام کو اختیار کیا۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں بیان کردہ احکام سنے۔ اسلام کو سوچ سمجھ کر اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایمان ان کے رگ و پے میں سما گیا۔

اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ پہلے ہی شرک کی تاریکیوں سے نجات حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔ چنانچہ اسلام نے رُشد و ہدایت کے پیاسے دلوں کو پایا اور ان میں داخل ہو گیا۔ ایمان ان کے رگ و پے میں خون کی طرح جاری و ساری ہو گیا۔ ان کو رسول اکرم ﷺ سے اس بات کا پتہ چل گیا تھا کہ دین ہی ان کی سعادت کا منبع اور اسی کے ساتھ ان کا عز و شرف وابستہ ہے۔ اس لئے وہ دین کی پیروی کے لئے کمربستہ ہو گئے۔

صحابہ رسول اکرم ﷺ کے دل و جان سے شیدا تھے اور آپؐ کو اپنے والدین اور بال بچوں سے زیادہ چاہتے تھے۔ قرآن ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ وہ اس کو نوکِ زبان یاد کرتے اور اس کی شرح و تفسیر معلوم کرنے میں لگے رہتے تھے۔ حضور اکرم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ﷺ قرآن کی جو تفسیر بیان کرتے یا اسلامی احکام پر روشنی ڈالتے' صحابہ اس کو اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے تھے- پھر ہجرت مدینہ کا واقعہ پیش آیا اور سماعِ قرآن اور حضور کی علمی مجالس سے استفادہ کا دائرہ وسیع تر ہو گیا-

حضرات صحابہؓ حدیث نبوی کی اہمیت سے واقف تھے- اور جانتے تھے کہ دین اسلام میں کتاب اللہ کے بعد اس کو دوسرا درجہ حاصل ہے- وہ اس بات سے بھی آگاہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث کی پیروی کا حکم دیا اور اس کی خلاف ورزی سے باز رکھا ہے- وہ اس حقیقت سے بھی باخبر تھے کہ حدیث کے معاملہ میں افراط و تفریط سے کام لینے والا بدبخت انسان ہے اور جو شخص حدیث کو یاد کرتا ہو اور اس پر عمل کرتا ہو وہ خوش نصیب آدمی ہے-

صحابہ کی نگاہ سے یہ حقیقت پوشیدہ نہ تھی کہ قرآن عزیز نے علم اور علماء کا مرتبہ بلند کیا ہے- اور جہالت و جہلاء کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہے- چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (الزمر: ۹)

''کہہ دیجئے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں''-

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ (المجادلہ: ۱۱)

''اللہ تعالیٰ تم میں سے اصحابِ علم و ایمان کے درجات بلند کرتا ہے''-

علم دین اور اس کی تبلیغ کی فضیلت ان الفاظ میں واضح فرمائی-

﴿وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (التوبہ: ۱۲۲)

''سب مومنوں کو (طلب علم کے لئے) گھر سے نہیں نکل جانا چاہئے ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ایک جماعت میں سے کچھ لوگ دین کا علم حاصل کرنے کے چلے جائیں اور جب واپس آئیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ پرہیز کریں''-

علم کو چھپانے اور اس کا اظہار نہ کرنے کے سلسلہ میں جو وعید شدید وارد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئی ہے- صحابہ اس سے بھی آگاہ تھے- قرآن عزیز میں فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ اُولٰٓىٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۱۵۹)

''بے شک وہ لوگ جو ان دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں- جس کو ہم نے اتارا ہے اس کے بعد کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لئے کتاب میں واضح کر دیا ہے- ان پر اللہ بھی لعنت بھیجتا ہے- اور لعنت بھیجنے والے (فرشتے بھی)''-

جس طرح قرآنی نصوص میں دینی علم حاصل کرنے اور اس کی نشر و اشاعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے اسی طرح بکثرت احادیث نبویہ علوم دینیہ کی تحصیل و تبلیغ اور کتمانِ علم کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں-

چند احادیث ملاحظہ ہوں- رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱- اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے- (صحیح بخاری و مسلم)

۲- دنیا و ما فیہا ملعون ہے سوائے ذکرِ الٰہی اور عالم و متعلم کے- (ترمذی)

۳- اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور بلاکم و کاست آگے پہنچا دیا- اس لئے کہ جن کو بات پہنچائی جاتی ہے ان میں سے بعض سننے والے سے بھی زیادہ یاد رکھتے ہیں- (ترمذی)

۴- جو شخص کسی راہ پر اس لئے چلا کہ علم حاصل کرے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے راستہ کو آسان کر دیتا ہے- (صحیح مسلم)

۵- جس شخص سے کوئی علمی مسئلہ دریافت کیا جائے اور وہ اسے چھپائے تو قیامت کے روز اس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی- (ابویعلیٰ)

مذکورہ بالا آیات و احادیث حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے رگ و پے میں سما گئیں اور ان کے قلوب و اذہان پر چھا گئی تھیں- ان کے دل اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے بھرپور و معمور تھے- ان کے نفوس میں علم و عمل کی شمع فروزاں تھی- چنانچہ انہوں نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دینی احکام وسنن کے تحفظ ونگہداشت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی اس کی خاطر انہوں نے اپنے مال و جان کو قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کیا- مزید برآں دینی حمیت وغیرت کے پہلو بہ پہلو صحابہؓ حد درجہ کی فطری استعداد سے بھی بہرہ ور تھے- ان کی قوتِ حافظہ اور ذہانت وفطانت ضرب المثل کی حد تک مشہور تھی اور اس ضمن میں وہ یگانہ روزگار تھے-

اس کی وجہ یہ تھی کہ صحابہؓ خالص عرب تھے اور لکھنے پڑھنے سے آشنا نہ تھے اکثر و بیشتر وہ اپنے حافظہ پر اعتماد کرنے کے عادی تھے- دورِ جاہلیت میں ان کی حالت یہ تھی کہ اشعار خطبات اور انساب ومناقب ان کو زبانی یاد ہوا کرتے تھے- اکثر ایسا ہوتا کہ حسب ونسب میں ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کرتے- اس سلسلہ میں اپنے اور دشمن کے جو اخبار و واقعات ان کو یاد ہوا کرتے تھے' بیان کرتے اور اس طرح مخالفین پر اپنی عظمت کا سکہ بٹھاتے- ہر شخص اپنی عقل اور قوتِ حافظہ کی حد تک اپنے قبیلہ کا ترجمان ہوا کرتا تھا- وہ اپنے قبیلہ کے اوصاف ومحاسن بیان کرتا اور قبیلہ اس کو خراج تحسین پیش کرتا تھا- گویا قبیلہ کوئی تاریخ کی کتاب ہے- جو اخبار وحوادث سے بھرپور ہے- عربوں کے اندر حسب ونسب پر فخر کرنے اور دوسروں کے عیوب ونقائص گنوانے کا جو ملکہ راسخ ہو چکا تھا- اور اس کے ساتھ ساتھ جو قبائلی تعصب ان میں پایا جاتا تھا- وہ ان کی قوتِ حفظ وضبط کے لئے مزید معاون ثابت ہوتا تھا- یہی وجہ ہے کہ قوت حافظہ میں دنیا کی کوئی قوم عربوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی-

گویا خداوند کریم نے اس اُمت عربیہ کو یہ حیرت ناک استعداد دے کر اسی لئے خلق فرمایا تھا کہ رسالتِ محمدیؐ کے لئے اساس وبنیاد کا کام دے سکے- چنانچہ اس اُمت کے سینے آیات قرآنی کے سفینے قرار پائے اور ان کے قوت حفظ وضبط سے بھرپور دل حدیث نبوی کے ملجا و مامن ٹھہرے- یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ حضور کے صحابہؓ والہانہ ذوق وشوق کے ساتھ حدیث کے اخذ وتحمل میں لگ گئے اور ان کی برکت سے خداوند کریم نے اس دین کو جملہ مذاہب عالم پر برتری عطا فرمائی-

خلاصہ یہ کہ امت عربیہ میں روحانی وفطری دو قسم کے عوامل جمع ہو گئے تھے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن کی بدولت وہ امت ایسے کارنامے انجام دے سکی جو کسی قوم نے آغاز آفرینش سے انجام نہیں دیئے تھے۔ انہوں نے کتاب و سنت کی حفاظت و صیانت کا فریضہ بطریق احسن ادا کیا۔ حضورؐ کی لائی ہوئی شریعت کو دینی و دنیوی جملہ امور میں مشعلِ راہ بنایا اور جوں کی توں اسے دوسرے لوگوں تک پہنچایا۔

۲۔ سرورکائنات کی علمی مجالس:

سرور کائنات ﷺ جس طرح قرآنِ عزیز کے احکام پر روشنی ڈالتے اور دعوت وارشاد کے فریضہ کی ادائیگی فرماتے تھے' اس کی ایک جھلک آپ دیکھ چکے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپؐ نے کوئی سکول یا کالج تعمیر کر رکھا تھا اور حسب قاعدہ اس میں بیٹھ کر صحابہؓ کو پڑھایا کرتے تھے۔ بخلاف ازیں ہوتا یوں تھا کہ جہاں بھی موقع ملتا آپؐ علمی مجالس جما لیتے۔ میدان جہاد میں جرأت وجلادت کی تلقین کر کے دلوں کو گرماتے سفر میں ہوتے تو لوگوں کو رُشد و ہدایت کی راہ دکھاتے۔ گھر میں مقیم ہوتے تو اہل خانہ کو تعلیم دیتے۔ مسجد میں ایک مدرس' خطیب' قاضی اور مفتی کا پارٹ ادا کرتے۔

تعلیم و تدریس کی حد یہ ہے کہ راہ چلتے لوگوں کو کھڑا کر کے دینی مسائل سمجھاتے۔ گویا یوں کہیے کہ حالت کوئی اور کیسی بھی ہو' آپ ایک مرشد' ناصح اور معلم کا فریضہ ادا کرنے میں کبھی بھی سہل انگاری سے کام نہ لیتے۔ جب لوگ نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں حاضر ہوتے تو بسا اوقات آپؐ علمی مجالس منعقد کر کے ان کو وعظ و تذکیر فرمایا کرتے تھے۔ مگر لوگوں کی نفسیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ ہمیشہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ مبادا اکتاہٹ و بیزاری کے آثار پیدا ہو جائیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ بیزاری کے ڈر سے کبھی کبھی ہمیں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری)

نبی اکرم ﷺ اپنی علمی مجالس میں ایسی پاکیزہ اور مفید باتیں ارشاد فرماتے جن سے صحابہؓ کو شرح صدر عطا ہوتا اور ان کے دل نور ایمان سے جگمگا اٹھتے۔ صحابہؓ ان علمی مجالس میں اپنے بچوں کو بھی ہمراہ لاتے تھے۔ تاکہ وہ بھی حضورؐ کے ارشادات گرامی سے مستفیض ہو سکیں اور مجلس نبوی کے آداب سیکھیں۔ بعض اوقات آپؐ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا اور آپؐ اس کا جواب ارشاد فرماتے۔ گاہے کوئی حادثہ رونما ہوتا اور آپؐ اس کے بارے میں حکم خداوندی سے آگاہ فرماتے۔ یا کوئی قرآنی آیت نازل ہوتی اور آپؐ اس کی تفسیر کرتے۔ بعض اوقات آپؐ کے سامنے کوئی کام کیا جاتا اور آپؐ خاموش رہتے۔ یہ اس جانب اشارہ تھا کہ یہ کام شرعاً جائز ہے اور ممنوع نہیں۔

حضورؐ کی نسبت یہ گمان درست نہیں کہ آپؐ بادشاہوں کی طرح لوگوں سے الگ تھلگ رہا کرتے تھے۔ اور افرادِ اُمت کے ساتھ گھل مل کر رہنے کو ناپسند کرتے تھے۔ بخلاف ازیں آپ لوگوں کے ساتھ میل جول کو پسند فرماتے تھے۔ لوگوں کو وعظ فرماتے تھے۔ بیماروں کی عیادت کرتے۔ جنازہ میں شرکت کرتے۔ لوگوں کے جھگڑے چکاتے اور ان کے متنازعہ امور فیصل کرتے۔ صحابہؓ حضورؐ کے ان سب معاملات کو بچشم خود دیکھتے اور آپؐ کے ارشادات کو دل کے کانوں سے سنتے۔

مگر یہ امر پیش نظر رہے کہ سب صحابہؓ آنحضورؐ کی علمی مجالس سے اخذ و استفادہ میں مساوی نہ تھے۔ کچھ خوش نصیب ایسے بھی تھے۔ جو ہر جگہ حضورؐ کے وابستۂ دامن رہتے اور سفر ہو یا حضر' کسی حالت میں بھی آپؐ سے الگ نہیں ہوتے تھے۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما۔ بعض ایسے بھی تھے جو زراعت و تجارت اور دیگر معاشی امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے ہر وقت حاضری سے معذور تھے۔ مگر بایں ہمہ حدیث نبوی کے ساتھ ان کی شیفتگی و دل بستگی کا یہ عالم تھا کہ جب واپس آتے تو دیگر صحابہؓ سے پوچھ کر وہ احادیث یاد کر لیتے جو ان کی عدم حاضری میں آپؐ نے ارشاد فرمائی ہوتی تھیں۔ بعض صحابہؓ نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ ایک روز خود اور ایک روز ان کا پڑوسی باری باری خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور جو کچھ سنتے ایک دوسرے کو بتا دیتے جیسا کہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کے ایک انصاری پڑوسی کے بارے میں منقول ہے کہ دونوں باری باری آنحضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور جو کچھ دیکھتے یا سنتے' ایک دوسرے کو بتا دیتے۔ (صحیح بخاری)

مدینہ منورہ سے دور رہنے والے صحابہؓ کی یہ حالت تھی کہ جب کسی نئے مسئلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے دو چار ہوتے اور اسے حل نہ کر پاتے تو اونٹوں پر سوار دور دراز کا سفر طے کرتے اور مدینہ پہنچ کر یہ مسئلہ دریافت کرتے۔ بعض اوقات کئی کئی دن اور راتیں سفر میں لگ جاتیں۔ چنانچہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے انہیں بتایا کہ "میں نے تم اور تمہاری بیوی دونوں کو دودھ پلایا ہے"۔ یہ سن کر وہ مکہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ پہنچ کر حضورؐ سے یہ مسئلہ دریافت کیا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم دونوں نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے تو تمہاری بیوی تمہارے نکاح میں کیسے رہ سکتی ہے؟ چنانچہ حضرت عقبہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ (صحیح بخاری)

سالارِ رسل ﷺ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ آپؐ کے بعد دعوت وارشاد کا کام صحابہؓ کے کندھوں پر آ پڑے گا۔ اس لئے آپؐ اپنے تعلیمی اسباق میں اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ اس کام کے لئے صحابہؓ حضورؐ کی اس خصوصی تربیت کا ذکر کریں گے جو صحابہؓ کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوئی۔ اور صحابہؓ حضورؐ کے بعد اس کی روشنی میں دعوت وارشاد کا فریضہ بجالاتے رہے۔

حضورؐ صحابہؓ کو جو تربیت دیتے تھے اس کے خصوصی پہلو حسب ذیل تھے۔

۱- جب حضورؐ سے کوئی ایسی بات دریافت کی جاتی جو آپؐ کو معلوم نہ ہوتی تو آپؐ سکوت فرماتے اور وحی کا انتظار کرتے۔

۲- حضورؐ کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ جو بات کرتے اسے تین مرتبہ دہراتے تاکہ آپ کی بات اچھی طرح سمجھی جائے۔

۳- بعض اوقات صحابہؓ کی ذہانت و فطانت معلوم کرنے کے لئے ان سے بعض مسائل دریافت فرمایا کرتے تھے۔

۴- جب آپؐ سے کوئی سوال کیا جاتا تو آپؐ جواب دیتے اور حاضرین کے فائدہ کے لئے جواب سے ملتے جلتے مسائل بھی بیان کردیتے۔

۵- آپ وعظ ناغہ کے ساتھ فرمایا کرتے تھے تاکہ سامعین اُکتا نہ جائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ نے ان سے عرض کی کہ آپؐ ہر روز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیں حدیثیں سنایا کریں تو انہوں نے تسلیم نہ کیا اور کہا میں ناغہ سے تمہیں حدیثیں سنایا کروں گا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ بھی ناغہ کے ساتھ وعظ فرمایا کرتے تھے تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں۔

۶۔ حضورؐ بعض صحابہؓ کو خصوصی مسائل سے آگاہ کرتے تھے' جب کہ دوسروں کو یہ علمی باتیں نہ بتاتے۔ مبادا کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔

اور دیگر امثلہ جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضورؐ کس طرح صحابہؓ کی علمی تربیت فرماتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی تعلیم و تربیت ہی کا خوشگوار ثمرہ تھا کہ صحابہؓ کو جلیل القدر اساتذہ کی حیثیت حاصل ہوئی۔ اور وہ دینی احکام و مسائل کے امین قرار پائے۔

۲۔ اخذِ حدیث کے سلسلہ میں صحابہ کا طرز و انداز:

اصحابؓ رسولؐ میں سے جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے وہ انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ اکثر و بیشتر ان میں سے ناخواندہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضور ﷺ سے احادیث سیکھتے وقت وہ زیادہ تر اپنے حافظہ پر اعتماد کیا کرتے تھے۔ حفظ پر بھروسہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آغاز اسلام میں ان کو کتابتِ حدیث سے منع کر دیا گیا تھا۔ مبادا وہ قرآن عزیز کے ساتھ مل جل جائے۔ اور دونوں میں امتیاز مشکل ہو۔ صحابہؓ یا تو آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہو کر بالمشافہ احادیث اخذ کرتے یا آپ کے اقوال و تقریریات کو بچشم خود دیکھ کر دوسروں تک پہنچاتے۔ یا دیگر صحابہ سے احادیث سنتے۔ جنہوں نے بذات خود آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ احادیث سنی تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سب صحابہؓ آنحضورؐ کی علمی مجلس میں حاضر ہو کر استفادہ کرنے سے قاصر تھے۔ وہ اپنے کام کاج کے سلسلہ میں لگے رہتے تھے۔

چونکہ سب صحابہؓ آنحضورؐ سے استفادہ کرنے میں یکساں نہ تھے۔ اسی لئے ان کی مرویات میں بھی فرقِ مراتب پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض احادیث تواتر کے درجہ پر فائز ہیں جب کہ بعض ایسی نہیں۔ متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی روایت کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والے اشخاص اس قدر زیادہ ہوں کہ عقل انسانی ان کے کذب پر متفق ہونے کو محال سمجھتی ہو۔ متواتر کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ متواتر لفظی: ایسی احادیث بہت کم ہیں مثلاً "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"۔

۲۔ متواتر معنوی: ایسی احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مثلاً طہارت، نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ کے احکام سے متعلق احادیث اور وہ احادیث جن میں بیع کے اقسام نکاح اور غزوات کا ذکر کیا گیا ہے اور جن کے بارے میں سب فرقہ ہائے اسلامی متفق الخیال ہیں۔

بعض احادیث وہ ہیں جو تواتر کے درجہ تک نہیں پہنچ سکیں۔ ان کو "اخبارِ آحاد" کہتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ احادیث نبویہ کو زبانی یاد کرتے اور لوگوں کو مل کر پہنچا دیا کرتے تھے۔ البتہ صحابہؓ میں چند لوگ ایسے بھی تھے جو حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو نبی کریمؐ نے حدیثیں لکھنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ کا بیان ہے کہ میں جو چیز بھی آنحضورؐ سے سنتا اس کو حفظ کرنے کے ارادہ سے لکھ لیا کرتا تھا۔ قریش نے مجھے اس سے منع کیا اور کہا کہ "تم رسول اللہؐ سے جو چیز بھی سنتے ہو اس کو لکھ لیتے ہو۔ حالانکہ آپؐ بھی ایک انسان ہیں۔ کبھی آپؐ غصہ میں ہوتے ہیں اور کبھی حالتِ رضا میں۔ اس لئے ہر چیز کا لکھ لینا موزوں نہیں"۔ چنانچہ میں نے لکھنا بند کر دیا اور نبی کریمؐ کی خدمت میں ماجرا بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا "لکھتے رہو مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری زبان سے جو بات بھی نکلتی ہے حق ہوتی ہے"۔ (مسند احمد)

جس طرح سب صحابہؓ لکھنے پڑھنے سے آشنا ہونے اور نہ ہونے، نیز حضور کی مجالس میں حاضری دینے کے اعتبار سے مساوی الدرجہ نہ تھے۔ اسی طرح حضورؐ سے روایات کے اخذ و تحمل اور اس کو لوگوں تک پہنچانے کے سلسلے میں بھی یکساں نہ تھے۔ چنانچہ ان میں قلیل الروایت اور کثیر الروایت دونوں قسم کے صحابہؓ پائے جاتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اصحاب رسولؐ میں کوئی صحابی بھی مجھ سے کثیر الروایت نہ تھا بجز عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ عبداللہؓ حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے۔ جبکہ میں لکھا نہیں کرتا تھا۔ (بخاری کتاب العلم)

جس طرح صحابہؓ رسول کریمؐ سے روایات اخذ کرنے میں متفاوت الدرجہ تھے۔ اسی طرح حدیث نبوی کے فہم و ادراک میں بھی سب کی حالت یکساں نہ تھی اور اس کی وجہ فطری استعداد کا فرق و تفاوت ہے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ناسخ و منسوخ عام و خاص مطلق و مفید اور مجمل و مفسر احادیث کے جاننے پہچاننے میں بھی سب صحابہؓ مساوی الدرجہ نہ تھے۔ تاہم جب ان کے یہاں کسی مسئلہ میں اختلاف رونما ہوتا تو وہ رسول اکرم ﷺ کی جانب رجوع کیا کرتے۔ اور آپؐ اس میں منصفانہ فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔

اشاعت حدیث میں خواتین کا حصہ:

سالار رسل ﷺ کی علمی مجالس کا سلسلہ مردوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ بکثرت خواتین مسجد نبوی میں حاضر ہو کر احادیث نبویہ سنا کرتی تھیں۔ علاوہ ازیں حضورؐ کی عام مجالس مثلاً عید کے اجتماع میں شرکت کر کے آپؐ کے مواعظِ حسنہ سے مستفید ہوتیں۔ حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ مردوں کی اگلی صفوں میں خطبہ دے کر عورتوں کی صفوں کی طرف تشریف لاتے تھے اور ان کو دینی احکام سے آگاہ فرماتے۔ مگر اکثر و بیشتر حضورؐ کی علمی مجالس میں زیادہ مرد ہی ہوا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ خواتین کے وفد نے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ ہمارے لئے ایک دن مقرر کر کے اس میں ہمیں دینی مسائل سے آگاہ فرمایا کریں۔ آپؐ نے اس درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا۔

تاہم اس کے یہ معنی نہیں کہ ان عمومی یا خصوصی مجالس سے خواتین کی دینی ضروریات پوری ہو گئی تھیں۔ بخلاف ازیں ان کو نئے نئے مسائل سے سابقہ پڑتا رہتا تھا۔ اس کی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ان کو اسلام کو قبول کئے ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کسی خاتون کو کوئی نیا مسئلہ پیش آتا تو وہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ سے اس کا حل دریافت کرتی۔ ایسا کرتے ہوئے حیاء کا جذبہ ان کی راہ میں اس لئے حائل نہیں ہوا کرتا تھا کہ دینی مسائل سیکھنے میں حیاء کو مانع نہیں ہونا چاہئے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ کوئی شرمیلی مسلم خاتون دینی مسئلہ دریافت کرنے سے پہلے یہ جملہ دہراتی کہ ''یارسول اللہ خداوند کریم شرم کی بنا پر حق مسئلہ دریافت کرنے سے نہیں روکتا''۔ پھر بارگاہِ نبوی میں عرض پرداز ہوتی کہ ''جب عورت کو احتلام ہو جائے تو کیا اس پر غسل واجب ہے؟ انصاری خواتین اس ضمن میں زیادہ بے باک واقع ہوئی تھیں۔ حتیٰ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ان کی شان میں یہ فقرہ کہنا پڑا۔ کہ ''انصاری خواتین کیا خوب ہیں۔ حیا ان کو دینی مسائل سیکھنے سے نہ روک سکی''۔ (صحیح بخاری)

اگر کوئی شرمیلی خاتون براہ راست آنحضورؐ سے مسئلہ دریافت نہ کرسکتی تو اُمہات المؤمنین رسول کریمؐ سے پوچھ کر اس کو مسئلہ سے آگاہ کر دیتیں۔

اُمہات المومنین مبلغ احادیث کی حیثیت سے

مسلم خواتین میں اُمہات المؤمنین نے حدیث نبوی کی نشر و اشاعت میں جو پارٹ ادا کیا تھا' اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدماتِ جلیلہ اس ضمن میں قابل ذکر ہیں۔ آپؓ خد درجہ ذہین و فطین تھیں۔ آپ نبی اکرم ﷺ سے دینی مسائل دریافت کرتیں اور اکثر قرآنی آیات و احادیث کی شرح و تفسیر کے بارے میں سوال کیا کرتی تھیں۔

ابن ابی ملیکہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جو مسئلہ معلوم نہ ہوتا اور وہ کسی سے سنتیں تو اس کے بارے میں بحث و تمحیص اور نقد و جرح کرتیں حتیٰ کہ اس مسئلہ سے آگاہ ہو جاتیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''جس شخص سے حساب لیا جائے گا اسے عذاب ہوگا''۔ حضرت عائشہ نے یہ سن کر سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا﴾ ''اس سے آسان حساب لیا جائے گا''۔ حضورؐ نے فرمایا ''یہ تو اعمال کے پیش کرنے کے وقت ہوگا۔ البتہ جس پر محاسبہ اعمال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے وقت جرح وقدح کی جائے گی اسے سخت عذاب دیا جائے گا"۔ (صحیح بخاری)

جن حکم و مصالح کے پیش نظر خداوند کریم نے حضور اکرم ﷺ کو چار سے زیادہ ازواج کی اجازت دی تھی، ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ ازواج مطہراتؓ فریضہ دعوت وارشاد بجالائیں۔ خصوصاً ایسے مسائل جو آپ صحابہؓ کے سامنے انجام نہیں دے سکتے یا شرماتے ہیں۔ اور ازواج مطہرات کے سوا کوئی ان سے آگاہ نہیں ہو سکتا اسی لئے جب حضورؐ کے صحابہؓ آپؐ کے بعد کسی مسئلہ میں مختلف الرائے ہوتے، مثلاً غسل، حیض اور جماع کی قسم کے مسائل، تو اُمہات المؤمنین کی جانب رجوع کرتے اور ان کے فیصلہ کو تسلیم کر لیتے۔ اس طرح ان کا باہمی نزاع وجدال ختم ہو جاتا۔

۴۔ حدیث کی نشر و اشاعت میں قبائلی وفود کا کردار:

دعوت محمدی کا آغاز پوشیدہ طور پر ہوا اور تین سال تک یونہی رہا۔ جب کچھ لوگ مشرف باسلام ہو گئے تو آپؐ کو علانیہ دعوت کا حکم ملا۔ قریش نے آپؐ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا کچھ عرصہ تک یہی کیفیت رہی، حتیٰ کہ اکثر اہل مدینہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو آپؐ کو ہجرتِ مدینہ کا حکم ہوا۔ چنانچہ آپؐ اپنے اصحابؓ سمیت عازمِ مدینہ ہوئے۔ مدینہ اس وقت سے مہبطِ وحی اور مرکز اسلام ٹھہرا۔ مدینہ میں مقیم رہ کر آپؐ نے اعدائے دین کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور وہیں آپؐ نے احادیث کی نشر و اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔ مگر قتال و جہاد کا سلسلہ جس طرح بہت سے قبائل کے حلقہ بگوش اسلام ہونے میں سدِ راہ تھا۔ اسی طرح بیرونِ عرب دعوتِ اسلامی کے پھیلنے کی راہ میں بھی رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ جونہی نبی اکرم ﷺ اور اہل مکہ کے مابین صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہوا اور فریقین کو باہم ملنے جلنے اور اس نئے دین کے بارے میں غور وخوض کرنے کے مواقع میسر آئے تو اسلام کو بیش از بیش پھیلنے کا موقع ملا۔ چنانچہ آپؐ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اطراف واکناف کے سلاطین کو دعوتِ اسلام پر مشتمل خطوط ارسال فرمائے۔ جو قبیلے مشرف باسلام ہو چکے تھے، ان کو دینی احکام سکھلانے کے لئے حضورؐ نے اطراف ملک میں وفود بھیجنے کا آغاز کیا۔ چنانچہ آپؐ نے یمن، بحرین، یمامہ، حضرموت، عمان اور دیگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلاد و دیار میں مسلمانوں کے وفد بھیج کر ان کو اسلامی احکام سے آگاہ کیا۔

نبی اکرم ﷺ کے بھیجے ہوئے یہ وفود لوگوں کے لئے ہدایت و رحمت کے پیامبر ثابت ہوئے۔ اس لئے کہ یہ لوگوں تک قرآن و سنت کی وہ غذا پہنچاتے تھے جس پر روحانی زندگی کا مدار و انحصار ہے۔ اس کے دوش بدوش یہ وفود اطراف عرب میں حدیث نبوی کی نشر و اشاعت کا زبردست ذریعہ تھے۔ حضور اکرم ﷺ اس مقصد کے لئے ایسے صحابہؓ کو منتخب فرمایا کرتے تھے جو کتاب و سنت میں ماہرانہ بصیرت رکھتے تھے۔ آپؐ ان کو کتاب و سنت کی تعلیم دیتے اور دعوت و ارشاد کے مناسب طریقوں سے آگاہ فرماتے چنانچہ سرور کائنات ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا تو ارشاد فرمایا۔

''آپ کی ملاقات اہل کتاب کی ایک قوم سے ہوگی۔ جب آپ ان سے ملیں تو کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر شب و روز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ آپ کی اطاعت کرنے پر رضا مند ہوں تو ان سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سال بھر میں تم پر ماہ رمضان کے روزے فرض کئے ہیں۔ اگر وہ اس کو بھی تسلیم کر لیں تو ان سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ جو اس کی استطاعت سے بہرہ ور ہو۔ اگر وہ اس کی بھی اطاعت کریں تو کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو دولتمندوں سے لے کر تنگدستوں میں بانٹی جاتی ہے''۔

غرض یہ کہ آپؐ کا فرستادہ شخص حسب موقع و مقام دینی احکام و مسائل جو اسے معلوم ہوتے بیان کیا کرتا تھا۔ یہ حضورؐ کی اسی رہنمائی کا نتیجہ تھا کہ یہ وفود حدیث نبوی کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں بڑے مفید ثابت ہوئے۔

مدینہ پہنچنے والے قبائلی وفود:

جب عہد رسالت میں اسلامی فتوحات کا دائرہ پھیلا اور غزوہ تبوک سے فارغ ہوئے۔ تو عربی قبائل کے وفد اپنے اونٹوں کو ہانکتے اور سفر کی وسعتوں کو سمیٹتے ہوئے نبی امینؐ کی ملاقات کا شوق لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔ تاکہ دین کے اوّلین سر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چشمہ سے اپنی علمی پیاس بجھائیں- وہ قبائل اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہو چکے تھے کہ جب قریش نے اسلام کے جھنڈے تلے اپنا سر جھکا دیا ہے تو بھلا وہ رسولِ کریم کے خلاف کیسے نبرد آزما ہو سکیں گے- حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور انفرادی یا اجتماعی طور پر حضورؐ کی خدمت اقدس میں باریاب ہوئے- قرآن اسی ضمن میں فرماتا ہے-

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾

''جب اللہ کی مدد اور فتح آ گئی- اور تو نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں''- (النصر)

یہ وفود یکے بعد دیگرے آنحضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے- اسی طرح بیرونی سلاطین کے خطوط اور قاصد یہ پیغام لے کر حاضر ہوئے کہ ہم نے اسلام کو قبول کر لیا اور شرک کو ترک کر دیا ہے- جو وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا' آپؐ اس کا اکرام و احترام بجا لاتے' ان کی رہنمائی کرتے' ان کو دینی احکام و مسائل سے آگاہ فرماتے' اطاعت کی صورت میں بشارت سناتے اور ان کے حقوق اور فرائض و واجبات سے مطلع فرماتے تھے- یہ بیرونی وفد آپؐ کی خدمت میں ۹ھ میں حاضر ہوئے- اسی لئے اس سال کو ''عام الوفوذ'' (وفدوں والا سال) کہتے ہیں- یہ وفود آپؐ سے عطیات لینے نہیں آتے تھے- یہ دوسری بات ہے کہ حضورؐ ان کا اکرام فرماتے اور خدا کے عطا کردہ مال سے ان کو نوازتے- ان کا مقصد آپؐ کے یہاں حاضر ہو کر اسلام کے اصول و فروع معلوم کرنا ہوتا تھا- حضورؐ ان سے بات چیت کرتے- ان کے سوالات کا جواب دیتے' ان کو وعظ سناتے' دینی احکام بیان کرتے- اور خدا سے ڈرتے رہنے کی تلقین کرتے تھے-

کتب سیرت کا قاری اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں بہت سے وفود حاضر ہوئے- حتیٰ کہ عربی قبائل میں سے کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا- جس میں کوئی وفد بارگاہِ نبوت میں شرف باریابی نہ حاصل کر چکا ہو- صحابہؓ ان میں کے ایک ایک وفد سے آگاہ و آشنا تھے- اور بخوبی جانتے تھے کہ حضورؐ نے کون کون سی احادیث سنائیں یا کون سا خطبہ دیا- وہ پوری طرح باخبر تھے کہ آپؐ نے ان کو کن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مواعظ ونصائح اور احکام وسنن سے مستفید فرمایا- حدیث نبوی اور سیر ومغازی پر مشتمل کتب ان وفود کے ذکر سے مملو ہیں- ان کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ حدیثِ رسول کی نشر واشاعت میں ان وفود نے کیا پارٹ ادا کیا- خواہ یہ وفود ۹ھ میں حاضر بارگاہ ہوئے ہوں یا اس سے پہلے- ذیل میں چند وفود کا ذکر کیا جاتا ہے جو آپؐ کی ملاقات سے مشرف ہوئے-

۱- وفد بنی سعد بن بکر:

اس قبیلہ کا سردار ضمام بن ثعلبہؓ ۹ھ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا- جب مدینہ پہنچا تو حضورؐ کو صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما پایا- کہنے لگا ''تم میں ابن عبدالمطلب کون ہے؟'' صحابہؓ نے حضورؐ کی جانب اشارہ کیا- وہ آپؐ کے قریب آ کر کہنے لگا ''میں آپؐ سے چند باتیں پوچھوں گا اور سوال میں سختی سے کام لوں گا''- فرمایا ''جو جی میں آئے پوچھے''- کہنے لگا ''اے محمدؐ! آپؐ کا فرستادہ ہمارے یہاں آیا اور کہنے لگا کہ آپؐ کا یہ دعویٰ ہے کہ آپؐ کو خدا نے بھیجا ہے''- آپؐ نے فرمایا ''یہ درست ہے''- ضمام نے کہا ''میں آپؐ کو آپؐ سے پہلے اور پچھلوں کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آیا یہ درست ہے؟'' حضورؐ نے فرمایا ''ہاں یہ ٹھیک ہے''- ضمام نے کہا ''میں آپؐ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا خدا نے آپؐ کو پانچ نمازوں کا حکم دیا ہے؟'' فرمایا ''جی ہاں''- اس نے پھر کہا ''میں آپؐ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں' کیا اللہ نے تجھے حکم دیا ہے کہ آپؐ دولتمندوں کے مال کا کچھ حصہ ان سے لے کر فقرا کو دیں؟'' فرمایا ''بخدا بالکل درست''- ضمام نے کہا ''میں آپؐ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو ماہ رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے؟'' فرمایا ''جی ہاں''- ضمام نے پھر کہا ''میں آپؐ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں' کیا اللہ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ جو شخص استطاعت رکھتا ہو وہ بیت اللہ کا حج کرے؟'' فرمایا ''ہاں یہ درست ہے''- ضمام کہنے لگا تو میں تصدیق کرتا اور ان پر ایمان لاتا ہوں- میرا نام ضمام بن ثعلبہؓ ہے- پھر ضمامؓ اپنی قوم کی جانب لوٹ گیا- اور وہ سب مشرف باسلام ہو گئے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وفد عبد القیس:

عبدالقیس نامی قبیلہ سرورِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا۔ کہ ہم آپؐ کے پاس صرف محرم کے مہینے میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ (جب کہ جنگ و جدال بند ہوتا ہے) ہمارے اور آپؐ کے درمیان مضر (کا کافر قبیلہ) حائل رہتا ہے۔ لہٰذا آپؐ ہمیں کوئی فیصلہ کن بات بتائیں۔ جو ہم اپنے پچھلوں کو بتلا دیں اور اس پر عمل کر کے جنت کے مستحق ٹھہریں۔ انہوں نے آپؐ سے پانی کے برتنوں کے بارے میں بھی سوال کیا۔ حضورؐ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار سے منع فرمایا۔ آپؐ نے ان کو خدائے واحد پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا' کیا آپؐ کو معلوم ہے کہ خدائے واحد پر ایمان کیسے لایا جاتا ہے؟ وہ کہنے لگے ''اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں''۔ آپؐ نے فرمایا ایمان باللہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

جن چار باتوں کا حکم دیا وہ یہ ہیں۔

۱۔ اقامت الصلوٰۃ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ ادائیگی زکوٰۃ

۳۔ ماہ رمضان کے روزے

۴۔ مال غنیمت میں سے خمس (۱/۵) کی ادائیگی

مندرجہ ذیل چار برتنوں کو استعمال کرنے منع فرمایا۔

۱۔ جس برتن میں لاخ کا روغن لگا ہوا ہو

۲۔ کدو کے بنے ہوئے برتن

۳۔ لکڑی کھود کر جو برتن بنائے گئے ہوں

۴۔ جن برتنوں پر رال کا روغن کیا گیا ہو

آپ نے فرمایا ان کو یاد رکھو اور پچھلے لوگوں کو اس کی اطلاع دے دو۔

(بخاری کتاب الایمان)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳- وفد تجیب:

یہ وفد تیرہ افراد پر مشتمل تھا- آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت یہ زکوٰۃ کے مویشی بھی ہمراہ لائے تھے- نبی اکرم ﷺ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ان کی میزبانی کا حق ادا فرمایا- کہنے لگے ہمارے اموال پر خدا کا جو حق تھا ہم وہ بھی ساتھ لائے ہیں- فرمایا' ان مویشیوں کو واپس لے جایئے اور آپ کے یہاں جو تنگدست ہوں ان میں تقسیم کر دیجئے- وہ کہنے لگے ہم اپنے فقراء کو پہلے دے چکے ہیں- جو مال بچ گیا تھا وہ ہمراہ لائے ہیں- جناب صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے حضورؐ! آج تک عرب بھر سے اس قسم کا وفد آپؐ کے پاس نہیں آیا فرمایا ہدایت خداوند کریم کے ہاتھ میں ہے- جس کے ساتھ وہ بھلائی کرنا چاہتا ہے- اس کے سینہ کو ایمان کیلئے وا کر دیتا ہے-

وفد تجیب نے حضورؐ سے کتاب و سنت کے مسائل دریافت کئے- رسول کریمؐ کی ان کے ساتھ رغبت میں مزید اضافہ ہوا- جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا آپ کیا چاہتے ہیں؟ عرض کرنے لگے ''ہم واپس جا کر لوگوں کو بتائیں گے کہ ہم رسول کریمؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپؐ نے ہمیں فلاں فلاں دینی احکام سنائے پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت چاہی- جب رخصت ہوئے تو حضورؐ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھیج کر پھر انہیں بلایا اور بہت عمدہ قسم کے تحائف دیئے- جو اس سے پہلے آپؐ نے کسی وفد کو نہ دیئے تھے- آپؐ نے دریافت کیا تم میں سے کوئی شخص رہ تو نہیں گیا- جس کو تحفہ نہ ملا ہو؟ انہوں نے کہا کہ ایک لڑکا باقی رہ گیا ہے- جس کو ہم سامان کی حفاظت کے لئے پیچھے چھوڑ آئے ہیں- فرمایا ''اس کو بھیج دیجئے''- جب وہ خدمت میں حاضر ہوا تو کہنے لگا ''حضور! میں اس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہوں جو ابھی آپؐ کے یہاں آیا تھا- آپؐ نے ان کی ضروریات پوری فرما دیں- اب میری حاجت روائی فرمایئے''- فرمایا ''آپؐ کیا چاہتے ہیں؟'' عرض کی بارگاہ خداوندی میں دعا کیجئے' کہ خداوند کریم مجھے بخشے' مجھ پر رحم فرمائے اور میرے دل کو غنی کر دے''- حضورؐ نے دعا فرمائی- پھر اس کو اسی قسم کا تحفہ دیا جیسا اس کے قبیلہ والوں کو دیا تھا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ عرصہ بعد اسی قبیلہ کے لوگ ایام حج میں منیٰ کے میدان میں حضورؐ سے ملے۔ مگر وہ لڑکا موجود نہ تھا۔ حضورؐ نے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا ''یارسول اللہ ہم نے اس جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کسی کو صابر پایا۔ اگر لوگوں کو ساری دنیا بھی مل جائے تو وہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے''۔ حضورؐ نے فرمایا ''اللہ کا شکر ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ بڑے اطمینان سے جان دے گا''۔ ایک شخص نے کہا ''کیا اور کوئی شخص اطمینان سے نہیں مرتا''۔ فرمایا ''لوگوں کے خیالات امنگیں دنیا کی وادیوں میں ہر جگہ بھٹکتی پھرتی ہیں''۔ اور اسی قسم کی کسی وادی میں انسان کی موت آجاتی ہے۔ ایسے میں خدا کو بھی اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ اس کی موت کس وادی میں آتی ہے''۔

مندرجہ صدر بیانات اس حقیقت کی آئینہ داری کرتے ہیں کہ بیرونی قبائل کے وفود علم دین کے سرچشمہ صافی سے اپنی علمی پیاس بجھانے اور دینی احکام و مسائل سے آگاہ و آشنا ہونے کے لئے حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے پھر وطن واپس لوٹتے اور اپنے متعلقین کو دینی مسائل سے آگاہ کرتے۔ صحابہ کرام کے جو وفد حضور اکرم مختلف قبائل و ملوک کی جانب دینی دعوت وارشاد کے سلسلہ میں بھیجا کرتے تھے۔ وہ اس پر مزید ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ان دونوں قسم کے وفود نے حدیث نبوی کی نشر واشاعت میں خصوصی پارٹ ادا کیا۔ اور احادیث جزیرہ نمائے عرب کے گوشہ گوشہ تک پہنچ گئیں۔

اشاعت حدیث میں حجۃ الوداع کے اثرات:

جب جزیرہ نمائے عرب پر نبی اکرم ﷺ کو پورا پورا تسلط حاصل ہو گیا۔ تو آپؐ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ چالیس ہزار مسلمان آپ کے ہمرکاب تھے۔ حضورؐ نے اہل اسلام کو مخاطب کر کے ایک جامع خطبہ دیا جس میں اکثر احکام وسنن پر روشنی ڈالی اور جاہلی رسوم کو باطل قرار دیا۔ لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے ربیعہ بن امیہؓ بن خلف آپ کی آواز کو لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ آپؐ نے خطبہ کا آغاز الحمد للہ کے الفاظ سے فرمایا اور کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے لوگو! میری بات سنو شاید اس سال کے بعد میں آپ کو یہاں کبھی نہ مل سکوں''۔

یہ طویل خطبہ ہے اس میں آپؐ نے مناسکِ حج پر روشنی ڈالی۔ حضورؐ کو اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ آپؐ کی وفات قریب ہے۔ اس لئے آپؐ نے ہر ضروری بات بیان فرما دی۔ اس عظیم اجتماع میں حضورؐ کا یہ جامع خطبہ حدیث نبوی کی نشر و اشاعت کے عوامل میں سے ایک عظیم عامل تھا۔ گویا یہ دعوتِ اسلامی بالعموم اور حدیث نبوی بالخصوص کا آخری پروگرام تھا۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ)

''آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دوسرا دور

حدیث نبوی خلافت راشدہ میں

یہ باب مندرجہ ذیل مباحث پر مشتمل ہے۔

۱۔ خلافتِ راشدہ کے سیاسی حالات

۲۔ روایتِ حدیث میں صحابہؓ کا طرز و منہاج

۳۔ خلفاء راشدین کی جانب سے تقلیل روایت کے احکام

۴۔ روایتِ حدیث میں حزم و احتیاط

۵۔ ایسی احادیث روایت کرنے کی ممانعت جو عوام کے لئے بالائے ادراک ہوں

۶۔ صحابہؓ کے طرزِ روایت پر اعتراض اور اس کا جواب

۱۔ خلافتِ راشدہ کے سیاسی حالات:

سرورِ دو عالم ﷺ نے وفات پائی اور صحابہؓ میں سے کسی کو بھی اپنا جانشین مقرر نہ کیا۔ اس لئے مہاجرین و انصار کے مابین نزاع پیدا ہوئی کہ آپ کا جانشین کن میں سے ہو۔ چنانچہ یہ سب لوگ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر سب کو مطمئن کر دیا کہ مہاجرین سبقت فی الاسلام کی بنا پر خلافت کا اوّلین استحقاق رکھتے ہیں۔ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور جنابِ صدیق رضی اللہ عنہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ یکایک دوسرے لوگوں نے بھی بیعت کر لی اور اس طرح اس نزاع کا خاتمہ ہو گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کو مسندِ خلافت پر فائز ہوئے زیادہ عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ مدینہ میں نفاق کی ہوائیں چلنے لگیں۔ بہت سے قبائل اسلام سے مرتد ہو گئے۔ کچھ قبیلے ایسے بھی تھے جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔ وہ کہنے لگے ہم نماز پڑھ لیا کریں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گے۔ بعض صحابہؓ نے حضرت صدیقؓ کو یہ مشورہ دیا کہ ان کی یہ بات قبول کر لی جائے۔ اس لئے کہ ابھی آغازِ اسلام ہے عربوں کی تعداد بہت ہے اور ہم معدودے چند آدمی ہیں۔ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انہوں نے حضورؐ کی یہ حدیث پیش کی کہ آپؐ نے فرمایا ''مجھے لوگوں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لَا اِلٰہ نہ کہیں۔ جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں تو مجھ سے اپنا خون اور مال بچا لیں گے۔ اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ''زکوٰۃ بھی اسلام کا حق ہے۔ اس لئے جہاد ناگزیر ہے''۔

حضرت عمرؓ بھی ان لوگوں کے ہمنوا تھے جو ترکِ جہاد کا مشورہ دے رہے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اس ضمن میں ان کو مشورہ کے قبول نہ کیا۔ اور اپنا یہ مشہور فقرہ کہا کہ جاہلیت میں آپ جابر تھے مگر اسلام میں بزدل ہو گئے۔ اے ابن الخطابؓ! بخدا اگر منکرین زکوٰۃ ایک رسی دینے سے بھی انکار کریں گے جسے وہ عہد رسالت میں دیا کرتے تھے۔ تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا۔ اور اگر دوسرا کوئی شخص میرے ساتھ نہ ہوگا تو میں تنہا لڑوں گا۔ یہاں تک کہ خداوند کریم اپنا فیصلہ صادر کر دے۔ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے''۔ حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ کا یہ خطبہ سن کر سر تسلیم خم کر دیا۔

جناب ابوبکرؓ نہ جھکے نہ تھم پڑے اور اپنی راہ پر رواں دواں رہے۔ آپ اپنے اطاعت شعاروں کو لے کر باغی قبائل کے خلاف نبرد آزما ہوئے۔ حتیٰ کہ سرکش قبیلے حکم خداوندی کے سامنے جھک گئے۔ انہوں نے بخوشی یا ناخوشی دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور باقاعدہ زکوٰۃ دینے لگے۔ اس طرح حضرت ابوبکرؓ کے فہم و فراست سے اسلام کا بکھرا ہوا شیرازہ پھر مستحکم ہو گیا۔ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے مدح سرا ہوئے اور آپ کے مرتبہ و مقام کو پہچان گئے۔

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت میں مسلمانوں کی سیاسی و اجتماعی زندگی پورے امن و سکون سے گزرتی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد میں صغار صحابہؓ نے علوم دینیہ کی تکمیل کی اور اکثر تابعین نے احادیث نبویہ اور صحابہؓ کے احکام

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ کا درس لیا۔

آگے چل کر جب لوگوں نے بلاوجہ حضرت عثمانؓ کو ہدف بنایا تو چند لوگوں نے جو بظاہر مسلمان اور بباطن یہود تھے۔ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو اپنے دام فریب میں پھنسانا چاہا ان کا سرغنہ عبداللہ بن سبا نامی یہودی تھا جو حمیر کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ یہود بے بہود نے فتنہ کو ہوا دینا شروع کی۔ اور اطرافِ عرب کے لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے خلاف اکسانا شروع کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عثمانؓ بحالتِ مظلومی اپنے گھر میں شہید کر دیئے گئے۔ اس وقت سے مسلمانوں میں شرارت کا ایسا دروازہ کھلا' جو کثیر صحابہؓ کی موت کا باعث بنا۔

جونہی خلیفہ چہارم جناب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر فائز ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ دونوں کے درمیان لڑائیوں کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ جس نے مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھیر کر رکھ دیا۔ حرب و ضرب کا یہ طویل سلسلہ جنگ صفین پر جا کر ختم ہوا۔ نتیجے کے طور پر حضرت علیؓ کے رفقاء شیعہ و خوارج دو فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ شکست خوردہ عناصر مثلاً یہود اور اہل فارس نے مسلمانوں کی نا اتفاقی سے فائدہ اٹھایا اور مقدور بھر اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں میں لگ گئے۔

۲۔ روایت حدیث میں صحابہؓ کا طرز و منہاج:

جب تک سرورِ دو جہاں ﷺ صحابہؓ کے درمیان بقید حیات رہ کر ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے رہے۔ صحابہؓ دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے خوش قسمت تھے۔ اس عہدِ سعادت میں صحابہؓ کو یہ خطرہ دامنگیر نہ تھا' کہ منافق اور جھوٹے لوگ حدیث نبوی میں اپنی طرف سے کچھ ملا دیں گے۔ جب تک حضورؐ پر وحی نازل ہوتی رہی۔ اس کے ذریعہ منافقین کے دجل و فریب کو طشت از بام کرنے کا سلسلہ جاری رہا اور حدیث نبوی بھی ان کی کارستانیوں سے مامون و مصئون رہی۔ منافق اس بات سے خائف و ہراساں رہا کرتے تھے کہ مبادا کوئی سورت حضورؐ پر نازل ہو کر ان کے باطنی کفر و نفاق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مسلمانوں کو آگاہ کر دے- مزید برآں حدیث کی نقد و جرح کا اس کے سوا کوئی طریقہ رائج نہ تھا کہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی تردید یا تصدیق سے آگاہ ہوں- صحابہؓ کے یہاں جب بھی کوئی نزاع و اختلاف پیدا ہوتا تو آنحضورؐ کی جانب رجوع کر کے اس کا حل دریافت کرتے-

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ (النساء : ٥٩)

''اگر کسی بات میں تمہارے یہاں اختلاف پیدا ہو جائے تو اسے اللہ و رسول کی طرف لوٹا دو''-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہشام بن حکیمؓ کو مختلف طریقہ سے سورۃ الفرقان کی تلاوت کرتے سنا- تو ان کے گلے میں چادر ڈال کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں لائے اور کہا کہ یہ شخص سورۃ الفرقان کی تلاوت اس طریقہ سے نہیں کر رہا- جیسے آپؐ نے مجھے یہ سورۃ پڑھائی تھی- حضور انہیں پڑھنے کا حکم دیتے اور سن کر فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ یونہی نازل ہوئی تھی- پھر آپؐ نے حضرت عمرؓ کو اسی سورت کو پڑھنے کا حکم دیا اور سن کر فرمایا- یہ سورۃ یونہی اُتری تھی- پھر فرمایا کہ یہ قرآن سات طرح اتارا گیا ہے- جیسے بھی آسان ہو پڑھ لیا کرو- (صحیح بخاری)

اس قسم کے حوادث و امثلہ کی کمی نہیں، جن میں آنحضور ﷺ نے فیصلہ صادر فرمایا- سابقہ بیانات سے یہ حقیقت منصۂ شہود پر جلوہ فگن ہوتی ہے کہ آپؐ کے عین حیات کسی خلاف و نزاع یا شک اور وسوسے کے ظہور و شیوع کا کوئی امکان نہ تھا- اور اگر ایسی کوئی بات ظاہر ہوتی تو آپؐ اسے فوراً ختم کر دیتے-

جب سرور کائنات ﷺ نے وفات پائی تو صحابہؓ کے سینوں کے سوا حدیث نبوی کا دوسرا کوئی محافظ نہ تھا- وحی کا سلسلہ بند ہو چکا تھا- نفاق کا دور دورہ تھا- بکثرت عرب مرتد ہو گئے اور بعض نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا- یہ کوئی عجیب بات نہ تھی کہ منافقین آنحضور ﷺ پر افترا پردازی سے کام لیتے- جو بدو یہ دعویٰ کر سکتے تھے کہ آپؐ کی رسالت آپؐ کی موت ہی کے ساتھ ختم ہو گئی ان سے کچھ بعید نہ تھا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیثِ رسولؐ کے ساتھ دل لگی کرنے لگیں۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے حزم و احتیاط کا شیوہ اختیار کیا۔ انہوں نے جس طرح مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کی ریشہ دوانیوں کا خاتمہ کیا۔ اسی طرح قوانین روایت وضع کر کے حدیث میں دروغ گوئی کے راستہ کو مسدود کر دیا۔ ان کے بعد فاروق اعظمؓ کا دور آیا تو انہوں نے جھوٹوں کو ڈرایا اور کثیر الروایت لوگوں کو خوفزدہ کر دیا۔ حدیث کی راہ میں انجام دی گئیں ان خدمات جلیلہ کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے۔

۳۔ صحابہؓ کو تقلیلِ روایت کا حکم:

خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم کی نگاہ میں حدیث نبوی ایک ایسا بیش قیمت خزانہ ہے جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہے۔ تاہم وہ اسے روایت کی منڈی میں فروخت کے لئے لے جانا نہ چاہتے تھے۔ تاکہ منافقین کو اس میں اضافہ کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ اور وہ اس کو حدیثیں گھڑنے کا ذریعہ نہ بنالیں۔ نیز اس لئے کہ کثیر الروایت صحابہؓ کے قدم پھسل نہ جائیں اور وہ خطا و نسیان کے گڑھے میں نہ جا گریں اور اس طرح غیر شعوری طور پر رسول کریمؐ پر دروغ بافی کے مرتکب ہوں۔ خلفائے راشدین نے کثرت روایت سے اس لئے بھی منع کیا تھا کہ مبادا لوگ حدیثوں میں منہمک ہو کر تلاوتِ قرآن کو خیر باد کہہ دیں۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ خلفائے راشدین صرف انہی احادیث کی نقل و روایت پر متفق تھے جو پیش آمدہ مسائل و فتاویٰ کے لئے ناگزیر ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق کو دیکھئے کہ کثرت سماع کے باوجود وہ بہت کم احادیث روایت کرتے تھے۔ یہی حال حضرت عمران بن حصینؓ، ابوعبیدہ اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کا تھا۔ حضرت سعید بن زیدؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ ان سے صرف دو یا تین احادیث منقول ہیں۔ حضرت ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح سے متعلق صرف ایک حدیث مروی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کثیر الروایت صحابہؓ میں سے تھے۔ تاہم خلافتِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فاروقی میں انہوں نے روایت حدیث کا مشغلہ ترک کر دیا تھا- عرصہ دراز کے بعد جب ضرورت روایت حدیث کی مقتضی ہوئی- تو انہوں نے روایتِ حدیث کا سلسلہ پھر شروع کر دیا- حضرت ابوہریرہؓ کہا کرتے تھے "لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ کثیر الروایت ہے- اگر قرآن کریم کی دو آیتیں نہ ہوتیں- تو میں ایک حدیث بھی روایت نہ کرتا- پھر آپ نے وہ آیتیں تلاوت کیں- یعنی- ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنَاتِ وَ الْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنَّاہُ لِلنَّاسِ .... یہ آیت آپ نے اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾ تک پڑھی- "بے شک جو لوگ ہمارے نازل کردہ دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں- اس کے بعد کہ ہم نے ان کو لوگوں کے لئے واضح کر دیا ہے- ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے لعنت کرتے ہیں"- ہمارے مہاجر بھائی بازار میں خرید و فروخت کرتے رہتے- انصار اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے- مگر مجھے شکم سیری کے سوا کسی بات کی فکر دامنگیر نہ ہوتی اور میں آنحضورؐ کے ساتھ لگا رہتا اور وہ حدیثیں یاد کرتا جو دوسروں کو محفوظ نہ ہوتیں"- (صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ کو موردِ طعن بنانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ صرف تین سال تک صحبت نبوی میں رہے اور اس قلیل عرصہ کے باوجود وہ سابقین اولین صحابہؓ سے زیادہ حدیثیں روایت کرتے تھے- جب انہوں نے اس کی وجہ بیان کی کہ وہ سفر و حضر میں ہمیشہ حضورؐ کے وابستۂ دامن رہے- اور تجارت و زراعت میں سے کوئی کام بھی ان کو صحبت نبوی سے باز نہ رکھ سکا- اس لئے انہوں نے وہ احادیث یاد کیں جو دوسروں کو محفوظ نہ تھیں- ابوہریرہؓ کی یہ بات سن کر معترضین خاموش ہو گئے- تاہم حضرت ابوہریرہؓ نے جناب عمرؓ کی راویوں پر سختی دیکھ کر روایتِ حدیث کا سلسلہ بند کر دیا تھا- آگے چل کر جب حضرت ابوہریرہؓ سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ خلافتِ فاروقی میں بھی اسی طرح حدیثیں روایت کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا "اگر میں ان دنوں بھی اسی طرح حدیثیں روایت کرتا تو حضرت عمرؓ اپنے دُرّہ سے مجھے پیٹتے"-

اس میں شبہ نہیں کہ حضرت عمرؓ لوگوں کو حدیث کم روایت کرنے کا حکم دیتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اور سب صحابہؓ آپ سے خائف تھے۔ امام شعبی حضرت قرظہ بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب ہم عازم عراق ہوئے تو حضرت عمرؓ ہمارے ہمراہ مقام صرار تک گئے۔ آپ نے پہلے وضو کیا پھر غسل کیا۔ پھر فرمانے لگے تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کس لئے چل کر آیا ہوں؟ ہم نے کہا چونکہ ہم اصحابِ رسولؐ ہیں' اس لئے آپ احتراماً ہمارے ساتھ آئے ہیں۔ فرمایا ''تمہارا گزر دیہاتی لوگوں پر ہوگا۔ جن کی قرآن خوانی کی آواز ایسے آ رہی ہوگی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ ان کو احادیث میں الجھا کر تلاوتِ قرآن سے روک نہ دینا۔ اچھی طرح قرآن کی تلاوت کرتے رہو۔ اور حدیثیں کم روایت کرو۔ اب جایئے میں آپ کا رفیق کار ہوں''۔ جب قرظہ وہاں پہنچے' تو لوگوں نے حدیثیں روایت کرنے کی فرمائش کی۔ کہنے لگے حضرت عمرؓ نے ہمیں حدیثیں روایت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ہم نے اس روایت کو صحیح فرض کر کے روایت کیا ہے۔ ورنہ امام ابن عبدالبر نے اس پر نقد و جرح کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جب اپنے والد حضرت زبیرؓ سے سوال کیا کہ آپ فلاں شخص کی طرح زیادہ حدیثیں روایت کیوں نہیں کرتے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضورؐ کی صحبت کا فخر تو مجھے بھی حاصل ہے۔ مگر میں نے آپؐ سے سنا ہے کہ ''جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا گھر دوزخ میں بنا لے''۔ حضرت زید بن ارقمؓ سے جب کہا جاتا کہ ہمیں حدیثیں سناؤ تو وہ کہتے ''ہم بوڑھے ہو کر حدیثیں بھول گئے۔ حضورؐ کی حدیثیں بیان کرنا معمولی کام نہیں''۔

سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں کہ میں سعد بن مالکؓ کا مدینہ سے مکہ تک رفیقِ سفر رہا۔ اس دوران انہوں نے مجھے ایک حدیث بھی نہ سنائی۔ امام شعبی کا قول ہے ''میں سال بھر تک حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہم نشین رہا۔ میں نے کبھی ان کو حدیث روایت کرتے نہ سنا''۔

حضرت انس بن مالکؓ جب حدیث روایت کر کے فارغ ہوتے تو کہا کرتے تھے ''او کما قال'' (یا آپ نے جیسا بھی فرمایا) تاکہ جھوٹ سے احتراز کیا جائے۔

اور اس قسم کے کثیر اقوال و آثار جن سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ صحابہؓ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حزم و احتیاط کی بنا پر حدیثیں کم روایت کرتے تھے۔ مبادا منافقین حدیث کو اپنی اغراضِ خبیثہ پورا کرنے کا ذریعہ بنالیں۔ مزید برآں وہ حضورؐ کی اس حدیث سے بھی آگاہ تھے کہ ''کثرتِ حدیث سے پرہیز کیجئے۔ اور جو شخص حدیث روایت کرے وہ سچی روایت بیان کرے''۔ (احمدؒ حاکمؒ ابن ماجہ) صحابہؓ حضورؐ کے اس ارشاد گرامی سے آگاہ تھے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کا دامن تھامے رکھو''۔

٤۔ روایت حدیث میں حزم و احتیاط:

حضرات صحابہؓ جس طرح روایت حدیث میں قلت کا حکم دیتے تھے اور کثرت سے منع کرتے تھے۔ اسی طرح راوی اور مروی دونوں کے بارے میں حزم و احتیاط کی راہ پر گامزن تھے۔ اس ضمن میں وہ کتاب اللہ اور احادیث متواترہ و مشہورہ سے استناد و احتجاج کرتے تھے۔ حدیث سے استدلال کرتے وقت حددرجہ حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے۔ جس حدیث سے ان کا دل مطمئن ہوتا' مثلاً یہ کہ متواتر یا مشہور ہو' یا اس قسم کی خبر واحد ہو جس کے راوی میں ایسا کوئی شخص نہ ہو جس کے حفظ و ضبط میں شک کی گنجائش ہو' اس کو قبول کر کے عمل کرتے اور اس پر گواہ طلب کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔ جس حدیث میں شک محسوس کرتے اس پر گواہ طلب کرتے۔ اگر مشکوک کی صداقت شہادت سے ثابت نہ ہوتی یا وہ حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہوتی تو اس کو رد کر دیتے۔

اس ضمن میں چند روایات ملاحظہ ہوں۔

١۔ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں حضرت ابوبکرؓ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ ابوبکرؓ اوّلین شخص تھے جنہوں نے قبولیتِ احادیث میں احتیاط سے کام لیا۔ ابن شہاب حضرت قبیصہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دادی حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئی کہ اس کے پوتے کے ترکہ سے اسے ورثہ دلایا جائے۔ کہنے لگے میں خدا کی کتاب میں تمہارے لئے کچھ نہیں پاتا۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ حضورؐ نے تمہارے لئے ترکہ میں سے حصہ مقرر کیا ہے پھر اس ضمن میں لوگوں سے پوچھا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت مغیرہؓ کھڑے ہو گئے کہنے لگے رسول کریمؐ دادی کو ترکہ میں سے چھٹا حصہ دلایا کرتے تھے۔ فرمایا "کوئی اور شخص تمہاری تائید کرے گا؟" چنانچہ محمد بن مسلمہؓ نے ان کے حق میں شہادت دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے دادی کو چھٹا حصہ دلا دیا۔

۲۔ حافظ ذہبی حضرت عمرؓ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ وہ اولین شخص تھے۔ جس نے روایت حدیث میں بیدار مغزی اور احتیاط کی راہ نکالی۔ جب آپ کو شک پڑ جاتا تو قبولیت میں توقف فرماتے۔ حضرت ابوسعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو دروازہ کے شگاف میں سے تین مرتبہ سلام کیا اور جب اندر آنے کی اجازت نہ ملی تو لوٹ گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا اور پوچھا کہ آپ لوٹ کیوں گئے تھے؟ کہنے لگے میں نے نبی اکرمؐ سے سنا' آپؐ فرماتے تھے۔ جب کوئی شخص تین مرتبہ سلام کہے اور اسے جواب نہ دیا جائے تو واپس لوٹ جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس حدیث کی تائید میں شہادت پیش کیجئے۔ ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے تو ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے ماجرا کہہ سنایا اور پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے یہ حدیث سنی ہے؟ ہم نے کہا "یہ حدیث ہم سب نے سنی ہے"۔ چنانچہ ایک شخص ان کے ساتھ چلا گیا اور حضرت عمرؓ کے سامنے شہادت دی۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۳۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے دریافت کیا کہ جب کوئی شخص کسی عورت کا حمل ساقط کر دے تو اسے کیا پاداش ادا کرنا ہوگی؟ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا رسول کریم نے ایک عورت کو ایک غلام دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا گواہ پیش کیجئے۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے ان کے حق میں شہادت دی۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۴۔ امام ذہبی روایت کرتے ہیں کہ ہشام کے والد نے جب ایک حدیث بیان کی تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ شہادت پیش کیجئے۔ وہ باہر نکلا' تو چند انصاری صحابہؓ کھڑے تھے۔ اس نے ماجرا بیان کیا۔ وہ کہنے لگے ہم نے نبی اکرم ﷺ سے یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث سنی ہے- حضرت عمرؓ یہ سن کر کہنے لگے ''میں آپ پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگاتا- میرا مقصد صرف تحقیق کرنا تھا''-

۵- امام ذہبی حضرت علیؓ کے ترجمہ میں اسماء بن حکمؒ الفزاری سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''جب میں براہ راست آنحضور ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تو مستفید ہوتا- اور جب کوئی دوسرا شخص مجھے حدیث سناتا- تو اسے حلف دیتا- جب حلف اٹھالیتا تو اس کی تصدیق کرتا''- حضرت علیؓ فرماتے ہیں ابوبکر صدیقؓ نے مجھے یہ حدیث سنائی- اور ابوبکرؓ نے سچ فرمایا- کہ میں نے نبی اکرمؐ کو فرماتے سنا کہ ''جو مسلمان شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرکے وضو کرے اور پھر دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے''-

۶- اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کو رد کر دیا- جس میں مذکور ہے کہ شب معراج نبی کریمؐ نے اپنے رب کو دیکھا- کیونکہ قرآن میں اس کے خلاف مذکور ہے- ارشاد فرمایا-

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ (الانعام:۱۰۳)

''آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرسکتا ہے''-

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں' جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضورؐ نے شب معراج خداوند تعالیٰ کو دیکھا اس نے زبردست جھوٹ بولا- یہ ان کے اجتہاد پر مبنی ہے- بعض علماء حضرت عائشہؓ کے خلاف ہیں- ان کے نزدیک مذکورہ صدر آیت کے معنی یہ ہیں کہ ''آنکھیں ذاتِ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کرسکتیں- اگر یہ مفہوم مراد لیا جائے تو آیت و حدیث میں کسی قسم کا تعارض باقی نہیں رہتا-

جس طرح سیدہ عائشہؓ متنِ حدیث پر غور کرکے اس پر نقد و جرح کرتیں اور اسے قرآن کے معیار پر رکھ کر جانچتی پرکھتی تھیں- اسی طرح وہ راوی کے حفظ و ضبط کا امتحان بھی لیا کرتی تھیں-

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے عروہ بن زبیرؓ سے کہا اے بھانجے! مجھے پتہ چلا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ہمارے یہاں سے گزر کر حج کو جا رہے ہیں۔ ان کو مل کر چند مسائل پوچھئے۔ اس لئے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے بہت استفادہ کیا تھا۔ جناب عروہ نے حسب ارشاد حضرت عبداللہؓ کو مل کر چند باتیں دریافت کیں۔ ان کے جواب میں حضرت عبداللہؓ نے جو احادیث ذکر کیں۔ ان میں سے ایک حدیث یہ بھی تھی کہ حضورؐ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ یوں لوگوں کے سینوں سے علم کو جھٹ پٹ کھینچ نہیں لے گا۔ بلکہ وہ علماء کو وفات دے دے گا۔ اور اس طرح علم لوگوں کے درمیان سے اٹھ جائے گا۔ لوگوں میں جاہل باقی رہ جائیں گے۔ جو بغیر دلیل و برہان فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے''۔

عروہؓ کا بیان ہے ''جب میں نے یہ حدیث حضرت عائشہؓ کو سنائی تو انہیں بڑا تعجب ہوا۔ اور اس سے انکار کر دیا۔ کہنے لگیں ''کیا یہ حدیث عبداللہؓ نے خود رسول اکرمؐ سے سنی ہے؟ عروہؓ نے کہا ''جی ہاں''۔ ایک سال گزرنے پر جب پھر حضرت عبداللہؓ آئے تو حضرت عائشہؓ نے عروہؓ سے کہا کہ حضرت عبداللہؓ سے مل کر پھر اسی حدیث کے بارے میں پوچھئے۔ عروہؓ کہتے ہیں، میں نے مل کر حضرت عبداللہؓ سے پھر اس حدیث کے بارے میں جب سوال کیا۔ تو انہوں نے وہ حدیث من وعن بیان کر دی۔ پھر میں نے حضرت عائشہؓ کو بتایا۔ فرمانے لگیں ''میرا خیال ہے کہ ان کی بیان کردہ حدیث درست ہے۔ عبداللہؓ نے (ایک سال گزرنے کے باوجود) اس کے الفاظ میں کچھ کمی بیشی نہیں کی۔ (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۴۳)

حضرت عائشہؓ نے گویا حضرت عبداللہؓ کی قوت حفظ و ضبط کا امتحان لیا۔ پہلی مرتبہ انہیں شک گزرا۔ جب دوسری مرتبہ معلوم ہوا کہ عبداللہ نے حدیث کے الفاظ میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کی۔ حالانکہ پورا ایک سال گزر چکا تو انہیں یقین آ گیا کہ ان کا حافظہ مضبوط ہے۔ اس لئے ان کی تصدیق کی اور ان کی روایت کو قبول کر لیا۔

اس قسم کے آثار و اقوال جو بکثرت ہیں اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں کہ صحابہؓ حدیث کو بڑی لے دے کے بعد قبول کرتے تھے۔ وہ حدیث اور اس کے راوی کو نقد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجرح کے ترازو میں رکھ کر جانچتے پرکھتے تھے۔ اور حضورؐ کی وفات کے بعد یہ ایک فطری امر تھا۔ اس لئے کہ جب تک حضورؐ بقید حیات تھے۔ اس وقت وہ آپؐ سے مل کر حدیث کے بارے میں سوال کر سکتے تھے۔ مگر آپؐ کی وفات کے بعد اس کا امکان نہ تھا۔

۵۔ عسیر الفہم احادیث روایت کرنے کی ممانعت:

ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ ذہین و فطین صحابہؓ کو حضورؐ خصوصی علوم سے بہرہ ور کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ عوام کو ان علوم سے آشنا نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ وہ ان کے سمجھنے سے قاصر رہ کر فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔

ایک مرتبہ سرور کائنات ﷺ اونٹ پر سوار تھے اور حضرت معاذؓ آپ کے ہمرکاب تھے۔ فرمایا ''اے معاذؓ بن جبل جو شخص بھی خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کہہ دے۔ خدا اس پر آتش جہنم کو حرام کر دے گا''۔ حضرت معاذؓ نے کہا یا رسول اللہؐ میں لوگوں کو بتا نہ دوں وہ سن کر خوش ہو جائیں گے۔ فرمایا ''نہیں۔ اس طرح وہ کلمہ پر ہی بھروسہ کر لیں گے۔ اور اعمال صالحہ ترک کر دیں گے''۔ جب حضرت معاذؓ فوت ہونے لگے تو یہ حدیث بیان کی۔ تاکہ وہ کتمانِ علم کے مرتکب نہ ٹھہریں۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ کو رسول کریمؐ نے حکم دیا تھا کہ مندرجہ صدر حدیث معاذؓ کے مضمون سے لوگوں کو آگاہ کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے ابوہریرہؓ کو اس اقدام سے باز رکھا اور نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ کیا آپؐ نے ابوہریرہؓ کو فلاں بات کا حکم دیا تھا؟ حضورؐ نے اثبات میں جواب دیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی حضورؐ ایسا نہ کیجئے' مجھے ڈر ہے کہ کہیں لوگ اس پر بھروسہ نہ کر لیں۔ لہٰذا آپ لوگوں کو عمل کرنے دیجئے''۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان)

امام مسلمؒ نے مقدمہ صحیح مسلم میں روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

''آدمی کے لئے یہی جھوٹ کافی ہے کہ جو بات سنے اسے بیان کر دے''۔

عوام کو ناقابل فہم باتیں بتانا شرعاً اس لئے ممنوع ہے کہ وہ ایسی باتیں سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ جب وہ ایک بات کو سمجھ نہ پائیں گے تو اسے جھٹلائیں گے۔ اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس طرح ان کا اعتماد اس راوی سے اٹھ جائے گا- اور اگر وہ اس کی تکذیب نہ کریں گے اور جو بات سمجھ میں آ جائے اس پر عمل کریں گے- تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے گی اس کو چھوڑ دیں گے- اس سے بعض شرعی احکام کا ترک کرنا لازم آئے گا- اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس شخص نے وہ حدیث بتائی تھی- اس نے وہ حدیث بیان کر کے ان کو شرعی احکام پر عمل کرنے سے روک دیا- بلکہ اس سے بڑھ کر ہم یہ کہتے ہیں کہ لوگوں کو ایسی باتیں بتانا' جو ان کی سمجھ میں نہ آ سکیں- ان کو دین کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا کر دینے کے مترادف ہے- اسی لئے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں-

''لوگوں کو وہ بات بتایئے جو ان کی سمجھ میں آ سکے- کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے''-

خلافت راشدہ میں حضورؐ کے صحابہؓ آپ کی ہموار کردہ راہ پر گامزن رہے اور عوام کے لئے جو باتیں ناقابل فہم تھیں' ان کے بتانے سے احتراز کرتے رہے- مبادا وہ فتنہ میں مبتلا ہو کر بعض دینی فرائض کو چھوڑ بیٹھیں-

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ''جس قوم کو بھی آپ ایسی باتیں بتائیں گے جو ان کی سمجھ میں نہ آ سکے' وہ بعض لوگوں کے لئے فتنہ کی موجب ہوگی- (مقدمہ صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے دو باتیں سن کر یاد کی تھیں- ایک لوگوں کو بتا دی- اگر دوسری بھی بتا دوں تو میرا گلا کٹ جائے- (صحیح بخاری)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ''لوگوں کو وہ باتیں بتاؤ جو ان کی سمجھ میں آ جائیں- کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو جھٹلایا جائے''-

امام ابن عبدالبر نے اسی قسم کی ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے بھی نقل کی ہے- غرض یہ کہ حضرات صحابہؓ تابعینؒ اور ائمہ کرام شروع ہی سے ایسی حدیثوں کو روایت کرنے سے روکتے رہے جو لوگوں کی کم فہمی کی وجہ سے فتنہ وفساد کی موجب و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محرک ہوسکتی ہوں- یا جن کو اصحاب بدعت اور گمراہ سلاطین ان کے ظاہری الفاظ کی بنا پر اپنے ناروا مقاصد اور جور و استبداد کے لئے استعمال کر سکتے ہوں- حضرت انسؓ نے جب حجاج ثقفی کو قبیلہ عرینہ کے واقعہ پر مشتمل حدیث سنائی تو حضرت حسن بصری اس پر معترض ہوئے تھے- اس لئے کہ حجاج نے تاویل کر کے اس سے ناروا خون ریزی کا جواز نکالا تھا- امام احمد بن حنبلؒ ان احادیث کی نقل و روایت سے منع کیا کرتے تھے جن کے ظاہری الفاظ سے حاکم وقت کے خلاف بغاوت کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے- قاضی ابو یوسفؒ ایسی احادیث کے روایت کرنے کو ناپسند کیا کرتے تھے- جن میں کوئی نرالی یا انوکھی بات بیان کی گئی ہو-

ائمہ کرام نے ایسی احادیث کی نقل و روایت سے اسی لئے منع کیا تھا تاکہ دین اصحابِ بدعت کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہے اور اُمت مسلمہ ان فتنہ بازوں کے دام فریب میں نہ آنے پائے- اس لئے کہ باطل پرست اور اباحیت پسند لوگ احادیث کے ظاہری الفاظ سے استدلال کر کے اور دینی محرمات کو حلال ٹھہرا کر شعوری یا غیر شعوری طور پر کفر کا ارتکاب کرتے رہے ہیں- یہ بات اکثر و بیشتر ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جو اپنے آپ کو دین کا داعی و مبلغ قرار دیتے ہیں- کسی نے سچ کہا ہے کہ جاہل داعیوں کی وجہ سے مذاہب آفات کی آماجگاہ بن جاتے ہیں''- اس لئے صحابہؓ ایسی احادیث کی نشر و اشاعت سے دامن بچاتے رہے جو کوتاہ نظری کے باعث غلط فہمی کی باعث بن سکتی ہوں یا جن سے اصحابِ بدعات و اہواء ناجائز فائدہ اٹھا سکتے ہوں- تاکہ خدا کی زمین فتنہ و فساد کی آماجگاہ نہ بننے پائے- (فتح الباری ج ا ص ۱۶۰)

۶- صحابہ کے طرز روایت پر اعتراض اور اس کا جواب:

معترض کہہ سکتا ہے کہ صحابہؓ روایتِ حدیث میں چنداں دلچسپی نہیں لیتے تھے- اس لئے کہ وہ صرف نصوصِ قرآنی اور احادیث مشہورہ پر عمل کرتے تھے- اس کے بعد اگر انہیں ضرورت لاحق ہوتی تو اپنی رائے پر عمل کرتے- اسی لئے وہ حدیثیں کم روایت کرنے کا حکم دیا کرتے تھے- صحابہؓ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ وہ اکثر نو پید مسائل میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی رائے کو معمول بہا بناتے تھے- اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے بعض احادیث کو رد کردیا تھا- اور بعض کی صحت کے بارے میں شہادت طلب کی یا راوی کو حلف دلایا تھا- کہ اس نے فلاں روایت نبی کریم ﷺ سے سنی ہے- مندرجہ صدر امور سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ اخبار آحاد کو رد کرتے اور رائے کو نص کے مقابلہ میں ترجیح دیا کرتے تھے-

اس اعتراض کے جوابات حسب ذیل ہیں:

۱- صحابہؓ نے تقلیل روایت کا حکم اس لیے دیا تھا کہ کثیر الروایت راوی سے غلطی کا احتمال رہتا ہے- بخلاف ازیں قلیل الروایت راوی احادیث کو زیادہ محفوظ رکھ سکتا ہے- صحابہؓ کے کثرت روایت سے روکنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ منافقین کو اس بات کا موقعہ نہ ملے کہ وہ اپنے حسب منشا احادیث وضع کرکے احادیث صحیحہ میں شامل کردیں- علاوہ ازیں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اچھی طرح قرآن کریم نہ پڑھ سکتے تھے اور اس کا خطرہ دامنگیر تھا کہ اگر وہ کسی اور چیز میں مشغول ہو گئے تو قرآن کریم کی قراءت و تلاوت سے محروم رہیں گے- حالانکہ وہ دین اسلام کا اولین ماخذ ہے-

۲- جہاں تک سماع حدیث کے بارے میں گواہ طلب کرنے یا راوی کو حلف دینے کا تعلق ہے- صحابہؓ ہمیشہ ایسا نہیں کرتے تھے- بخلاف ازیں ایسا اس وقت کرتے تھے' جب انہیں راوی کے حفظ و ضبط کے بارے میں شک گزرتا تھا- اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ بعض صحابہؓ کی ایسی روایت بھی قبول کرلیا کرتے تھے' جن کو ان کے سوا دوسرے کسی صحابیؓ نے روایت نہ کیا ہوتا تھا- بشرطیکہ صحابہؓ کو راوی کے حافظہ پر اعتماد ہو-

مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ضحاک بن سفیانؓ کی یہ روایت قبول کرلی کہ نبی کریم ﷺ نے ضحاکؓ کو لکھا تھا کہ اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کی دیت سے ورثہ دلایا جائے- حضرت عمرؓ نے ضحاک سے کوئی گواہ طلب نہ کیا- اسی طرح جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی کہ جس جگہ وبا پڑ چکی ہو وہاں جانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں چاہیے-تو حضرت عمرؓ جو کہ عازم شام تھے- یہ حدیث سن کر مقام سرغ سے واپس مدینہ لوٹ آئے- حالانکہ حضرت عمرؓ کے ساتھ جو مہاجرین و انصار موجود تھے- ان میں سے کسی کو بھی یہ حدیث معلوم نہ تھی- جناب فاروقؓ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کوئی تائیدی شہادت طلب نہ کی-

سابق الذکر حدیث میں حضرت علیؓ کا یہ مقولہ مذکور ہے کہ و حدثنی ابو بکر و صدق ابو بکر ''ابوبکر نے مجھے یہ حدیث سنائی اور ابوبکر نے سچ فرمایا''-

چونکہ حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ کو صادق القول تصور کرتے تھے- اس لئے انہوں نے ابوبکرؓ کو حلف نہ دیا- حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ ''میں آپ پر تہمت نہیں لگاتا- صرف تصدیق کرنا چاہتا ہوں- اس لیے میں نے گواہ طلب کیا ہے''-

۳- باقی رہی یہ بات کہ صحابہؓ حدیث کو چھوڑ کر رائے پر عمل کرتے تھے تو یہ غلط ہے- اور واقعات و آثار اس کی تردید کرتے ہیں- چنانچہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں-

''رائے سے احتراز کیجئے- اس لئے کہ اصحاب الرائے سنت کے دشمن ہوتے ہیں- وہ احادیث کو حفظ کرنے سے قاصر رہتے ہیں- عنقریب ایک ایسی قوم ظہور پذیر ہوگی جو قرآن کی آیات و متشابہات کا سہارا لے کر تم سے جھگڑے گی- احادیث کے ذریعے ان پر گرفت کرو- اس لئے کہ اصحاب الحدیث کتاب کو زیادہ بہتر جانتے ہیں- جس طرح تم قرآن سیکھتے ہو' اسی طرح فرائض اور سنتیں سیکھا کرو''-

رائے کے بارے میں صحابہؓ سے جو کچھ منقول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب طلب و تلاش کے باوجود صحابہؓ کو حدیث نہ ملتی تو وہ رائے سے کام لیتے اور کہا کرتے تھے-

یہ ہماری ذاتی رائے ہے- اگر غلط نکلی تو ہمارا اور شیطان کا قصور ہے اور اگر درست ثابت ہوئی تو یہ عنایتِ خداوندی ہے''-

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اگر اس کے بعد ان کو حدیث نبوی مل جاتی تو رائے کو ترک کر کے حدیث پر عمل کرتے۔ جناب میمون بن مہران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''جب کوئی نیا مسئلہ حضرت ابوبکرؓ سے دریافت کیا جاتا تو اس کا فیصلہ کتاب اللہ میں تلاش کرتے۔ اگر اس کا حل مل جاتا' تو اس کے مطابق فیصلہ صادر کرتے۔ ورنہ حدیثِ رسول میں تلاش کرتے۔ اگر تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو اس کی روشنی میں فیصلہ کرتے۔ اور اگر تلاش میں کامیابی نہ ہوتی تو لوگوں سے پوچھتے کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضورؐ نے اس معاملہ میں کیا فیصلہ کیا ہے؟ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ کچھ لوگ کھڑے ہو کر کہتے کہ حضورؐ نے اس ضمن میں یہ فیصلہ فرمایا تھا۔ اگر سنت رسولؐ میں اس کا حل نہ ملتا تو سرکردہ لوگوں کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ طلب کرتے۔ جب وہ ایک مسئلہ پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے''۔

میمون بن مہران مزید فرماتے ہیں۔

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طریق کار بھی یہی تھا۔ جب کسی مسئلہ کا حق انہیں کتاب و سنت میں نہ ملتا تو پوچھتے کہ کیا ابوبکرؓ نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہے؟ اگر کسی فیصلہ کا پتہ چلتا تو اس کے مطابق فتویٰ دیتے۔ ورنہ اہل علم صحابہؓ کو جمع کر کے مشورہ کرتے۔ جب کسی بات پر ان کے یہاں اتفاق رائے ہو جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ صادر کرتے''۔

جناب فاروق اعظمؓ نے جب جناب شُریحؒ کو کوفہ کا قاضی بنا کر بھیجا تو یہ نصیحت فرمائی۔

''دیکھیے جو بات آپ کو قرآنِ عزیز میں نظر آئے' اس کے بارے میں کسی سے مت پوچھیے۔ اور جو بات کتاب اللہ میں نہ ملے' اس میں سنتِ رسولؐ کی پیروی کیجیے۔ جو بات سنتِ رسول میں بھی نہ ملے' اس کے بارے میں اپنی رائے سے اجتہاد کیجیے''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

''جب کسی شخص کو کسی نئے مسئلہ کا سابقہ پڑے' وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے۔ اگر کتاب میں اس کا حل نہ ملے تو حدیثِ رسولؐ کی روشنی میں طے کرے۔ اگر ایسا حادثہ رونما ہو' جو کتاب اللہ میں بھی مذکور نہیں اور نبی کریم ﷺ نے بھی اس ضمن میں کوئی فیصلہ صادر نہیں فرمایا۔ تو اس کو اس طرح حل کرے جس طرح خدا کے نیک بندوں نے کیا ہو۔ اگر اس کی نظیر بھی نہ مل سکے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور شرمائے نہیں''۔ (اعلام الموقعین ج ا ص ۵۱ و حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۲۹)

اس قسم کے اقوال و آثار لاتعداد ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے سنتِ رسولؐ سے انحراف کر کے اپنی رائے سے عمل کیا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''اگر دین کا انحصار رائے پر ہوتا تو موزہ کی نچلی جانب مسح کرنا بالائی طرف کے مسح سے افضل ہوتا''۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ' معاذ بنؓ جبل' عبداللہ بن عمرؓ' سہل بنؓ حنیف' معاویہ' ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمان رضی اللہ عنہم یہ تمام اکابر صحابہ رائے کی مذمت فرماتے اور اتباعِ سنت کی تاکید کرتے تھے''۔

مندرجہ صدر بیانات سے یہ حقیقت منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتی ہے کہ حدیث نبوی صحابہ کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ وہ حدیث نبوی کی روشنی میں چلتے اور اس کو آخری درجہ کی اہمیت دیتے تھے۔ اور اگر صحیح مقصد کی خاطر وہ روایتِ حدیث کم کرنے کا مشورہ دیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ سنت کو کچھ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اگر یہ بات ہوتی تو روایت کی قلت ہو یا کثرت' دونوں ان کے نزدیک شجرۂ ممنوعہ ہوتیں۔ یہ حقیقت قبل ازیں واضح ہو چکی ہے کہ صحابہؓ حدیث نبوی کے مرتبہ و مقام سے آشنا تھے اور اسی لئے وہ اس کو بے حد قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ قرآن کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح سنت کی جمع وتدوین انجام نہ دے سکے- اس کے وجوہ واسباب ہم آگے چل کر بیان کریں گے- اس میں شبہ نہیں کہ احادیث نبویہ کو انہوں نے اپنے سینوں میں جگہ دی اور اس کے حفظ وضبط کا پورا پورا اہتمام کیا- اس پر مزید یہ کہ خداوندِ کریم نے ان کو عدیم النظیر قوتِ حافظہ سے بہرہ ور کیا ہوا تھا-

صحابہؓ کے بارے میں جو یہ مذکور ہے کہ انہوں نے بعض احادیث کو تسلیم نہیں کیا تھا- اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ وہ اس حدیث کے راوی کو ضعیف سمجھتے تھے یا ان کے نزدیک دوسری قوی تر حدیث اس کی ناسخ یا معارض ہوتی ہے- جس طرح حضرت عائشہؓ نے اس حدیث کو تسلیم نہیں کیا تھا' جس میں مذکور ہے کہ شبِ معراج حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا- اور جس طرح حضرت عمرؓ نے فاطمہؓ بنت قیس کی اس روایت کو رد کر دیا تھا- کہ مطلقہ ثلاثہ ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نان ونفقہ اور سکونت نہیں دلوائی تھی- فاطمہؓ کے بیان کے برعکس حضرت عمرؓ نے یہ فتویٰ دیا کہ جس عورت کو تین طلاقیں ہو جائیں اس کو نفقہ اور سکونت ملے گی- اس کی دلیل میں وہ یہ آیت پیش کرتے تھے-

﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ (الطلاق : ۱)

''ان عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں بجز اس صورت کے جب کہ وہ بظاہر بے حیائی کی مرتکب ہوں''-

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ''ایک عورت (فاطمہ بنت قیس) کے کہنے پر ہم خدا کی کتاب اور نبی کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتے- جب کہ یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ سچ بولتی ہے یا جھوٹ اسے یاد بھی ہے یا نہیں''-

اور اس قسم کے دیگر واقعات جن میں صحابہؓ کسی حدیث کو تسلیم نہ کرنے کے لئے مجبور ومعذور تھے- مگر حقیقت الامر سے ناآشنا شخص یہ سمجھتا ہے کہ صحابہؓ سنت پر عمل نہیں کرتے حالانکہ صحابہؓ کا دامن اس تہمت سے پاک ہے-

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس بات کی تردید کہ صحابہؓ خبر واحد پر اعتماد نہیں کرتے تھے:

بعض لوگوں کے نزدیک اخبارِ آحاد اس لئے قابل احتجاج نہیں کہ صحابہؓ ان کے قبول کرنے میں توقف سے کام لیتے تھے اور ان پر عمل کرنے سے گریز کیا کرتے تھے- جمہور علماء کے نزدیک اخبار آحاد دین میں حجت ہیں- وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اخبار آحاد کو قبول کرنے میں اس لئے توقف نہیں کرتے تھے کہ وہ ان کو قابل استناد خیال نہیں کرتے تھے- بخلاف ازیں صحابہؓ کے نزدیک اس کے وجوہ و اسباب کچھ اور تھے- لہٰذا صحابہؓ کے توقف کرنے سے تمام اخبار آحاد کا رد کرنا لازم نہیں آتا- اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ بات ان لوگوں کے نزدیک درست ہوگی جو قبول روایت کے لئے تعدد رواۃ کی شرط لگاتے ہیں- بخلاف ازیں جو لوگ قبول روایت کے لئے حدیث کا متواتر ہونا ضروری قرار دیتے ہیں- ان کے نزدیک یہ استدلال درست نہ ہوگا-

اخبار آحاد کی حجیت کے منکرین سے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جن احادیث سے تم اخبار آحاد کی عدم حجیت پر استدلال کرتے ہو وہ بذات خود خبر واحد ہیں- پھر یہ بات کیوں کر صحیح ہے کہ تمام اخبار آحاد کی عدم حجیت پر اخبار آحاد ہی سے استدلال کر رہے ہو؟ کیا یہ کھلا ہوا تناقض نہیں؟ خلاصہ یہ کہ منکرین حجیت نے اخبار آحاد کو قبول نہ کرنے کے سلسلہ میں جو عذرات باردہ پیش کئے ہیں- ان کو معلوم کرتے ہی ان کے استدلال کی کمزوری واضح ہو جاتی ہے-

جب نبی اکرم ﷺ نے نماز عصر کی چار کے بجائے دو رکعتیں ادا کیں اور ذوالیدینؓ نامی صحابیؓ نے عرض کی کہ حضورؐ! ''کیا نماز کم ہوگئی یا آپ بھول گئے''- تو آپؐ نے ان کی بات تسلیم کرنے میں توقف سے کام لیا- اس کے دو سبب تھے- ایک یہ کہ جب ذوالیدینؓ کے علاوہ نماز میں دیگر صحابہؓ بھی شریک تھے تو سوال کرنے میں وہ ذوالیدینؓ کے ہمنوا کیوں نہ ہوئے؟ اتنے صحابہؓ میں سے صرف ایک کا معترض ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ غلطی پر ہے- اگر اس کا خیال درست ہوتا تو دیگر صحابہ رضی اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ عنہم بھی اس کے ساتھ معترض ہوتے۔ ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی بات کو تسلیم نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ صحابہؓ کو یہ بات سکھلانا چاہتے تھے کہ ایسے مواقع پر توقف ہی سے کام لینا چاہئے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ ایک کی بات مان لی جائے اور خاموش رہنے والی اکثریت کو درخور اعتنا نہ خیال کیا جائے۔ خصوصاً جب کہ وہ شریک واقعہ بھی تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب مغیرہؓ کی روایت فی الفور اس لئے قبول نہ کی کہ وہ یہ بات معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آیا یہ حدیث منسوخ تو نہیں؟ یا اس لئے کہ تائیدی شہادت مل جانے سے حضرت مغیرہ کی روایت اور زیادہ پختہ ہو جائے گی۔ حضرت ابوبکرؓ کے توقف فرمانے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لوگ روایت حدیث میں سہل انگاری سے کام نہ لینے لگیں۔ ورنہ جناب صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ خبر واحد کو تسلیم کر لیا کرتے تھے۔ اور اس پر معترض نہیں ہوا کرتے تھے۔

جناب فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت کردہ طلب اذن سے متعلق حدیث میں جو توقف کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر احادیث کی نقل و روایت میں سہل انگاری سے کام لیا جاتا تو منافقین کے حوصلے بڑھ جاتے۔ اور وہ حسب منشا حدیثیں وضع کر کے ان کو رسول کریم ﷺ کی جانب منسوب کر دیتے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کے حق میں تائیدی شہادت دی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

''میں آپ پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگانا چاہتا۔ مجھے اس بات کا خطرہ دامنگیر تھا کہ مبادا لوگ حدیثیں گھڑ کر ان کو رسول کریمؐ کی جانب منسوب کر دیا کریں۔ امام و خلیفہ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جہاں اس قسم کی حکمت و مصلحت موجود ہو وہاں توقف سے کام لے اور حدیث کو بلا تحقیق قبول نہ کرے''۔

اگر اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اخبار آحاد کی حجیت کے منکرین نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب اقوال و آثار سے کام لیا ہے وہ ان کے مدعا پر دلالت کرتے ہیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی معارض ایسی احادیث ہیں جو ان کی نسبت زیادہ صحیح اور مشہور تر ہیں۔ ہم قبل ازیں ذکر کر چکے ہیں کہ سرورِ کائنات ﷺ بعض اوقات صرف ایک ہی صحابی کو کوئی پیغام یا خط دے کر اطراف ملک میں بھیجتے اور لوگوں کے لئے آنحضور ﷺ کے دیئے ہوئے پیغام کو قبول کرنا ایک لازمی امر تھا۔ آج تک یہ بات نہیں سنی گئی کہ کسی شخص نے حضور ﷺ کے فرستادہ کی بات صرف اس لئے رد کر دی ہو کہ یہ ایک آدمی کی دی ہوئی خبر ہے۔ البتہ بیرونی قبائل آنحضور ﷺ کی خدمت میں وفد اس لئے بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ جو باتیں آپ ﷺ سے سنیں پورے وثوق و اعتماد کے ساتھ اپنی قوم تک پہنچا دیں۔ نیز اس لئے کہ وہ آپ کی زیارتِ مقدسہ سے مشرف ہوں اور آپ ﷺ کے زرّیں نصائح سے اپنا دامن مالا مال کر کے واپس لوٹیں۔

(المستصفیٰ للغزالی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسرا دور

حدیث خلافتِ راشدہ کے بعد تا اختتام

پہلی صدی ہجری

یہ باب مندرجہ ذیل مباحث پر مشتمل ہے۔

۱۔ خلافت راشدہ کے سیاسی حالات اور فرقوں کا ظہور و شیوع

۲۔ ظہور خوارج اور روایت حدیث پر ان کے اثرات

۳۔ فرقہ شیعہ' ان کے عقائد اور روایتِ حدیث پر ان کے اثرات

۴۔ حدیث کی جمع و تدوین میں صحابہؓ و تابعینؒ کی مساعی جمیلہ

۵۔ حدیث کے اولین مؤلفین و مدونین

۶۔ مشاہیر صحابہؓ کا تعارف

۷۔ رواۃ حدیث تابعین کے سیر و سوانح

۸۔ اس عہد کی روایتِ حدیث پر اعتراض اور اس کا جواب

اب ان کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔خلافتِ راشدہ کے سیاسی حالات اور فرقوں کا ظہور و شیوع:

سرور کائنات ﷺ کی وفات کے بعد جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو بعض قبائل دینی ذمہ داریوں کا جوا اتار کر آزاد منش ہو گئے۔ چنانچہ بعض قبیلے ایسے تھے۔ جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ بعض اسلام سے اس لئے منحرف ہو گئے کہ آنحضورؐ کی وفات کے ساتھ ہی دین اسلام بھی اپنی موت مر چکا ہے۔ حتیٰ کہ بعض گمراہ شعراء نے اس ضمن میں اشعار بھی نظم کیے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان حالات میں وہی کچھ کیا۔ جس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک غیور و جسور تجربہ کار قائد سے توقع کی جا سکتی ہے- چنانچہ آپ نے اس فتنہ کو سر اٹھاتے ہی کچل دیا- اور اس کے جراثیم کو بڑا ہونے سے پہلے ہی ختم کر دیا- جو لوگ دین اسلام پر حملہ آور ہوئے تھے' خائب و خاسر لوٹے- اور ان کی گردنیں احکام خداوندی کے آگے جھک گئیں- حضرتِ ابوبکرؓ دو سال اور چند ماہ مسندِ خلافت پر متمکن رہے- اس قلیل مدت میں اسلام کا جھنڈا سرزمینِ فارس و روم پر لہرانے لگا- آپ نے قرآن عزیز کی جمع و تدوین کا کارنامہ سرانجام دیا اور حدیث کے بارے میں احتیاطی اقدامات کیے-

جناب صدیقؓ نے حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین منتخب فرمایا- فاروقی عہد میں اسلامی فتوحات کا دائرہ شمالاً جنوباً اور شرقاً غرباً ہر جانب وسعت پذیر ہوا- ملک شام و مصر اور جزیرہ اسلامی حکومت کے زیرنگین ہوئے- آپ دس سال اور چند ماہ خلافت کے منصب پر فائز رہے- آپ کے عہد میں نہ قوی شخص آپ کے صبر و تحمل کا امیدوار ہو سکتا تھا اور نہ کمزور آدمی آپ کے عدل و انصاف سے مایوس رہ سکتا تھا- آپ بااثر آدمی کو اس کے جرم کی سزا دیتے اور ضعیف کو اس کا حق دلا کر چھوڑتے تھے- آپ نے احادیث نبویہ کو منافقین کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھا- آپ نے صحابہ کو حفظ قرآن اور حدیثیں کم روایت کرنے کا مشورہ دیا- غرض یہ کہ جملہ امور و افعال سنتِ نبویؐ کے زیر اثر تھے-

خلافت فاروقی کے دوران مسلمانوں میں حد درجہ وحدت اور شیرازہ بندی پائی جاتی تھی- جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت کو رونق بخشی تو اسلامی فتوحات کا دائرہ مزید پھیلا- آپ نے جمع شدہ قرآن کریم کی نقلیں کروائیں اور ان کو اطراف ملک بھیج کر اس اختلاف کا خاتمہ کر دیا جو مسلمانوں کی تفریق کا باعث بننے والا تھا-

آپ بارہ سال تک خلافت کے فرائض سرانجام دیتے رہے- پہلے چھ سال کامل امن و امان اور خوش حالی و فارغ البالی میں گزرے- خلافت عثمانی کے نصف ثانی میں کچھ لوگوں نے آپ پر الزام لگایا کہ آپ اپنے اقارب کو کلیدی مناصب تفویض کر رہے ہیں غیر مسلموں نے اس زرّیں موقع سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ کے برخلاف بغاوت آمادہ کر کے فتنہ کی آگ بھڑکائی۔ دراصل ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں نزاع و جدال پیدا کر کے ملت کا شیرازہ پراگندہ کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے مختلف سنٹروں کے لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے خلاف برانگیختہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں حضرت عثمانؓ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ شہادت عثمانؓ سے قصر اسلام کی بنیادیں ایسی ہلیں کہ پھر انہیں وہ استحکام دوبارہ نصیب نہ ہو سکا۔ ملتِ اسلامی کی وحدت پارہ پارہ ہوگئی۔ حضرت علیؓ بے شک خلیفہ بن گئے۔ مگر آپ کی خلافت کو امن وسکون کا ایک دن بھی میسر نہ آیا۔ اور نہ ہی تمام اسلامی بلاد آپ کے زیر نگیں ہوئے۔ ملک شام شروع ہی سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر تسلط تھا۔ جو اب قصاص عثمانؓ کا دعویٰ لے کر کھڑے ہو گئے اور بیعتِ علیؓ سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ دونوں کے درمیان مہلک لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ جن میں کثیر صحابہؓ مارے گئے۔ بے پناہ لڑائیوں کا سلسلہ جنگ صفین پر جا کر ختم ہوا۔ اس جنگ میں حضرت علیؓ کے رفقاء میں ایک فریق نے تحکیم کے فیصلہ کو قبول کر لیا۔ دوسرے انکار پر مصر رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ بھائی بھائی بن کر گئے تھے۔ مگر جب لوٹے تو ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔

جنگ صفین کے بعد ملت اسلامیہ تین فرقوں میں بٹ گئی۔

۱۔ خوارج:

یہ لوگ تحکیم (حکم بنانا۔ کسی کو ثالث مقرر کرنا) قبول کرنے کو کفر تصور کرتے تھے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ حضرت علیؓ اور ان کے ہمنوا تحکیم قبول کرنے کی بنا پر کافر ٹھہرے اس لئے کہ ان کے خیال میں حکم خدا کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔

۲۔ شیعہ:

حضرت علیؓ کا ساتھ دینے کی وجہ سے ان کو شیعہ (گروہ علی) کہا جانے لگا۔ انہوں نے حضرت علیؓ کی رفاقت میں تحکیم کے فیصلہ کو قبول کرایا تھا۔ امامت کے بارے میں یہ خصوصی عقائد رکھتے ہیں۔ جو دوسرے کسی اسلامی فرقے میں نہیں پائے جاتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲- جمہور:

یہ وہ لوگ تھے جو خروج و تشیع دونوں قسم کی بدعت سے آلودہ نہ ہوئے ان کا ایک گروہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھا اور دوسرا امیر معاویہ کا ہمنوا تھا- تیسرا غیر جانب دار تھا جو کسی کے ساتھ بھی شریک نہ ہوا-

خوارج کا گروہ حضرت علیؓ کے لشکر کے لئے مستقل خطرہ بن گیا اور آپ ان کے ساتھ جنگوں میں الجھے رہے- اس سے حضرت معاویہؓ کو مزید تقویت ملی- یوں بھی آپ کا لشکر وفاداری میں بے نظیر تھا- ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ تین خارجی حضرت علیؓ و معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے- خوارج سمجھتے تھے کہ تینوں اشخاص مسلمانوں کے لئے باعث فتنہ ہیں- اس لئے ان کا قلع قمع ضروری ہے- حضرت عمرو بن العاصؓ اور امیر معاویہؓ تو اس سازش سے زندہ بچ نکلے مگر خارجی حضرت علیؓ کو شہید کرنے میں کامیاب ہو گئے- ان کو عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے شہید کر دیا-

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ نے بالاتفاق ان کے بیٹے حضرت حسنؓ کی بیعت کر لی آپ چھ ماہ چند روز تک مسند خلافت پر فائز رہے- بعد ازاں مسلمانوں کو خون ریزی سے بچانے کے لئے ۴۱ھ میں حضرت معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے- ۴۱ھ کو اسی لئے "عام الجماعۃ" کہا جاتا ہے- کہ اس سال لوگ حضرت معاویہؓ کی خلافت پر جمع ہو گئے تھے- مگر حضرت حسنؓ کے امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہونے کے باوجود شیعہ و خوارج کے جذبات فرو نہ ہوئے- بخلاف ازیں دونوں فریق اپنے عقائد و نظریات میں مبالغہ و افراط سے کام لیتے رہے- جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دونوں مستقل گروہ بن گئے اور انہوں نے حدیث وفقہ پر خاصا اثر ڈالا- اب ہم شیعہ و خوارج میں سے ہر ایک کے متعلق ایک جداگانہ فصل قائم کر کے ان کے مشہور عقائد و تعلیمات کا ذکر کریں گے- اور بتائیں گے کہ انہوں نے حدیث نبویؐ پر کیا اثرات ڈالے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲- خوارج اور خلافت کے بارے میں ان کے نظریات:

یہ وہی فرقہ ہے جس نے حضرت علیؓ کے تحکیم قبول کرنے کی بنا پر ان کے خلاف خروج کیا تھا- یہ عجیب بات ہے کہ پہلے انہوں نے تحکیم کو قبول کیا اور اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا- جب کہ حضرت علیؓ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا- اور اس کے بدترین نتائج سے انہیں آگاہ کیا تھا- مگر خوارج مصر ہوئے اور انہوں نے حضرت علی کی بات نہ مانی-

خوارج کے عام نظریات:

خوارج کی رائے میں خلافت کا انعقاد آزادانہ انتخاب سے ہوتا ہے- جب امام ایک دفعہ منتخب ہو جائے تو وہ اس سے نہ دست بردار ہو سکتا ہے نہ کسی کو حکم ٹھہرا سکتا ہے- خلافت کا تعلق نہ کسی خاص گھرانہ سے ہے اور نہ کسی خاص قبیلہ کے ساتھ- قبیلہ قریش کی بھی اس میں کچھ تخصیص نہیں- خوارج کے نزدیک کافر و فاسق دونوں میں کچھ فرق نہیں- بخلاف ازیں جو شخص بھی حدود اللہ سے تجاوز کرتا ہے وہ فاسق ہے اور فاسق ان کے نزدیک کافر ہے- اس کی وجہ یہ ہے کہ خوارج کی رائے میں عمل جزو ایمان ہے- اس لئے کبائر کا ارتکاب کرنے والا ان کی نگاہ میں کافر ہے-

خوارج حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت کو تسلیم کرتے تھے- اس لئے کہ ان کا انتخاب صحیح طور پر ہوا تھا- حضرت عثمان کی خلافت کے ابتدائی سالوں کو وہ درست تسلیم کرتے تھے- کیونکہ ان میں وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی استوار کردہ راہ پر گامزن رہے- جب آپ نے اپنے اقارب کو کلیدی مناصب تفویض کئے تو خوارج آپ کے خلاف بھڑک اٹھے- حضرت علیؓ کی خلافت بقول خوارج تحکیم کو قبول کرنے تک درست تھی- جب آپ نے جنگ صفین میں اپنے اور امیر معاویہؓ کے درمیان حکم مقرر کر لئے تو کافر ٹھہرے- (نعوذ باللہ من ذالک) - خوارج اس کی دلیل یہ دیتے تھے کہ حضرت علیؓ نے خدا کے دین میں اشخاص و رجال کو حکم بنایا- حالانکہ فیصلہ صادر کرنا تو صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے- وہ اس کی دلیل میں یہ آیت پیش کرتے تھے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المائدہ: ۴۴)

''اور جو خدا کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں''۔

امیر معاویہؓ خوارج کی نگاہ میں جبراً خلافت پر قابض ہوئے تھے اور اس لئے غاصب تھے۔ ان کا زاویۂ نگاہ یہ تھا کہ جو شخص امیر معاویہؓ کے ساتھ تعاون کرے اور حضرت عثمانؓ و علیؓ سے بیزاری کا اظہار نہ کرے وہ کافر اور مباح الدم ہے۔ بنا بریں حضرت علیؓ اور ان کے ہمنوا اور اسی طرح امیر معاویہؓ اور ان کے رفقاء نیز حضرت عثمانؓ اور جو شخص بھی ان تمام لوگوں سے اظہار براءت نہیں کرتا' خوارج کی رائے میں کافر اور مباح الدم ہے۔

کچھ یوں نظر آتا ہے کہ خوارج دراصل درشت طبع اور سنگدل قسم کے بدوی لوگ تھے۔ اسی قسم کے لوگوں کے بارے میں قرآن نے کہا ہے۔

﴿اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ﴾ (التوبہ: ۹۷)

''بدوی لوگ کفر و نفاق میں نہایت سخت ہیں اور اس لائق ہیں کہ جو چیز اللہ نے اپنے رسولؐ پر اتاری ہے۔ اس کی حدود سے آگاہ نہ ہوں''۔

صحابہؓ جو نورِ نبوت سے مستنیر ہوئے تھے۔ اور جنہوں نے صحیح طور سے قرآن کریم کا فہم و ادراک حاصل کیا تھا' ان میں سے کوئی بھی خوارج میں موجود نہ تھا۔ اس لئے خوارج کا ظواہر قرآن سے دھوکہ کھا جانا کچھ عجب نہیں۔ اور اگر وہ قرآن عزیز میں فکر و نظر کی زحمت گوارا کرتے تو انہیں ایسی آیات ضرور مل جاتیں' جن میں حکم بنانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ مثلاً قرآن حکیم میں فرمایا۔

﴿فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا﴾ (النساء: ۳۵)

''پس ایک ثالث خاوند کے گھر والوں میں سے بھیجو اور ایک ثالث بیوی کے گھر والوں میں سے اگر وہ اصلاح کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو توفیق سے ہمکنار کر دے گا''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت سے مستفادہ ہوتا ہے کہ کسی شخص کو فیصلہ کرنے کے لئے ثالث بنانا جائز ہے۔ اور جن دو شخصوں کو حکم (ثالث) بنایا جائے گا وہ قرآن کریم ہی کی روشنی میں فیصلہ صادر کریں گے۔ نیز فرمایا۔

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ (النساء : ۵۹)

''اگر کسی بات میں تمہارے یہاں نزاع پیدا ہو جائے تو اسے اللہ و رسول کی طرف لوٹا دو''۔

حضرت علیؓ نے شروع میں تحکیم کو اس لئے قبول نہیں کیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو حق پر تصور کرتے اور تحکیم کو ایک فریب سمجھتے تھے۔ بقول ان کے حضرت معاویہؓ اور عمرؓ و ابن العاصؓ نے تحکیم کی سلسلہ جنبانی اس وقت کی جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کا لشکر غالب ہوتا جا رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے نیزوں پر قرآن کریم کے نسخے بلند کئے اور قرآن کو حکم بنانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ مگر بباطن ان کا مقصد حضرت علیؓ کی فوج کو کمزور کرنا تھا۔ اور اگر حضرت علیؓ کے رفقاء تحکیم کو قبول نہ کرنے کے سلسلہ میں ان کی بات مان لیتے تو تاریخ کا دھارا بدل جاتا اور حضرت امیر معاویہؓ اور اہل شام شیروں کے پنجوں میں پھنس جاتے مگر خدا کی تقدیر بدل نہیں سکتی۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت علیؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ اور عمرو بن العاصؓ کو حکم اس لئے مقرر کیا تھا تاکہ فریقین کی نمائندگی کریں۔ اور قرآن عزیز کی روشنی میں فیصلہ صادر کریں۔ اس لئے کہ یہ بات کسی طرح قرین قیاس نہ تھی کہ دونوں لشکر شور ڈالنے لگتے یا لشکر کے تمام افراد یکے بعد دیگرے اپنے دلائل ذکر کرتے۔ صحیح بات وہی تھی جو حضرت علیؓ نے تحکیم کو قبول کرنے کی صورت میں انجام دی۔ اس کے سوا دوسری کوئی صورت ممکن نہ تھی۔ مگر متقدمین خوارج بدوی لوگ تھے۔ جنہوں نے قرآن کریم کے الفاظ ضرور پڑھے تھے۔ مگر سنت نبوی کی روشنی میں فہم قرآن سے بہرہ ور نہ ہو سکے تھے۔ ان میں نہ کوئی فقیہ تھا اور نہ حضرات ابن مسعودؓ، علیؓ، عائشہؓ، معاذ بن جبلؓ، ابوالدرداءؓ، سلمانؓ، زیدؓ ابن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عباسؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے اصحاب و تلامذہ میں سے کوئی موجود تھا- یہی وجہ ہے کہ وہ معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے- اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک جاہل واقع ہوئے تھے- (الفصل ج ۴ ص ۱۵۶)

خوارج جمہور اہل اسلام کے ساتھ حرب و پیکار اور ان کے قتل کرنے کو جائز سمجھتے تھے- چنانچہ وہ خلفائے بنو امیہ کے خلاف لڑتے رہے اور جب تک اموی خلافت قائم رہی وہ اس کے حلق میں کھٹکتا خار بنے رہے- حتیٰ کہ کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اموی خلافت کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں- اموی خلافت کی جانب سے مہلب بن ابی صفرہ نے خوارج کے خلاف حرب و ضرب کا سلسلہ جاری رکھا- اور وہ بھی پامردی سے اس کا مقابلہ کرتے تھکتے نہ تھے- جب خلافت عباسیہ معرض وجود میں آئی تو شروع شروع میں خوارج اس کے خلاف نبرد آزما ہوئے- مگر طویل لڑائیوں نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی- اور ان کی عزت و شہرت کا شعلہ بجھ گیا- اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوارج کے شر سے بچایا-

فقہ الخوارج:

خوارج حدیث نبوی سے بالکل بیگانہ تھے- وہ دوسرے مسلمانوں سے حدیث کی نقل و روایت اس لیے نہیں کرتے تھے کہ وہ ان کے نزدیک جھوٹے تھے- یہی وجہ ہے کہ خوارج کی فقہ نہ صرف شرعی احکام کے خلاف بلکہ نصوص قرآنی سے بھی متصادم ہے- فقہ خوارج کے چند مسائل ملاحظہ ہوں-

۱- بعض خوارج کے نزدیک تیمّم ہر جگہ اور ہر وقت جائز ہے- حتیٰ کہ جو شخص کنویں کے نزدیک بیٹھا ہو- وہ بھی تیمّم کر سکتا ہے-

۲- نماز جو مسلمانوں پر فرض ہے وہ صرف اتنی ہے کہ ایک رکعت فجر کو اور ایک رکعت عشاء کے وقت پڑھ لی جائے-

۳- حج سال بھر کے تمام مہینوں میں کیا جا سکتا ہے-

۴- غیر خوارج کے بچے اور ان کی عورتیں بھی مباح الدم ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵- دختر زادی اور پوتی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

خوارج کے یہ فقہی مسائل اس امر کے آئینہ دار ہیں کہ وہ قرآنی نصوص سے آشنا نہ تھے۔ اس جہالت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ خوارج عام مسلمانوں کی روایت کردہ احادیث کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ وہ ان کو کافر تصور کرتے تھے۔ البتہ اپنے ائمہ کی مرویات پر اعتماد کرتے تھے۔ حالانکہ وہ سنت رسولؐ اور قرآن کے صحیح فہم و ادراک دونوں سے کورے تھے۔ مگر یہ بات تمام خوارج پر صادق نہیں آتی۔ بلاشبہ متاخرین خوارج میں بڑے بڑے محدثین و فقہاء پیدا ہوئے۔ اور بقول ابن الصلاح امام بخاری جیسے نقاد حدیث نے ان کی نقل و روایت کو بنظر استحسان دیکھا۔ مثلاً امام بخاریؒ، عمران بن حطان کی مرویات سے احتجاج کرتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ خوارج کے نزدیک جھوٹ بولنا کفر کے مترادف ہے۔ کیونکہ کبیرہ کا مرتکب ان کے نزدیک کافر ہے۔ اور کذب بھی کبائر میں شامل ہے۔

خوارج اور وضع حدیث:

ایک طرف تو خوارج کاذب کو کافر قرار دیتے تھے اور دوسری جانب ان میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے تھے جو اپنے باطل عقائد و نظریات کی ترویج و اشاعت کے لئے حدیثیں وضع کر کے ان کو رسول کریمؐ کی جانب منسوب کر دیا کرتے تھے۔ محدث ابن الجوزی اپنی کتاب الموضوعات کے مقدمہ میں ابن لہیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک خارجی نے وضع الحدیث سے توبہ کر لی تھی اور وہ کہا کرتا تھا کہ ”یہ احادیث دین کا سرچشمہ ہیں۔ اس لئے ذرا دیکھ لیا کرو کہ تم کس شخص سے اپنا دین اخذ کر رہے ہو۔ ہماری حالت تو یہ تھی کہ جس بات کو پسند کرتے اس کے متعلق حدیث گھڑ لیا کرتے تھے“۔ (موضوعات ابن الجوزی)

مشہور محدث عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اس بات کو نبی اکرم ﷺ کی جانب منسوب کر رکھا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ”جب تمہیں میری کوئی حدیث ملے تو اسے کتاب اللہ پر پرکھ لیا کرو۔ اگر کتاب اللہ سے ہم آہنگ ہو تو وہ میری

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بیان کردہ حدیث ہی سمجھو- حالانکہ اس کو خوارج اور زنادقہ نے وضع کر کے آنحضورؐ کی جانب منسوب کر دیا ہے- حقیقت یہ ہے کہ ایک ظاہر پرست اور عام اہل اسلام کی مرویات کو ٹھکرا دینے والی قوم سے یہ بات کچھ بعید نہیں- مگر اس میں شبہ نہیں کہ خوارج کی ساختہ پرداختہ احادیث شیعہ موضوعات کے مقابلہ میں نہایت کم ہیں- اس کے تین وجوہ ہیں-

۱- خوارج کاذب کی تکفیر کرتے تھے- اس لیے کذب ان میں بہت کم پایا جاتا ہے-

۲- چونکہ خوارج غیر مہذب اور درشت طبع قسم کے دیہاتی لوگ تھے- اس لیے دیگر اقوام مثلاً ایرانیوں اور یہودیوں کو اپنی قوم میں سمونے کے لیے تیار نہ تھے- بخلاف ازیں عجمی لوگ شیعہ میں گھس آئے تھے اور انہوں نے بکثرت احادیث وضع کی تھیں-

۳- خوارج اپنے اعداء و خصوم کے مقابلہ میں اپنے اسلحہ اور قوت و شجاعت سے کام لینے کے عادی تھے- وہ شیعہ کی طرح تقیہ سے آشنا نہ تھے- بلکہ اعلانیہ اپنے عقائد کا اظہار پوری بے باکی سے کرتے تھے- اس لیے وہ اپنے دشمنوں کو نیچا دکھانے کے لیے جھوٹ کا سہارا نہیں لیتے تھے- کیونکہ وہ ان کی نگاہ میں کافر تھے- اور کفر سے بڑھ کر عیب و نقص اور کیا ہو سکتا ہے؟ وہ تلوار کے دھنی تھے اور بلامحابا اسے استعمال کرتے تھے-

مندرجہ صدر عوامل و محرکات کے پیش نظر دیگر فرقہ ہائے اسلامی کے مقابلہ میں خوارج کے یہاں حدیث میں دروغ گوئی کی قلت پائی جاتی ہے- تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خوارج کا دامن وضع حدیث کی آلودگی سے پاک ہے- بلاشبہ ان میں حدیثیں وضع کرنے والے موجود تھے- یہ دوسری بات ہے کہ ان کی تعداد کم تھی-

شیعہ اور ان کے افکار و معتقدات:

سرور کائنات ﷺ نے اپنے بعد حضرت علیؓ یا کسی اور کے حق میں خلافت کی وصیت نہیں فرمائی تھی- کسی صحیح حدیث میں وارد نہیں ہوا کہ آپؐ نے حضرت علیؓ و خلیفہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقرر کیا تھا۔ اسی طرح کسی روایت صحیحہ سے ثابت نہیں کہ حضرت علیؓ نے خود بھی اس کا دعویٰ کیا تھا اور اگر حضرت علیؓ کو اس قسم کی وصیت کا علم ہوتا تو یہ ممکن نہ تھا۔ کہ آپ صحابہؓ سے اس کا ذکر نہ فرماتے۔ جو حضورؐ کی وصیت کے نافذ کرنے میں ذرا بھی لیت و لعل نہ کرتے۔ بخلاف ازیں جناب علیؓ نے بالترتیب حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کو تسلیم کیا اور ان کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔

شیعان علیؓ کا بنیادی نقطہ نظر یہ ہے کہ چند صحابہؓ کا خیال تھا کہ حضرت علیؓ بوجوہ حضورؐ کے بعد آپؐ کے جانشین ہیں۔ ایک تو اس لیے کہ حضرت عباسؓ عم رسولؐ کے بعد آپ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ دوسرے یہ کہ آپ سابق الاسلام تھے اور غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شرکت کر چکے تھے۔ تیسرے یہ کہ آپ جگر گوشہ رسولؐ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے خاوند تھے۔ حضرت علیؓ میں جو دیگر اوصاف وفضائل پائے جاتے تھے۔ وہ اس پر مزید ہیں۔ مثلاً یہ کہ آپ حد درجہ شجاع اور اس کے ساتھ ساتھ بہترین قاضی و مفتی بھی تھے۔ اس میں آپ کو ضرب المثل کی حد تک شہرت حاصل تھی۔

حضرت علیؓ کے مقابلہ میں حضرت عباسؓ متاخر الاسلام تھے۔ آپ فتح مکہ کے دن حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ غزوۂ بدر میں قریش مکہ کی امداد کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ مزید برآں وہ ان خصوصیات سے عاری تھے' جو جناب علیؓ کا طرہ امتیاز تھیں۔ مگر حضرت علیؓ کے اعوان و انصار نے ملت کے شیرازہ کو پراگندگی سے بچانے کے لیے حضرت علیؓ کے فضائل کا اظہار نہ کیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔ اسی طرح وہ جناب فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہما کی بیعت سے بھی پیچھے نہ رہے۔ جب حضرت عثمانؓ کی شہادت سے امت میں فتنہ بازی کا ظہور ہوا تو شیعان علی نے باصرار ان کو خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے کہا۔ جس وقت امیر معاویہؓ قصاص عثمانؓ کا مطالبہ لے کر کھڑے ہوئے تو ان کے اور حضرت علیؓ کے مابین لڑائیوں کا طویل سلسلہ شروع ہوا۔ جس کا سلسلہ جنگ صفین پر جا کر ختم ہوا۔

جنگ صفین کے بعد شیعی فکر نے ایک نیا رخ بدلا اور بکثرت زنادقہ منافقین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ارباب بدعات و اہواء دین میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے کے لیے حضرت علیؓ کے اعوان و انصار کے ساتھ مل گئے۔ یہ لوگ آگے چل کر شیعہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ حضرت علیؓ رسول کریم کی وصیت پر خلافت کا اولین استحقاق رکھتے ہیں۔ یہ لوگ حضرت علیؓ کو ''وصی'' کہا کرتے تھے۔ ان کا زاویہ نگاہ یہ تھا کہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد خلافت کا حق ان کے بیٹوں کو پہنچتا ہے اور جو شخص ان کو ان کے جائز حق سے محروم رکھتا ہے وہ غاصب و ظالم ہے۔ اسی عقیدہ کے زیر اثر وہ جناب شیخین (حضرت ابوبکرؓ و عمر) کی شان میں گستاخی کرنے لگے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کا حق غصب کر لیا تھا۔ حضرت علیؓ کے بعد وہ حضرت حسنؓ اور پھر حسینؓ کی خلافت کے قائل تھے۔ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد وہ مختلف الرائے تھے کہ خلافت کا حقدار کون ہے؟ شیعہ کی ایک جماعت کے نزدیک خلافت کے مستحق حضرت علیؓ کی اولاد میں سب سے بڑے بیٹے محمد بن حنفیہ تھے۔ جب کہ دوسرا گروہ خلافت کو حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں محدود قرار دیتا تھا۔ اور اس اعتبار سے حضرت حسینؓ کے بعد ان کے بیٹے علی زین العابدینؒ کو مستحق خلافت قرار دیتا تھا۔ پھر زین العابدینؒ کے بعد ان کے بیٹے محمد الباقر۔ امام باقر کی وفات کے بعد شیعہ کے یہاں پھر اختلاف رونما ہوا۔ شیعہ کی ایک جماعت زید بن علی کے حق میں تھی۔ جن کو زید یہ کہا جاتا ہے۔ بخلاف ازیں دوسرا گروہ محمد باقر کے بیٹے جعفر صادق کو مستحق خلافت خیال کرتا تھا۔

شیعہ کے تمام فرقوں میں سے زید یہ فرقہ اعتدال پسند اور مبالغہ آمیزی سے پاک تھا۔ یہ شیخین سے اظہارِ براءت نہیں کرتے تھے۔ ان کے خیال میں خلافت اولاد علی میں محدود ہے جو حضرت فاطمہؓ کے بطن اطہر سے ہو۔ ان کے نزدیک امام کا تعین اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے اوصاف بیان کر دیئے جائیں۔ نام لے کر امام کا تعین نہیں کیا جاتا۔ امام جعفر صادق کے متبع بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ اولاد علیؓ میں سے جو بھی اوصاف امامت کے ساتھ متصف ہو اس کی تائید و حمایت ان پر واجب ہے۔ بہر کیف شیعہ تین بڑے بڑے فرقوں میں بٹ گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱- کیسانیہ: یہ محمد بن حنفیہ کی امامت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔
۲- امامیہ جعفریہ: یہ امام جعفر صادق کو امام سمجھتے ہیں۔
۳- امامیہ زیدیہ: یہ حضرت زید بن علی بن حسین کی امامت کے قائل ہیں۔

یہ فرقہ ہائے سہ گانہ شیعہ کے مشہور فرقے تھے۔ علاوہ ازیں شیعہ کے اور بھی بہت سے فرقے ہیں۔ جن کے ساتھ ہماری کوئی غرض وابستہ نہیں۔ اب ہم شیعہ کے عمومی نظریات بیان کرتے ہیں۔ شیعہ کے اہم عقائد حسب ذیل ہیں:

۱- رجعت:

شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ فوت نہیں ہوئے بلکہ وہ زندہ مگر پوشیدہ ہیں۔ وہ لوٹ کر آئیں گے اور جس طرح زمین ظلم و جور سے بھر گئی ہے اسی طرح وہ اسے عدل و انصاف سے معمور کر دیں گے۔ شیعہ کا فرقہ کیسانیہ اس بات کا معتقد ہے کہ امام بن حنفیہ رضویٰ کے پہاڑوں پر زندہ موجود ہیں ان کی ایک جانب شیر اور دوسری جانب چیتا ہے۔ فرشتے ان سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ صبح و شام ان کے پاس بافراغت رزق آتا ہے۔ وہ اس وقت تک موت سے ہمکنار نہ ہوں گے جب تک وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر نہ دیں۔ جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہو چکی ہے۔

۲- نبوت:

شیعہ کے بعض فرقے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ رسول کریم ﷺ کے بعد نبوت کے منصب پر فائز تھے۔ بعض شیعہ کا خیال ہے کہ جبرئیلؑ غلطی سے حضرت محمد ﷺ کی جانب رسالت کا پیغام لائے۔ دراصل انہیں حضرت علیؓ کی جانب بھیجا گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول کریمؐ کی شکل حضرت علیؓ سے ملتی جلتی تھی۔ بعض شیعہ اس غلطی کی وجہ سے حضرت جبریلؑ کو لعنت ملامت کا مستحق گردانتے بلکہ ان کی تکفیر بھی کرتے ہیں۔

۳- الوہیت:

شیعہ میں سے ابن سبا حمیری کے اتباع داعوان الوہیت علیؓ کے قائل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا تھا "آپ ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہی ہیں''۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ''کیا مطلب؟'' کہنے لگے ''آپ الہ ہیں''۔ حضرت علیؓ نے یہ سن کر تعجب کیا اور ان کو آگ میں جھونک دیا۔ شیعہ کا ایک فرقہ رسول اکرم ﷺ کی الوہیت کا عقیدہ رکھتا ہے۔

٤۔ تقیہ:

تقیہ کے معنی بچاؤ حاصل کرنے اور پوشیدہ رہنے کے ہیں۔ شیعہ کی یہ عادت تھی کہ جو شخص مسند اقتدار پر فائز ہوتا اس کی اطاعت کرتے۔ اور جو امام بقول ان کے پوشیدہ ہے۔ اس کا حال اصحاب اقتدار پر ظاہر نہ ہونے دیتے۔ پوشیدہ طور پر اپنی دعوت و تبلیغ کا کام بھی جاری رکھتے۔ جب ان کے اعوان و انصار کی تعداد کافی ہو جاتی تو انقلاب برپا کرنے کے لیے قوتِ حاکمہ کے خلاف برسر پیکار ہو جاتے۔ شیعہ کے نزدیک تقیہ ایمان کا ایک لازمی جزو ہے۔ باطل تاویلات کا سہارا لے کر وہ اس کو قرآن کریم کی آیات سے ثابت کرنے کی سعی لا حاصل بھی کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں فرمایا:

﴿أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا﴾

''ان لوگوں کو دگنا اجر دیا جائے گا کیوں کہ انہوں نے صبر کیا''۔

شیعہ کے نزدیک صبر سے اس آیت میں تقیہ پر صبر کرنا مراد ہے۔

حدیث نبوی پر تشیع کے اثرات:

شیعہ کے اکثر عقائد و افکار اس قسم کے ہیں کہ ان کی موجودگی میں شیعہ کے کفر میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ مثلاً شیعہ کا یہ عقیدہ کہ اللہ کی ذات حضرت علیؓ میں حلول کر آئی ہے۔ یا یہ عقیدہ کہ حضرت علیؓ رسول کریمؐ کے بعد نبوت کے منصب پر فائز تھے۔ اسی طرح شیعہ قرآن کریم کی تاویلات باطلہ کرتے اور کہتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کے متبطن ہیں۔ بلاشبہ یہ لوگ کافر ہیں اور دین سے اس طرح باہر نکل چکے ہیں۔ جیسے تیر نشانہ پر لگ کر آگے نکل جاتا ہے۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے دینے والے ہیں اور ان کے پاس مزعومہ الہام کے سوا کوئی دلیل سرے سے موجود نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں- ظاہر ہے کہ کسی حقیقت کے اثبات کے لیے الہام کوئی حتمی دلیل نہیں- اس لیے کہ اگر ایک شخص الہام کی اساس پر کسی چیز کو ثابت کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا مخالف اپنے الہام کی بنا پر اس چیز کی نقیض کو ثابت کر سکتا ہے- آخر ایک شخص کا الہام دوسرے کے الہام پر فائق کیسے ہو سکتا ہے؟ دراصل الہام کوئی چیز نہیں- شرعی احکام و عقائد کے اثبات کے لیے صحیح معیار صرف عقل سلیم اور نقل صحیح ہے- جو نبی معصومؑ سے قطعی و حتمی دلائل و براہین کے ساتھ ثابت ہو-

میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ تشیع ایک اوٹ ہے- جس کے پیچھے اکثر اعدائے اسلام مثلاً ایرانی- رومی اور یہودی اس لیے چھپے رہے تاکہ دین اسلام کو نقصان پہنچائیں اور اسلامی حکومت کے نظام کو تہ و بالا کر دیں- ایرانی اس زعم باطل میں مبتلا تھے کہ وہ شروع سے آزاد رہے اور لوگوں پر حکومت کرتے چلے آئے ہیں- سب لوگ ان کے نوکر چاکر اور غلام ہیں- جب عربوں کے ہاتھوں خداوند کریم نے ان کو ذلیل کیا اور ان کی حکومت چھین لی تو ان پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے- یہ وہی عرب تھے- جن سے بڑھ کر ذلیل ان کی نظر میں دوسرا کوئی نہ تھا- یہی وجہ ہے کہ وہ اسلامی حکومت کے سامنے سرنگوں ہونے کے لیے تیار نہ تھے اور ہمیشہ اس بات کے لیے مصروف جہد و سعی رہا کرتے تھے- کہ کسی طرح اپنا کھویا ہوا مجد و شرف دوبارہ لے لیں- مگر یہ ان کے بس کا روگ نہ تھا- لڑائیوں کے دوران ان پر یہ حقیقت آشکارا ہو چکی تھی کہ مسلمان ان سے زیادہ طاقتور زیادہ حوصلہ مند اور شجاع ہیں-

چنانچہ عجمی کفار نے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے حیلے بہانے تلاش کرنے شروع کر دیئے انہوں نے سوچا کہ مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے مکر و فریب سے بڑھ کر دوسرا کوئی حیلہ کارگر نہیں ہو سکتا- چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر شیعہ کے ساتھ مل گئے اور حب اہل بیت کا مظاہرہ کرنے لگے- بقول ان کے جن لوگوں نے حضرت علیؓ پر مظالم ڈھائے تھے یہ ان کے خلاف اظہار غیظ و غضب کرتے اور مسلمانوں کو فتنہ و ہلاکت کی وادیوں میں دھکیل دینا چاہتے تھے- انہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں میں غلط سلط عقائد پھیلا کر ان کو صحیح اسلامی احکام و تعلیمات سے منحرف کر دیا۔ یہ عقائد اس قسم کے تھے جن سے دین اسلام سرے سے قائم ہی نہیں رہتا۔ اور اس کی اساس و بنیاد منہدم ہو جاتی ہے۔

بقول مؤرخین اس فتنہ کا بانی و موسس ایک یہودی شخص تھا۔ جس کو عبداللہ بن سبا کہتے ہیں۔ اس نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ یہ شخص حضرت علیؓ کی مدح و ستائش میں اس حد تک غلو سے کام لیتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جناب علیؓ میں حلول کر آئی ہے۔ یہ لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرتا تھا۔ بقول امام ابن حزمؒ ابن سبا کی تعلیمات کے نتیجہ میں شیعہ کے دو فرقوں اسماعیلیہ و قرامطہ نے جنم لیا۔ یہ دونوں فرقے علانیہ اسلام کو چھوڑ کر مجوسیت کو اختیار کر چکے تھے۔

عجمی کفار اپنا لاؤ لشکر لے کر مسلمانوں کے خلاف خم ٹھونک کر میدان میں آ گئے۔ مگر مسلمانوں نے ناکام و نامراد ان کو واپس لوٹنے پر مجبور کیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ طاقت کے ذریعے کامیاب نہیں ہو سکتے تو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف دام تزویر بچھانا شروع کر دیئے۔ سب سے پہلے ان کی نگاہ قرآن حکیم پر پڑی۔ مگر اس میں آگے اور پیچھے کسی طرف سے بھی باطل کا گزر ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بذات خود اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔ قرآن حکیم میں گو تغیر و تبدل کا کوئی امکان نہ تھا۔ تاہم رمز و تاویل کی گنجائش ضرور تھی۔ چنانچہ سبائیوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ "آسمان سے محمدؐ اور زمین سے ان کے صحابہؓ مراد ہیں۔ صلوٰۃ سے امام کی دعا مقصود ہے" اور اس قسم کے دیگر اقوال باطلہ جن کو ذوق سلیم قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جب وہ قرآن کا مقابلہ نہ کر سکے تو انہوں نے اپنی عنانِ التفات حدیث نبوی کی جانب موڑ دی۔ انہوں نے دیکھا کہ حدیث نبوی میں اپنے عقائد باطلہ کو ٹھونسنے اور دروغ آمیزی کرنے کے لیے ایک وسیع میدان موجود ہے۔

شیعہ کی دروغ بافی:

ان شیعہ نما اعدائے دین نے اپنے اپنے اغراض و مقاصد اور اپنے عقائد و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نظریات کی تائید میں حدیثیں وضع کرنا شروع کر دیں۔ ان وضع کردہ احادیث کا تعلق زیادہ تر حضرت علیؓ کی قدر و منزلت اور امیر معاویہؓ کی تنقیص و توہین کے ساتھ ہے۔ چنانچہ موضوعات پر مشتمل کتب ایسی احادیث سے مملو ہیں۔ مثال کے طور پر ہم امام جلال الدین سیوطی کی کتاب "اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعۃ" سے چند احادیث نقل کرتے ہیں۔

۱۔ جو شخص مر جائے اور اس کے دل میں علیؓ کا بغض ہو تو یہودی مرتا ہے یا نصرانی۔

۲۔ اے علیؓ! میں تجھے نبوت کے ساتھ مختص کرتا ہوں حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ سات باتوں کی بنا پر لوگ تجھ سے عداوت رکھیں گے۔ اور قریش میں سے کوئی بھی آپ کے ساتھ جھگڑا نہ کر سکے گا۔ آپ قریش میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ آپ خدا کے عہد کو پورا کرنے والے اور خدا کے حکم پر سب سے زیادہ قائم رہنے والے ہیں۔ (یہ طویل حدیث ہے)

۳۔ میرے بعد ایک فتنہ بپا ہوگا۔ اگر تم میں سے کوئی اسے پالے تو وہ دو چیزوں کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسرے علی ابن ابی طالب۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ علیؓ میرے بعد میرے جانشین ہوں گے۔

۴۔ ہر نبی کا ایک وصی اور ایک وارث ہوتا ہے۔ میرے وارث اور وصی علی ہیں۔

۵۔ جب نبی کریم ﷺ مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ کے پاس حضرت عائشہؓ و حفصہؓ موجود تھیں۔ آپ نے فرمایا "میرے دوست کو بلاؤ" ان دونوں نے حضرت ابوبکرؓ کو بلا بھیجا اور وہ تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے کچھ نہ فرمایا۔ چنانچہ ابوبکرؓ اٹھ کر چلے گئے۔ حضورؐ نے پھر دونوں کو حکم دیا کہ میرے دوست کو بلاؤ۔ اب انہوں نے حضرت عمرؓ کو بلا لیا۔ آپ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ لیکن حضورؐ نے انہیں کچھ نہ کہا، جب عمرؓ چلے گئے تو نبی کریمؐ نے پھر فرمایا میرے دوست کو بلاؤ۔ اب انہوں نے حضرت علیؓ کو بلایا۔ آپ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے عائشہؓ و حفصہؓ دونوں کو چلے جانے کا حکم دیا۔ اور وہ چلی گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا علیؓ! کاغذ اور دوات لایئے چنانچہ آپ لکھواتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور علیؓ لکھتے گئے- حضرت جبرئیل گواہ قرار پائے- پھر کاغذ لپیٹ لیے گئے- راوی کا بیان ہے کہ لکھنے لکھوانے اور شہادت دینے والے کے سوا اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں صحیفہ میں درج کردہ مضمون سے واقف ہوں' اس کی بات تسلیم نہ کیجئے- (اللآلی المصنوعہ ج ا ص ۳۲۳ تا ۳۶۷)

اور اس قسم کی دیگر احادیث موضوعہ جن میں حضرت علیؓ کے وصی ہونے یا ان کی خلافت و نبوت کا اثبات ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ کی جانب سے شیعی اکاذیب کی تردید:

یوں نظر آتا ہے کہ حضرت علیؓ کے وصی بالخلافت ہونے کا معاملہ خود ان کے زمانہ میں بھی مشہور ہو چکا تھا- چنانچہ بعض صحابہؓ نے اس ضمن میں حضرت علیؓ سے دریافت بھی کیا تھا- آپ نے جواب میں فرمایا' کہ نبی کریمؐ نے خلافت سے متعلق میرے حق میں کوئی وصیت نہیں فرمائی-

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی تحریری دستاویز ہے؟ فرمایا ''نہیں'' ایک روایت یوں ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو اگایا اور روحوں کو پیدا کیا' میرے پاس کوئی تحریر نہیں ہے- صرف اللہ کی کتاب یا فہم و ادراک جو خداوند تعالیٰ کسی مسلم کو عطا کر دے- البتہ میرے پاس ایک رسالہ ہے- میں نے پوچھا اس رسالے میں کیا ہے؟ فرمایا اس میں دیت کے احکام اور قیدیوں کو آزاد کرنے سے متعلق مسائل مندرج ہیں- نیز یہ کہ کسی مسلم کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا- (بخاری کتاب العلم)

مندرجہ صدر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ کیا آپ کو اسرار وحی میں سے کوئی ایسا راز بھی بتایا گیا تھا' جس کا علم دوسروں کو نہ ہو؟ اس سوال کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے وصیت و خلافت کے بارے میں لوگوں کی زبانی کچھ باتیں سنی ہوں گی- جب انہوں نے یہ بات حضرت علیؓ سے دریافت کی- تو آپ نے صریحاً اس سے انکار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا- بلکہ ایک روایت کے مطابق حلف بھی اٹھایا- آپ نے استثنا کے طور پر جس رسالہ کا ذکر کیا ہے- اس کا شیعی عقائد کے ساتھ کچھ تعلق نہیں- یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے- اور بعض میں کچھ زائد الفاظ بھی ہیں- مگر کسی روایت میں مذکور نہیں کہ نبی کریم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں وصیت فرمائی تھی یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوئی خصوصی راز بتایا تھا- (فتح الباری کتاب العلم ج ا ص ۱۸۲)

اس کی دلیل وہ روایت بھی ہے جو ابن عساکر نے حضرت حسنؓ سے نقل کی ہے کہ جب حضرت علی کوفہؓ آئے تو ابن الکواء اور قیس بن عبادہ نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا- ذرا یہ بتایئے کہ مسلمانوں کے خلیفہ بن کر آپ یہ سفر طے کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو باہم لڑا رہے ہیں- کیا رسول اکرم ﷺ نے آپ کے ساتھ کوئی عہد کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو بتایئے ہم آپ کی بات مان لیں گے- اس لیے کہ ہم آپ پر اعتماد کرتے اور آپ کو راست باز اور امین سمجھتے ہیں-

حضرت علیؓ نے اس کے جواب میں فرمایا- جہاں تک آنحضورؐ کے عہد کا تعلق ہے' اس کا جواب نفی میں ہے- آپؐ نے میرے ساتھ کوئی عہد نہیں کیا- میں آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لایا تھا- اب آپؐ پر جھوٹ باندھنے میں پہل کیسے کر سکتا ہوں؟ اگر مجھ سے نبی کریمؐ نے کوئی عہد کیا ہوتا تو میں ابوبکرؓ و عمرؓ کو منبر رسول پر کیوں کر کھڑا ہونے دیتا؟ اگر میرے پاس میری چادر کے سوا اور کچھ بھی نہ ہوتا تو بھی میں ان دونوں کے خلاف جنگ آزما ہوتا- مگر بات یہ ہے کہ رسول کریمؐ نہ قتل ہوئے نہ اچانک فوت ہوئے بخلاف ازیں آپؐ نے حالت مرض میں چند دن اور راتیں بسر کیں- مؤذن آپ کے پاس حاضر ہو کر نماز کی اطلاع دیتا اور آپ حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے- حالانکہ میں اس وقت موجود ہوتا تھا- جب ازواج مطہرات میں سے ایک نے حضورؐ کو ابوبکرؓ کو امام مقرر نہ کرنے کا مشورہ دیا' تو آپ نہ مانے اور ناراض ہوئے- آپ نے فرمایا" اَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوسُف " (تم ان عورتوں کی طرح ہو جو حضرت یوسف کو بہکا رہی تھیں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت علیؓ نے کہا کہ جب سرور کائنات ﷺ نے سفر آخرت فرمایا تو ہم نے اپنے معاملات پر غور فرمایا اور جس شخص کو رسول کریمؐ نے ہمارے دینی امور (امامت صلوٰۃ) کے لیے منتخب کیا تھا' ہم نے اس کو اپنے دنیوی امور (خلافت) کے لیے چن لیا- اس میں شبہ نہیں کہ نماز اسلام کی اصل و اساس اور دین کا ستون ہے- چنانچہ ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی -- جس کے وہ ہر لحاظ سے اہل تھے- ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا- جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے جانشین قرار پائے اور ان کی ہموار کردہ راہ پر گامزن رہے- چنانچہ ہم نے عمرؓ کی بیعت کر لی اور ہم میں سے دو آدمی بھی اس میں مختلف الرائے نہ ہوئے-

جب حضرت عمرؓ شہادت سے سرفراز ہوئے تو مجھے اپنی قرابت و سبقت اور عظمت و فضیلت یاد آئی- میں سمجھتا تھا کہ کوئی شخص میرا حریف نہیں ہو سکتا- دوسری جانب حضرت عمرؓ نے وفات سے پہلے یہ سوچا کہ ''جو شخص بھی میرے بعد خلیفہ بنے گا اور کسی گناہ کا ارتکاب کرے گا تو میں قبر میں ہوتے ہوئے بھی اس کے گناہ میں برابر کا شریک ہوں گا''- اس لیے آپ نے اپنی اولاد کو حق خلافت سے محروم کر دیا- آپ نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی مقرر کر دی- جن میں سے ایک میں بھی تھا- جب یہ ممبران جمع ہوئے تو میں نے سوچا کہ میرے ساتھ انصاف نہیں کیا جائے گا- عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ہم سے عہد لیا کہ جو شخص بھی خلیفہ منتخب ہو گا- ہم لوگ اس کی اطاعت کریں گے- پھر عبدالرحمٰنؓ نے عثمانؓ کا ہاتھ پکڑا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی- جب میں نے اپنے معاملہ پر غور کیا تو محسوس کیا کہ میں ہونے والے خلیفہ کی اطاعت کا عہد کر چکا ہوں- چنانچہ میں نے عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی- میں نے مقدور بھر ان کی اطاعت کا دم بھرا- ان کے لشکروں میں شامل ہو کر غزوات میں شریک ہوا- جب عثمانؓ مجھے کچھ دیتے تو میں لے لیتا- جب لڑنے کا حکم دیتے تو میں اس کے لیے تیار ہو جاتا- اس کے سامنے اپنے درہ کے ساتھ لوگوں کو سزا دیتا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب حضرت عثمانؓ شہادت سے سرفراز ہوئے تو میں نے پھر اپنے معاملہ پہ غور کیا۔ میں نے دیکھا کہ جن دو خلیفوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو رسول کریمؐ نے نماز پڑھانے کا حکم دے کر ان کی امامت کی جانب اشارہ فرمایا تھا۔ وہ اب دنیا میں موجود نہیں اور جن کے لیے عبدالرحمٰنؓ نے عہد لیا تھا وہ شہادت پا گئے۔ چنانچہ اہالیان مکہ و مدینہ اور کوفہ والوں نے میری بیعت کر لی۔ لیکن ہوا یہ کہ ایک اور شخص (امیر معاویہؓ) درمیان میں کود پڑا۔ جو نہ میرے جیسا تھا اور نہ میری طرح رسول کریمؐ کا قریبی عزیز تھا۔ وہ مجھ جیسا علم و فضل بھی نہیں رکھتا تھا۔ اور میں ہر اعتبار سے خلافت کا اس سے زیادہ مستحق تھا۔"

(تاریخ الخلفا للسیوطی صفحہ ۱۱۹)

مندرجہ صدر روایت بشرط صحت ان توہمات کا خاتمہ کر دیتی ہے جو شیعہ نے نبی کریمؐ کی وصیت کے بارے میں پھیلا رکھے ہیں۔ اس سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ شیعہ کی یہ بات غلط ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ غاصب تھے۔ صحیح بخاری کی سابق الذکر روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

سابق الذکر بیانات اس حقیقت کی غمازی کرتے ہیں کہ شیعہ مطلب براری کے لیے رسول کریمؐ پر جھوٹ باندھنے میں کچھ باک محسوس نہیں کرتے تھے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ جو شخص بھی سلطنت و اقتدار حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ شیعہ کا لبادہ اوڑھ لیا کرتا تھا۔ مختار بن ابی عبید ثقفی ہی کو دیکھیے۔ پہلے وہ خارجی تھا۔ پھر عبداللہ بن زبیرؓ کا پیرو بن کر زبیری کہلایا۔ آخر میں کیسانی شیعہ بن گیا اور محمد بن حنفیہ کی دعوت دینے لگا۔ پھر اس دعوت سے اس نے ذاتی مفاد حاصل کیا اور حدیثیں وضع کرانے لگا۔

مختار ثقفی کے بارے میں منقول ہے کہ جب اس نے کوفہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو ایک حدیث دان سے کہا نبی اکرمؐ کے نام پر ایک ایسی حدیث وضع کیجئے جس میں حضورؐ نے فرمایا ہو کہ میرے بعد ایک خلیفہ ہوگا۔ جو میرے بیٹے (حضرت حسینؓ) کا قصاص لے گا۔ اس حدیث کے گھڑنے کے عوض میں آپ کو دس ہزار درہم اور اس کے علاوہ خلعت سواری اور خادم عطا کروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گا- اس شخص نے کہا میں نبی اکرمؐ کے نام پر تو ایسی حدیث وضع نہیں کر سکتا- البتہ کسی صحابی کے نام سے گھڑ لوں گا- آپ معاوضہ میں جو کچھ کرنا چاہیں کر دیں- مختار کہنے لگا "نبی کریمؐ سے جو روایت منقول ہوگی' اس میں زیادہ تاکید ہوگی اور اس پر عذاب بھی سخت ملے گا"- (الملل والنحل ج ا ص ۱۹۷' نیز اللآلی المصنوعہ ج ۲ ص ۴۶۸)

شیعہ کی ملمع سازی:

شیعہ نے حدیث نبوی کے سلسلہ میں فریب دہی کا ایک طریقہ یہ نکالا کہ اسانید صحیحہ کو جان پہچان کر ان کے ساتھ ایسی حدیثیں وضع کر کے چسپاں کر دیں جو ان کے نظریات کے ساتھ میل کھاتی ہیں- اس طرح لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوششیں کیں کہ ان احادیث کی اسانید صحیح اور درست ہیں- مثلاً شیعہ کے دو راوی سدی اور ابن قتیبہ کے نام سے موسوم ہیں اور وہ ان سے روایت کرتے ہیں- اسماء الرجال سے بے خبر شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ یہ دونوں اہل السنت کے دو مشہور محدث ہیں- وہ نہیں جانتا کہ دو شیعہ راوی بھی اسی نام کے ہیں جو حد درجہ کے غالی شیعہ ہیں-

محدثین نے شیعہ کے دجل و فریب کا پردہ چاک کیا اور لوگوں کو حقیقت حال سے روشناس کرایا کہ سدی نام کے دو راوی ہیں- ایک سدی کبیر جو ثقہ راوی ہے اور دوسرا سدی صغیر جو کذاب اور وضاع ہے- انہوں نے بتایا کہ ابن قتیبہ نام کے بھی دو راوی ہیں- ایک ابن قتیبہ شیعہ ہے اور دوسرا عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ اہل السنت اور ثقہ راوی ہے- اس پر بس نہیں' شیعہ نے اباطیل پر مشتمل کتب خود تصنیف کر کے ان کو اہل السنت علماء کی طرف منسوب کر دیا- مثلاً کتاب سر العارفین شیعہ نے مرتب کی اور اسے غزالی کی تصنیف قرار دیا-

شیعہ نے حضرت علیؓ کے علمی معلومات کو ناقابل اعتماد ٹھہرانے کے سلسلہ میں بھی اہم پارٹ ادا کیا ہے اور وہ یوں کہ شیعہ نے اقاویل باطلہ اور نظریات فاسدہ کو حضرت علیؓ کی جانب منسوب کر دیا- اور ان کی تائید میں حدیثیں وضع کرنے سے بھی احتراز نہ کیا- اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محدثین حضرت علیؓ کے اقوال و فتاویٰ کو تسلیم نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے بجز ان اقوال کے جو حضرت علیؓ کے اہل بیت یا اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ مثلاً عبیدہ سلمانی یا شریح اور ابو وائل سے مروی و منقول ہوں۔ (اعلام الموقعین ج اص ۱۶)

دوسری جانب ضعیف الایمان مسلمانوں خصوصاً بنو اُمیہ کے اعوان و انصار پر شیعہ کی حدیث سازی کا ردعمل یہ ہوا کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی مدح و توصیف میں حدیثیں وضع کرنا شروع کر دیں اور شیعہ نے ان کے اوپر جو اتہامات باندھے تھے اس کا توڑ مہیا کیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ دشمن سے لڑنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ مگر دین اس انتقامی کارروائی کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ یہ تو منافق کا طرز عمل ہے کہ جب لڑتا ہے تو گالی دینے پر اتر آتا ہے۔ خلفائے راشدین کے جو فضائل و مناقب احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں کیا وہ ان کی عظمت و فضیلت کے اظہار و بیان کے لیے کافی نہ تھے؟ پھر اس دروغ بافی کا کیا مطلب؟ یوں نظر آتا ہے کہ سیاسی ہتھکنڈے بھی اس سلسلہ میں کارفرما تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کی فضیلت میں بکثرت حدیثیں وضع کی گئیں۔ ہم چند احادیث امام سیوطی کی کتاب ''اللآلی المصنوعہ'' سے نقل کرتے ہیں۔

۱- ایک دفعہ جبریل نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے کہ ابوبکرؓ وہاں گزرے۔ حضورؐ نے فرمایا ''یہ ابوبکرؓ ہیں کیا آپ ان سے آشنا ہیں؟'' جبریل نے کہا ''جی ہاں! یہ آسمان پر زمین سے زیادہ مشہور ہیں۔ فرشتے ان کو ''حلیم قریش'' (قریش کا بردبار شخص) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ آپ کی زندگی میں آپ کے وزیر ہیں اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ ہوں گے''۔

۲- جب معراج کے موقع پر میں آسمانوں پر گیا تو میں نے دعا کی ''اے اللہ! علی ابن ابی طالب کو میرا جانشین بنا دے۔ یہ سن کر آسمان گونج اٹھے اور فرشتے ہر طرف سے پکارنے لگے اے محمد! یوں کہیے کہ جو خدا کو منظور ہوگا وہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ ابوبکرؓ آپ کے جانشین ہوں۔

۳- پہلے آسمان پر اسی ہزار فرشتے ہیں جو اس شخص کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو چاہتا ہو- اسی طرح دوسرے آسمان پر اسی ہزار فرشتے ہیں جو ان لوگوں پر لعنت بھیجتے ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے عداوت رکھتے ہوں-

۴- جنت میں جو بھی درخت ہے اس کے ہر پتہ پر کلمہ طیبہ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمان رضی اللہ عنہم کے اسماء لکھے ہوئے ہیں-

۵- امین اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین ہیں- ایک میں (حضرت محمدؐ) دوسرے جبرئیل اور تیسرے امیر معاویہؓ-

۶- اللہ تعالیٰ نے جبرئیل اور معاویہؓ کو اپنی وحی کا امین قرار دیا- کچھ بعید نہ تھا کہ کثرت علم اور وحی کے امین ہونے کے اعتبار سے امیر معاویہؓ کو نبی بنا دیا جاتا- اللہ تعالیٰ معاویہؓ کے گناہ بخش دے گا اور اسے محاسبہ اعمال سے بچا لے گا- اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی کتاب کا علم دیا اور اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنایا-

۷- جب تم معاویہؓ کو میرے منبر پر خطبہ دیتے سنو تو اسے قبول کر لو- اس لیے کہ وہ امین و مامون ہے- (اللآلی المصنوعہ للسیوطی)

❀ ❀ ❀

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴- حدیث کی جمع وتدوین میں صحابہؓ وتابعینؒ کی مساعی جمیلہ

شیعہ وخوارج اور ان کے ہمنواؤں کے علاوہ جمہور اہل اسلام تھے۔ جو تشیع اور خروج کی آلودگی سے ملوث نہ ہوئے تھے۔ یہ لوگ احادیث صحیحہ سے تمسک کرتے اور اصحاب بدعت سے منقول احادیث کو تسلیم نہیں کرتے تھے خواہ ان کا سیاسی مسلک کچھ بھی ہو۔ یہ لوگ حدیث نبوی کے سچے خدمت گار تھے۔ انہوں نے احادیث کو ہر قسم کی آمیزش سے پاک وصاف کر دیا اور اصحاب بدعت نے ان میں جو ملاوٹ کی تھی، اس کو نکال باہر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ دین کے اعلام و شعائر بدستور اپنی جگہ پر قائم ودائم رہے اس وقت تک بکثرت صحابہؓ زندہ تھے۔ علاوہ ازیں تابعین کرام کا گروہ بھی حدیث نبویؐ کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں ان کے نقش قدم پر رواں دواں رہا۔ تابعین نے تشیع کی آلودگی کو مٹانے اور دروغ پیشہ لوگوں کی اباطیل کے ازالہ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور ان باطل فرقوں کے مقابلہ میں ایک کوہ گراں ثابت ہوئے۔ جب سے فتنہ بازی کا ظہور ہوا صحابہؓ وتابعینؒ صرف نقل و روایت کی بنا پر کسی حدیث کو تسلیم نہیں کرتے تھے وہ کسی حدیث کو اس وقت مانتے تھے' جب اس کی چھان پھٹک کر لیتے اور ایک ایک راوی کو جانچ پرکھ لیتے۔

ابن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ لوگ پہلے سند کے بارے میں پوچھا نہیں کرتے تھے۔ جب فتنہ کی گرم بازاری ہوئی تو لوگ کہنے لگے پہلے راویوں کا حال بتاؤ۔ چنانچہ اہل السنت کی روایت قبول کر لی جاتی اور بدعتی لوگوں کی روایت کو نظر انداز کر دیا جاتا۔ (مقدمہ صحیح مسلم)

اسی فتنہ کے زیر اثر حدیث کی نقل و روایت کرنے والے تابعین نے صحابہؓ سے یہ کہنا شروع کیا کہ روایت حدیث کے وقت کھرے کھوٹے کی تمیز کر لیا کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تا کہ ایسا نہ ہو کہ رات کے لکڑہارے کی طرح جو لکڑیوں کے ساتھ اژدہے اور سانپوں کو بھی اپنے گٹھے میں باندھ لیتا ہے' وہ بھی رطب و یابس احادیث کا ذخیرہ جمع کر لیں- یہ اسی کا اثر تھا کہ تابعین جس روایت کو بے اصل سمجھتے' ہرگز قبول نہ کرتے تھے- چنانچہ ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں تحریر کیا کہ دینی احکام پر مشتمل مجھے ایک رسالہ لکھ بھیجیں اور جو بات پوشیدہ رکھنے کے قابل ہو' اسے پوشیدہ رکھیں- ابن عباسؓ نے یہ سن کر فرمایا ''میرے نیک بیٹے نے مجھ سے ایک بات کی فرمائش کی ہے- میں اس پر عمل کروں گا اور جو چیز اس نے طلب کی ہے اسے وہی دوں گا- چنانچہ آپ نے حضرت علیؓ کے فتاویٰ طلب کیے اور ان میں سے کچھ لکھنا شروع کیا- حضرت علیؓ کے بعض فیصلے دیکھ کر آپ انہیں نظر انداز کر دیتے اور فرماتے' علیؓ نے یہ فیصلہ اسی صورت میں کیا ہوگا جب آپ گمراہ ہو گئے ہوں- (نعوذ باللہ من ذالک) آپ کا مطلب یہ تھا کہ حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ نہیں کیا)- (مقدمہ صحیح مسلم)

مندرجہ صدر واقعہ اس حقیقت کی آئینہ داری کرتا ہے کہ شیعہ نے جناب علیؓ کے اقوال و فتاویٰ کو کس حد تک بگاڑ دیا تھا- اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہؓ احادیث کی جانچ پڑتال میں کس ژرف نگاہی اور عمق فکر و نظر سے کام لیتے اور صحیح و سقیم کو ممتاز کرنے میں کتنی کوشش کرتے تھے- نیز یہ کہ اس دور کے رواۃ و رجال احادیث کی نقد و جرح میں کتنی دلچسپی لیتے اور اس ضمن میں جلیل القدر صحابہؓ کی جانب رجوع کرتے تھے-

اس دور میں دروغ بیشہ لوگوں کی جسارت کا یہ عالم تھا کہ صحابہؓ کی موجودگی میں مساجد میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیا کرتے تھے- حالانکہ صحابہ بہت بری طرح ان کی خبر لیتے اور مساجد سے نکال دیا کرتے تھے- اور بعض صحابہؓ تو ایسے لوگوں کو مسجد بدر کرنے کے لیے پولیس کی مدد بھی حاصل کیا کرتے تھے-

امام ابن ابی شیبہ اور امام مروزی مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک واعظ آ کر حضرت ابن عمرؓ کے پاس بیٹھ گیا- جب انہوں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی تو اس نے انکار کر دیا آپ نے پولیس بلا کر اسے چلے جانے پر مجبور کر دیا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مندرجہ صدر اقوال و آثار اس حقیقت کی غمازی کرتے ہیں کہ صحابہؓ و تابعینؒ ہمیشہ وضاعین کی گھات میں رہتے اور ان کے اقوال و افعال کی تردید کیا کرتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ عوام ان کے دام تزویر میں آ کر سیدھی راہ سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔

صحابہؓ و تابعینؒ نے جس طرح وضاعین کا مقابلہ کیا اور ان کی حقیقت کو طشت از بام کیا تھا۔ اسی طرح انہوں نے حدیث نبوی کی جمع و تالیف نقل و روایت اور تعلیم و تعلم کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

اسلامی فتوحات کی وسعت:

رسول اکرمﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کی مساعی جمیلہ کی بدولت اسلامی حکومت کے دائرہ میں بڑی وسعت آئی۔ اور یہ وعدہ ربانی پورا ہوا کہ:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (النور: ۵۵)

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اعمال صالحہ انجام دیئے۔ ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ انہیں زمین کا خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے''۔

چنانچہ ۱۷ھ میں عراق اور شام مکمل طور پر فتح کر لیے گئے۔ ۲۰ھ میں سر زمین مصر کو زیر نگین کیا گیا۔ ۲۱ھ میں فارس کا علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا۔ ۵۶ھ میں مسلمان ارض سمرقند میں داخل ہوئے اور ۹۳ھ کو جرمنی پر قبضہ کیا گیا۔

ان فتوحات کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے رہنے والے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اسلامی تعلیمات کو سیکھنے کا تقاضا کرنے لگے۔ چنانچہ مسلم حکام پر لازم ٹھہرا کہ دینی احکام سکھلانے کے لئے صحابہؓ کو ان شہروں میں بھیجا جائے۔ مزید برآں بعض صحابہؓ اپنی مرضی سے ان شہروں میں جا کر لوگوں کو اسلامی احکام سے آگاہ کرنے لگے تھے۔ بعض صحابہؓ نے ان شہروں کو پسند کر کے اپنا وطن بنا لیا تھا اور زندگی بھر وہ انہیں میں مقیم رہے۔

صحابہ کرامؓ کے مختلف بلاد و دیار میں بس جانے سے گویا وہاں کتاب و سنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی تعلیم و تدریس کے مدارس کھل گئے۔ مختلف علاقوں کے طلبہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے چشمہ علم سے اپنی پیاس بجھاتے اور ان سے وہ فیوض حاصل کرتے جو انہوں نے سرور کائنات ﷺ سے ورثہ میں پائے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مفتوحہ علاقوں کے ہر گوشہ سے تابعین کا ایک گروہ فارغ التحصیل ہو کر نکلا جو آگے چل کر احادیث کا حامی و محافظ اور راوی و ناقل ثابت ہوا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ عصر حاضر کی طرح اس دور میں باقاعدہ مدارس اور کالج کھلے ہوئے تھے۔ جہاں خصوصی انتظامات تھے اور لیکچر دینے کے لئے کلاس روم ہوا کرتے تھے۔

بخلاف ازیں اس دور میں عصر حاضر کے باقاعدہ تعلیمی اداروں والی کوئی بات نہ تھی۔ لوگ فطری سادگی کو اپنائے ہوئے تھے۔ صحابہؓ کے سینے دینی علوم کا مخزن تھے۔ مسجدیں اس دور میں تعلیم گاہ اور دارالحدیث کی حیثیت رکھتی تھیں۔ صحابہ مسجد میں بیٹھ جاتے اور ان کے اتباع و تلامذہ ان کے گرد حلقہ باندھ کر ان کی باتیں سنتے اور ان کو اپنے سینوں میں جاگزیں کرتے۔ تلامذہ سوال کرتے اور صحابہؓ ان کو کتاب و سنت یا اس اجتہاد کی روشنی میں جواب دیتے جو قرآن و سنت سے ہی ماخوذ ہوتا تھا۔ اس دور میں مختلف بلاد و امصار میں جو دارالحدیث پائے جاتے تھے۔ اب ہم ان کا مختصر حال بیان کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلادِ مختلفہ میں دارُالحدیث

۱۔ دارالحدیث مدینہ منورہ:

مدینہ منورہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کی ہجرت گاہ تھا اور وہیں آپؐ نے اکثر احادیث بیان فرمائیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شرعی احکام زیادہ تر مدینہ ہی میں نازل ہوئے۔ مہاجرین مدینہ کی بود و باش کو پسند کرتے تھے اور مکہ یا کسی دوسری جگہ نقل مکانی کرنا انہیں گوارہ نہ تھا۔ سرورِ دو عالمؐ کی وفات کے بعد مدینہ ملت اسلامیہ اور خلافتِ راشدہ کا مرکز و محور اور کبار صحابہؓ کی اقامت گاہ تھا۔ اس اعتبار سے مدینہ کو صحابہؓ کے اولین وطن ہونے کا شرف حاصل تھا۔ جس کو وہ دوسرے مقامات پر ترجیح دیتے اور آنحضورؐ کی زندگی میں ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے تھے۔ حضورؐ کی وفات کے بعد بھی صحابہؓ مدینہ کو کسی خاص سیاسی، معاشی یا تعلیمی مجبوری کی بنا پر ہی ترک کرتے تھے۔

ابن سعد محمد بن عمر کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ ہمارے علم کی حد تک کسی بدوی مہاجر صحابی نے آنحضورؐ کی وفات کے بعد مدینہ کو چھوڑ کر مکہ کی سکونت اختیار نہیں کی تھی۔ ماسوا ابو سبرہؓ صحابی کے۔ ابو سبرہؓ سرور کائنات کی وفات کے بعد مکہ میں آ کر بس گئے تھے۔ جسے مسلمانوں نے ناپسند کیا تھا۔ ان کے بچے تک ان پر معترض ہوتے تھے کہ انہوں نے ہجرت مدینہ کے بعد مکہ کی سکونت کیوں اختیار کی؟ (طبقات ابن سعد)

مدینہ میں متعدد صحابہؓ ایسے تھے، جنہوں نے حدیث و فقہ میں بڑی شہرت حاصل کی۔ ان میں مندرجہ ذیل قابل ذکر تھے۔

ابو بکرؓ، عمرؓ، علیؓ، (کوفہ کی سکونت اختیار کرنے سے قبل) ابو ہریرہؓ، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابو سعید خدریؓ اور زید بن ثابتؓ، موخر الذکر کتاب و سنت سے احکام اخذ کرنے اور اجتہادِ صحیح میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ حضرت عمرؓ و عثمانؓ و علی رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں قضاء و فتویٰ و قراءت و فرائض کے نگران

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے- اور ۶۵ھ میں امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی-

مذکورہ صدر صحابہ کرام کے آغوشِ علم و فضل میں جن تابعین نے تربیت پائی' ان میں سے مندرجہ ذیل کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں-

سعید بن المسیب' عروہ بن زبیر' ابن شہاب زہری' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ' سالم بن عبداللہ بن عمرؓ' قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ' نافع مولیٰ ابن عمر اور دیگر حفاظِ حدیث جو اس عصر و عہد میں حدیث و فتویٰ کے مرجع و مرکز تھے-

دارالحدیث مکہ مکرمہ:

جب آنحضور ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تو قرآن کریم کی تعلیم و تدریس اور حلال و حرام کے مسائل سکھلانے کے لیے حضرت معاذ بن جبلؓ کو وہاں قیام کرنے کا حکم دیا- حضرت معاذؓ علم و حلم اور جود و سخاوت کے اعتبار سے انصاری صحابہ میں ممتاز تھے- آپ تمام غزوات میں شرکت کا شرف حاصل کر چکے تھے- اور صحابہ میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم شمار ہوتے تھے- حضرت معاذؓ سے ان کے بیٹے حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ نے روایت کی ہے- آگے چل کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ مدینہ سے لوٹ کر مکہ آ گئے تو وہاں کے دارالحدیث کے رئیس و زعیم قرار پائے مکہ کو جو علمی شہرت حاصل ہوئی -- وہ انہی کی مساعی جمیلہ کی ثمرہ تھی- اس میں شک نہیں کہ جناب ابن عباسؓ مخزن علم اور جلیل القدر حافظ حدیث تھے- اس دور میں مکہ میں اور بھی بہت سے صحابہؓ تھے' جن کا تذکرہ محدث حاکم نے اپنی کتاب ''معرفۃ علوم حدیث'' میں کیا ہے- مثلاً عبداللہ بنؓ سائب مخزومی' عتاب بنؓ اسید' خالد بنؓ اسید' حکم بن ابیؓ العاص' عثمان بن طلحہؓ وغیرہ-

مکہ کے دارالحدیث میں عبداللہ بن عباسؓ کے زیر اثر جن تابعین نے استفادہ کیا ان میں مشہور ترین حسب ذیل ہیں:

مجاہد بن جبر' عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ، عطا بن ابی رباح و دیگر تابعین-

حدیث نبوی کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں مکہ و مدینہ کو جو امتیاز جملہ بلاد اسلامیہ کے مقابلہ میں تا عصرِ حاضر حاصل رہا ہے اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا- اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے کہ ہر سال ایک بین الاقوامی اجتماع انہی دو شہروں میں منعقد ہوتا ہے اور مسلمان دور دراز کا سفر طے کر کے یہاں حاضر ہوتے ہیں۔ اس عظیم اجتماع کے جو اثرات علوم و معارف کی اشاعت پر مترتب ہوتے ہیں۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ عصر صحابہ میں لوگ اس موقع پر ایک دوسرے سے ملتے اور احادیث کی نقد و جرح پر بحث و تمحیص کیا کرتے تھے۔ اس طرح انہیں احادیث اور ان کے رواۃ و رجال کا پورا علم حاصل ہو جایا کرتا تھا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حج ایک عظیم ترین رابطہ ہے جس نے مختلف بلاد اسلامیہ کی علمی زندگی کو ان دو شہروں کے ساتھ وابستہ کر رکھا تھا۔ مگر اس سے جملہ اکناف ارضی کی علمی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے بکثرت صحابہ دعوت و ارشاد کی خاطر اطرافِ عالم میں پھیل گئے۔

دارالحدیث کوفہ:

کوفہ ان دنوں اسلامی افواج کا بہت بڑا مرکز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی فتوحات کے دور میں بکثرت صحابہؓ وہاں جا بسے اور وہیں دفن ہوئے۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ، خباب بن ارتؓ، سلمان فارسیؓ، حذیفہ بن یمانؓ، عمار بن یاسرؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، براء بن عازبؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، نعمان بن بشیرؓ، ابوالطفیلؓ، اور ابوجحیفہؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ (علوم الحدیث للحاکم)

کوفہ کے دارالحدیث کی قیادت و سیادت کا سہرا حضرت ابن مسعودؓ کے سر ہے۔ اس لیے کہ ساکنان کوفہ میں وہ کثیر العلم تھے۔ اور ان کا زمانہ قیام بھی دوسرے صحابہؓ کی نسبت طویل تھا۔ ان کے اصحاب و تلامذہ میں سے مندرجہ ذیل نے بڑی شہرت حاصل کی۔

۱۔ مسروق بن اجدع ہمدانی۔

۲۔ عبیدہ بن عمرو سلمانی۔ ان کے بارے میں شعبی کا بیان ہے کہ یہ قاضی شریحؒ کے ہم پلہ تھے۔

۳۔ اسود بن یزید نخعی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴- شریح بن حارث کندی- حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا اور حجاج ثقفی کے زمانہ تک یہ اس منصب پر فائز رہے- پھر اپنی موت سے ایک سال پہلے اس عہدہ سے سبکدوش ہوئے-

۵- ابراہیم بن یزید نخعی فقیہ العراق-

۶- سعید بن جبیر-

۷- عامر بن شراحیل شعبی علامۃ التابعین- یہ جلیل القدر حافظ حدیث تھے-

(اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۰)

۴- دارالحدیث بصرہ:

دارالحدیث بصرہ کے سرخیل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تھے- ان کے علاوہ مندرجہ ذیل صحابہؓ بھی بصرہ میں سکونت گزیں تھے:

۱- حضرت عبداللہ بن عباسؓ، یہ حضرت علیؓ کی جانب سے بصرہ کے والی تھے-

۲- عتبہ بن غزوان-

۳- عمران بن حصین-

۴- ابو برزہ اسلمی-

۵- معقل بن یسار-

۶- ابوبکرہ-

۷- عبدالرحمن بن سمرہ-

۸- عبداللہ بن شخیر-

۹- جاریہ بن قدامہ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین- (علوم الحدیث للحاکم ص ۱۹)

اس دارالحدیث کے فارغ التحصیل تابعین میں مندرجہ ذیل کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں-

ابو العالیہ رفیع بن مہران الریاحی' حسن بصری' جو پانچ صحابہ سے مل چکے تھے- محمد بن سیرین ابو الشعثاء بن جابر بن زید' قتادہ بن دعامہ' مطرف بن عبداللہ بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخیر' ابو بردہ بن ابی موسیٰ و تابعین دیگر تابعین رحمہم اللہ۔

۵- دارالحدیث شام:

جب مسلمانوں نے شام کے علاقہ کو فتح کیا تو بکثرت اہل شام حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ خلفائے راشدین نے سرزمین شام کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور بڑے بڑے فاضل صحابہؓ کو وہاں دعوت و تبلیغ کے لیے بھیجا۔ ان میں سے ایک معاذ بن جبلؓ تھے۔ حضرت معاذؓ کا علمی پایہ بڑا بلند تھا۔ رسول کریمؐ نے پہلے ان کو یمن بھیجا اور جب مکہ فتح ہوا تو لوگوں کو حلال و حرام کی تعلیم دینے کے لیے وہاں مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو دینی تعلیم دینے کے لیے ان کو ملک شام روانہ کیا۔

ابن سعد طبقات میں ابو مسلم خولانی سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں حمص کی مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہاں ادھیڑ عمر کے تیس صحابہؓ موجود ہیں۔ اور ان میں سیاہ آنکھوں اور چمکتے ہوئے دانتوں والا ایک حسین نوجوان بھی موجود ہے۔ یہ نوجوان چپ بیٹھا تھا۔ اور بات چیت نہیں کرتا تھا۔ جب لوگوں کو کسی بات کا شبہ گزرتا تو اس کی جانب متوجہ ہو کر اس سے دریافت کرتے۔ میں نے اپنے ہم نشین سے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے کہا یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب معاذ بن جبلؓ شام جانے لگے تو مدینہ میں ان کی وجہ سے بڑا خلا محسوس کیا جانے لگا۔ اس لیے کہ وہ لوگوں کو دینی احکام و فتاویٰ بتایا کرتے تھے۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں عرض کی کہ لوگوں کی ضروریات کے پیش نظر ان کو روک لینا چاہیے۔ مگر انہوں نے انکار کیا کہنے لگے' ایک شخص شہادت کی نیت سے جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہے۔ بھلا میں اسے کیسے روک سکتا ہوں؟ میں نے عرض کی' بخدا اس شخص کو تو بستر پر لیٹے لیٹے شہادت کا اجر مل سکتا ہے۔ (طبقات)

ملک شام میں جن لوگوں نے تعلیم و تدریس کے سلسلہ میں قابل خدمات انجام دیں۔ ان میں سے ایک حضرت عبادہ بن صامتؓ بھی تھے۔ حضرت عبادہؓ نے قرآن کی جمع و تدوین کے سلسلہ میں بڑی نمایاں خدمات انجام دیں۔ یہ دینی امور میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑے سمجھ دار اور ذوفہم واقع ہوئے تھے- حق و صداقت کے اظہار و اعلان میں بڑے بے باک تھے- اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے- آپ نے امیر معاویہؓ کو کئی باتوں پر ٹوکا تھا- ملک شام میں تبلیغی خدمات انجام دینے والے دوسرے صحابی حضرت ابو الدرداءؓ انصاری تھے- یہ حفاظ حدیث اور فقہاء صحابہؓ میں شمار کیے جاتے تھے- حضرت عمرؓ نے عبادہؓ بن صامت اور ابوالدرداءؓ کو حضرت معاذؓ کی رفاقت میں یزید بن ابوسفیان کے طلب کرنے پر ملک شام بھیجا تھا- یزید نے جناب فاروق کو بلا بھیجا تھا کہ اہل شام کو دینی معلمین کی ضرورت ہے- اس لیے آپ ان تینوں صحابہ کو شام بھیج دیں- (تاریخ بخاری)

مذکورہ صدر ہر سہ صحابہؓ دیار شام میں حدیث نبوی کی نشر و اشاعت کرنے کے سلسلہ میں سنگ میل ثابت ہوئے- حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰنؓ بن غنم کو بھی اسی مقصد کے لیے شام بھیجا تھا- چونکہ عبدالرحمٰن زیادہ تر حضرت معاذؓ کی صحبت میں رہتے تھے- اس لیے صاحب معاذ کہلاتے تھے- سابق الذکر صحابہؓ کے علاوہ کچھ اور بزرگ بھی تھے- جنہوں نے سرزمین شام میں دعوت و تبلیغ کے فرائض انجام دیئے- مثلاً حضرت شرحبیلؓ بن حسنہؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ، جو بقول امام حاکم اردن میں مدفون ہیں- نیز ابو مالک اشعری و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم-

سابق الذکر صحابہ کی تعلیم و تربیت سے بکثرت تابعین دیار شام میں مستفید ہوئے- جن میں مندرجہ ذیل ہیں-

ابو ادریس خولانی' قبیصہ بن ذویب' مکحول بن ابی مسلم' رجا بن حیوہ کندی' یہ بڑے ثقہ اور فاضل تھے-

٦- دار الحدیث مصر:

جب مسلمانوں نے سرزمین مصر کو فتح کیا تو وہاں کے اکثر باشندے مشرف باسلام ہو گئے- اسلامی دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں بکثرت صحابہؓ نے دیار مصر کو اپنے قدم میمنت لزوم سے نوازا- ان میں مشہور تر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ تھے- جو احادیث کی کثرت روایت میں تمام صحابہؓ میں ممتاز تھے- جب امیر معاویہؓ نے حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمرو بن العاصؓ کو شام کا والی بنایا تو ان کے بیٹے حضرت عبداللہ مصر ہی میں مقیم رہے۔ حج وعمرہ کے لیے مکہ جاتے اور پھر واپس مصر لوٹ آتے۔ حتیٰ کہ ایک قول کے مطابق مصر ہی میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے علاوہ بکثرت صحابہ مصر میں بس گئے اور لوگوں کو دینی احکام کی تعلیم دیتے رہے۔ ان میں مندرجہ ذیل کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

عقبہ بن عامرؓ الجہنی' خارجہ بنؓ حذافہ' عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح' محمیہ بن جزء' عبداللہؓ بن حارث بن جزء' ابو بصرہ غفاری' ابو سعد الخیر' معاذ بن انس الجہنی وغیرہم۔

محمد بن ربیع الجیزی نے ایک مستقل کتاب ان صحابہ کے ذکر میں لکھی ہے۔ جو مصر میں سکونت گزیں ہوئے تھے۔ ان کی تعداد اس نے ایک سو چالیس سے کچھ اوپر تحریر کی ہے۔ اس تالیف میں اس نے ان صحابہ کی مرویات بھی درج کی ہے۔

(اعلام الموقعین ج ۱ص ۲۱ وعلوم الحدیث للحاکم ص ۱۹۳)

سابق الذکر صحابہ کے فیض تربیت سے تابعین کی ایک جماعت مستفید ہوئی۔ جن میں اہم مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ابو الخیر مرثد بن عبداللہ الیزنی مفتی اہل مصر۔ یہ ابو ایوبؓ انصاری ابو بسرہؓ غفاری اور عقبہ بن عامر جہنی سے روایت کرتے ہیں۔

۲۔ یزید بن ابی حبیب۔ یہ بعض صحابہ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ لیکن ان کی اکثر و بیشتر روایات تابعین سے منقول ہیں۔ یہ دراصل بربری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد دنقلہ نامی شہر میں بود و باش رکھتے تھے۔ مگر یزید بن ابی حبیب مصر میں پلے بڑھے۔

زیر تبصرہ عصر و عہد میں جو مدارس اور دارالحدیث مختلف بلاد اسلامیہ میں پائے جاتے تھے' یہ ان کا مختصر بیان ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہؓ و تابعینؒ نے حدیث نبوی کی نقل و روایت اور اشاعت میں کس مستعدی اور جانفشانی سے کام لیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلبِ حدیث میں علماء کے سفر

حفظ حدیث کے سلسلہ میں صحابہ میں فرق مراتب:

آپ دیکھ چکے ہیں کہ اسلامی فتوحات کا دائرہ کس قدر پھیلا اور اس کے زیر اثر صحابہؓ مختلف بلاد و دیار میں بکھر کر دین اسلام اور احادیث نبویہ کی نشر و اشاعت کرنے لگے۔ یہ بدیہی بات ہے کہ صحابہؓ احادیث کے حفظ و تالیف میں یکساں نہ تھے۔ بلکہ اس ضمن میں مختلف الدرجات تھے۔ مثلاً بعض صحابہؓ ایسے تھے جن کو صرف ایک حدیث یاد تھی۔ بعض کو دو یا اس سے کم و بیش۔ بعض لوگوں کی موجودگی میں حضورؐ نے ایسی حدیث سنائی جو دوسروں کے سامنے بیان نہ فرمائی۔ بعض لوگ ایسے سانحہ میں مبتلا ہوئے جو دوسروں کو پیش نہ آیا۔ اس لیے مشہور تابعی مسروق فرماتے ہیں کہ مجھے حضرات صحابہؓ کا شرف ہم نشینی حاصل ہے۔ میں نے انہیں ایک چشمہ کی طرح پایا۔ بعض چشمے ایسے ہوتے ہیں جن سے ایک ہی آدمی سیر ہو سکتا ہے۔ بعض سے دو اور بعض سے دس۔ بعض چشمے ایک صد اشخاص تک کو سیر کر سکتے ہیں۔ اور بعض اس سے بھی بڑھ کر اتنے وسیع ہوتے ہیں۔ کہ اگر تمام روئے زمین کے باشندے اس پر اپنی پیاس بجھانے کے لیے اُتر پڑیں تو اُن سب کو سیر کر دیں۔

ذرا غور فرمایئے جب صحابہؓ کی حالت یہ تھی جو بیان ہوئی تو ان کے اطراف ارضی میں بکھر جانے کا کیا نتیجہ ہوا ہو گا؟ یہی نا کہ ان کے ادھر اُدھر پھیل جانے سے احادیث نبویہ بھی مختلف دیار و بلاد میں بکھر گئیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن عزیز اور دینی احکام کے فہم و ادراک کے لیے احادیث از بس ناگزیر تھیں۔ بلاشبہ عثمانی خلافت میں قرآن کریم جمع ہو گیا تھا اور اس کے نسخے اطراف ملک میں پھیل گئے تھے۔ مسلمانوں نے اسے حفظ کر لیا تھا اور اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہ تھی۔ مگر سنت جو تفسیر قرآن کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کی کیفیت ایسی نہ تھی۔ چنانچہ نہ تو اس کی کتابت عہد رسالت ہی میں عمل میں آئی اور نہ ہی خلافت راشدہ کے دوران پہلی صدی ہجری کے اختتام تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متعدد وجوہ واسباب کے پیش نظر اس ضمن میں کوئی اہم قدم اُٹھایا جا سکا۔

طلب حدیث کے لیے سفر کی ضرورت:

جب صورت حال یہ تھی تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مختلف بلاد کے لوگوں کو نئے نئے حوادث و مسائل پیش آتے تھے تو وہ کیا کرتے؟ ایسے میں ان کے سامنے صرف ایک ہی دروازہ کھلا تھا۔ جسے وہ کھٹکھٹا سکتے تھے۔ قطع نظر اس سے کہ اس کے کھٹکھٹانے میں انہیں کتنی بھی مالی و جانی قربانیاں دینی پڑیں..... وہ دروازہ طلب علم کے لیے رحلت کرنا تھا..... اس میں شبہ نہیں کہ حضرات صحابہؓ، تابعینؒ بلکہ اتباعِ تابعین نے اسی دروازہ پر دستک دی۔ انہوں نے طلب حدیث کی راہ میں سعی و جہد کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ شرق وغرب کو چھان مارا۔ اور حدیثوں کی تلاش میں ہر سرد و گرم کو چکھا اور آزمایا۔ صحابہؓ تابعینؒ اتباع تابعینؒ اور ان کے بعد آنے والے جن لوگوں نے احادیث کے کتب حدیث میں مدوّن ہونے تک خدمات جلیلہ انجام دی تھیں۔ ان کے سیر و سوانح کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سیرت نویس ایک راوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں مکی ثم مدنی ثم کوفی ثم بصری ثم شامی ثم مصری ہے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تاثر دینا ہوتا ہے کہ وہ راوی حدیث کی طلب و تلاش میں ہر جگہ کی خاک چھانتا رہا۔

حدیث کی چھان بین پر رحلت کے اثرات:

اس میں شبہ نہیں کہ علماء کی خدمت میں حاضری دینے اور حفاظ حدیث کے باہم ملنے جلنے سے عقل انسانی کو جلا اور علوم کی تنقیح و تہذیب اور احادیث کی چھان پھٹک میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مزید برآں سفر کرنے سے ایک طالب حدیث سفر کر کے ہی حدیث کے رواۃ ورجال اور ان کی سیرت و کردار سے آگاہ ہو سکتا اور یہ جان سکتا ہے کہ آیا وہ قابل اعتماد راوی ہے یا ضعیف۔ مزید برآں سفر کرنے سے ایک طالب حدیث کے علم میں اضافہ ہوتا اور اس کے علم میں ایسی احادیث آتی ہیں جو اس کے ہم شہر علماء کے یہاں موجود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت سے علماء کی یہ عادت رہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ علم کی تلاش میں مارے مارے پھرتے اور ہر دشت کی گردان چھانتے رہے ہیں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ عصر حاضر میں امت اسلامیہ پر تغافل و تکاسل کا بھوت سوار ہے اور لوگ محنت و کاوش کی اس راہ سے ہٹ گئے ہیں جو ان کے اسلاف کا طرۂ امتیاز تھی۔

ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ جو صحابہؓ مدینہ سے دور رہتے تھے' سوار ہو کر مدینہ جاتے اور آنحضورؐ سے علمی مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد بھی صحابہؓ کا یہ معمول رہا کہ وہ طلب حدیث کے سلسلہ میں سفر کر کے ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے۔ آگے چل کر جب اسلامی فتوحات کا دائرہ پھیلا اور صحابہ ادھر ادھر منتشر ہو گئے تو حدیث کے طلب گار صحابہ و تابعین میں علمی رحلات کا بڑا چرچا ہوا۔ اور یہ لوگ طلب علم کی خاطر عام طور سے سفر کرنے لگے۔ اس ضمن میں ہم صحابہ و تابعین کے چند واقعات بیان کریں گے۔ تاکہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ ہمارے اسلاف نے حدیث کی جمع و تدوین کے سلسلہ میں کس قدر نمایاں خدمات انجام دی تھیں اور وہ سنت رسولؐ کے کس حد تک شیفتہ و فریفتہ تھے۔

۱۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ایک حدیث سننے کی خاطر مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر حضرت عقبہؓ کی خدمت میں مصر حاضر ہوئے۔ جب امیر مصر مسلمہ بن مخلد انصاری کے گھر پہنچے تو بڑے تپاک سے ملے۔ معانقہ کیا اور زحمت فرمائی کی وجہ پوچھی۔ فرمانے لگے "میں نے نبی اکرم ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی۔ آج روئے زمین پر میرے اور عقبہؓ کے سوا دوسرا کوئی شخص موجود نہیں۔ جس نے یہ حدیث نبی اکرم ﷺ سے سنی ہو۔ آپ میرے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیجیں جو مجھے عقبہؓ کے گھر تک پہنچا دے۔ جب عقبہؓ کے گھر پہنچے تو انہوں نے گھر سے نکل کر معانقہ کیا اور آنے کی وجہ پوچھی۔ حضرت ابو ایوبؓ نے سبب بیان کیا۔ عقبہؓ کہنے لگے میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ "جس شخص نے مومن کے کسی عیب کی پردہ پوشی کی' اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوایوبؓ کہنے لگے ''آپ نے بجا فرمایا'' پھر ابوایوبؓ اپنی ناقہ پر سوار ہو کر مدینہ لوٹ آئے۔ اور اس کا کجاوہ بھی نہ کھول پائے۔ اور جب امیر مسلمہ بن مخلد کا بھیجا ہوا قافلہ ان کی تلاش میں نکلا تو وہ عریش مصر کے مقام پر پہنچ چکے تھے۔

ذرا غور فرمایئے کہ اصحابؓ رسول کی نگاہ میں دنیوی ساز و سامان کس قدر بے وقعت اور تحفظ حدیث کی راہ میں آلام و مصائب کا برداشت کرتے چلے جانا کس قدر آسان تھا چنانچہ وہ حدیث نبوی کی طلب و تلاش میں اپنی ہر راحت دے دیتے اور بڑے بڑے جنگلوں اور صحراؤں کو عبور کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ جناب ابوایوبؓ مدینہ سے مصر تک کا طویل اور دشوار گزار راستہ اختیار کرتے اور جب مقصد پورا ہو جاتا ہے اسی وقت لوٹ آتے ہیں۔ اتنا بھی نہیں سوچتے ہیں، کہ ایک دو دن مصر میں ٹھہر کر آرام کر لیں۔

۲۔ عمرو بن ابی سلمہ نے ایک مرتبہ امام اوزاعی سے کہا ''میں چار روز سے آپ کی صحبت میں ہوں اور ابھی تک آپ سے صرف تیس احادیث سن سکا ہوں'' امام اوزاعی نے فرمایا۔ کیا چار روز میں تیس احادیث آپ کے نزدیک کم ہیں؟ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے صرف ایک حدیث کی خاطر ایک ناقہ خرید کر اور اس پر سوار ہو کر مصر میں حضرت عقبہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر مدینہ لوٹے۔ اور آپ چار دن میں تیس احادیث کو کچھ اہمیت ہی نہیں دے رہے۔

اندازہ کیجئے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ کا شمار کثیر الروایت صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ تاہم انہیں ایک حدیث سے ناآشنائی گوارا نہیں۔ چنانچہ وہ مدینہ سے مصر تک کا دور دراز سفر اختیار کرتے اور اس مقصد کے لیے ایک ناقہ بھی خریدتے ہیں۔ یہ واقعہ اس حقیقت کی آئینہ داری کرتا ہے کہ صحابہ میں خدمت دین کا جذبہ کس حد تک تھا اور وہ احادیث کی جمع و تالیف کی خاطر کس قدر مصائب گوارا کرتے تھے۔ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ حدیث کے اخذ و روایت کے شرف سے محروم نہ رہیں۔

۳۔ مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک حدیث کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

خاطر کئی کئی دنوں اور راتوں کا سفر طے کیا کرتا تھا- ایسے تمام آثار کے لیے ملاحظہ فرمائیے -(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۷-۸)

۴- صالح ہمدانی شعبی سے وہ ابوبردہ سے اور ابوبردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم نے فرمایا ''جس شخص کی ملکیت کوئی لونڈی ہو اور وہ اچھی طرح سے اسے تعلیم و تربیت دے کر آزاد کرے اور پھر اس کو اپنے نکاح میں لے آئے- تو اس کو دو اجر ملیں گے- اور اہل کتاب میں سے جو شخص پہلے اپنے نبی پر ایمان لائے اور پھر مجھ پر تو اسے دو اجر ملیں گے- جو غلام اپنے آقا اور اپنے رب دونوں کے حقوق سے عہدہ برآ ہو- اس کو دو اجر ملیں گے''- امام شعبی جب یہ حدیث بیان کر کے فارغ ہوئے تو اپنے شاگرد کو مخاطب کر کے فرمایا-

''اس حدیث کو مفت میں لے لو- کبھی وہ زمانہ تھا جب ایک شخص صرف ایک حدیث کی خاطر عازم مدینہ ہوا کرتا تھا''-

امام شعبی جیسے جلیل القدر تابعی کے یہ الفاظ اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں کہ علماء صحابہ و تابعین ایک چھوٹی سی حدیث کو سننے کے لیے مدینہ کا طویل سفر اختیار کرنے سے بھی گریز نہیں کیا کرتے تھے-

۵- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی کے پاس مجھے ایک حدیث کا پتہ چلا- چنانچہ میں نے ایک اونٹ خرید کر اس پر کجاوا کسا اور ایک مہینہ بھر چل کر ملک شام پہنچا- میں نے حضرت عبداللہ بن انیس کے گھر پہنچ کر پیغام بھجوایا کہ جابر دروازے پر کھڑا آپ کا منتظر ہے- اتنے میں عبداللہ بن انیس گھر سے نکل کر مجھ سے بغل گیر ہوئے- میں نے کہا ''مجھے انسانی حقوق سے متعلق ایک حدیث کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ آپ کو یاد ہے مگر میں نے حضور سے وہ حدیث نہیں سنی- اس لیے حاضر ہوا ہوں- پھر عبداللہ بن انیس نے وہ حدیث بیان کی-

۶- حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں ''مجھے کسی صحابی کے بارے میں پتہ چلتا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں نبی اکرمؐ کی کوئی حدیث یاد ہے- اگر میں چاہتا تو یوں بھی کر سکتا تھا کہ انہیں پیغام بھجوا کر بلا لیتا- مگر میں بذاتِ خود ان کے در دولت پر حاضر ہوتا اور دروازہ پر پڑ کر سو رہتا- حتیٰ کہ وہ گھر سے باہر آ کر مجھے حدیث سناتے''-

(جامع بیان العلم لابن البر)

۷- بسر بن عبداللہ حضرمی فرماتے ہیں ''میں صرف ایک حدیث کی تلاش میں دور دراز کا سفر کرتا اور جا کر وہ حدیث سنتا- (جامع بیان العلم)

حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم میں ایک باب ''ذکر الرحلۃ فی طلب العلم'' کے عنوان سے باندھا ہے- جس میں اس قسم کے متعدد واقعات ذکر کیے ہیں- خطیب بغدادی نے ابوالعالیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''ہم اصحابِ رسول سے بالواسطہ احادیث سنا کرتے تھے- ہمیں یہ بات پسند نہ آئی اور ہم نے خود ان کی خدمت میں حاضری دے کر حدیثیں سنیں''

مندرجہ صدر واقعات اس حقیقت کی آئینہ داری کرتے ہیں کہ علماء حدیث نبویؐ کی صیانت و حفاظت کا فریضہ اسی طرح ادا کرتے رہے- وہ باہم ایک دوسرے سے ملاقات کرتے اور حدیث رسولؐ کی جمع و تالیف کے سلسلہ میں جہد و سعی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے- انہوں نے بعد میں آنے والے محدثین کے لیے ایک راہ ہموار کر دی- جس پر وہ آگے چل کر رواں دواں رہے- حدیث نبویؐ کے عصر تدوین میں علمی رحلت کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا- حتیٰ کہ جو شخص صرف اپنے شہر میں مقیم رہ کر حدیثیں لکھا کرتا اور حدیث کی طلب و تلاش میں زحمت سفر گوارا نہ کرتا تھا' اس کو جادۂ رشد و ہدایت سے برگشتہ تصور کیا جاتا تھا- مشہور محدث یحییٰ بن معین فرماتے ہیں- چار آدمی ہیں جن سے رشد و خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی-

۱- وہ شخص جو کسی درّہ پر محافظ مقرر ہو-

۲- جج اور منصف کا دربان-

۳- محدث کا بیٹا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴- وہ شخص جو گھر پہ مقیم رہ کر حدیثیں لکھتا ہو اور طلب علم کی خاطر سفر نہ کرتا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے "طالب علم کے جوتے لوہے سے بنے ہوئے ہونے چاہئیں"۔ (تاکہ وہ عام طور سے سفر کر سکے اور جوتا ٹوٹنے کا ڈر نہ ہو)

ذرا غور فرمائیے! یہ اس زمانے کی بات ہے جب ذرائع مواصلات کا فقدان تھا۔ نہ پختہ سڑکیں تھیں نہ موٹریں نہ طیارے۔ گھوڑوں اور اونٹوں سے سواری کا کام لیا جاتا تھا۔ خطرناک صحراؤں سے گذرنا پڑتا تھا۔ راستہ میں کہیں سنگلاخ زمین سے گذرنا پڑتا، کہیں میدانی علاقہ، کہیں پہاڑ اور بڑے بڑے ٹیلے۔ شیروں، بھیڑیوں اور درندوں کی کمی نہ تھی۔ کبھی صحرا کی گرمی انہیں جھلس کر رکھ دیتی اور گاہے سردی کے مارے ٹھٹھرنے لگتے راتوں کی تاریکی میں سفر کرتے، جب ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا۔ مگر یہ تمام آلام و حوادث ان کی نگاہ میں ہیچ تھے۔ اور ان میں سے کوئی چیز بھی ان کو حدیث رسول کی جمع و تالیف سے باز نہ رکھ سکی۔ فجزاہم اللہ عن المسلمین خیر الجزاء۔

روایت حدیث کی اشاعت اور تعدد طرق پر رحلت کے اثرات:

اہل علم صحابہؓ مختلف اسلامی بلاد و دیار میں پھیل کر حدیث نبوی کی نقل و روایت کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ چونکہ حفظ حدیث میں سب صحابہؓ یکساں نہ تھے۔ اس لیے اس دور میں علمی رحلت کا بڑا چرچا ہوا اور علماء جمع و تالیف حدیث کی خاطر ایک شہر سے دوسرے شہر میں جانے لگے۔ اسلامی فتوحات کے دائرہ میں وسعت آئی، تو اس کے نتیجہ میں حوادث و مسائل میں بھی اضافہ ہوا۔ چنانچہ اہل علم صحابہؓ نے نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے احکام و فتاویٰ کی نشر و تشہیر شروع کر دی۔ اس کا فطری نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف بلاد و امصار کے علماء ایک دوسرے سے حدیثیں روایت کرنے لگے۔

مثلاً قبل ازیں ایک مصری راوی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور صرف ان لوگوں سے حدیثیں روایت کرتا تھا جو سرزمین مصر میں بس گئے تھے۔ مگر اب مصری محدثین حضرت معاذ بن جبلؓ، ابو الدرداءؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، ابن عباسؓ و جابر بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبداللہؓ اور عبداللہ بن عمروؓ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کرنے لگے- اس لیے کہ یہ تمام صحابہؓ مصر تشریف لے گئے تھے- اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوا کہ قبل ازیں حدیث کا راوی صرف ایک ہی سند سے حدیث روایت کیا کرتا تھا- اب متعدد طرق سے روایت حدیث اور احکام و قضایا اور عبادات و معاملات کی نقل و روایت کا چرچا ہونے لگا اس کی وجہ وجیہ علمائے حدیث کے وہ طویل سفر تھے' جو طلب حدیث کی خاطر انہوں نے طے کیے- اس کی حد یہ ہے کہ رسول کریمؐ کا ایک صحابی مدینہ سے جو مہبط وحی اور حدیث رسول کا ملجا و مرکز تھا' چل کر صرف ایک حدیث کی خاطر مصر پہنچتا ہے- یہ حدیث ان کے رفیق کار نے نبی اکرم ﷺ سے سنی تھی-

حدیث میں دروغ گوئی کا آغاز:

یہ ایک نیک فال تھا کہ اس دور میں مختلف اسلامی بلاد و دیار میں روایت حدیث کا بڑا چرچا ہوا- اس امر کے مفید ہونے میں بھی شبہ نہیں کہ تابعین بڑے ذوق شوق کے ساتھ صحابہؓ سے حدیثیں اخذ کرتے رہے- یہ بات بھی کچھ کم مسرت انگیز نہیں کہ مسلمان احادیث نبویہ کی روشنی میں اپنے دینی و دنیوی امور سرانجام دیتے رہے- مگر مت بھولیے کہ اعدائے دین ہمیشہ گھات میں بیٹھ کر اسلام کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہے ہیں- جب خلیفہ ثالث کی شہادت اور مسلمانوں کے شیعہ و خوارج اور جمہور اہل اسلام میں بٹ جانے سے اسلام میں عظیم فتنہ نمودار ہوا تو دشمنان اسلام اہل ایمان کو ایک اوٹ نظر آئی جس کے پیچھے بیٹھ کر وہ پس پردہ دین اسلام کے مٹانے کے لیے کام کر سکتے تھے- وہ اوٹ یہ تھی کہ جھوٹی حدیثیں وضع کریں اور مسلمانوں میں پھیلا دیں- جب روایت حدیث کا چرچا ہوا اور اس کے دائرہ میں وسعت آئی تو ان فریب کاروں کو اپنے زہریلے خیالات پھیلانے اور جھوٹی احادیث کو مسلمانوں تک پہنچانے کے لیے بڑی سازگار فضا میسر آئی-

صحابہ رضوان اللہ علیہم خلافت راشدہ میں مدینہ منورہ کو کسی ناگزیر ضرورت کے بغیر ترک نہیں کرتے تھے- ان کا زیادہ وقت لڑائیوں میں صرف ہوتا تھا- اس دور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں صرف ایک مدینہ ہی دارالحدیث تھا- حدیث کی کوئی دوسری درس گاہ نہ تھی- جناب صدیقؓ و فاروقؓ نے کمال حزم واحتیاط سے کام لیتے ہوئے لوگوں کو حدیثیں کم روایت کرنے کا حکم دیا تھا- مبادا کثرت روایت کو جاہل لوگ جھوٹ کا ذریعہ بنا لیں اور اس طرح مسلمانوں میں شر وفساد کی تخم ریزی کرنے میں کامیاب ہو جائیں- یہ تجربہ بڑی حد تک کامیاب رہا- اور اللہ تعالیٰ نے حدیث نبوی کو کذاب لوگوں کے شر سے بچا لیا-

جب خلافت راشدہ کا دور ختم ہوا- اور مسلمانوں میں انتشار و خلفشار کا ظہور ہوا' تو دوسرے مذاہب کے ان کذاب اور منافق لوگوں نے سر اٹھانا شروع کیا- ان لوگوں نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا تھا مگر ایمان ان کے گلے سے نیچے نہیں اتر پایا تھا- ان کا کچھ حال ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں- جب اسلامی بلاد و دیار میں حدیث نبوی کی نقل و روایت کا چرچا ہوا تو دوسرے مذاہب کے یہ دجال رونما ہو کر کمال بے حیائی اور ڈھیٹ پن کے ساتھ صحابہؓ پر دروغ بافی کرنے لگے- یہ دعویٰ کرنے لگے کہ صحابہؓ نے فلاں حدیث روایت کی ہے- حالانکہ نہ انہوں نے صحابہ کو دیکھا اور نہ ان سے حدیثیں سنیں-

ان جھوٹے لوگوں نے ایسے ایسے سیاہ کارنامے انجام دیئے- جن کی نہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تھی اور نہ رسول کریمؐ نے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں-

۱- جابر بن یزید بن حارث جعفی ابوعبداللہ کوفی شیعہ ہے- اس کی وفات ۱۲۷ھ میں ہوئی- یہ کہا کرتا تھا میرے پاس پچاس ہزار احادیث ہیں- جن میں سے میں نے ابھی تک کوئی حدیث روایت نہیں کی- اس کے بارے میں سفیان کہتے ہیں کہ میں نے جابر کو تیس ہزار ایسی حدیثیں بیان کرتے سنا' جن میں سے میں کسی روایت کے ذکر کرنے کو بھی حلال نہیں سمجھتا- خواہ مجھے کتنی بڑی رقم کیوں نہ دی جائے- حمیدی سفیان سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے سنا کہ وہ جابر سے اس آیت کی تفسیر دریافت کر رہا تھا-

﴿لَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْٓ اَبِیْٓ﴾(سورہ یوسف)

''میں اسی جگہ رہوں گا یہاں تک کہ میرا باپ مجھے اجازت دے''-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جابر نے کہا ابھی اس آیت کی تفسیر ظاہر نہیں ہوئی- سفیان نے کہا کہ جابر نے دروغ گوئی سے کام لیا- ہم نے پوچھا' آخر جابر کا مطلب کیا تھا؟ سفیان نے کہا شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ ابھی تک بادلوں میں ہیں- لہٰذا جو لوگ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے امامت کا دعویٰ کرتے ہیں- ہم ان کی امداد کے لیے اس وقت تک نہیں نکلیں گے' جب تک حضرت علیؓ آسمان سے پکاریں نہیں کہ فلاں شخص کی امداد کے لیے نکل پڑو''- جابر کے نزدیک آیت کی تفسیر یہ ہے- حالانکہ یہ جھوٹ ہے- دراصل آیت کا تعلق برادرانِ یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہے-

۲- ہمام کا بیان ہے کہ ابوداؤد نابینا ہمارے پاس آ کر کہنے لگا کہ مجھے براء بن عازبؓ نے حدیث سنائی- مجھے زیدؓ بن ارقمؓ نے حدیث سنائی- ہم نے جب قتادہ سے اس بات کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے ابوداؤد جھوٹ کہتا ہے- اس نے ان صحابہؓ سے حدیثیں نہیں سنیں- وہ تو ۸۷ھ میں طاعونِ جارف کے زمانہ میں گداگر تھا- اور لوگوں سے بھیک مانگا کرتا تھا- ہمام کہتے ہیں کہ ابوداؤد نابینا قتادہ کے پاس آیا- جب اٹھ کر چلا گیا تو لوگوں نے کہا اس کا دعویٰ ہے کہ وہ اٹھارہ بدری صحابہؓ سے مل چکا ہے- قتادہ کہنے لگے یہ طاعونِ جارف سے پہلے گداگر تھا اور علم حدیث کے ساتھ اس کو کچھ سروکار نہ تھا- بخدا حسن بصری اور سعید بن المسیب جیسے تابعین نے بھی بدوی صحابہؓ سے براہ راست سن کر ہمیں کوئی حدیث نہیں سنائی- البتہ سعد بن ابی وقاصؓ سے ضرور ملے تھے-

ذرا غور فرمایئے کہ اس اندھے کا یہ دعویٰ کس قدر حیرت ناک ہے کہ وہ اٹھارہ بدری صحابہؓ سے مل چکا ہے- حضرت حسن بصریؒ اور سعید بن المسیب دونوں عمر میں اس سے بڑے تھے- حدیث نبوی کے ساتھ انہیں لگاؤ بھی زیادہ تھا- اور اجتہاداتِ صحابہؓ کے بھی وہ بڑھ کر عالم تھے- مگر ان دونوں میں سے کسی نے بھی کسی ایک بدری صحابی سے حدیث روایت کرنے کا دعویٰ نہیں کیا- پھر ابوداؤد نابینا کا یہ دعویٰ کیونکر حق بجانب ہے کہ وہ اٹھارہ بدری صحابہؓ سے مل چکا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُبْحَانَکَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ.

۳- مگر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے واضعین کے سب راستے بند کر دیئے اور ان کے لیے کوئی راستہ بھی کھلا نہ چھوڑا- چنانچہ امام شعبی جب مشہور کذاب حارث اعور کا ذکر کرتے تو کہا کرتے تھے کہ وہ کذاب ہے- حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو جب حضرت علیؓ کے چند فیصلے دکھائی دے گئے جو ایک تھیلہ میں رکھے گئے تھے- تو آپ نے انہیں مٹا دیا اور صرف چند فیصلے باقی رہنے دیئے- اس کی وجہ یہ ہے کہ شیعہ نے حضرت علیؓ کے علم میں آمیزش کر کے اس کو بگاڑ دیا ہے-

اسی طرح بشیر بن کعب نے حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر چند حدیثیں سنائیں- ابن عباسؓ نے کہا کہ فلاں فلاں حدیث کا اعادہ کیجئے- اس نے اعادہ کر دیا اور پھر حدیثیں سنانے لگا- ابن عباسؓ نے پھر کہا ''فلاں فلاں حدیث دہرایئے- اس نے تعمیل ارشاد کر دی- بشیر بن کعب نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ آیا آپ نے میری روایت کردہ سب احادیث کو صحیح قرار دیا- بجز ان روایات کے جن کو دہرانے کا حکم دیا؟ یا سب احادیث کو مجروح سمجھا اور صرف ان احادیث کو صحیح ٹھہرایا جن کے اعادہ کا حکم دیا؟-

یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ''ہم حدیثیں اس وقت روایت کیا کرتے تھے- جب لوگ حدیث رسولؐ میں جھوٹ کی آمیزش نہیں کیا کرتے تھے- اور جب ہر کس و ناکس نے اس پیشہ کو اختیار کر لیا تو ہم نے یہ مشغلہ ترک کر دیا-

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ بشیر العدوی حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیثیں بیان کرنے اور کہنے لگا رسول کریمؐ نے یوں فرمایا اور رسول کریمؐ نے اس طرح فرمایا- مگر ابن عباسؓ نہ اس کی حدیثیں سنتے اور نہ اس کی طرف توجہ مبذول کرتے تھے- وہ کہنے لگا' ابن عباسؓ! کیا بات ہے کہ میں آپ کو حدیثیں سنا رہا ہوں اور آپ ہیں کہ توجہ ہی نہیں دیتے؟- ابن عباسؓ نے فرمایا ''ایک زمانہ تھا کہ جب کوئی شخص حدیثیں روایت کرتا تھا تو ہماری نگاہیں اس کی طرف اُٹھ جاتی تھیں- اور ہمہ تن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گوش ہو کر ہم اس کی باتیں سنتے تھے۔ جب ہر کس و ناکس نے یہ کام سنبھال لیا تو ہم انہی احادیث کو تسلیم کرنے لگے جن سے ہم آشنا تھے"۔ (مقدمہ صحیح مسلم)

۴۔ خیال رہے کہ وضاعین کی ایک قسم حدیث نبوی کے لیے بڑی خطرناک ثابت ہوئی ہے اور وہ واعظ قسم کے لوگ ہیں۔ جن کا کام منکر قسم کی روایات بیان کرنا ہے۔ وہ ایسی عجیب و غریب مگر بے اصل احادیث روایت کرتے ہیں کہ لوگ کلیۃً تمام کر رہ جاتے ہیں۔ دور زیر تبصرہ بھی ایسے لوگوں کے وجود نامسعود سے خالی نہ تھا۔

امام شعبی (۱۷ھ تا ۱۰۴ھ) جلیل القدر تابعی اور پہلی صدی ہجری میں حدیث نبوی کے ستون تھے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک بن مروان بیٹھا تھا اور اس کی مجلس میں رؤسائے شام موجود تھے۔ عبدالملک نے دریافت کیا' اس دور میں عراق کا عظیم تر عالم کون ہے؟ حاضرین نے کہا ہمارے خیال میں عامر شعبی سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں۔

امام شعبی کہتے ہیں کہ عبدالملک نے مجھے خط لکھ کر بلایا۔ چنانچہ میں اس کی ملاقات کے لیے روانہ ہوا اور جمعہ کے روز مقام "تدمر" پہنچا۔ نماز کا وقت تھا۔ مسجد میں حاضر ہوا۔ میرے پاس ہی ایک لمبی داڑھی والا شخص بیٹھا تھا۔ جس کو لوگوں نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ وہ حدیث بیان کرنے لگا کہ مجھے فلاں آدمی نے نبی کریم سے سن کر یہ حدیث سنائی کہ "اللہ تعالیٰ نے دو صور (سینگ کی مانند چیز' جس میں اسرافیل قیامت کے دن پھونکیں گے) پیدا کیے۔ ہر صور میں دو مرتبہ پھونکا جائے گا۔ ایک دفعہ سب چیزوں کو بے ہوش کرنے کے لیے اور دوسری مرتبہ ان کو اٹھانے کے لیے"۔ شعبی کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر ضبط نہ کر سکا۔ چنانچہ میں نے جلدی نماز ختم کی اور کہا "اے شیخ! خدا سے ڈر اور غلط حدیث بیان نہ کر۔ اللہ تعالیٰ نے صرف ایک صور پیدا کیا ہے۔ جس میں دو مرتبہ پھونکا جائے گا۔ ایک دفعہ بے ہوش کرنے کے لیے اور دوسری دفعہ اٹھانے کے لیے"۔ شیخ یہ سن کر کہنے لگا اے فاجر! میں فلاں شخص سے حدیث روایت کر رہا ہوں اور آپ مجھے جھٹلا رہے ہیں۔ پھر جوتا پکڑ کر مجھے پیٹنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شروع کر دیا' لوگ بھی اس کے ساتھ مل کر مجھے پیٹنے لگے- بخدا وہ اس وقت باز آئے- جب حلف اٹھا کر میں نے کہا کہ خدا نے تمیں صور پیدا کیے ہیں- اور ہر صور میں ایک نفخہ ہے- شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے دمشق میں حاضر ہو کر عبدالملک کو سلام کہا- اس نے کہا شعبی! اپنے سفر کی کوئی عجیب ترین بات سنایئے میں نے ماجرا بیان کیا تو عبدالملک ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ ہو ہو گیا- (تحذیر الخواص للسیوطی ص ۵۱)

ذرا غور فرمایئے کہ اس دور میں رسول کریمؐ پر کذب بیانی کو کس قدر فروغ حاصل ہو چکا تھا اور عوام جھوٹی احادیث کو کتنے ذوق شوق کے ساتھ سنتے تھے- اس کی حد یہ ہے کہ جب کوئی ناصح ان کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرتا تو اس کی توہین کرتے اور اسے پیٹتے تھے- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں محدثین کا کام کس قدر کٹھن اور دشوار تھا- وعظ گو اور زنادقہ نے عوام کے ذوق کو بگاڑ کر خرافات کا عادی بنا دیا تھا- ہر زمانہ میں عوام کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ عجیب وغریب باتوں کو پسند کرتے اور افسانہ گو قسم کے لوگوں کی ہم نشینی اختیار کیا کرتے ہیں- خصوصاً جب کہ ان کی باتوں میں انوکھا پن پایا جاتا ہو- اور وہ عقل انسانی کے دائرہ سے باہر ہوں یا وہ دلوں کو نرم کرنے والی ہوں- اور ان کے سننے سے بے ساختہ انسان رونے پر مجبور ہو جاتا ہو- ذرا اندازہ لگایئے کہ حضرت ابن عمرؓ ایک افسانہ گو شخص کو مسجد سے نکل جانے کا حکم دیتے ہیں مگر وہ اس کی پروا نہیں کرتا- حتیٰ کہ حضرت ابن عمرؓ نے پولیس کے سپاہی کو کہلوا کر اس کو جبراً مسجد سے باہر نکال دیا-

ہم آگے چل کر ایک خاص فصل میں بتائیں گے کہ وضع حدیث کا آغاز کیوں کر ہوا؟ اس کی تاریخ کیا ہے- اور علماء نے وضاعین کے مقابلہ کے لیے کون سی مساعی جمیلہ انجام دیں؟ ہم کتاب کے خاتمہ پر ''انواع الحدیث'' کے ضمن میں اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے- اس لیے کہ وضع حدیث کا دور زیر تبصرہ کے ساتھ کوئی خصوصی تعلق نہیں ہے- بلکہ یہ تمام عصور و ازمنہ کی مشترکہ پیداوار ہے- اس لیے اب اسی پر اکتفا کرتے ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتابت حدیث

عربوں میں کتابت قبل از اسلام:

کتابت شہریت کی علامت اور اجتماع و تمدن کے آثار میں سے ایک عظیم نشان ہے- یہی وجہ ہے کہ مہذب اقوام نے ہمیشہ اس میں سبقت حاصل کی ہے اور ناشائستہ و غیر مہذب قومیں اس سے دور رہی ہیں- چونکہ عرب فطری طور پر بدوی تھے- اس لیے نتیجتاً امی تھے- اور لکھنے پڑھنے سے آگاہ و آشنا نہ تھے- بجز ان علاقوں کے جہاں کے لوگ تہذیب و حضارت سے بہرہ ور تھے- مثلاً یمن وغیرہ- چنانچہ یمنی لوگ لکھنا جانتے تھے اور ان کے خط کو خط مسند کہتے ہیں- مگر کتابت وہاں عام طور سے شائع نہ تھی کہ سب لوگ اس سے آگاہ ہوں- بخلاف ازیں کتابت کا فن خواص تک محدود تھا-

یمن سے منتقل ہو کر کتابت کا فن حیرہ اور آبنار کے علاقوں تک پہنچا- اس لیے کہ یمن کے ان علاقوں کے ساتھ گہرے روابط استوار تھے- یہ لوگ اپنے علاقہ کے خط کو "خط جزم" کہتے تھے- کیونکہ وہ خط مسند حمیری سے اخذ کیا گیا تھا- حیرہ سے انتقال مکانی کر کے یہ خط حرب بن امیہ کے ذریعے مکہ پہنچا- حرب بن امیہ ایک سیاح آدمی تھا- اس کے عہد سے مکہ میں کتابت کا آغاز ہوا- چنانچہ چند قریشی لوگ فن کتابت سے آشنا ہو گئے- قبل از اسلام یہ تین علاقے تھے جہاں جزوی طور پر کتابت کا رواج پایا جاتا تھا- یہ شہری عربوں کا حال تھا- جہاں تک بدوی عربوں کا تعلق ہے وہ نہ صرف کتابت بلکہ تمام شہری صنعتوں کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے-

تقدیر خداوندی سے قبل از اسلام کتابت کا حیرہ سے مکہ منتقل ہونا اس امر کا پیش خیمہ ثابت ہوا کہ یہ فن حفاظت کتاب و سنت کے عوامل میں سے ایک قوی ترین عامل ٹھہرا- اس میں شبہ نہیں کہ کتابت کا رواج عام نہ تھا بلکہ اس کا دائرہ صرف چند لوگوں تک محدود تھا- لہٰذا بحیثیت مجموعی امت عربیہ کو ایک امی قوم کہہ سکتے ہیں- جو لکھنے پڑھنے سے نابلد تھی- حتیٰ کہ جب اسلام آیا تو قرآن نے اس امت کو امی کہہ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پکارا- قرآن میں فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ (الجمعة)

''خدا کی ذات وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا''۔

خدا کو یہی منظور تھا- کہ عربوں میں عام طور سے کتابت کا شائع نہ ہونا ان کے ملکہ حفظ کو جلا دینے کا سبب بنا- چنانچہ عربوں نے اہم اشعار و انساب اور مفاخر و ایام کے جمع کرنے میں صرف اپنی قوت حافظہ ہی پر اعتماد کیا- انسانی جسم کی یہ خصوصیت ہے کہ جس قوت کو زیادہ استعمال کیا جائے وہ بڑھتی اور نشو ونما پاتی ہے- یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کی کوئی قوم تاہنوز قوت حافظہ میں عربوں کی حریف ثابت نہیں ہو سکی-

ظہور اسلام کے وقت مکہ میں کتابت:

بہر کیف جب اسلام آیا تو مکہ کے پورے شہر میں سترہ اشخاص کے سوا دوسرا کوئی شخص کتابت سے آشنا نہ تھا- ان میں سے مندرجہ ذیل حضرات کے اسماء قابل ذکر ہیں-

عمر بن الخطابؓ، علی ابن ابی طالبؓ، عثمان بن عفانؓ، ابو عبیدہؓ بن الجراح، طلحہؓ یزید بن ابی سفیان' معاویہؓ بن ابی سفیان' ابوسفیانؓ بن حرب' ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ' حاطب بن عمرو- ابوسلمہ بنؓ عبدالاسد مخزومی-

مندرجہ ذیل خواتین بھی لکھنا جانتی تھیں-

شفا بنت عبداللہ عدویہ' حفصہؓ بنت عمرؓ، ام کلثوم بنت عقبہ' کریمہ بنت مقداد و دیگر خواتین-

مدینہ میں کتابت بوقت ہجرت:

اہل مدینہ میں سے اوس وخزرج کے قبیلوں میں کسی حد تک کتابت کا رواج پایا جاتا تھا- بعض یہودی عربی کتابت سے آگاہ تھے اور اپنے بچوں کو مدینہ میں لکھنا سکھایا کرتے تھے- جب اسلام آیا تو اوس وخزرج کے کچھ لوگ لکھنا جانتے تھے- جن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے صحابہؓ کو حدیثیں لکھنے سے روک دیا تھا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا' قرآن کے سوا مجھ سے سن کر کچھ نہ لکھو۔ جس نے قرآن کے سوا کوئی بات مجھ سے لکھی ہو' اسے مٹا دے۔ (صحیح مسلم)

جیسا کہ مذکورہ صدر حدیث میں مذکور ہے۔ سرور کائنات ﷺ نے صحابہؓ کو کتابت حدیث سے روکا اور حافظہ پر اعتماد کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے حدیث کی نقل و روایت سے روکا نہیں تھا بلکہ اس کی اجازت مرحمت فرمائی اور دروغ گوئی سے اجتناب کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں صحابہؓ کی قوت حافظہ ضرب المثل کی حد تک مشہور تھی۔ اس لیے حدیثوں کے ضائع ہونے کا خطرہ ہرگز دامن گیر نہ تھا۔ کتابت حدیث سے منع کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ صحابہؓ کی قوت حافظہ ضائع نہ ہونے پائے۔ اگر وہ لکھنا شروع کر دیتے تو تحریر پر بھروسہ کر کے وہ قوت حافظہ سے کام لینا چھوڑ دیتے اور اس طرح رفتہ رفتہ ان کی قوت حافظہ جواب دے دیتی۔ اس پر تیسری وجہ کا اضافہ فرمایئے۔ جو یہ ہے کہ کتابت اس دور میں عام نہ تھی کہ حفظ کی جگہ لے سکتی۔ بخلاف ازیں کتابت کا دائرہ صرف چند افراد تک محدود تھا۔ اور وہ صرف قرآن لکھنے اور حضورؐ کے دعوتی خطوط کی تحریر و تسوید کے سلسلہ میں کتابت سے مدد لیتے تھے۔ بجز اس کے ان کے یہاں کتابت کا دوسرا کوئی استعمال سرے سے تھا ہی نہیں۔ بنا بریں اگر ان کو حدیثیں لکھنے کے لیے مکلّف و مامور کیا جاتا تو بڑی دشواری میں مبتلا ہو جاتے اور کتاب و سنت میں فرق و امتیاز نہ کر پاتے۔

منع و جواز کتابت کی احادیث میں تطبیق:

سوال: معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ منع کتابت کے پہلو بہ پہلو ایسی احادیث بھی موجود ہیں۔ جن میں حضورؐ نے حدیثیں لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ مثلاً یہ حدیث کہ فتح مکہ کے دن جو خطبہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ یمن کے ایک شخص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوشاہؓ نے حضورؐ سے درخواست کی کہ مجھے لکھوا دیا جائے- آپؐ نے فرمایا یہ خطبہ ابوشاہ کو لکھ دو- (بخاری کتاب العلم) اسی طرح ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ میں عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کے سوا دوسرا کوئی شخص مجھ سے زیادہ حدیثیں نہیں جانتا تھا- اس کی وجہ یہ تھی کہ عبدؓاللہ لکھ لیا کرتا تھا اور میں نہ لکھتا تھا- اور اس قسم کے دیگر آثار و شواہد جواباحتِ کتابت پر دلالت کرتے ہیں' بظاہر ابوسعید خدریؓ کے منع کتابت پر مشتمل حدیث سے متعارض ہیں- اب قابل استفسار امر یہ ہے کہ اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: اس سوال کے متعدد جواب ہیں-

۱- آپ نے کتابتِ حدیث سے اس وقت منع فرمایا تھا جب قرآن نازل ہو رہا تھا مبادا قرآن و حدیث دونوں باہم مل جل جائیں- لکھنے کی اجازت اس وقت دی' جب التباس کا خطرہ ٹل گیا-

۲- ممانعت کا مطلب یہ تھا کہ قرآن و حدیث دونوں کو ایک ہی صفحہ پر ایک جگہ نہ لکھا جائے- اگر دونوں کو الگ الگ لکھا جائے- اور التباس کا خطرہ نہ ہو تو لکھنے کی اجازت ہے-

۳- آپؐ نے پہلے کتابتِ حدیث سے خطرہ کے پیش نظر منع فرمایا کہ کتاب و سنت دونوں مخلوط نہ ہو جائیں- یا اس لئے فرمایا کہ لوگ تحریر پر بھروسہ کر کے قوت حافظہ کی اہمیت سے غافل نہ ہو جائیں اور اس طرح قوتِ حافظہ بیکار ہو جائے- جب التباس کا خطرہ باقی نہ رہا اور اس بات کا بھی اطمینان ہو گیا کہ لوگ تحریر پر بھروسہ نہیں کریں گے تو آپؐ نے اس کی اجازت دے دی- لہٰذا دوسرا حکم پہلے حکم کا ناسخ ہے-

۴- بعض علماء اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت کردہ حدیث دراصل حدیث نہیں بلکہ یہ ان کا اپنا قول ہے- امام بخاری اور دیگر محدثین نے اسی خیال کا اظہار کیا ہے-

بہرکیف یہ مسلمہ صداقت ہے کہ عہد رسالت میں حدیث کی کتابت اس طرح نہیں ہوئی تھی- جس طرح قرآن کریم کی- چنانچہ حضورؐ نے کسی کاتب کو حدیثیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا بعض صحابہؓ سے عہد رسالت میں حدیثیں لکھنے کا جو ثبوت ملتا ہے وہ بہت کم ہے- زیادہ تر ان کا اعتماد اس دور میں قوت حافظہ پر تھا- اگر اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت ابو سعیدؓ خدری کی روایت کردہ حدیث موقوف نہیں جیسا کہ بعض محدثین نے کہا ہے بلکہ مرفوع ہے تاہم ہمارا زاویہ نگاہ اس ضمن میں یہ ہے کہ حضورؐ کا آخری حکم کتابتِ حدیث کی اجازت پر مشتمل تھا- اس کے دلائل حسب ذیل ہیں-

۱- حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ مرض الموت میں جب رسول اکرم ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی- تو آپؐ نے فرمایا میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ تاکہ میں ایسی چیز لکھ دوں جس کی موجودگی میں تم میرے بعد گمراہ نہ ہوسکو- (آخر تک)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مرض الموت میں صحابہؓ کے لئے کچھ لکھوانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا- تاکہ آپؐ کی وفات کے بعد ان میں اختلاف پیدا نہ ہو- ظاہر ہے کہ نبی اکرم ﷺ اسی بات کا ارادہ کر سکتے ہیں جو جائز اور درست ہو- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں منع کتابتِ حدیث کا جو حکم دیا گیا وہ اس حدیث سے منسوخ ہے-

امام احمد نے مسند میں' بیہقی نے مدخل میں اور محدث عقیلی نے متعدد طرق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ تمام صحابہؓ میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے سوا کوئی مجھ سے زیادہ حدیثیں جاننے والا نہ تھا- اس کی وجہ یہ تھی کہ عبداللہ بن عمروؓ نے رسول اکرم ﷺ سے اس بات کی اجازت طلب کی تھی کہ جو آپؐ سے سنوں' اسے لکھ لیا کروں- حضورؐ نے اس کی اجازت دے دی تھی-

کتابت حدیث کے بارے میں عبداللہؓ بن عمرو کا اجازت طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آغازِ اسلام میں یہ ممنوع تھا- جب انہوں نے حضورؐ سے اس کی اجازت چاہی تو آپؐ نے اجازت مرحمت فرما دی- ظاہر ہے کہ اس میں حضرت عبداللہؓ کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ یہ اجازت تمام صحابہؓ کے لئے تھی- اس سے معلوم ہوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ حضور ﷺ نے اس وقت وفات پائی' جب کتابتِ حدیث کی عام اجازت دے دی گئی تھی۔ (فتح الباری ج۱ص۱۸۲)

عہد رسالت کے بعد کتابت حدیث:

جب رسول اکرم ﷺ نے وفات پائی تو حدیث کی تدوین اس طرح نہیں ہوئی تھی۔ جس طرح قرآنِ عزیز مدون ہو چکا تھا۔ اس کے وجوہ و اسباب ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔ خلفائے راشدین نے بھی اپنے عصر وعہد میں احادیث نبویہ کو اوراق وصحف میں جمع نہ کیا۔ مبادا لوگ ان کو قرآنی صحیفے سمجھنے لگیں۔ اور اس طرح قرآن وحدیث آپس میں مل جائیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ قرآن کے درس وتلاوت سے باز رہیں گے۔ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ خلفائے راشدین نے اس خطرہ کے پیش نظر قلتِ روایت کا حکم دیا تھا کہ لوگ کہیں حدیث میں منہمک ہو کر قرآن کو خیر باد نہ کہہ دیں۔ خصوصاً جب کہ لوگوں کی اکثریت اس عہد میں جدید الاسلام تھی اور قرآن ان کے سینوں میں ابھی راسخ نہ ہو پایا تھا۔

یہی خدشات تھے جن کو ملحوظ رکھتے ہوئے جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اصحابِ رسولؐ کو جمع کر کے کتابت حدیث کے بارے میں مشورہ لیا۔ اور انہوں نے حدیثیں لکھنے کی رائے دی تھی۔ تاہم آپ کتابت حدیث سے باز رہے کہ مبادا لوگ ان سے قرآنی صحیفوں کا سا سلوک کرنے لگیں اور عوام قرآن وحدیث میں فرق و امتیاز کرنے سے قاصر رہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوسکتا ہے کہ آگے چل کر لوگ اسی غلطی میں مبتلا ہو جائیں۔ جس میں اہل کتاب ہوئے تھے۔ اہل کتاب کا یہ شیوہ تھا کہ اپنے ہاتھوں کے ساتھ ایک تحریر لکھتے اور اس کے بارے میں یہ دعویٰ کرتے کہ وہ من جانب اللہ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے کتاب خداوندی کو پس پشت ڈال دیا۔ قرآن عزیز میں فرمایا۔

﴿وَ مِنۡهُمۡ اُمِّیُّوۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَ اِنۡ هُمۡ اِلَّا یَظُنُّوۡنَ
فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ یَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَیۡدِیۡهِمۡ ثُمَّ یَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور ان (اہل کتاب) میں سے ان پڑھ لوگ جو کتاب کو نہیں جانتے وہ صرف اپنی خواہشات سے واقف ہیں- اور صرف اندازے لگاتے ہیں- ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے- جو اپنے ہاتھوں کے ساتھ تحریر لکھتے ہیں پھر کہتے کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے''-

امام بیہقی مدخل میں عروہ بن زبیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حدیثیں لکھنے کا ارادہ کیا اور اس ضمن میں اصحابِ رسولؐ ﷺ سے مشورہ کیا- انہوں نے حدیثیں لکھنے کی رائے دی- بعدازاں حضرت عمرؓ اس مسئلہ میں ایک ماہ تک استخارہ کرتے رہے- ایک صبح بڑے وثوق کے ساتھ فرمایا کہ میں نے حدیثیں لکھنے کا ارادہ کیا تھا- مجھے ایک قوم یاد آ گئی جو تم سے پہلے آباد تھی- اس قوم نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ کچھ تحریریں لکھیں- پھر ان پر جم گئے- اور کتاب خداوندی کو پس پشت ڈال دیا- بخدا میں کتاب اللہ کے ساتھ کسی چیز کو مل جل جانے کی اجازت نہ دوں گا-

(تدریب الراوی ص ۱۵۱)

اس میں شبہ نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے اس عصر و عہد سے بالکل ہم آہنگ تھی- جس میں آپ بقیدِ حیات تھے- وہ لوگ ابھی نئے نئے قرآن سے آشنا ہوئے تھے- خصوصاً وہ لوگ جو بیرونی ممالک سے آ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے- اگر حدیثیں اس دور میں مدون ہو کر لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ جاتیں اور لوگ اس کے حفظ و درس میں لگ جاتے تو قرآن عزیز کے ساتھ ان کا تصادم ہو جاتا اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ قرآن و حدیث دونوں باہم مخلوط ہو جاتے اور بہت سے لوگ ان میں فرق نہ کر سکتے- اس لئے جناب فاروق اعظمؓ نے اپنی خداداد بصیرت و فراست کے پیش نظر یہ چاہا کہ لوگوں کو قرآن کریم تک محدود رکھیں- مقدور بھر اس بات کی کوشش کی جائے کہ قرآن لوگوں کے سینوں میں جگہ پا لے- اور عام و خاص میں پھیل جائے۔ امکانی حد تک لوگوں کو شکوک و اوہام سے بچایا جائے۔ اس لئے پہلے آپ نے قلتِ روایت کا حکم دیا اور پھر حدیثیں لکھنے سے اس لئے روک دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ فتنہ وفساد کا یہ دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت عمرؓ نے حدیثوں کو ضائع کر دیا۔ اس لئے کہ اس دور کے لوگ نیکی پر قائم تھے۔ ان کی قوتِ حافظہ نہایت زبردست تھی اور احادیث کو محفوظ رکھ سکتی تھی۔ جناب فاروق اعظمؓ کے بعد آنے والے خلفاء ان کے نقش قدم پر رواں دواں رہے اور کسی نے بھی تدوینِ حدیث کی کوشش نہ کی۔ اور نہ ہی لوگوں کو اس بات کا حکم دیا۔ جب خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا زمانہ آیا تو آپ نے عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے حدیثیں جمع کرنے کا حکم دیا۔ ان کے زمانہ تک کتابِ الٰہی حفاظت کے تمام مدارج طے کر چکی تھی۔ اور احادیث کے ساتھ التباس و اشتباہ کا خدشہ نہ رہا تھا۔

اولین خلیفہ جس نے تدوین کا آغاز کیا:

پہلی صدی ہجری ختم ہونے کو تھی۔ ابھی تک کسی خلیفہ نے علماء کو حدیث کی جمع و تدوین حکم نہیں دیا تھا۔ حدیث نبوی کا انحصار اب تک یا تو لوگوں کی قوت حافظہ پر تھا اور یا ان ذاتی تحریروں پر جو بعض صحابہؓ کے پاس محفوظ تھیں۔ وہ ان تحریری مسودات سے خود استفادہ کرتے یا طلب کرنے والے کو دے دیتے۔ عہد رسالت سے لے کر اس قدر طویل عرصہ گزر جانے کا اثر یہ ہوا کہ قرآن لوگوں کے قلب و ذہن میں راسخ ہو گیا۔ دور و نزدیک کے رہنے والے خاص و عام قرآن عزیز کی تلاوت بلا شک و اختلاف کرنے لگے۔ جونہی ایک مسلم قرآن کا ایک حرف سنتا تو فوراً پہچان جاتا کہ یہ قرآن کے سوا کچھ اور نہیں۔ قرآنی الفاظ کی متانت' اس کی جزالتِ اسلوب اور قوتِ اعجاز اس کے کلام الٰہی ہونے کی زندہ دلیل تھی۔

عہد رسالت کے بعد اس مدت مدید کے گزر جانے کا دوسرا اثر یہ ہوا کہ حدیث نبوی کے حامل صحابہؓ و تابعینؒ فوت ہو گئے اور بکثرت اہل بدعت مثلاً روافض و خوارج کو یہ موقع ملا کہ انہوں نے حسبِ مرضی حدیثیں وضع کرنا شروع کر دیں۔ اس دور میں عرب و عجم اقوام میں اختلاط کے مواقع پیدا ہوئے۔ وہ باہم شادی بیاہ کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب و عجم کے میل جول سے ایک نئی قوم معرضِ وجود میں آئی۔ جس میں حفظ و ضبط کی اس قوت کا فقدان تھا جو عربوں کی خصوصیت چلی آتی تھی۔

جب ۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مسندِ خلافت کو زینت بخشی تو آپ نے خداداد فراست و بصیرت سے حدیث نبوی پر نگاہ ڈالی اور اس کی کتابت و تدوین کو ایک فریضہ تصور کیا۔ ان کے عصر و عہد میں کتابتِ حدیث کے موانع زائل ہو چکے تھے۔ اور جمع و تدوین کے محرکات و دواعی بے شمار تھے۔ ان کے پیش نظر حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے علماء کو حدیث کی جمع و تدوین کا حکم صادر فرمایا۔ آپ نے ابوبکر بن حزم کے نام ایک خط میں تحریر کیا۔

"احادیث نبویہ جہاں بھی ملیں' ان کو لکھ لو۔ اس لئے کہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے رخصت ہو جانے کا خدشہ دامنگیر ہے۔ حدیث نبوی کے سوا اور کچھ قبول نہ کیجئے۔ علم کی اشاعت کیجئے اور بیٹھ کر درس دیجئے۔ تاکہ جو شخص نہیں جانتا وہ جان لے۔ یاد رکھئے کہ علم اس وقت تک معدوم نہیں ہوتا جب تک اسے پوشیدہ نہ رکھا جائے"۔ (صحیح بخاری)

ابونعیم لکھتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اطراف ملک میں یہ حکم لکھ بھیجا کہ احادیث نبویہ کو تلاش کر کے جمع کیجئے۔ (تاریخ اصبہان)

امام محمد بن حسن امام مالک سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے مدینہ کے گورنر ابوبکر بن محمد عمرو بن حزم کو لکھا کہ احادیث نبویہ تلاش کر کے لکھئے۔ اس لئے کہ مجھے علم کو مٹ جانے اور علماء کے رخصت ہو جانے کا ڈر ہے۔

(مؤطا امام مالک)

سابق الذکر روایات اس حقیقت کی آئینہ داری کرتی ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اطراف ملک میں حدیثیں لکھنے پر مشتمل احکام بھیجے تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ احادیث کی جمع و تدوین میں سبقت و تقدم کا شرف کس کے حصے میں آیا؟ حفاظ حدیث کا متفقہ بیان یہ ہے کہ سب سے پہلے امام ابن شہاب زہری نے خلیفہ عمر بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالعزیز کے ایما پر احادیث کی جمع و تدوین کی داغ بیل ڈالی- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں-

''صحابہؓ و تابعینؒ کی ایک جماعت کتابتِ حدیث کو ناپسند کرتی تھی- وہ جانتے تھے کہ جس طرح انہوں نے وہ احادیث اپنے حافظہ میں محفوظ رکھیں- اسی طرح دوسرے لوگ بھی ان احادیث کو یاد کر لیں- مگر جب ہمتیں پست ہو گئیں اور علماء و علم کے ضائع ہو جانے سے ڈرنے لگے تو انہوں نے احادیث کو مدون کر لیا- اس ضمن میں سبقت کا شرف امام ابن شہاب زہری کو حاصل ہوا- آپ نے پہلی صدی ہجری کے اختتام پر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے حدیثیں جمع کیں- پھر تدوین و تصنیف کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا- اور اس سے (ملت اسلامیہ کو) بڑا فائدہ پہنچا-

(فتح الباری ج ا ص ۱۸۵)

اس دور میں تدوین حدیث کا طریقہ یہ تھا کہ ایک کتاب میں ایک موضوع سے متعلق احادیث کو یک جا کر دیا جاتا تھا- مثلاً نماز سے متعلق احادیث کو ایک جداگانہ تصنیف میں جمع کر دیتے- اسی طرح روزہ، زکوٰۃ اور طلاق وغیرہ کے مسائل کو الگ الگ تصانیف میں تحریر کرتے- مگر افسوس ہے کہ اُس عہد کی کوئی تصنیف ہم تک نہیں پہنچی- اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء نے ان تصانیف کو اپنی کتب میں ضم کر لیا اور اس طرح ان کی جداگانہ حیثیت باقی نہ رہی- چونکہ یہ تصانیف جن احادیث پر مشتمل تھیں- وہ علماء کو زبانی یاد بھی تھیں- اس لئے وہ ان احادیث کو اپنی تصانیف میں سمونے کے لئے حق بجانب تھے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشاہیر صحابہؓ کا تعارف

اب ہم مشاہیر صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعارف کرائیں گے- جس سے یہ ظاہر ہوگا کہ حدیث نبوی کے ساتھ انہیں کس حد تک لگاؤ تھا اور وہ اس کے سیکھنے کے کس قدر دلدادہ تھے- قبل اس کے کہ صحابہؓ کا تعارف کرایا جائے ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ صحابی کی تعریف کیا ہے- اور ان کی توثیق و عدالت کے بارے میں علماء کی کیا رائے ہے؟

صحابی کون ہے؟

محققین اہل الحدیث مثلاً امام بخاری اور امام احمد بن حنبل کی رائے میں صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جو بحالتِ ایمان سرور کائنات ﷺ سے ملا ہو- اور اس کی موت بھی مسلمان ہونے کی حالت میں واقع ہوئی ہو- قطع نظر اس سے کہ وہ زیادہ عرصہ تک حضورؐ کی صحبت میں رہا یا کم عرصہ- اس نے آپؐ سے روایت کی یا نہیں اور آپ کی رفاقت میں کسی غزوہ میں شریک ہوا یا نہیں- امام بخاری فرماتے ہیں-

''جو شخص حضورؐ کی صحبت سے مستفید ہوا یا اس نے مسلمان ہوتے ہوئے آپ کو دیکھا وہ صحابی ہے''- (صحیح بخاری)

ابوالمظفر سمعانی رقمطراز ہیں-

''جس شخص نے نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث یا ایک لفظ بھی روایت کیا ہو- محدثین اس کو صحابی قرار دیتے ہیں- لفظ صحابی میں وسعت پیدا کرتے ہوئے اہل الحدیث اس شخص پر بھی صحابی کا اطلاق کرتے ہیں جس نے حضورؐ کو صرف ایک بار دیکھا ہو- حضورؐ کی عظمتِ شان کے پیش نظر وہ صرف آپؐ کو دیکھنے والے کو بھی صحابہؓ میں شمار کرتے ہیں- اس میں شک نہیں کہ لفظ صحابی کا اطلاق لغت اور ظاہر کے اعتبار سے اس شخص پر کیا جاتا ہے- جسے طویل عرصہ تک حضورؐ کی ہم نشینی کا شرف حاصل رہا ہو اور وہ آپؐ سے اخذ و استفادہ کرتا رہا ہو- چنانچہ علمائے اصول کا زاویہ نگاہ یہی ہے- (سمعانی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محدث ابن الصلاح فرماتے ہیں۔

''ہم نے شعبہ سے روایت کی۔ انہوں نے موسیٰ سیلانی سے کہ میں نے حضرت انسؓ بن مالک کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ آپ کے سوا صحابہ میں سے اور بھی کوئی صاحب بقید حیات ہیں؟ فرمانے لگے چند بدوی موجود ہیں۔ جنہوں نے حضور کو دیکھا تھا۔ البتہ آپ کی صحبت سے مستفید ہونے والا کوئی شخص اب باقی نہیں''۔ (مقدمہ ابن الصلاح)

اس کی سند جید ہے۔ امام مسلم نے ابوزرعہ کی موجودگی میں یہ روایت بیان کی۔ یہ قول علمائے اصول کے نظریہ سے ہم آہنگ ہے۔

صحابی کی پہچان:

کسی شخص کا صحابی ہونا مندرجہ ذیل امور سے معلوم ہوتا ہے:۔

۱۔ امت کے تواتر سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص صحابی ہے۔ مثلاً خلفائے اربعہ۔

۲۔ کسی شخص کا صحابی ہونا اس شہرت سے ثابت ہوتا ہے جو تواتر کے درجہ تک پہنچنے سے قاصر ہو۔ مثلاً حضرت ضمامؓ بن ثعلبہ اور عکاشہؓ بن محصن۔

۳۔ جب کوئی معروف صحابی کسی شخص کے بارے میں شہادت دے کہ وہ صحابی ہے' تو اس سے اس کا صحابی ہونا ثابت ہو جائے گا۔ مثلاً حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حممہؓ بن ابی حممہ دوسی کے بارے میں شہادت دی تھی کہ وہ صحابی ہیں۔ یہ صاحب اصبہان کے شہر میں بمرض اسہال فوت ہوئے تھے۔

۴۔ کسی شخص کا صحابی ہونا اس بات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ خود صحابی ہونے کا دعویٰ کرے۔ بشرطیکہ وہ آپ کے معاصر ہو اور اس کی عدالت بھی ثابت ہو۔

۵۔ اگر کوئی تابعی کسی شخص کے بارے میں کہے کہ وہ صحابی ہے تو اس سے مذکورہ شخص کا صحابی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس قول کی اساس اس بات پر رکھی گئی ہے کہ اگر ایک عادل شخص بھی کسی شخص کی صفائی پیش کرے تو اس کی شہادت مقبول ہے یہی قول راجح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عدالتِ صحابہ پر اجماع:

تمام صحابہ کی عظیم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سے کسی کی عدالت کے بارے میں شک وشبہ کا اظہار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بات علماء کے نزدیک مسلمہ حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ جمیع صحابہؓ نصوصِ کتاب وسنت اور اجماع امت کے پیش نظر عدول ہیں۔ قرآن عزیز میں فرمایا۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾

''محمدؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں کفار کے مقابلہ میں بڑے سخت اور آپس میں رحم کرنے والے ہیں''۔

عدالت صحابہؓ کے بارے میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا' میرے صحابہؓ کو برا نہ کہو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری ومسلم)

۲۔ حضرت عبداللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں کہ سرور کائناتؐ نے فرمایا' میرے صحابہؓ کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو نشانہ نہ بناؤ جس نے ان کو دوست بنایا' اس نے میری محبت کی وجہ ہی سے ان کو دوست بنایا۔ اور جس نے ان سے عداوت رکھی' اس نے میری عداوت ہی کی وجہ سے ان سے عداوت رکھی۔ جس نے ان کو دکھ پہنچایا' اس نے مجھے دکھ پہنچایا اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی۔ اور جس نے اللہ کو ایذا دی' وہ اسے پکڑے گا۔ (ترمذی۔ ابن حبان)

جب خداوند کریم اور اس کے رسول ﷺ نے صحابہ کو عدول قرار دیا ہے تو اس کے بعد کسی اور کی تعدیل کی حاجت نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اللہ اور اس کا رسولؐ صحابہؓ کی تعدیل نہ کرتے تو بھی ان کا عدول ہونا واضح اور عیاں ہے۔ اور اس کی وجہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اعمال جلیلہ ہیں جو انہوں نے انجام دیئے- مثلاً ہجرتِ مدینہ- جہاد- نصرت و حمایت اسلام- مال و جان کی قربانی وخدا کی راہ میں آباء وابناء کا قتل' دین کی خیر خواہی' قوتِ ایمان وایقان اور دیگر اعمال صالحہ-

امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں:-

''جب کسی شخص کو صحابہؓ کی توہین کا ارتکاب کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے- اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کا رسولؐ حق ہے- قرآن بھی حق ہے- جو کچھ رسول کریمؐ نے فرمایا وہ سب کچھ حق ہے اور یہ سب چیزیں ہم تک صحابہؓ کے ذریعہ پہنچیں- زنادقہ کتاب وسنت کو باطل ٹھہرانے کے لئے ہمارے گواہوں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں- پھر ان کو کیوں نہ مجروح قرار دیا جائے''-

محدث ابن الصلاح فرماتے ہیں-

''پوری امت جمیع صحابہؓ کی عدالت پر متفق ہے- صحابہؓ میں سے جو لوگ فتنوں کی لپیٹ میں آگئے تھے وہ بھی عدول ہیں- اس پر علماء کا اجماع منعقد ہو چکا ہے- صحابہؓ کے فضائل ومآثر کے پیش نظر ان پر حسن ظن رکھنا واجب ہے- خداوند کریم نے صحابہؓ کی عدالت پر اجماع اسی لئے مقدر کر رکھا تھا کہ وہ شریعت اسلامیہ کو ہم تک پہنچانے والے ہیں''-

صحابہ کی تعداد:

صحابہؓ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور صحیح طور پر اس کی تعیین نہیں کی جا سکتی- علماء نے اندازہ سے ان کی تعداد بتائی- صحیح عدد معلوم نہیں- حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے کے واقعہ میں بیان کرتے ہیں کہ اصحابِ رسولؐ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور کسی کتاب میں ان کی گنتی مذکور نہیں- (صحیح بخاری)

محدث ابوزرعہ سے دریافت کیا گیا کہ یہ بات کہاں تک درست ہے کہ احادیث نبویہ کی تعداد چار ہزار ہے؟ فرمانے لگے یہ زنادقہ کا قول ہے- احادیث رسولؐ کو کون شمار کر سکتا ہے؟ جب آنحضور ﷺ نے وفات پائی- اس وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ موجود تھے اور ان سب نے آپ سے حدیثیں سنیں اور روایت کیں- پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سے سوال کیا گیا' یہ صحابہ کہاں تھے اور انہوں نے کس جگہ آپ سے حدیثیں سنیں؟ فرمانے لگے صحابہ مکہ و مدینہ اور ان کے آس پاس بود و باش رکھتے تھے- کچھ دیہاتی تھے اور وہ بھی جو حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپؐ کے ہمراہ تھے- ان سب نے آپ کو عرفات کے میدان میں دیکھا اور آپؐ کے ارشادات گرامی سنے-

مندرجہ صدر بیانات اس حقیقت کی غمازی کرتے ہیں کہ حدیثیں روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد بہت زیادہ ہے- لہٰذا ہم صرف انہی صحابہ کا ذکر کریں گے جو روایت حدیث میں شہرت رکھتے تھے- اس کے ساتھ ساتھ ہم ان کے مختصر سیر و سوانح بھی قلم بند کریں گے-

حضرت ابوھریرۃؓ:

اسم گرامی عبدالرحمٰن بن صخر اور کنیت ابو ہریرۃؓ ہے- ۷ھ ماہ محرم میں غزوۂ خیبر والے سال مشرف باسلام ہو کر زیارت نبوی کی سعادت حاصل کی- امام شافعی اور دیگر محدثین کے قول کے مطابق یہ صحابہؓ میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے- حالانکہ ان کو صحبت نبوی کی سعادت بہت کم حاصل ہوئی بہت کم عرصہ صحبت نبوی سے مستفید ہونے کے باوجود ان کے کثیر الروایۃ ہونے کے وجوہ و اسباب حسب ذیل ہیں-

۱- یہ ہمیشہ آنحضور ﷺ کی مجلس میں حاضر رہتے تھے- اور شاذ و نادر ہی غیر حاضر ہوتے تھے- بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے منقول ہے کہ "تم کہتے ہو کہ ابو ہریرۃؓ حدیثیں بہت روایت کرتا ہے- حقیقت یہ ہے کہ میں ایک مسکین آدمی تھا- پیٹ بھر کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے سوا مجھے کوئی کام نہ تھا- مہاجرین بازار میں کاروبار کرتے تھے- انصارِ مدینہ اپنے مالوں کی حفاظت میں مصروف رہا کرتے تھے- میں حضورؐ کی مجلس میں حاضر تھا- آپؐ نے فرمایا کون ہے جو میرے بات ختم کرنے تک چادر پھیلائے اور پھر اسے سمیٹ لے اور پھر اس کے بعد اسے سنی ہوئی بات کبھی نہ بھولے- یہ سن کر میں نے چادر بچھا دی- جب آپؐ نے سلسلۂ کلام ختم کیا تو میں نے وہ چادر سمیٹ لی- اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد مجھے کوئی بات نہیں بھولی۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ تحصیل علم کے بڑے دلدادہ تھے۔ اور حضورؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ انہیں نسیان کی بیماری لاحق نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ وہ صرف تین سال صحبتِ نبوی میں رہنے کے باوجود کثرت روایت میں سب صحابہؓ پر فوقیت لے گئے تھے۔ امام نسائی نے باب العلم میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت زید بن ثابتؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر چند مسائل دریافت کئے۔ حضرت زیدؓ کہنے لگے ابو ہریرہؓ سے پوچھئے۔ پھر انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک دن میں ابو ہریرہؓ اور ایک شخص مسجد میں بیٹھے ذکر الٰہی میں مصروف تھے اسی دوران نبی اکرم ﷺ تشریف لا کر ہمارے پاس بیٹھ گئے۔ ہم خاموش ہو گئے۔ فرمایا جو کام آپ کر رہے تھے اسے جاری رکھئے۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھی نے ابو ہریرہؓ سے پہلے دعا مانگی اور رسول کریم ﷺ نے آمین کہی۔ پھر ابو ہریرہ نے دعا مانگی اور کہا ''اے اللہ میرے ساتھیوں نے تجھ سے جو کچھ طلب کیا ہے۔ میں وہ طلب کرتا ہوں اور تجھ سے ایسے علم کا طالب ہوں جو فراموش نہ ہونے پائے۔ نبی اکرم ﷺ نے آمین کہا۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ ہم بھی اللہ سے نہ بھولنے والے علم کے خواستگار ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ''دوسی لڑکا (ابو ہریرہؓ) اس بات میں تم سے سبقت لے گیا''۔ (سنن نسائی)

حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ ''روز قیامت آپؐ کی شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ کس کو حاصل ہو گی؟ حضورؐ نے فرمایا ''میرا خیال تھا کہ آپ سے پہلے کوئی شخص مجھ سے یہ سوال نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ آپ حدیثوں کے بہت مشتاق ہیں۔ میری شفاعت کی سعادت سب سے بڑھ کر روز قیامت اس شخص کو نصیب ہو گی جو خلوص دل سے لا الہ الا اللہ پڑھے۔ (بخاری)

۳۔ کثرت روایت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ نے کبار صحابہؓ سے مل کر استفادہ کیا تھا۔ اس لئے ان کا علم کامل اور وسعت پذیر ہو گیا۔

۴۔ ابو ہریرہؓ نے حضورؐ کے بعد طویل عمر پائی۔ آپ نبی کریم کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سینتالیس سال بقید حیات رہ کر حدیث نبوی کی نشرو اشاعت کرتے رہے- آپ مناصب ومشاغل اور فتنوں سے دور رہے-

مندرجہ صدر وجوہ واسباب کے پیش نظر حضرت ابوہریرہؓ تمام صحابہؓ میں عظیم تر حافظِ حدیث تھے- اور حدیث کے اخذ وتحمل اور روایت دونوں میں سب صحابہؓ پر فائق تھے- ابوہریرہؓ بحیثیت مجموعی جن احادیث کے حافظ تھے وہ انفرادی طور پر تمام یا اکثر صحابہ کو یاد تھیں- یہی وجہ ہے کہ اکثر صحابہؓ پیش آمدہ مسائل کے حل میں حضرت ابوہریرہ کی جانب رجوع کرتے اور ان پر اعتماد کیا کرتے تھے- حضرت ابوہریرہؓ کے جنازہ کے موقع پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تھا' ابوہریرہؓ مسلمانوں کے لئے نبی اکرم کی احادیث محفوظ رکھا کرتے تھے- بقول امام بخاری حضرت ابوہریرہؓ سے قریباً آٹھ سو اہل علم صحابہؓ و تابعینؒ نے حدیثیں روایت کی ہیں-

حضرت ابوہریرہؓ سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث مروی ہیں- ان میں بخاری و مسلم میں تین سو پچیس (۳۲۵) روایات ہیں- صرف بخاری میں ترانوے اور صرف مسلم میں ایک سو چوراسی حدیثیں ہیں- حضرت ابوہریرہؓ نے مدینہ میں ۵۷ھ میں بعمر اٹھتر سال وفات پائی-

حضرت ابو سعید خدریؓ:

نام ونسب سعد بن مالکؓ بن سنان خدری انصاری خزرجی ہے- ان کے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور کوئی ورثہ باقی نہ چھوڑا- اس طرح ابوسعید بچپن ہی میں عسرت وافلاس کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے- مگر ان کی اقتصادی بدحالی ان کو آنحضورؐ کی مجلس میں حاضر ہو کر استفادہ کرنے سے باز نہ رکھ سکی- چنانچہ یہ بڑے ذوق وشوق کے ساتھ احادیث نبوی کی تحصیل کرتے رہے اور احادیث کا اس قدر ذخیرہ جمع کیا کہ ان جیسی معاشی مشکلات میں مبتلا کوئی شخص اس باب میں ان کا حریف ثابت نہ ہو سکا- حضرت ابوسعیدؓ کا شمار کثیر الروایۃ اور محدث وفاضل صحابہؓ میں ہوتا ہے-

حضرت ابوسعیدؓ آنحضورؐ کے بعد چونسٹھ سال زندہ رہے- اس عرصہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے کبار صحابہؓ سے حدیثیں اخذ کیں اور انہیں لوگوں تک پہنچایا۔ اسی لئے ان کی مرویات ایک ہزار ایک سوستر تک پہنچ گئیں۔ ان میں سے چھیالیس احادیث بخاری و مسلم دونوں میں ہیں۔ سولہ احادیث کے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں۔ امام مسلم باون احادیث کے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

حضرت ابوسعیدؓ سے کثیر صحابہؓ و تابعینؒ نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ صحابہؓ میں سے آپ سے حضرت جابر زید بن ثابت ابن عباس انس ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے۔ تابعین میں سے سعید بن المسیب ابوسلمہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ عطا بن یسار اور دیگر حضرات نے استفادہ کیا ہے۔

حضرت ابوسعیدؓ نے بارہ غزوات میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شرکت کی۔ ان میں سب سے پہلا غزوۂ خندق ہے۔ یہ بڑے بے باک حق گو تھے اور کسی کی پروانہ کرتے تھے۔ حضرت ابوسعیدؓ نے مدینہ میں ۷۴ھ میں بعمر اسی سال اور کچھ زائد وفات پائی۔ حضرات صحابہؓ ان کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ:

نام و نسب جابر بن عبداللہؓ انصاری ہے۔ آپ کے والد بھی صحابی تھے۔ یہ بڑے کثیر الروایۃ صحابی تھے۔

حضرت جابرؓ نے نبی اکرمؐ اور کثیر صحابہؓ مثلاً حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ سے حدیثیں روایت کیں۔ حضرت جابرؓ سے ان کے بیٹوں' عبدالرحمٰن' عقیل' محمد اور اکابر تابعین مثلاً سعید بن المسیب عمرو بن دینار حسن بصری وغیرہم نے استفادہ کیا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کے والد غزوۂ احد میں شہادت سے سرفراز ہوئے اور پسماندگان میں چند کم عمر بیٹیاں چھوڑ گئے۔ علاوہ ازیں واجب الادا قرض بھی باقی چھوڑا جس کی وجہ سے حضرت جابرؓ عسرت و افلاس کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوئے۔ مگر نبی کریم ﷺ کی کرم نوازی سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ حضورؐ نے حضرت جابرؓ کا قرض بھی ادا کر دیا۔ مگر صعوبات و مشکلات کا یہ ہجوم حضرت جابرؓ کو حدیث نبوی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اخذ واستفادہ سے باز نہ رکھ سکا- چنانچہ آپ تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ شریک رہے- چونکہ حضورؐ کی وفات کے وقت آپ صغیرالسن تھے- اور آپ نے اس کے بعد طویل عمر پائی اور کبار صحابہؓ سے ملے- اس لئے آپ کو حدیث نبوی کے اخذ وتحمل اور نشر واشاعت کا خوب موقع ملا- مسجد نبوی میں آپ کا ایک حلقہ تھا- لوگ اس میں حاضر ہوکر حضرت جابرؓ سے استفادہ کیا کرتے تھے-

حضرت جابرؓ نبی اکرم ﷺ کے بعد چونسٹھ سال تک زندہ رہے- آپ نے یہ مدت حدیث نبوی کی خدمت واشاعت میں گزاری- آپ کی مرویات کی تعداد ایک ہزار پانچ سو چالیس ہے- بخاری ومسلم ساٹھ احادیث کے روایت کرنے پر متفق ہیں- چھبیس احادیث کے روایت کرنے میں بخاری منفرد ہیں- صحیح مسلم نے صرف ایک سو چھبیس احادیث روایت کی ہیں-

حضرت جابر کے اوصاف ومناقب بے شمار ہیں- چنانچہ بخاری ومسلم خود ان سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں صلح حدیبیہ کے روز فرمایا ''تم آج تمام روئے زمین کے لوگوں سے افضل ہو'' - ہماری تعداد اس دن چودہ سو تھی- حضرت جابر کہتے ہیں- اگر میری نظر ہوتی تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھاتا (جس کے نیچے بیٹھ کر حضورؐ نے بیعت رضوان لی تھی) عمر کے آخری حصہ میں آپ نابینا ہو گئے تھے- آپ نے ایک قول کے مطابق ۷۸ھ میں وفات پائی-

حضرت انس بن مالک:

نام ونسب انس بن مالکؓ بن نضر انصاری خزرجی ہے- یہ رسول اکرم ﷺ کے خادم خاص تھے- آگے چل کر بصرہ میں سکونت گزیں ہو گئے تھے- جب حضورؐ مدینہ تشریف لائے تو ان کی والدہ ام سلیمؓ ان کو آپؐ کی خدمت میں لائیں اور کہا یہ لڑکا آپؐ کی خدمت کرے گا- آپؐ نے اس پیش کش کو قبول فرمایا-

حضور اکرمؐ کی صورت میں انس بن مالکؓ کو اپنے والد کا نعم البدل مل گیا- چنانچہ وہ خانوادۂ نبوت میں پروان چڑھے اور ان امور کو بچشم خود دیکھا جن کا مشاہدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے لوگ نہ کر سکے- سرورِ کائنات ﷺ کے افعال و احوال سے پوری طرح باخبر تھے- حضرت انسؓ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد تراسی برس زندہ رہے اس عرصہ میں ان کو احادیث نبویہ کے اخذ و استفادہ اور نشر و اشاعت کا خوب موقع ملا-

مدینہ منورہ کے بعد یہ بصرہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے- چنانچہ کثیر تابعین ائمہ حدیث مثلاً حسن بصری' ابن سیرین' حمید الطویل' ثابت بنانی وغیرہم نے ان سے خوب استفادہ کیا- حضرت انسؓ سے ایک ہزار دو سو چھیاسی احادیث منقول ہیں- بخاری و مسلم ان میں سے ایک سو اڑسٹھ احادیث روایت کرنے میں متفق ہیں- صرف صحیح بخاری میں تراسی احادیث ہیں اور مسلم میں صرف اکہتر-

امام بخاری اپنی تاریخ میں قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت انسؓ نے وفات پائی تو مورق نے کہا آج سے آدھا علم رخصت ہو گیا- ان سے دریافت کیا گیا یہ کیوں کر؟ کہنے لگے جب کوئی بدعتی شخص حدیث کے بارے میں ہماری مخالفت کرتا تو ہم کہتے آؤ اس شخص کے پاس' جس نے یہ حدیث خود نبی کریم ﷺ سے سنی ہے-

حضرت انسؓ کی وفات بصرہ سے چار میل دور وقوع پذیر ہوئی- آپ کو اس جگہ دفن کیا گیا- جسے ''قصر انس'' کہتے ہیں- بقول صحیح تر آپ کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی-

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ:

حضرت ابوبکرؓ صدیق کی دختر نیک اختر امہات المؤمنینؓ میں سے ایک ہیں- آپ کی ولادت حضورؐ کی بعثت کے دو سال بعد مکہ میں ہوئی- احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور نے جب ان کے ساتھ عقدِ نکاح کیا ان کی عمر چھ سال تھی- جب نو برس کی ہوئیں تو اپنے گھر میں آباد ہوئیں- یہ ماہ شوال اور ہجرت کے سال اوّل کا واقعہ ہے- ایک قول کے مطابق حضرت عائشہؓ کو حضورؐ نے غزوۂ بدر سے واپس آ کر ہجرت کے دوسرے سال شرف خانہ آبادی بخشا-

زوجۂ رسولؐ ہونے کی حیثیت سے جو شرف صحبت حضرت عائشہؓ کو میسر تھا- وہ آپ کے لئے تحصیل علم کے سلسلہ میں بڑا مفید ثابت ہوا- اس کے ساتھ ساتھ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ذہانت و فطانت اور فراست و بصیرت اور رغبت علم نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے احادیث نبویہ اور علوم القرآن میں دسترس حاصل کر لی۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ صحابہؓ کے مابین جب بھی کسی مسئلہ میں اختلاف رونما ہوتا تو ان کی جانب رجوع کیا جاتا ہے۔ اس میں حیرت و استعجاب کی کوئی بات نہیں کہ کبار صحابہؓ نے آپ کے چشمۂ فیض سے اپنی علمی پیاس بجھائی۔ رسول کریمؐ کی صحبت میں رہنے کے باوجود حضرت عمرؓ نے آپ سے حدیثیں روایت کیں۔ مزید برآں حضرت عائشہؓ حضورؐ کی وفات کے بعد اننتالیس سال تک بقید حیات رہیں۔ اور لوگ آپ کے بحر علم سے مستفیض ہوتے رہے۔

بنا بریں حضرت عائشہؓ کا کثیر الروایۃ ہونا کچھ بھی محل تعجب نہیں۔ چنانچہ آپ سے دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے بخاری و مسلم ایک سو چوہتر احادیث روایت کرنے میں متفق ہیں۔ بخاری چون احادیث روایت کرنے میں منفرد ہیں اور امام مسلم چونسٹھ روایات۔ مسروق تابعی کا قول ہے کہ میں نے اکابر صحابہؓ کو حضرت عائشہؓ سے تقسیم وراثت کے مسائل دریافت کرتے دیکھا ہے۔ آپ نے ۵۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس:

نام ونسب عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب ہے۔ یہ رسول اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے اور ام المؤمنین میمونہؓ بنت حارث کے بھانجے تھے۔ بقول صحیح تر ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے۔ جب حضورؐ نے وفات پائی' اس وقت ابن عباسؓ کی عمر صرف تیرہ برس تھی۔ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ نبی کریمؐ نے ان کو سینہ سے لگا کر یہ دعا فرمائی کہ ''اے اللہ اسے حکمت سکھا دے''۔

چونکہ ابن عباس حضورؐ کے قریبی رشتہ دار اور صغیر السن تھے۔ اس لئے ان کو آپؐ کے گھر میں آنے جانے کے بکثرت مواقع حاصل تھے۔ اسی وجہ سے آپ صحابہؓ میں بڑے کثیر الروایۃ مشہور تھے۔ مزید برآں آپ کے اندر تحصیل علم کا جو طبعی ذوق پایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا تھا- اس نے آپ کو نبی کریمؐ کی خصوصی شفقت کا مرکز بنا دیا تھا- چنانچہ حضورؐ نے ان کے حق میں دعا فرمائی- یہ تمام عوامل و محرکات اس جلیل القدر صحابی کی شخصیت پر اثر انداز ہوئے اور ان کے زیر اثر ابن عباسؓ ترجمان القرآن حبر الامت کے نام سے مشہور ہوئے اور آپ کو کثیر الروایۃ صحابہ میں شمار کیا جانے لگا-

حضرت ابن عباسؓ حضورؐ کی وفات کے بعد اٹھاون برس تک زندہ رہے- اس طویل مدت میں آپ نے صغار و کبار سے خوب خوب استفادہ کیا- حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی تو میں نے ایک انصاری سے کہا ''آج کل بکثرت صحابہؓ بقید حیات ہیں- آیئے ان سے کسبِ فیض کریں''- وہ کہنے لگے- ''تعجب کی بات ہے کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ آپ کے پاس دینی مسائل دریافت کرنے کے لئے آیا کریں گے؟'' ابن عباسؓ کہتے ہیں' میں نے اس شخص کو نظر انداز کر کے صحابہؓ سے استفادہ کرنے کا آغاز کر دیا- بسا اوقات ایسا ہوتا کہ کسی شخص کے بارے میں مجھے پتہ چلتا کہ انہیں نبی اکرم ﷺ کی کوئی حدیث یاد ہے- چنانچہ جب میں اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچتا تو وہ سو رہا ہوتا- میں اسی حالت میں اپنی چادر کو تکیہ بنائے اس کے دروازہ کے سامنے لیٹ جاتا- ہوا کے جھونکے آتے اور مجھ پر مٹی اڑاتے ہوئے گزر جاتے- گھر کا مالک باہر نکل کر دیکھتا تو کہتا اے رسول کریمؐ کے چچا زاد بھائی کیسے تشریف فرما ہوئے؟ آپ نے مجھے کیوں نہ بلالیا؟ میں اس کے جواب میں کہتا کہ نہیں مجھے ہی آنا چاہئے تھا- میں آپ سے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں- سابق الذکر انصاری شخص اس وقت بقید حیات تھے- اس نے بچشم خود دیکھا کہ لوگ میرے اردگرد کھڑے مجھ سے دینی مسائل دریافت کر رہے ہیں- انصاری کہنے لگا- ''یہ نوجوان مجھ سے زیادہ دانشمند نکلا''-

مندرجہ واقعہ اس حقیقت کی آئینہ داری کرتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کس قدر ذہین و فطین تھے اور حدیث نبویؐ کے ساتھ انہیں کس قدر والہانہ شغف تھا- اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ حدیث نبوی میں امامت کے درجہ پر فائز تھے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ذہانت و فطانت اور فراست و بصیرت اور رغبت علم نے سونے پر سہاگے کا کام کیا- چنانچہ حضرت عائشہؓ نے احادیث نبویہ اور علوم القرآن میں دسترس حاصل کر لی- یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ صحابہؓ کے مابین جب بھی کسی مسئلہ میں اختلاف رونما ہوتا تو ان کی جانب رجوع کیا جاتا ہے- اس میں حیرت و استعجاب کی کوئی بات نہیں کہ کبار صحابہؓ نے آپ کے چشمۂ فیض سے اپنی علمی پیاس بجھائی- رسول کریمؐ کی صحبت میں رہنے کے باوجود حضرت عمرؓ نے آپ سے حدیثیں روایت کیں- مزید برآں حضرت عائشہؓ حضورؐ کی وفات کے بعد اڑتالیس سال تک بقید حیات رہیں- اور لوگ آپ کے بحر علم سے مستفیض ہوتے رہے-

بنا بریں حضرت عائشہؓ کا کثیر الروایۃ ہونا کچھ بھی محل تعجب نہیں- چنانچہ آپ سے دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں- ان میں سے بخاری و مسلم ایک سو چوہتر احادیث روایت کرنے میں متفق ہیں- بخاری چوّن احادیث روایت کرنے میں منفرد ہیں اور امام مسلم چونسٹھ روایات- مسروق تابعی کا قول ہے کہ میں نے اکابر صحابہؓ کو حضرت عائشہؓ سے تقسیم وراثت کے مسائل دریافت کرتے دیکھا ہے- آپ نے ۵۷ھ میں وفات پائی-

حضرت عبداللہ بن عباس:

نام و نسب عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب ہے- یہ رسول اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے اور ام المؤمنین میمونہؓ بنت حارث کے بھانجے تھے- بقول صحیح تر ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے- جب حضورؐ نے وفات پائی، اس وقت ابن عباسؓ کی عمر صرف تیرہ برس تھی- احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ نبی کریمؐ نے ان کو سینہ سے لگا کر یہ دعا فرمائی کہ ''اے اللہ اسے حکمت سکھا دے''-

چونکہ ابن عباس حضورؐ کے قریبی رشتہ دار اور صغیر السن تھے- اس لئے ان کو آپؐ کے گھر میں آنے جانے کے بکثرت مواقع حاصل تھے- اسی وجہ سے آپ صحابہؓ میں بڑے کثیر الروایۃ مشہور تھے- مزید برآں آپ کے اندر تحصیل علم کا جو طبعی ذوق پایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا تھا- اس نے آپ کو نبی کریمؐ کی خصوصی شفقت کا مرکز بنا دیا تھا- چنانچہ حضورؐ نے ان کے حق میں دعا فرمائی- یہ تمام عوامل و محرکات اس جلیل القدر صحابی کی شخصیت پر اثر انداز ہوئے اور ان کے زیر اثر ابن عباسؓ ترجمان القرآن حبر الامت کے نام سے مشہور ہوئے اور آپ کو کثیر الروایۃ صحابہ میں شمار کیا جانے لگا-

حضرت ابن عباسؓ حضورؐ کی وفات کے بعد اٹھاون برس تک زندہ رہے- اس طویل مدت میں آپ نے صغار و کبار سے خوب خوب استفادہ کیا- حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی تو میں نے ایک نصاری سے کہا ''آج کل بکثرت صحابہؓ بقید حیات ہیں- آیئے ان سے کسبِ فیض کریں'' - وہ کہنے لگے- ''تعجب کی بات ہے کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ آپ کے پاس دینی مسائل دریافت کرنے کے لئے آیا کریں گے؟'' ابن عباسؓ کہتے ہیں' میں نے اس شخص کو نظر انداز کر کے صحابہؓ سے استفادہ کرنے کا آغاز کر دیا- بسا اوقات ایسا ہوتا کہ کسی شخص کے بارے میں مجھے پتہ چلتا کہ انہیں نبی اکرم ﷺ کی کوئی حدیث یاد ہے- چنانچہ جب میں اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچتا تو وہ سو رہا ہوتا- میں اسی حالت میں اپنی چادر کو تکیہ بنائے اس کے دروازہ کے سامنے لیٹ جاتا- ہوا کے جھونکے آتے اور مجھ پر مٹی اڑاتے ہوئے گزر جاتے- گھر کا مالک باہر نکل کر دیکھتا تو کہتا اے رسول کریمؐ کے چچا زاد بھائی کیسے تشریف فرما ہوئے؟ آپ نے مجھے کیوں نہ بلا لیا؟ میں اس کے جواب میں کہتا کہ نہیں مجھے ہی آنا چاہئے تھا- میں آپ سے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں- سابق الذکر انصاری شخص اس وقت بقید حیات تھے- اس نے بچشم خود دیکھا کہ لوگ میرے اردگرد کھڑے مجھ سے دینی مسائل دریافت کر رہے ہیں- انصاری کہنے لگا- ''یہ نوجوان مجھ سے زیادہ دانشمند نکلا''-

مندرجہ واقعہ اس حقیقت کی آئینہ داری کرتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کس قدر ذہین و فطین تھے اور حدیث نبویؐ کے ساتھ انہیں کس قدر والہانہ شغف تھا- اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ حدیث نبوی میں امامت کے درجہ پر فائز تھے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان پر ہر وقت حدیث کی نشر و اشاعت کی دھن سوار رہتی تھی- لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہوتے اور آپ سے حدیثیں سنتے تھے- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ علمی مہارت و حذاقت کے باوجود انہیں جب کسی دقیق دینی مسئلہ سے سابقہ پڑتا تو ابن عباسؓ سے کہتے "ہمیں ایک پیچیدہ مسئلہ سے واسطہ پڑا ہے حل کیجئے"- پھر جو حل ابن عباسؓ پیش کرتے اسے قبول فرماتے-

حضرت ابن عباسؓ متعدد علوم مثلاً حدیث وفقہ و تاویل و حساب علم الفرائض اور عربیت میں دیگر اصحابؓ پر فائق تھے- آپ کا معمول یہ تھا کہ ایک دن صرف فقہی مسائل بیان کرتے- ایک دن تاویل و تفسیر کے لئے- ایک دن مغازی کے لئے اور ایک دن ایام العرب بیان کرنے کے لئے مخصوص کر رکھا تھا- جس عالم کو بھی آپ کی ہم نشینی کا موقع ملا' آپ کے علم سے متاثر ہوا اور جو مسئلہ بھی پوچھا اس کا جواب موجود پایا- مشہور تابعی طاؤس سے سوال کیا گیا کہ آپ اکابر صحابہؓ کو چھوڑ کر اس نوجوان (ابن عباسؓ) کے وابستۂ دامن کیوں کر ہو گئے؟ کہنے لگے "میں نے ستر صحابہؓ کو دیکھا ہے جب ان کے یہاں کوئی مسئلہ میں نزاع پیدا ہوتا تو ابن عباسؓ کی جانب رجوع کرتے"-

خلاصہ یہ کہ حضرت ابن عباسؓ علم حدیث میں تنہا ایک جماعت کے برابر تھے- آپ کی مرویات کی تعداد ایک ہزار چھ سو ساٹھ ہے- ان میں سے پچانوے احادیث بخاری و مسلم دونوں نے روایت کی ہیں- امام بخاری ایک سو بیس احادیث روایت کرنے میں منفرد ہیں اور امام مسلمؒ انچاس روایات-

حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں ابن عباسؓ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا تھا- حضرت علیؓ کی شہادت سے قبل آپ نے یہ منصب ترک کر دیا اور حجاز لوٹ آئے- زندگی کے باقی دن آپ نے مکہ میں گزارے- وہاں لوگوں کو دینی احکام کی تعلیم دیتے رہے آپ نے طائف میں ۶۸ھ میں وفات پائی-

حضرت عبداللہ بن عمرؓ

حضرت عبداللہؓ بچپن ہی میں مشرف باسلام ہو گئے تھے- اپنے والد کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ہجرتِ مدینہ کی سعادت حاصل کی۔ ایک قول کے مطابق اپنے والد سے پہلے ہجرت کی۔ غزوۂ احد خندق اور اس کے بعد وقوع پذیر ہونے والے غزوات میں شرکت کی۔ حضور کی وفات کے بعد فتح یرموک، فتح مصر اور افریقہ میں شریک ہوئے۔ یہ حد درجہ متبع سنت تھے۔

حضرت عبداللہؓ نے نبی اکرمؐ، اپنے والدؓ اپنے چچا زیدؓ، اپنی ہمشیرہ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ نیز حضرت ابوبکرؓ و عثمانؓ و علیؓ و بلالؓ و زید بن ثابتؓ و صہیبؓ و ابن مسعودؓ و عائشہؓ و رافعؓ بن خدیج و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کیں۔ حضرت عبداللہؓ سے بے شمار لوگوں نے حدیثیں روایت کیں۔ صحابہؓ میں سے ابن عباسؓ، جابرؓ اغر مزنیؓ اور دیگر بزرگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ تابعین میں سے آپ کے چاروں بیٹے بلال وحمزہ و سالم وعبداللہ آپ کے آزاد کردہ غلام نافع نیز حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلم اور ان کے دونوں بیٹے زید و خالد اور علاوہ ازیں عروہ بن زبیر اور دیگر اکابر نے آپ سے حدیثیں روایت کیں۔

زبیر بن بکار فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ رسول کریمؐ سے جو کچھ سنتے اسے یاد کر لیتے۔ جب حضورؐ موجود نہ ہوتے تو عبداللہؓ دوسروں سے آپ کے اقوال وافعال کے بارے میں دریافت کرتے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ابن عمرؓ کے نظریات کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آپ حضور اکرم ﷺ کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ اس لئے ان سے رسول کریمؐ اور صحابہؓ کی کوئی بات پوشیدہ نہ تھی۔ (بیہقی فی المدخل)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ رسول کریمؐ کی وفات کے بعد ساٹھ سال تک بقید حیات رہے۔ لوگوں کے وفد ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دینی مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے عبداللہ کو خلافت سے دور رکھا تھا اور ان کی حیثیت اصحابِ شوریٰ میں صرف ایک مشیر کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عمرؓ امورِ سلطنت سے الگ تھلگ رہے اور صحابہؓ کے مابین وقوع پذیر ہونے والے فتنوں سے جدا رہ کر علم وعبادت کے دامن سے وابستہ رہے۔ ان کا شمار کثیر الروایۃ صحابہ میں ہوتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے- اس کے وجوہ و اسباب حسب ذیل ہیں-

۱- یہ بہت پہلے اسلام لائے اور طویل عمر پائی- حضورؐ کی علمی مجالس میں باقاعدگی کے ساتھ شرکت کرتے- حد درجہ کے متبع سنت تھے- حضورؐ کی عدم موجودگی میں دوسروں سے آپؐ کے افعال و اقوال کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے- یہ جملہ امور اس امر کی نشان دہی کرتے ہیں کہ یہ علم اور خصوصاً حدیث نبوی کے ساتھ حد درجہ کا شغف رکھتے تھے-

۲- حضرت ابن عمرؓ رسول کریم ﷺ کے قرابت دار تھے- ان کی ہمشیرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضورؐ کی زوجۂ مطہرہ تھیں- اس لئے ان کو حضورؐ کے ساتھ ملنے جلنے کے بکثرت مواقع ملتے تھے-

۳- یہ دنیوی امور اور دولت و ثروت کے حریص نہ تھے- صحابہؓ کے مابین جو لڑائیاں ہوئیں آپ ان میں غیر جانبدار رہے- یہی وجہ ہے کہ ان کو حدیثیں سیکھنے اور ان کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے بڑا وقت ملا-

متذکرہ صدر وجوہ و اسباب کے پیش نظر آپ کثیر الروایۃ صحابہؓ میں شمار ہوتے ہیں آپ سے ایک ہزار چھ سو تیس احادیث منقول ہیں- بخاری و مسلم ان میں سے ایک سو ستر احادیث روایت کرنے پر متفق ہیں- بخاری اکاسی احادیث روایت کرنے میں منفرد ہیں اور مسلم اکتیس روایات- باقی احادیث دیگر محدثین نے روایت کی ہیں-

آپ نے ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے تین ماہ بعد بعمر ستاسی سال وفات پائی-

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ:

نام و نسب عبداللہ بن عمرو بنؓ العاص کنیت ابو محمد اور نسبت قرشی سہمی ہے- اپنے والد سے پہلے مشرف باسلام ہوئے- بڑے عابد زاہد اور کثرت سے تلاوت قرآن کرنے والے تھے- حدیث نبوی کے ساتھ والہانہ لگاؤ تھا- امام بخاری نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب العلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ صحابہؓ میں عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کے سوا اور کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر حدیثیں نہیں جانتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عبدؓاللہ لکھ لیا کرتے تھے۔ اور میں لکھتا نہ تھا۔ (صحیح بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ بن زبیرؓ سے کہا، مجھے پتہ چلا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص یہاں سے گزر کر حج کو جانے والے ہیں۔ ان سے مل کر دینی مسائل دریافت کیجئے۔ اس لیے کہ ان کے پاس رسول کریمؐ کی بکثرت احادیث محفوظ ہیں۔ ابن سعد مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہؓ بن عمرو کے پاس ایک صحیفہ دیکھا۔ جب اس کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو کہا یہ "صادقہ" ہے۔ اس میں وہ احادیث محفوظ ہیں جو میں نے نبی اکرم ﷺ سے براہ راست بلاواسطہ سنی تھیں۔ (طبقات ابن سعد)

ابن سعد حضرت عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ آیا میں وہ احادیث لکھ لیا کروں جو آپؐ سے سنتا ہوں؟ جب آپؐ نے اجازت مرحمت فرما دی تو میں نے لکھنے کا آغاز کر دیا۔ حضرت عبداللہؓ اپنے اس تحریر کردہ رسالہ کو "صادقہ" کہا کرتے تھے۔ (طبقات)

مندرجہ صدر امور سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ کے یہاں حدیث نبوی کے اخذ و تحمل کے متعدد اسباب جمع ہو گئے تھے جو دوسروں کو میسر نہ آئے تھے مثلاً یہ کہ آپ قدیم الاسلام تھے۔ احادیث نبویہ کو حفظ بھی کرتے تھے اور اپنے قلم کے ساتھ تحریر بھی کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ سے منقول ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سن کر ایک ہزار حدیثیں روایت کیں۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہؓ کی طرح حدیثیں لکھا نہیں کرتے تھے۔ مگر اس کے باوجود حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات حضرت عبداللہؓ سے منقول احادیث کی نسبت کئی گنا ہیں۔ صحیح بخاری کی جو روایات ابوہریرہؓ سے منقول ہے۔ اس سے بھی مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ کو زیادہ حدیثیں یاد تھیں۔ پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوہریرہؓ کی مرویات حضرت عبداللہؓ کے مقابلہ میں کیوں کر زیادہ ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات کی کثرت اور حضرت عبداللہؓ سے منقول احادیث کی قلت کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہؓ تعلیم و تدریس کی نسبت زیادہ تر عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ بخلاف ازیں حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی زندگی اشاعت حدیث کے لیے وقف کر رکھی تھی۔

۲۔ اسلامی فتوحات کے بعد حضرت عبداللہؓ زیادہ تر مصر اور طائف میں قیام پذیر رہے ظاہر ہے کہ حدیث نبوی کے طلبہ کی اکثریت عازم مدینہ ہوا کرتی تھی۔ مصر میں طلبہ کی اتنی کثرت نہ تھی۔ بخلاف ازیں حضرت ابوہریرہؓ مدینہ میں سکونت گزیں رہ کر اشاعت حدیث اور فتویٰ کا مرکز بنے رہے۔ اس کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے آٹھ سو تابعین نے حدیثیں روایت کیں۔ جب کہ دیگر صحابہؓ کو یہ سعادت حاصل نہ ہوئی۔

۳۔ سرور کائنات ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ کے حق میں دعا فرمائی تھی کہ جو بات سنیں، انہیں یاد رہے اور بھولنے نہ پائیں۔

۴۔ حضرت عبداللہؓ کو ملک شام میں اہل کتاب کی چند کتابیں دستیاب ہوئی تھیں۔ وہ ان کو پڑھتے اور ان کے بعض جملوں کو خود یاد رکھتے اور دوسروں کو سناتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ائمہ تابعین آپ سے روایت کرنے سے احتراز کرتے تھے۔

ان اسباب کے پیش نظر جو احادیث آپ سے مروی ہیں وہ آپ کے علم کی وسعت و کثرت کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔ چنانچہ آپ سے صرف سات سو احادیث منقول ہیں۔ بخاری و مسلم نے ان میں سے بالاتفاق سترہ احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں سے بخاری میں آٹھ احادیث ہیں اور مسلم میں بیس روایات۔

حضرت عبداللہؓ سے بکثرت تابعین نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ مثلاً سعید بن المسیب وعروہ۔ عبدالرحمٰن کے دونوں بیٹوں ابوسلمہ اور حمید نیز مسروق وغیرہم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ نے ۶۳ھ میں مصر میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر بہتر سال تھی۔ یہ آنحضورؐ کی وفات کے بعد ترپن سال زندہ رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی کنیت ابوعبدالرحمٰنؓ ہے ان کا نسب ہذیل بن مدرکہ بن الیاس کے ساتھ مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبدود بن سواء ہذیل ہے۔ یہ مشرف باسلام ہوئیں اور ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت عبدؓاللہ قدیم الاسلام تھے۔ یہ اس وقت اسلام لائے جب سعید بنؓ زید مشرف باسلام ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب تاہنوز اسلام نہیں لائے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خود فرمایا کرتے تھے:

''میں چھٹا مسلمان تھا' ہمارے سوا روئے زمین پر اور کوئی مسلم نہ تھا''۔

آپ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت فرمائی۔ رسول کریم ﷺ کی رفاقت میں غزوات بدر و اُحد' خندق' بیعت الرضوان اور دیگر لڑائیوں میں شرکت کی۔ وہ عبدؓاللہ ہی تھے جس نے غزوۂ بدر میں ابوجہل پر حملہ کر کے اس کا سر کاٹ لیا تھا۔ آپ نے غزوۂ یرموک میں بھی شرکت کی سعادت حاصل کی۔ نبی اکرم ﷺ کے جوتوں کی حفاظت کا شرف ان کے حصہ میں آیا تھا۔ جب حضورؐ اٹھتے تو یہ آپؐ کو جوتے پہناتے۔ جب بیٹھ جاتے تو حضرت عبدؓاللہ آپؐ کے جوتوں کو بغل میں دبائے رکھتے۔ یہ حضورؐ کے یہاں بڑی کثرت سے آیا جایا کرتے اور آپؐ کی خدمت کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے اور کچھ عرصہ قیام کیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کی والدہ اس کثرت سے حضورؐ کے یہاں جایا کرتے تھے کہ ہم ان کو آپؐ کے اہل بیت میں شمار کرنے لگے۔ (بخاری و مسلم)

اسلام میں سبقت کرنے اور حضورؐ کے ساتھ ان کو جو دل بستگی تھی۔ اس کی بنا پر ان کا شمار کبار اور فضلاء و فقہاء صحابہؓ میں ہوتا تھا۔ قرآن کریم اور حدیث و فتویٰ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ دوسرے صحابہؓ پر فائق تھے۔حتیٰ کہ خود رسول کریم ﷺ نے ان کے ماہر علوم قرآنیہ ہونے کی شہادت دی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا قرآن کریم چار صحابہؓ سے سیکھو۔ یعنی عبداللہ بن مسعودؓ سے سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ اور معاذ بن جبلؓ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے۔ (بخاری و مسلم)

نعمت خداوندی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

> ''اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں' کتاب اللہ کی کوئی سورت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں اتری اور کس ضمن میں اتری۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ مجھ سے بڑھ کر قرآن کا کوئی عالم موجود ہے اور اونٹ وہاں تک پہنچا سکتے ہیں تو میں سوار ہو کر اس کی خدمت میں حاضر ہوتا''۔ (صحیح مسلم)

کبار صحابہ حضرت عبداللہؓ کے علم و فضل کا اعتراف کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کے نام ایک خط میں لکھا:

> ''میں نے عمارؓ کو تمہارا امیر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے۔ یہ دونوں رسول کریمؐ کے چیدہ اصحابؓ اوز اہل بدر میں سے ہیں۔ ان کی پیروی کیجئے۔ عبداللہؓ کو تمہاری طرف بھیج کر میں نے تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے''۔

حضرت عبداللہؓ کی عظمت و فضیلت کے اثبات میں حضرت عمرؓ سے بڑھ کر اور کس کی شہادت ہو سکتی ہے۔ خصوصاً آپ کا یہ قول کہ ''تم کو اپنی ذات پر ترجیح دی ہے''۔ قابل غور ہے حضرت عمرؓ وہ شخص ہیں جن کے قلب و زبان پر خدا نے حق کو جاری کر دیا تھا۔ وہ جب کسی رائے کا اظہار کرتے تو اس کی تائید میں قرآنی آیت نازل ہو جاتی۔ صاحب فضیلت کا قدر شناس وہی ہو سکتا ہے۔ جو خود بھی فضیلت کا حامل ہو۔ جب ابن مسعودؓ نے وفات پائی تو حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ابن مسعودؓ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو ان جیسا ہو''۔

ابن مسعودؓ سے بے شمار لوگوں نے حدیثیں روایت کیں۔ صحابہؓ میں سے مندرجہ ذیل کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ ابو موسیٰ اشعریؓ، عمران بن حصینؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، جابرؓ، انسؓ، ابن زبیرؓ، ابو سعید خدریؓ، ابو ہریرہؓ، ابو رافعؓ، تابعین میں سے علقمہؒ، ابو وائلؒ، اسودؒ، مسروقؒ، عبیدہؒ، قیس بن ابی حازمؒ اور دیگر اکابر نے استفادہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے آٹھ سو اڑتالیس احادیث منقول ہیں۔ بخاری و مسلم نے چونسٹھ احادیث بالاتفاق روایت کی ہیں۔ بخاری اکیس احادیث کے روایت کرنے میں منفرد ہیں اور مسلم نے پینتیس احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت عبداللہؓ جن صفات سے متصف تھے مثلاً قدامت اسلام اور طویل صحبت نبوی ان کا تقاضا یہ تھا کہ وہ مذکورہ صدر احادیث سے زیادہ حدیثیں روایت کرتے۔ انہوں نے تمام عصر نبوت کو بچشم خود دیکھا اور آنحضورؐ کی صحبت سے بھر پور استفادہ کیا تھا۔ وہ حدیثیں یاد کرنے کے حریص بھی تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا حافظہ بھی بڑا قوی تھا۔ دنیوی ساز و سامان سے انہیں چنداں دلچسپی نہ تھی۔ مگر رسول کریمؐ کے بعد وہ بہت کم عرصہ تک زندہ رہے اور جس طرح حضرت ابو ہریرہؓ کو حدیثوں کی اشاعت کے لیے طویل مدت ملی تھی، ان کو نہ مل سکی۔

حضرت ابن مسعودؓ نے ۳۲ھ میں ایک قول کے مطابق کوفہ اور دوسرے قول کے مطابق مدینہ میں بعمر ساٹھ سال سے کچھ زائد وفات پائی۔

روایت حدیث کے سلسلہ میں صحابہ میں فرق مراتب:

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حفظ حدیث کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ مگر قلت و کثرت کے اعتبار سے سب صحابہؓ یکساں نہ تھے۔ اس کے کچھ تو خاص اسباب ہیں جو جداگانہ طور پر ہر صحابی کے تعارف کے سلسلہ میں معلوم کیے جا سکتے ہیں بخلاف ازیں کچھ اسباب عام ہیں جو ہم مختصراً ذکر کرتے ہیں:

۱۔ خلافت سے متعلق امور اور غزوات میں مصروف رہنے کی وجہ سے بکثرت صحابہؓ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ زیادہ حدیثیں اخذ کر سکے اور نہ ان کی اشاعت میں کما حقہٗ حصہ لے سکے- مثلاً خلفائے اربعہ اور حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم- جو لوگ ان مشاغل سے آزاد تھے- وہ حدیثوں کے اخذ و تحمل اور ان کی نشر و اشاعت میں لگے رہے- مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ، عائشہ صدیقہؓ، ابن عمرؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم-

۲- جو صحابہؓ عرصہ دراز تک صحبت نبوی سے مستفید ہوتے رہے یا سفر و حضر میں ان کو حضورؐ کی رفاقت میسر آئی یا حضورؐ کی وفات کے بعد طویل مدت تک بقیدِ حیات رہے ان کو حدیثیں یاد کرنے اور ان کو لوگوں میں پھیلانے کا مقابلتاً زیادہ موقع ملا- مثلاً حضرت ابن مسعودؓ، ابو ہریرہؓ، جابر بن عبداللہؓ، انسؓ، ابن عمرؓ اور دیگر صحابہؓ- یہی وجہ ہے کہ جو صحابہؓ عہد رسالت ہی میں یا آپ کی وفات کے تھوڑا عرصہ بعد فوت ہو گئے تھے اور اس طرح ان کو حضورﷺ کی رفاقت میں زیادہ عرصہ رہنے کی سعادت حاصل نہ ہوئی- ان کی روایات یا قلیل ہیں اور یا نہ ہونے کے برابر ہیں-

۳- کثرت روایت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب جدید مسائل و حوادث رونما ہوں اور ان کے بارے میں شرعی نقطہ نظر معلوم کرنے کی ضرورت درپیش ہو تو خود بخود لوگ ایسے مسائل کا حل دریافت کرتے ہیں- ایسے اوقات میں صحابہؓ فی الفور احادیث نبویہ بیان کرتے اور لوگ بڑے ذوق و شوق کے ساتھ ان کو قبول کرتے تھے-

۴- جب اسلام میں فتنہ بازی کا ظہور ہوا اور بعض فرقے مثلاً شیعہ و خوارج حدیثیں وضع کرنے لگے تو لوگ حدیثیں روایت کرنے سے احتراز کرنے لگے- اس کے ساتھ ساتھ راویان حدیث کے بارے میں تشدد برتا جانے لگا- یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ کی مرویات بہت کم ہیں- محدثین حضرت علیؓ کی مرویات صرف ابن مسعودؓ، عبیدہ سلمانی، قاضی شریح، ابو وائل اور حضرت علیؓ کے اہل بیت ہی سے قبول کرتے ہیں- دوسرے راویوں کی روایات حضرت علیؓ سے قبول نہیں کرتے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵- پیروی کرنے والوں کی قلت و کثرت اور ان کی شہرت و گمنامی بھی روایت کی قلت و کثرت پر اثر انداز ہوتی ہے- مثلاً عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اکثر مرویات ہم تک نہیں پہنچیں- اس لیے کہ آپ کے اتباع و تلامذہ کم تھے- آپ کا زیادہ وقت امور خلافت کی انجام دہی غزوات اور قرآن عزیز کی جمع و تدوین میں گزرا-

۶- کثرت روایت کی ایک وجہ قوت حافظہ اور احادیث کو تحریر میں لانا بھی ہے چنانچہ ابوہریرہؓ اس لیے کثیر الروایۃ تھے کہ آپ کا حافظہ قوی تھا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے کثیر الروایۃ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے-

۷- بعض صحابہؓ اس لیے قلیل الروایۃ تھے کہ وہ زیادہ تر عبادت میں منہمک رہا کرتے تھے- بعض صحابہؓ کے قلیل الروایت ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ صرف نبی اکرم ﷺ کے اصلی الفاظ میں روایت حدیث کو جائز تصور کرتے تھے- روایت بالمعنی ان کے نزدیک ممنوع تھی-

۸- قلت روایت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ صحابی تک جو سند پہنچتی ہے وہ ضعیف ہو- اندریں صورت صحت کا التزام رکھنے والے محدثین اس صحابی کی حدیث روایت نہیں کرتے- اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جن کو رسول کریم ﷺ نے اس امت کا امین قرار دیا تھا' بخاری و مسلم میں ان کی روایت کردہ کوئی حدیث موجود نہیں- اس کی وجہ یہ ہے کہ جو سند ان تک پہنچتی ہے- وہ صحیح نہیں- (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۳۰)

كثير الرواية صحابةؓ:

یہ ہے خلاصہ ان عوامل و محرکات کا' جو حضرات صحابہؓ کے سلسلہ میں قلت و کثرت روایت کے موجب بنے- اس لیے ان میں کثیر الروایۃ بھی تھے اور قلیل الروایت بھی- چنانچہ سب سے زیادہ حدیثیں حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیں- ان کے بعد عبداللہ بنؓ عمر کا درجہ ہے- پھر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم- ان کے علاوہ کسی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابی نے ہزار سے زیادہ حدیثیں روایت نہیں کیں۔

امام محمد بن سعد طبقات میں رقم طراز ہیں:

محمد بن عمر اسلمی کا قول ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے اکابر صحابہؓ سے کم احادیث منقول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ابھی لوگوں کو ان سے دینی مسائل دریافت کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی کہ وہ عازم فردوس ہو گئے۔ حضرت عمرؓ و علیؓ سے زیادہ احادیث مروی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تھے اور لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے اور وہ لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ یوں حضورؐ کے تمام صحابہؓ پیشوا تھے جن کی پیروی کی جاتی تھی۔ صحابہؓ جو کچھ کرتے تھے لوگ اس کو یاد رکھتے تھے۔ جب ان سے مسائل دینی دریافت کیے جاتے تو وہ ان کا جواب دیتے۔ صحابہؓ نے جو حدیثیں حضورؐ سے سنیں' ان کو لوگوں تک پہنچایا۔

یہ درست ہے کہ اکابر صحابہؓ کی مرویات کی تعداد کم ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل اکابر صحابہؓ:

حضرت ابوبکرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ بن ابی وقاص' عبدالرحمٰنؓ بن عوف' ابوعبیدہ بن الجراح وسعید بن زید' ابی بن کعب' سعد بن ابی عبادہ' عبادہ بن صامت' اسید بن حضیر' معاذ بن جبل وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

مندرجہ صدر سے درج ذیل صحابہؓ کی نسبت بہت کم روایات منقول ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل نوجوان کثیر الروایت صحابہؓ:

حضرت جابر بن عبداللہ و ابوسعید خدری و ابوہریرہ و عبداللہ بن عمر بن الخطاب وعبداللہ بن عمرو بن العاص و ابن عباس و رافع بن خدیج و انس و براء بن عازب اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اس لیے کہ عہد رسالت میں یہ نوجوان تھے اور حضورؐ کی وفات کے بعد عرصہ دراز تک زندہ رہے۔ اور لوگ ان سے دینی مسائل دریافت کرتے رہے۔ بعض صحابہ اپنا علم قبر میں اپنے ساتھ لے گئے اور کوئی چیز ان سے منقول ہو کر لوگوں تک نہ پہنچ سکی۔ ان سے مسائل دریافت کرنے کی ضرورت بھی پیش نہ آئی۔ کیونکہ دیگر بے شمار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابہؓ موجود تھے۔ بعض صحابہؓ ایسے بھی تھے جن سے ایک حدیث بھی مروی نہیں۔ حالانکہ وہ بعض ان صحابہؓ کی نسبت جو کثیر الروایۃ ہیں' آنحضرت کی صحبت و رفاقت سے زیادہ مستفید ہوئے تھے۔ اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ وہ روایت حدیث سے بنا بر احتیاط احتراز کرتے تھے۔ یا اس لیے کہ دیگر صحابہؓ کی موجودگی میں ان سے فتویٰ لینے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عبادت و جہاد میں حد سے زیادہ مشغول رہنے کی وجہ سے حدیثیں روایت نہ کر سکے ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عدالت صحابہؓ پر واردِ شدہ اعتراضات

اور ان کا جواب

۱۔سوال: یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ حضرات صحابہؓ کو جرح و تعدیل کے ترازو میں جانچے پرکھے بغیر ان کی روایت کردہ احادیث پر اعتماد کیوں کر کیا جا سکتا ہے؟ مزید برآں حضرت ابوبکر وعمر وعلی رضی اللہ عنہم کا یہ طرز عمل کہ وہ کسی صحابی کی روایت کو اس صورت میں تسلیم کرتے تھے کہ جب وہ کسی صحابی کو گواہ کے طور پر پیش کرتا۔ یا اس روایت کی صداقت کا حلف اٹھا کر یقین دلاتا۔ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ وہ دیگر راویان حدیث کی طرح صحابہؓ کی بھی جانچ پڑتال کرتے تھے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ہم صحابہ رضوان اللہ علیہم کو رسالت و نبوت کے درجہ پر فائز نہیں کرتے کہ ان سے غلطی کا صدور ممکن ہی نہیں۔ بخلاف ازیں ان کے بارے میں ہمارا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ وہ اقامت فی الدین کے اس مرتبہ پر فائز تھے کہ ان کے بارے میں رسول کریمؐ پر افترا پردازی کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ وہ بات ہے جو قرآن عزیز' سنت صحیحہ اور قابل اعتماد مسلمانوں کے اجماع کی روشنی میں ثابت ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾

''اور مہاجرین وانصار میں سے سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی کے کام میں ان کی پیروی کی' اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے''۔

یہ آیت کریمہ اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اصحاب رسولؐ سے راضی ہے خواہ وہ سابقین میں سے ہوں یا متاخرین میں سے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھوٹے شخص سے راضی نہیں ہو سکتا۔ ہم قبل ازیں احادیث صحیحہ سے صحابہ کرامؓ کے محامد ومناقب پر روشنی ڈال چکے ہیں۔

جہاں تک ان صحابہؓ کا تعلق ہے جو فتنوں کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ مثلاً طلحہ و زبیر و معاویہ و علی رضی اللہ عنہم ان لوگوں نے اجتہاد سے کام لیا تھا اور ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو حق پر خیال کرتا تھا۔ اور حق کے دفاع وحمایت کا فریضہ ادا کرتا تھا۔ شریعت میں یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ مجتہد کو ہر حال میں اجر ملتا ہے۔ اس کا اجتہاد غلط ہو یا صحیح۔ البتہ اجتہاد درست ہونے کی صورت میں دو اجر ملتے ہیں اور غلط ہونے کی صورت میں ایک اجر۔ جن صحابہؓ نے بیعت الرضوان میں شرکت کی تھی۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾

''اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے''۔

جن صحابہؓ نے درخت کے نیچے حضورؐ کی بیعت کی تھی' ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو فتنوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ مثلاً حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب صحابہ عدول ہیں اور ان میں فتنوں میں مبتلا ہونے والے صحابہ بھی شامل ہیں۔ جہاں تک خلفائے ثلاثہ یعنی حضرات ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم کے طرز عمل کا تعلق ہے وہ بنا بر حزم و احتیاط تھا۔ اور اس وقت اختیار کیا جاتا تھا جب کہ راوی کے حفظ و ضبط میں شبہ ہو۔ اس کی صداقت وعدالت میں نہیں۔ جیسا کہ بعض روایات میں مذکور ہے کہ ''میں آپ پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگاتا۔ صرف تحقیق کرنے کا متمنی ہوں''۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی۔ کہ لوگ روایات کے قبول کرنے میں سہل انگاری سے کام نہ لینے لگیں۔

عصر حاضر میں کچھ قلمکار صحابہؓ کو برا بھلا کہنے کے خوگر ہو گئے ہیں۔ مثلاً وہ حضرت معاویہؓ' عمرو بن العاصؓ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کو نشانہ نقد و جرح بناتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علمائے اسلام کی نگاہ میں یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''جو شخص اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی پر لعنت بھیجتا ہے مثلاً حضرت معاویہؓ، عمرو بنؓ العاص یا ان سے افضل صحابہ مثلاً ابو موسیٰ اشعریؓ و ابو ہریرہؓ یا ان سے بھی افضل صحابہ جیسے طلحہ و زبیر و عثمان و علی و ابوبکر و عمر و عائشہ رضی اللہ عنہم، وہ باتفاق اہل اسلام سزا کا مستوجب ہے۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ اسے قتل کی سزا دی جائے یا اس سے کم؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''میرے صحابہ کو گالی نہ دو، مجھے اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کی گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا''۔ اور لعنت تو گالی سے بھی قبیح تر ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ''مومن پر لعنت کرنا اس کے قتل کے برابر ہے''۔ حضور ﷺ کے صحابہؓ سب سے بہتر مومن تھے۔ آپؐ نے خود فرمایا کہ ''سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر ان لوگوں کا جو ان کے قریب ہیں۔ پھر ان کا جو ان کے قریب ہیں''۔ جس شخص نے بھی حضور ﷺ کو دیکھا اور آپؐ پر ایمان لایا وہ صحابہؓ میں شامل ہے''۔

(مختصر الفتاویٰ ص ۴۷۸)

۲۔ سوال: جب صحابہؓ بھی دیگر راویان حدیث کی طرح انسان ہیں اور ان سے سہو و نسیان کا صدور ممکن ہے تو ان کی روایت حدیث پر اعتماد کیوں کر کیا جا سکتا ہے؟۔

جواب: یہ بات وہ شخص کہہ سکتا ہے جو اس امر سے ناآشنا ہو کہ صحابہؓ کی قوت حافظہ کس قدر مضبوط تھی اور حفاظت حدیث کے سلسلہ میں وہ دینی غیرت و حمیت کے جذبہ سے کس حد تک سرشار تھے۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ حضرات صحابہ نہایت قوی الحافظہ اور ذہین و فطین تھے اور ان کی ذہانت حدیث کے حفظ و ضبط میں ان کی مددگار ثابت ہوا کرتی تھی۔ وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ حدیث نبوی اصول دین میں سے ایک عظیم اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے وہ علمی مذاکرہ کی صورت میں اس کو ضبط کرتے اور درس و تدریس کے ذریعہ اس کو ذہن نشین کیا کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزید برآں خلفائے راشدین نے روایت حدیث کے سلسلہ میں بڑا حکیمانہ طرز عمل اختیار کیا اور اس ضمن میں حزم و احتیاط کی ایک نئی روش ایجاد کی تھی۔ چنانچہ جب انہیں روایت حدیث کے سلسلہ میں شک رونما ہوتا تو راوی سے گواہی طلب کرتے یہ جملہ عوامل و محرکات حمایت حدیث کے موجب ہوئے اور صحابہؓ کثرت احادیث سے احتراز کرنے لگے۔ اس لیے کہ کثرت میں لغزش کا امکان ہر وقت رہتا ہے۔ صحابہؓ کے یہاں قلت سہو و نسیان کی وجہ یہی ہے اور خطا کا وجود تو ان کے یہاں معدوم ہے یا نادر۔ صحابہؓ کی یہ عادت تھی۔ کہ جب بھول جاتے یا روایت حدیث میں غلطی کا امکان ہوتا تو دوسرے صحابی سے دریافت کرتے۔ جسے وہ حدیث بہت اچھی طرح یاد ہوتی۔

چنانچہ بعض احادیث میں جو اختلاف منقول ہے وہ روایت بالمعنی کے قبیل سے ہے اور علمائے اسلام' صحابہ' تابعین اور ائمہ مجتہدین مثلاً امام ابوحنیفہ' شافعی اور حسن بصری نے اس کی اجازت دی ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں اور حافظ ابن مندہ نے ''معرفۃ الصحابہ'' میں بروایت سلیمان بن اکیمہ لیثی سے نقل کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں آپؐ سے حدیثیں سنتا ہوں۔ مگر انہیں اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا بلکہ اس میں ایک آدھ حرف کی کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ''جب تمہارے بیان سے کوئی حلال چیز حرام نہ ہوتی ہو۔ اور حرام چیز کی حلت لازم نہ آتی ہو اور تم میرا مفہوم ادا کر سکو تو کچھ حرج نہیں''۔

(طبرانی فی المعجم الکبیر)

۳۔ سوال: سرور کائنات ﷺ نے حدیث صحیح میں فرمایا ''روز قیامت کچھ لوگ میرے حوض پر آئیں گے' پھر میرے اور ان کے درمیان حجاب حائل ہو جائے گا میں کہوں گا اے رب! یہ میرے صحابہؓ ہیں۔ مجھے کہا جائے گا' آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا؟ جب آپ ان سے الگ ہو گئے تو یہ دین اسلام سے برگشتہ ہو گئے''۔ اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ بعض صحابہ حضورؐ کی وفات کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرتد ہو گئے تھے- لہٰذا صحابہ کو علی الاطلاق عدول قرار دینا درست نہیں-

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ صدر حدیث میں حضور اکرم ﷺ کے مخلص صحابہ کا ذکر نہیں کیا گیا- بخلاف ازیں اس حدیث میں چند منافقین کے خبث باطن پر روشنی ڈالی گئی ہے جیسا کہ مذکورہ ذیل آیت میں-

﴿وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾

''اور آپ کے ارد گرد جو دیہاتی ہیں- ان میں منافق بھی ہیں اور اہل مدینہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں- آپ ان کو نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں- ہم انہیں دگنا عذاب دیں گے اور پھر انہیں ایک بڑے عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا''-

منافقین جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے لڑائیوں میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شرکت کیا کرتے تھے- مگر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے نہیں بلکہ دیگر غایات و مقاصد کے پیش نظر- مثلاً مال غنیمت حاصل کرنے یا مسلمانوں میں بزدلی پھیلانے کے لیے بظاہر ان لوگوں کو صحابہ میں شمار کیا جاتا تھا- مگر دراصل یہ لوگ کافر تھے- چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ان لوگوں نے پوشیدہ کفر اور عداوت اہل اسلام کا اظہار ارتداد کی صورت میں کر بھی دیا تھا- جہاں تک مخلص صحابہؓ کا تعلق ہے ان میں سے ایک بھی مرتد نہیں ہوا اور سب کے سب مومن ہونے کی حالت میں فوت ہوئے-

٤- حضرت ابوھریرۃ:

ارباب بدعت بہر دو صنف (قدیم و جدید) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ہدف تنقید بناتے رہے ہیں- اس کی بڑی وجہ دراصل حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ احادیث سے گلو خلاصی کرانا ہے جو ان کی من مانی خواہشات میں حائل ہیں- اور ان کے مکر و فریب کا پردہ چاک کرتی ہیں- ان کی نقد و جرح یا تو روایات ضعیفہ پر مبنی ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا ان احادیث صحیحہ پر جن کو وہ صحیح طور سے سمجھ نہ سکے اور ان کی ایسی باطل تاویلات کہیں جو ان کے نظریات فاسدہ کے ساتھ ہم آہنگ تھیں ہم ان اعتراضات کا ذکر کے ان کا مختصر جواب دیں گے۔ تاکہ اس جلیل القدر صحابی کی حمایت و دفاع کا فریضہ ادا کیا جاسکے۔ وباللہ التوفیق۔

سوال: ارباب بدعت کے حضرت ابو ہریرہؓ کو ہدف تنقید بنانے کی ایک وجہ ان کی روایت کردہ وہ حدیث ہے۔ جس کو بخاری نے باب حفظ العلم میں روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سن کر دو باتیں یاد رکھی تھیں۔ ایک بات تو بیان کردی اور اگر دوسری بیان کروں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے۔

منکرین حدیث کہتے ہیں اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بات جو وحی پر مبنی تھی تمام صحابہ سے پوشیدہ رکھی اور صرف ابو ہریرہؓ کو بتائی۔ حالانکہ باتفاق اہل اسلام حضورؐ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔

جواب: حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ یہ راز نبی کریم ﷺ نے صرف ابو ہریرہؓ کو بتایا تھا اور کسی کو نہیں اور اگر اس بات کو تسلیم بھی کرلیا جائے۔ کہ حضور نے خصوصی طور پر اس امر کا اظہار صرف ابو ہریرہؓ پر کیا تھا تو اس سے اس وحی کا چھپانا لازم نہیں آتا۔ جس کو لوگوں تک پہنچانے کا آپؐ کو حکم دیا گیا تھا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

''جس راز کو حضور اکرم ﷺ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے' اس سے مراد وہ فتنے اور لڑائیاں ہیں جو لوگوں میں ہوئیں یا آگے چل کر ہوں گی''۔

ظاہر ہے کہ ہونے والی لڑائیوں اور فتنوں سے آگاہ کرنا کوئی ایسی بات نہیں' جس پر دین کے اصول و فروع موقوف ہوں۔ اس لیے حضورؐ اس قسم کی وحی کسی ایک شخص یا ایک فریق کو خصوصی طور پر بتلا سکتے ہیں۔

سوال: حضرت ابو ہریرہؓ کی صداقت بیانی پر شک و شبہ کا اظہار اس بنا پر بھی کیا گیا ہے کہ انہوں نے یہ حدیث رسول کریمؐ سے روایت کی کہ جو شخص حالت جنابت میں صبح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرے وہ روزہ نہ رکھے- حضرت ابو ہریرہؓ اس حدیث کے مطابق فتویٰ بھی دیا کرتے تھے- جب حضرت عائشہؓ وام سلمہؓ کو یہ اطلاع پہنچی تو انہوں نے اسے برا مانا اور ذکر کیا کہ نبی اکرم ﷺ حالت جنابت میں صبح کرتے اور پھر غسل بھی کر لیا کرتے تھے اور آپ روزہ سے ہوتے تھے- یہ حدیث سن کر حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے نظریہ سے رجوع کر لیا- ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے نبی اکرم ﷺ سے سن کر مجھے یہ حدیث بتائی تھی- مگر امہات المومنین ایسی باتوں کو مردوں سے بہتر جانتی ہیں-

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث براہ راست نبی اکرم ﷺ سے نہیں سنی تھی- بخلاف ازیں انہوں نے یہ حدیث فضل بن عباسؓ اور اسامہؓ سے اور انہوں نے نبی اکرمؐ سے سنی- ظاہر ہے کہ حضرت فضل بن عباسؓ اور اسامہؓ دونوں اہل صدق و امانت میں سے ہیں- مگر ابو ہریرہؓ نے حضرت عائشہؓ و ام سلمہؓ کی روایت کردہ حدیث کو ترجیح دیتے ہوئے اس کی طرف رجوع کیا اور حضرت فضلؓ و اسامہؓ کی روایت کے مطابق فتویٰ دینا ترک کر دیا-

جہاں تک حضرت فضل و اسامہؓ کی روایت کردہ حدیث کا تعلق ہے' علماء نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں- مثلاً

۱- یہ حدیث اپنے سے قوی تر حدیث کی معارض ہے- لہٰذا اس کو ترک کر کے حضرت عائشہؓ وام سلمہؓ کی روایت کردہ حدیث پر عمل کیا جائے گا- اس لیے کہ وہ ارجح ہے-

۲- حضرت فضلؓ و اسامہؓ سے مروی حدیث کا تعلق آغاز اسلام سے ہے- جب کہ سو جانے کے بعد کھانے پینے اور مجامعت کی ممانعت تھی- بعد ازاں طلوع فجر تک ان باتوں کی اجازت مل گئی- بنا بریں طلوع فجر تک مجامعت کی اجازت مل گئی- ظاہر ہے کہ جب طلوع فجر سے قبل جماع کیا جائے گا- تو غسل جنابت لازماً بعد از طلوع فجر ہو گا- اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ وام سلمہؓ کی روایت کردہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث حضرت فضل و اسامہؓ سے منقول حدیث کی ناسخ ہے۔ جب تک ابو ہریرہؓ کو ناسخ کا علم نہ تھا وہ اپنی روایت کردہ حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے رہے۔ جب ناسخ کا پتہ چل گیا تو اپنے فتوی سے رجوع کر لیا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس روایت سے حضرت ابو ہریرہؓ کی مدح و منقبت کا پہلو نکلتا ہے کہ انہوں نے حق کا اعتراف کر کے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۲۸)

سوال: منکرین حدیث کہتے ہیں ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ "بیماری متعدی نہیں ہوتی" ایک اعرابی نے کہا یا رسول اللہؐ! ایک اونٹ ریت میں ہرنی کی طرح (تندرست و توانا) ہوتا ہے۔ پھر ایک خارشی اونٹ اسے ملتا ہے اور اسے بھی خارش کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا "پھر پہلے اونٹ کو خارش کی بیماری کہاں سے لگی؟"

دوسری جانب یہ حدیث بھی ابو ہریرہؓ ہی سے مروی ہے کہ بیمار مویشیوں کو تندرست چوپایوں کے پاس نہ لایا جائے اس لیے کہ بیماری کے متعدی ہونے کا خطرہ دامنگیر ہے۔

منکرین حدیث کا کہنا ہے کہ مذکورہ صدر دونوں حدیثوں میں تناقض پایا جاتا ہے اس لیے کہ پہلی حدیث بیماری کے متعدی ہونے کی نفی کرتی ہے جب کہ دوسری حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے کلام میں تناقض نہیں ہو سکتا۔ اب دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ ابو ہریرہؓ نے جھوٹ بولا (معاذ اللہ) دوسری یہ کہ وہ بھول گئے۔ اگر ان کو جھوٹا قرار دیا جائے تو ان کی مرویات پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اور اگر یہ کہیں کہ وہ بھول گئے تو یہ ان کی اس روایت کے خلاف ہے جس میں مذکور ہے کہ حضورؐ نے مجھے چادر پھیلانے کا حکم دیا۔ پھر آپؐ نے اس میں کچھ پڑھا اور میں نے چادر سمیٹ لی۔ اس کے بعد مجھے کوئی چیز کبھی نہ بھولی"۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں سرے سے کوئی تعارض موجود ہی نہیں۔ جس حدیث میں مذکور ہے کہ "بیماری متعدی نہیں ہوتی" اس کا مطلب یہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ بیماری بذات خود اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر متعدی نہیں ہوسکتی- اور جس حدیث میں بیمار جانوروں کو تندرست مویشیوں کے پاس لانے سے منع کیا گیا ہے- اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ وہ مویشی بیمار پڑ گئے تو ان کا مالک اس وہم میں مبتلا ہو جائے گا کہ اس کی وجہ ان بیمار مویشیوں کا ان کے پاس لانا ہے- اس کا سدباب کرنے کے لیے بیمار مویشیوں کے پاس تندرست چوپایوں کو لایا ہی نہ جائے- تاکہ اس وہم کے پیدا ہونے کی گنجائش ہی نہ ہو- جب دونوں حدیثوں میں تناقض ہی موجود نہیں تو کذب اور نسیان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا-

البتہ یہ درست ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بعض مجالس میں مذکورہ صدر دونوں حدیثیں بیان کر دیتے اور بعض مواقع پر صرف ایک حدیث ذکر کرتے- ایک مرتبہ انہوں نے صرف دوسری حدیث ذکر کی تو ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے حدیث ''لا عدویٰ'' (بیماری متعدی نہیں ہوتی) بھی روایت کی ہے- ابوہریرہؓ نے اسے برا مانا اور حبشی زبان میں اعتراض کنندہ پر لے دے کی- اس سے ابوسلمہ کو جس نے ابوہریرہؓ سے مذکورہ دونوں حدیثیں روایت کی تھیں' شک گزرا کہ ابوہریرہؓ نے اس مجلس میں حدیث ''لا عدویٰ'' اس لیے ذکر نہیں کی کہ آپ اسے بھول گئے- اس کا جواب یہ ہے کہ اس مجلس میں حضرت ابوہریرہؓ کے یہ حدیث ذکر نہ کرنے سے اس کا بھول جانا لازم نہیں آتا- جیسا کہ ابوسلمہ نے سمجھا- بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابوہریرہؓ حدیث بیان کرتے وقت سامعین کی نفسیات کو ملحوظ رکھتے تھے- اور ان کے پیش نظر ان کو احادیث نبویہ سناتے تھے-

امام قرطبی فرماتے ہیں:

''ممکن ہے کہ ابوہریرہؓ کا خیال یہ ہو کہ اس مجلس میں کوئی جاہل دونوں حدیثوں کو باہم متعارض خیال کرتا ہے- اس لیے آپ نے ایک حدیث ذکر نہ کی- جب اس بات کا خدشہ نہ ہوتا اس وقت آپ دونوں حدیثیں بیان کر دیتے'' تفصیل کے لیے دیکھیے- (فتح الباری کتاب الطب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: منکرین حدیث کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ میں تدلیس کا عیب بھی تھا- چنانچہ ابو ہریرہؓ رسول کریمؐ سے وہ احادیث بھی روایت کرتے تھے جو بذات خود انہوں نے آنحضورؐ سے نہیں سنی تھیں- مثلاً یہ حدیث کہ "جو شخص حالت جنابت میں صبح کرے اس کا روزہ نہیں ہوتا- ظاہر ہے کہ تدلیس بھی ایک قسم کا کذب ہے-

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ چونکہ بتاخیر ۷ھ میں مشرف باسلام ہوئے تھے- اس لیے بکثرت احادیث نبویہ حضورؐ سے براہ راست نہ سن سکے- اس لیے علم حدیث کی تکمیل کا تقاضا یہ تھا کہ وہ ان صحابہؓ سے وہ حدیثیں اخذ کرتے جو انہوں نے بلاواسطہ نبی اکرم ﷺ سے تھیں سنی تھیں- جس طرح دیگر صحابہؓ جو آنحضورؐ کی مجالس میں شرکت نہ کر سکے تھے- انہوں نے بھی اکابر صحابہؓ ہی سے احادیث نبویہ کا درس لیا تھا- مجالس نبویہ سے غیر حاضر رہنے کی وجہ یا تو یہ تھی کہ وہ دنیوی امور میں مشغول رہے یا اس لیے کہ وہ حد درجہ صغیر السن تھے یا اس لیے کہ وہ دیر سے مشرف باسلام ہوئے یا دیگر وجوہ واسباب کے پیش نظر-

اس کی دلیل جناب حمید کی یہ روایت ہے کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے- آپ نے فرمایا جو حدیثیں ہم تمہیں سنایا کرتے ہیں' وہ سب ہم نے رسول کریم ﷺ سے نہیں سنیں- مگر معاملہ یہ ہے کہ صحابہؓ ایک دوسرے کو جھوٹا نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان پر اعتماد کیا کرتے تھے- (طبرانی فی الکبیر)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تمام حدیثیں ہم نے نبی کریمؐ ہی سے نہیں سنیں بلکہ حضورؐ کے صحابہؓ آپؐ سے حدیثیں سن کر ہمیں بتایا کرتے تھے- ہم تو اونٹ چرانے میں مشغول رہتے تھے- (مسند احمد و مستدرک حاکم)

امام حاکم نے ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے-

"ہم سب صحابہؓ رسول کریم ﷺ ہی سے حدیثیں نہیں سنا کرتے تھے- ہماری زمینیں تھیں- اور ہم کام کاج کیا کرتے تھے- مگر بات یہ تھی کہ ان دنوں لوگ جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے- جو لوگ رسول کریم ﷺ کی مجلس میں شریک ہوتے وہ غیر حاضر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہنے والوں کو آنحضورؐ کے اقوال سے آگاہ کر دیا کرتے تھے- امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کے شرائط کے مطابق صحیح ہے مگر دونوں نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا- امام ذہبی نے بھی اس کی تائید کی ہے-

یہ امر پیش نظر رہے کہ نبی کریمؐ سے براہ راست حدیث سننے والے صحابی کے نام کو حذف کر دینا تدلیس نہیں کہلاتا- اس لیے کہ سب صحابہؓ باجماع اہل حق عدول ہیں- حدیث مرسل سے احتجاج کرنے کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف اس لیے ہے کہ محذوف کا پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کون ہے (آیا صحابی ہے یا تابعی یا اور؟) مگر یہاں معاملہ اس سے مختلف ہے- امام ابن الصلاح مقدمہ میں لکھتے ہیں-

''صحابی کی مرسل روایت حدیث موصول کے حکم میں ہے- اس لیے کہ حضرات صحابہؓ دوسرے صحابہؓ ہی سے روایت کرتے ہیں اور صحابیؓ کے نام کا معلوم نہ ہونا حدیث میں موجب قدح نہیں- اس لیے کہ سب صحابہؓ عدول ہیں- مثلاً حضرت ابن عباسؓ اور دیگر کم سن صحابہؓ نے جو احادیث نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہیں- حالانکہ انہوں نے بذات خود وہ احادیث آنحضورؐ سے نہیں سنیں- یہ سب احادیث موصولہ کے حکم میں ہیں''- (مقدمہ ابن الصلاح)

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں-

''جہاں تک صحابہؓ کی مرسل روایات کا تعلق ہے مثلاً صحابیؓ نبی اکرم ﷺ کے کسی فعل پر روشنی ڈالے یا اس قسم کی کوئی روایت جس سے پتہ چلے کہ روایت کرنے والا صحابیؓ صغیر السن یا متاخر الاسلام ہونے کی وجہ سے اس واقعہ کے وقت موجود نہ تھا- ایسی سب روایات مذہب صحیح کے مطابق درست اور قابل اعتماد ہیں- اس ضمن میں ہمارے جمہور اصحاب کا فیصلہ یہی ہے- حتیٰ کہ مراسیل کو ضعیف قرار دینے والے محدثین بھی اس کے قائل ہیں- اور بخاری و مسلم میں اس قسم کی بکثرت احادیث موجود ہیں- اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک صحابیؓ عموماً دوسرے صحابیؓ ہی سے روایت کرتا ہے اور اگر کبھی روایت کرتا ہے تو اس کا اظہار کر دیتا ہے- صحابہؓ تابعینؒ سے جو روایات کرتے ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ احادیث مرفوعہ نہیں ہوتیں۔ بلکہ یا تو اسرائیلیات کے قبیل سے ہوتی ہیں اور یا حکایات واقوال تابعین"۔ (تدریب الراوی)

مندرجہ صدر بیانات اس حقیقت کی آئینہ داری کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ سے کذب کے صدور کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ وہ ایسی احادیث بیان کرتے وقت یہ نہیں کہتے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا یا فلاں کام کرتے ہوئے دیکھا۔ بخلاف ازیں وہ یہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے یوں فرمایا یا یوں کیا۔ اس کو تدلیس نہیں کہتے۔ اس لیے کہ ابوہریرہؓ جس راوی کو حذف کر دیتے ہیں وہ صحابہؓ میں سے ہوتا ہے اور صحابہؓ کی عدالت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

سوال: منکرین حدیث نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابوہریرہؓ کو روایت حدیث سے باز رکھتے ہوئے فرمایا "روایت حدیث سے باز رہو۔ ورنہ میں تمہیں تمہارے قبیلہ دوس میں پہنچا کر چھوڑوں گا"۔ حضرت عمرؓ کے اس رویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوہریرہؓ جھوٹے تھے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

جواب: ابوہریرہؓ یہ ضروری سمجھتے تھے کہ جو حدیث انہیں یاد ہو وہ دوسروں تک پہنچا دی جائے تاکہ وہ علم کے چھپانے کے مرتکب ثابت نہ ہوں۔ اس لیے وہ حدیثیں کثرت سے روایت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک ہی مجلس میں متعدد احادیث بیان کر دیا کرتے تھے۔ بخلاف ازیں حضرت عمرؓ کا زاویہ نگاہ یہ تھا کہ لوگوں کو قرآن کریم میں مشغول رکھا جائے اور امکانی حد تک حدیثیں کم روایت کی جائیں اور اگر روایت کی بھی جائیں تو صرف وہ احادیث جن کا تعلق عملی زندگی کے ساتھ ہے جن احادیث میں رخصتوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ بیان نہ کی جائیں۔ مبادا لوگ ان پر بھروسہ کر لیں۔ اسی طرح ان احادیث کے ذکر و بیان سے احتراز کیا جائے جو عوام الناس کے لیے بالائے فہم و ادراک ہیں۔ ان کا خیال یہ بھی تھا کہ کثرت روایت سے غلطی سرزد ہونے کا امکان ہے۔

چنانچہ انہی وجوہ واسباب کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کو کثرت روایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے منع کیا۔ چونکہ حضرت ابوہریرہؓ صحابہؓ بھر میں کثیر الروایت تھے اس لیے ان کو سخت سست کہا۔ اور جلا وطن کرنے کی دھمکی بھی دی۔

حافظ ابن کثیر اسی پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ابوہریرہؓ کو حدیثیں روایت کرنے کی اجازت دے دی تھی حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو میرے حدیثیں روایت کرنے کی خبر پہنچی تو مجھے بلا بھیجا اور فرمایا جب ہم نبی کریم ﷺ کی رفاقت میں فلاں شخص کے گھر میں گئے تھے تو کیا آپ بھی اس موقع پر موجود تھے؟ میں نے عرض کی ''جی ہاں! مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ مجھ سے یہ بات کیوں دریافت کر رہے ہیں''۔ حضرت عمرؓ نے کہا ''بھلا بتایئے میں نے آپ سے یہ بات کیوں پوچھی ہے''؟ ابوہریرہؓ نے کہا نبی اکرم ﷺ نے اس روز فرمایا تھا ''جو شخص مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھے وہ اپنا گھر دوزخ میں بنا لے''۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے ''اچھا اب جایئے اور حدیثیں روایت کیجئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۰۶)

سوال: منکرین حدیث کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ کو دیگر صحابہؓ کے مقابلہ میں زیادہ حدیثیں یاد نہ تھیں۔ کثرت روایت میں دیگر صحابہؓ پر فوقیت لے جانے کی وجہ صرف یہ تھی کہ ابوہریرہؓ ہر اچھی بات کو رسول کریم ﷺ کی جانب منسوب کرنے کو جائز سمجھتے تھے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ بات حضورؐ نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو۔ بشرطیکہ وہ حلال و حرام امور سے تعلق نہ رکھتی ہو۔ مثلاً اخلاق حسنہ کی تلقین و ترغیب اور جنت و دوزخ کے حالات وغیرہ۔ منکرین حدیث کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ اس ضمن میں چند احادیث سے احتجاج کرتے ہیں جو انہی کی روایت کردہ ہیں۔ مثلاً رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

۱۔ جب تم میری گفتگو کا مفہوم بیان کر دو تو اصلی الفاظ تک محدود رہنے کی ضرورت نہیں۔ بشرطیکہ تم کسی حرام چیز کو حلال قرار نہ دو اور حلال کو حرام نہ ٹھہراؤ۔

۲۔ جب تمہیں میری کوئی حدیث سنائی جائے اور وہ حق کے موافق بھی ہو تو اسے لے لو خواہ میں نے اسے بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳- میری جانب سے جو اچھی بات تم تک پہنچے اور میں نے وہ بات کہی نہ ہو تو یوں سمجھو کہ وہ میری ہی بیان کردہ ہے۔

جواب: متاخر الاسلام ہونے کے باوصف حضرت ابو ہریرہؓ کی کثرت مرویات کی وہ وجہ نہیں جو منکرین حدیث نے بیان کی ہے۔ بخلاف ازیں اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو ہریرہؓ دنیوی مشاغل سے کٹ کر صرف نبی کریم ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو گئے تھے اور سفر وحضر میں آپؐ کے ساتھ شریک رہا کرتے تھے۔ اس کی دوسری وجہ یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی کہ کوئی چیز انہیں بھولے نہیں۔ مزید برآں ابو ہریرہؓ آنحضورؐ کی وفات کے پچاس برس بعد تک بقید حیات رہے اور اکابر صحابہؓ سے وہ حدیثیں اخذ کرتے رہے جو براہ راست آنحضورؐ سے نہیں سنی تھیں۔

منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ ابو ہریرہؓ ہر اچھی بات کو آنحضورؐ کی جانب منسوب کر دیا کرتے تھے۔ بشرطیکہ اس کا تعلق حلال وحرام امور کے ساتھ نہ ہو تو یہ کئی وجوہ کی بنا پر باطل ہے۔

۱- ابو ہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث خود روایت کی ہے کہ ''جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا گھر دوزخ میں بنا لے''۔ روایات سے ثابت ہے کہ ابو ہریرہؓ جب کسی مجلس میں حدیث بیان کرنے لگتے تو پہلے یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے۔

۲- صحابہ کرامؓ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات پر اعتماد کرتے تھے اور ان سے حدیثیں روایت کیا کرتے تھے۔ ان میں مندرجہ ذیل صحابہؓ کے اسمائے گرامی قابل ذِکر ہیں۔

حضرات عمر وعثمان وعلی وطلحہ وزبیر وزید بن ثابت وابوایوب انصاری وابن عباس وعائشہ وجابر وعبداللہ بن عمر وابی بن کعب وابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔

(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۳ و تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۰۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی صداقت وامانت پر صحابہ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے جو احادیث مروی و منقول ہیں وہ دیگر صحابہؓ نے بھی روایت کی ہیں۔

جن احادیث کو منکرین حدیث نے حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ پہلی حدیث کا تعلق روایت بالمعنی کے ساتھ ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ آنحضور ﷺ پر جھوٹ باندھنا جائز ہے۔ اس کو حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت نہیں کیا بلکہ یہ دیگر راویان حدیث کی روایت کردہ ہے۔

چنانچہ یعقوب بن عبداللہ بن سلیمان بن اکیمہ لیثی اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا "یا رسول اللہؐ! ہم آپؐ سے بہت سی باتیں سنتے ہیں۔ مگر جس طرح سنا ہوتا ہے۔ اس طرح بیان نہیں کر سکتے۔ اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا جب اس سے کسی حرام چیز کی حلت اور حلال چیز کی حرمت لازم نہ آتی ہو اور تم میرا مفہوم اپنے الفاظ میں ادا کر سکو تو کچھ مضائقہ نہیں"۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۴ نیز طبرانی فی الکبیر و تدریب الراوی ص ۱۶۱)

۲-۳۔ دوسری اور تیسری حدیث گھڑ کر حضرت ابو ہریرہؓ کی جانب منسوب کر دی گئی ہے۔ پہلی حدیث کی سند میں اشعث بن براز راوی ہے جو کذاب ہے۔ جس کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ دوسری حدیث کی سند میں عبداللہ بن سعید راوی مشہور کذاب ہے۔

مشہور محدث امام ابن حزم فرماتے ہیں:

"بعض لوگوں نے جو خدا سے نہیں ڈرتے، ایسی ایسی حدیثیں روایت کی ہیں جن سے اسلامی شریعت کا بطلان لازم آتا ہے اور بعض احادیث میں رسول کریم ﷺ کی جانب جھوٹ کی نسبت کی گئی ہے اور آپؐ پر جھوٹ باندھنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مباح قرار دیا گیا ہے- اس موقع پر ابن حزم نے مذکورہ صدر دونوں حدیثیں ذکر کر کے ان کا باطل ہونا واضح کیا ہے پھر ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے لیے یہی بات کافی ہے کہ یہ لوگ اپنے کاذب ہونے کا خود اعتراف کرتے ہیں- نبی اکرم ﷺ کی حدیث صحیح ہے کہ جس شخص نے میری طرف سے کوئی حدیث بیان کی جب کہ وہ جانتا بھی ہو کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے"- (الاحکام میں ۲ص ۷۶)

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام اور حضرت ابوھریرۃ:

علامہ شیخ محمد عرفہ ممبر جمعیۃ کبار العلماء نے ازہر یونیورسٹی کے مجلہ "نور الاسلام" کی جلد پنجم میں ۶۳۹ صفحہ پر حضرت ابوہریرۃؓ سے متعلق ایک تحقیقی مقالہ سپرد قلم کیا ہے- جس میں اس جلیل القدر راوی کا دفاع کیا اور ان اتہامات کا جواب دیا ہے- جو انگریزی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگاروں نے حضرت ابوہریرۃؓ پر باندھے ہیں- ہم ذیل میں اس قیمتی مقالہ کا خلاصہ پیش کرتے ہیں-

مستشرق گولڈ زیھر:

مشہور مستشرق گولڈ زیہر نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد اول عدد ہفتم میں حضرت ابوہریرۃؓ پر چند اتہامات باندھے ہیں جو کسی علمی و تاریخی دلیل پر مبنی نہیں ہیں- ان اتہامات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوہریرۃؓ حدیثیں روایت کرنے کے سلسلہ میں امانت و دیانت کا خیال نہیں رکھتے تھے- گولڈ زیہر کا کہنا ہے کہ ابوہریرۃؓ زہد و تقویٰ کے بل بوتے پر حدیثیں گھڑ لیا کرتے تھے- اور جو لوگ براہ راست ان سے حدیثیں روایت کرتے تھے وہ بھی ان کی مرویات پر شک و شبہ کا اظہار کرتے تھے- بلکہ بالفاظ صحیح تر وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے- ابوہریرۃؓ کی یہ عادت تھی کہ معمولی باتوں کو بھی بڑے دلکش انداز میں بیان کیا کرتے تھے- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے زندہ دل اور ظریف الطبع شخص تھے- یہ ابوہریرۃؓ کی خوش مذاقی ہی تھی' جو بہت سی دلچسپ کہانیوں کی موجب بنی- لطف یہ ہے کہ گولڈ زیہر اپنی اسلام دشمنی پر پردہ ڈالنے کے لیے ان اتہامات کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی کتب کی جانب منسوب کرتا ہے۔ اس سے دراصل وہ یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ یہ واقعات بجائے خود درست ہیں- ورنہ مسلم مصنفین ان کو بیان نہ کرتے- اس کا یہ انداز بڑی گہری اور پرفریب چال پر مبنی ہے- ہم ان شاء اللہ العزیز اس کی بہت اچھی طرح پردہ دری کریں گے-

اتہامات کی حقیقت:

اس میں شبہ نہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ، جن کی ذات گرامی پر یہ کیچڑ اچھالا جاتا ہے نہایت جلیل القدر صحابیؓ اور عبداللہ بن عمرو بنؓ العاص کو چھوڑ کر سب صحابہؓ میں کثیر الروایہ مشہور تھے- ظاہر ہے کہ احادیث نبویہ کے بحر بیکراں حضرت ابوہریرہؓ پر جرح و نقد کے یہ معنی ہیں کہ حدیث کے پورے ذخیرہ اور ابوہریرہؓ کی تمام مرویات کو مشکوک ٹھہرایا جائے تاکہ اس سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے- اور یہ کوئی معمولی درجے کا فساد نہیں- اور اگر اس جرح وطعن میں صداقت کا کچھ بھی عنصر شامل ہوتا تو اس کو تسلیم کرلیا جاتا- مگر یہ طعن باطل ہے اور حق سے یکسر عاری-

بقول امام بخاری حضرت ابوہریرہؓ سے آٹھ سو اہل علم نے حدیثیں روایت کی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان پر اعتماد کرتے تھے- ورنہ ان سے حدیثیں روایت نہ کرتے- سب صحابہؓ اور محدثین ابوہریرہؓ کو ثقہ تسلیم کرتے رہے ہیں- حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

> ابوہریرہؓ مجھ سے بہتر ہیں اور جو حدیثیں وہ بیان کرتے ہیں انہیں خوب جانتے ہیں''-

حضرت طلحہؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' فرماتے ہیں:

> ''اس میں شبہ نہیں کہ ابوہریرہؓ نے حضورؐ سے وہ حدیثیں سنیں جو ہم نہ سن سکے''-

امام نسائی ذکر کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت زید بن ثابتؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کوئی مسئلہ پوچھا- حضرت زیدؓ کہنے لگے کہ ابوہریرہؓ کے پاس جاؤ اور ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے دریافت کرو"۔ امام نسائی نے پورا واقعہ ذکر کیا ہے۔

بقول اہل علم و ثقات محدثین ابو ہریرہؓ حد درجہ حافظ و ضابط تھے۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ ابو ہریرہؓ تمام راویان حدیث سے بڑھ کر حافظ ہیں۔ اعمش ابو صالح سے ذکر کرتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ تمام اصحاب محمدؐ سے بڑھ کر حافظ حدیث تھے۔ مروان کا کاتب ابو زعیزعہ ذکر کرتا ہے کہ مروان نے ابو ہریرہؓ کو بلایا اور وہ حدیثیں بیان کرنے لگے' میں ایک چارپائی کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا اور لکھتا جا رہا تھا۔ جب ایک سال گذرا تو مروان نے ابو ہریرہ کو بلا کر ان احادیث کے بارے میں پوچھا اور مجھے تحریر کردہ احادیث کو دیکھتے رہنے کا حکم دیا۔ ابو ہریرہؓ نے من وعن وہ حدیثیں سنا دیں اور ایک حرف کو بھی تبدیل نہ کیا۔

یہ ہیں ابو ہریرہؓ کے بارے میں جلیل القدر محدثین کے نظریات۔ ان کی رائے سند کا درجہ رکھتی ہے۔ جس کو یہ ثقہ قرار دے دیں اس کوئی مجروح نہیں ٹھہرا سکتا۔ اور جس کو نقد و جرح کے تیروں سے گھائل کر دیں کھوٹے سکے کی طرح کوئی اس کی توثیق نہیں کر سکتا۔ بھلا جو شخص (ابو ہریرہؓ) ان اکابر کی مدح و توصیف سے بہرہ ور ہو چکا ہو' اس کو کسی کی مذمت کی کیا پروا۔ کیا خوب کہا کسی شاعر نے ؎

اذا رضیت عنی کرام عشیرتی فلا زال غضبانا علی لئامها

(جب میرے قبیلہ کے بزرگ مجھ سے راضی ہو جائیں تو اس کے کمینوں کی ناراضگی کی مجھے کیا پروا)

ان مختصر تمہیدی سطور کے بعد اب ہم ان اعتراضات کی اصل حقیقت بے نقاب کرتے ہیں۔

۱۔ مستشرق مذکور کا یہ قول کہ کثرت روایت کی بنا پر ابو ہریرہؓ سے روایت کرنے والے شکوک و شبہات کا اظہار کرنے لگے تھے۔ اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جو بخاری کتاب فضائل الاصحاب حدیث نمبر ۱۱ میں مذکور ہے۔ اس میں مندرج ہے کہ "لوگ کہتے ہیں ابو ہریرہؓ زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے۔ بات یہ ہے کہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنا پیٹ بھر کر رسول اللہ ﷺ کے دامن سے وابستہ رہا کرتا تھا- نہ لذیذ کھانے مجھے نصیب تھے نہ عمدہ کپڑا- نہ میرا کوئی خادم اور نوکر تھا- جب بھوک ستاتی تو میں پیٹ کے بل کنکریوں پر لیٹ جایا کرتا تھا"-

ایک باانصاف آدمی مذکورہ صدر روایت سے سمجھ سکتا ہے کہ بعض لوگوں نے ابوہریرہؓ کے کثرت حفظ و روایت پر اظہار تعجب کیا تھا- ابوہریرہؓ نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ وہ آنحضورؐ کے وابستہ دامن رہا کرتے تھے- انہیں مال و متاع کی بجائے صرف حدیثیں جمع کرنے کا شوق دامنگیر تھا- جب بھوک ستاتی تو وہ کنکریوں پر لیٹ جاتے- تجارت ہو یا زراعت' انہیں رسول کریمؐ سے باز نہیں رکھ سکتی تھی- اس لیے انہوں نے دوسروں سے زیادہ حدیثیں یاد کر لیں اور حضورؐ سے وہ استفادہ کیا جس سے دیگر صحابہؓ قاصر رہے- جب ابوہریرہؓ نے یہ وجہ بیان کر دی تو اعتراض کرنے والے خاموش ہو گئے-

اگر ہم مستشرق مذکور کی یہ بات تسلیم بھی کر لیں کہ وہ لوگ ابوہریرہؓ پر تعجب نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کرتے تھے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد ابوہریرہؓ سے حدیثیں اخذ کرنا کیوں نہ ترک کیا؟ حالانکہ ابوہریرہؓ اس کے بعد پچاس سال بقید حیات رہے- معلوم ہوتا ہے کہ ابوہریرہؓ کی بیان کردہ وجہ سے وہ مطمئن ہو گئے تھے- اور ان کے شکوک وشبہات زائل ہو گئے تھے- اگر ان کی مرویات میں انہیں کچھ شبہ ہوتا تو وہ ان کے اخذ کرنے سے باز رہتے- حالانکہ وہ رسول کریمؐ کی احادیث کے محافظ اور ان میں تدلیس و کذب کی آمیزش کو روکنے والے تھے-

۲- جہاں تک گولڈ زیہر کے اس زعم باطل کا تعلق ہے کہ ابوہریرہؓ ایک ظریف الطبع آدمی تھے اور وہ معمولی معمولی باتوں کو بڑے دلکش انداز میں بیان کرنے کے عادی تھے- یہی وجہ ہے کہ بہت سی کہانیاں ان کے بارے میں مشہور ہو گئیں- ابن قتیبہ نے یہ دلچسپ واقعات بیان کیے ہیں"- یہ بیان حد درجہ مبہم و مجمل اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گمراہ کن ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ کہانیاں کیا ہیں؟ مستشرق مذکور کو چاہیے تھا کہ وہ کہانیاں بیان کرتا۔ تاکہ ہم ان پر غور و فکر کر سکتے۔ اس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ ابن قتیبہ نے یہ واقعات اپنی کس کتاب میں ذکر کیے ہیں۔ ابن قتیبہ ایک کثیر التصانیف عالم ہیں اور ان کی متعدد تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ اگر مستشرق مذکور امانت و دیانت سے کام لے کر ابن قتیبہ کی کتاب کا نام ذکر کر دیتا تو ہم اسے بتاتے کہ وہ ابن قتیبہ کی بات سمجھنے سے قاصر رہا۔ آخر یہ کیسے ممکن تھا کہ ابن قتیبہ اپنی کتاب ''تاویل مختلف الحدیث'' کے صفحہ ۴۸ پر پہلے تو جی بھر کر ابو ہریرہؓ کی تعریف کرتا اور پھر بزعم گولڈ زیہر اس کی مذمت کرنے لگتا۔

۳۔ منکرین حدیث نے حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں ڈاکٹر اسپرنگر کا جو قول نقل کیا ہے کہ ابو ہریرہؓ ورع و تقویٰ کے پیش نظر احادیث وضع کیا کرتے تھے۔ ہم اسپرنگر وغیرہ کے مزعومات باطلہ کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ تو خود صحابہؓ پر بہتان طرازی میں حد سے بڑھے ہوئے۔ ان کا مقصد وحید مسلمانوں کو گمراہ کرنا' دین میں انتشار پیدا کرنا' حقیقت کو مسخ کرنا اور اصلیت پر پردہ ڈالنا ہے۔ اسپرنگر کے اس طعن کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں اور یہ بلا دلیل و برہان ہے۔

اسپرنگر کا یہ کہنا کہ ''ابوہریرہ زہد و تقویٰ کی بنا پر حدیثیں وضع کیا کرتے تھے''۔ ایک لایعنی گفتگو ہے۔ جس کا کوئی مطلب و مفہوم نہیں۔ اس لیے کہ زہد و تقویٰ تو لوگوں پر جھوٹ باندھنے سے بھی روکتا ہے۔ چہ جائیکہ رسول اکرم ﷺ پر افترا پردازی کی جائے۔ ابو ہریرہؓ رسول کریمؐ پر جھوٹ کیسے باندھ سکتے تھے' جب کہ وہ خود رسول کریمؐ کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ 'جس نے مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھا وہ اپنا گھر دوزخ میں بنا لے''۔

حضرت ابو ہریرہؓ جب حدیث روایت کرنے لگتے تو اس حدیث سے آغاز کرتے ظاہر ہے کہ جس شخص نے یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے سنی' اسے اچھی طرح یاد رکھا اور دوسروں تک پہنچایا بلکہ دوسروں کو یاد دلایا اور ہر مرتبہ روایت حدیث سے قبل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ حدیث دوسروں کو سنائی- اس کے ساتھ ساتھ وہ مومن بھی ہو اور زہد و تقویٰ سے بھی متصف ہو- عادۃً محال ہے کہ ایسا شخص رسول کریمؐ پر جھوٹ باندھے- دروغ گوئی میں مبالغہ آمیزی اور اس کو ایک دینی کام خیال کرنا تو بڑی بات ہے-

۴- مستشرقین کا یہ قول کہ ''اکثر احادیث جو ابو ہریرہؓ کی جانب منسوب ہیں' پچھلے تاریخی ادوار میں گھڑ کر ان کی جانب منسوب کی گئی ہیں''- ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ بہت سی حدیثیں وضع کر کے حضرت ابو ہریرہؓ جیسے عظیم ترین محدث کی جانب منسوب کر دی گئی تھیں- مگر نقاد حدیث نے ان میں سے ایک ایک موضوع حدیث کو چھانٹا اور کھوٹی کھری احادیث کو ممیز و ممتاز کر دیا- اور اس طرح انہوں نے واضعین کے سب راستے مسدود کر دیئے-

اب سوال یہ ہے کہ انسائیکلو پیڈیا کے مصنفین نے یہ کارنامہ کس لیے انجام دیا تھا؟ اگر ان کا مقصد یہ تھا کہ علوم اسلامیہ کو ان کی اصلی شکل و صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے تو افسوس ہے کہ یہ مقصد بالکل پورا نہیں ہوا- اور اگر اس محنت و کاوش کی غرض و غایت یہ تھی کہ اہل مغرب کے سامنے مسلمانوں کی تصویر قابل مذمت حالت میں کھینچی جائے- مسلمانوں کے عقائد میں انتشار و خلفشار پیدا کیا جائے- مسلم نوجوانوں کو دین سے برگشتہ کیا جائے تو اس میں شبہ نہیں کہ یہ مجموعہ بڑی حد تک اس غرض کو پورا کرتا ہے- (شیخ محمد عرفہ کا بیان ختم ہوا)

کلمة الختام:

سابقہ بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ ارباب بدعت مستشرقین اعدائے دین اور ان کے زلہ ربا قدیم و جدید جاہل تلامذہ اصحاب رسولؐ کی تحقیر کر کے اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہے ہیں- احادیث نبویہ کے عظیم راوی حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ تو انہیں خاص عداوت ہے-

عصر حاضر میں نام نہاد اہل علم اور بد اخلاق لوگوں کی ایک جماعت اٹھی ہے جنہوں نے سابقہ ادوار کے تمام عیوب و مطاعن کا کوڑا کرکٹ حضرات صحابہؓ پر بالعموم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت ابو ہریرہؓ پر بالخصوص ڈالنے کی سعی لا حاصل کی ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ دین اسلام کے اس بلند پایہ ستون کو مسمار کر دیا جائے۔ وہ عظیم ستون رسول اکرم ﷺ کی حدیث وسنت ہے۔ چنانچہ انہوں نے سابق الذکر اتہامات پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس پر جھوٹ کا طومار باندھنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ ہم ان اعتراضات کا ذکر کر کے ان کا مختصر جواب پیش کرتے ہیں۔

۱۔ مستشرقین اور ان کے جاہل تلامذہ کا دعویٰ ہے کہ ابو ہریرہؓ کو دین سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ صرف دنیا کی خاطر مشرف باسلام ہوئے تھے۔ حالانکہ ابو ہریرہؓ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے اور سب کاموں کو چھوڑ کر انہوں نے اپنی زندگی علم و عبادت جہاد فی سبیل اللہ اور دین کی تبلیغ و دعوت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ اس سے ان کے دعویٰ کی تکذیب ہوتی ہے۔

۲۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ابو ہریرہؓ کو علم فقہ میں چنداں مہارت حاصل نہ تھی۔ یہ تاریخ اسلام پر ایک عظیم دھبہ ہے۔ اس لیے کہ واقعہ اس کے خلاف تھا۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کہ حضرات صحابہؓ مثلاً ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابو سعید خدری، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص، جابر، رافع بن خدیج، سلمہ بن اکوع، ابو واقد لیثی اور عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہم حضرت عثمانؓ کی شہادت سے لے کر اپنی وفات تک مدینہ منورہ میں حدیثیں روایت کرتے اور فتویٰ دیتے رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اکابر صحابہؓ و تابعین کی موجودگی میں تیئیس سال تک مدینہ میں فتویٰ دیتے رہے۔ (طبقات ابن سعد)

امام ابن قیم نے مفتی صحابہؓ کا ذکر کیا اور بتایا ہے کہ ان میں زیادہ فتویٰ دینے والے بھی تھے اور کم فتویٰ دینے والے بھی۔ بعض صحابہؓ فتویٰ دینے میں متوسط درجہ کے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو انہوں نے متوسط فتویٰ دینے والوں اور حضرت ابوبکر و عثمان و ابو سعید خدری و ام سلمہ و ابو موسیٰ اشعری و معاذ بن جبل و سعد بن ابی وقاص و جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے زمرہ میں شامل کیا ہے۔ جو شخص یہ کہے کہ ابو ہریرہؓ فقیہ نہ تھے وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خود فقہ سے عاری ہے۔ (اعلام الموقعین ج ا ص ۹)

۳۔ مستشرقین کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو ہریرہؓ کو بحرین کا عامل مقرر کیا۔ پھر آپ کو پتہ چلا کہ ابو ہریرہؓ نے خیانت کی ہے۔ چنانچہ آپ نے ان کو معزول کر دیا۔ ان کے پاس جو مال تھا۔ وہ لے لیا اور ان کو اس قدر پیٹا کہ خون بہنے لگا۔

یہ اس شخص کا قول ہے جو مؤرخین کے سچے جھوٹے اقوال جمع کرنے کا عادی ہو۔ اور حق و باطل میں تمیز کرنے سے اسے کوئی سروکار نہ ہو۔ اصل واقعہ صرف اتنا تھا کہ حضرت عمرؓ نے ابو ہریرہؓ کو بحرین سے طلب کر کے پوچھا کہ یہ مال آپ نے کہاں سے حاصل کیا؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا میرے پاس کچھ گھوڑیاں تھیں ان کی نسل میں افزائش ہوئی۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ تنخواہیں جمع ہو گئیں۔ باقی ماندہ مال میرے غلام کی کمائی کا ہے۔ تحقیق کرنے پر حضرت عمرؓ نے اسے درست پایا۔ پھر آپ نے دوبارہ ابو ہریرہؓ کو بحال کرنا چاہا مگر وہ نہ مانے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ''ملازمت تو آپ سے بہتر شخص (حضرت یوسفؑ) نے بھی طلب کی تھی۔'' ابو ہریرہؓ کہنے لگے ''وہ تو حضرت یوسف علیہ السلام تھے جو خود نبی بھی تھے اور نبی زادہ بھی تھے۔ اور میں امیمہ کا بیٹا ابو ہریرہ ہوں''۔

اس واقعہ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ دیگر عمال کی طرح حضرت عمرؓ نے ابو ہریرہؓ کا محاسبہ کیا تھا اور تحقیق کرنے پر ابو ہریرہؓ پر جو الزام تھا' وہ غلط ثابت ہوا۔ حضرت عمرؓ نے ابو ہریرہؓ کو جو دوبارہ بحال کرنا چاہا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی سیرت بے داغ تھی۔ حضرت عمرؓ آپ پر اعتماد کرتے تھے۔ اور آپ کو امین خیال کرتے تھے۔

۴۔ مستشرقین کا دعویٰ ہے کہ جب حضرت علیؓ و معاویہؓ کے مابین فتنہ بپا ہوا۔ ان دنوں ابو ہریرہؓ نماز حضرت علیؓ کے ساتھ پڑھتے تھے اور کھانا حضرت معاویہؓ کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ جب میدان کارزار گرم ہو جاتا تو پہاڑ میں چھپ کر پناہ لیتے۔ جب ابو ہریرہؓ سے اس کی وجہ پوچھی جاتی تو کہتے علیؓ بہتر عالم ہیں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاویہؓ کے یہاں کھانا لذیذ ملتا ہے- اور امن و سلامتی پہاڑ کے دامن ہی میں حاصل ہو سکتی ہے- یہ واقعہ سراسر بہتان ہے اور جھوٹ ہے- تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ فتنہ کے زمانہ میں الگ تھلگ رہے اور مدینہ منورہ سے باہر نہ گئے-

۵- منکرین حدیث کا کہنا ہے کہ ابو ہریرہؓ بنو امیہ کے حامی تھے اور حضرت علیؓ کی مذمت میں حدیثیں وضع کر کے معاوضہ لیا کرتے تھے- بخلاف ازیں صحیح تاریخ سے اس امر کا اثبات ہوتا ہے کہ ابو ہریرہؓ نے حضرت علیؓ اور اہل بیت کی مدح و توصیف میں حدیثیں روایت کی ہیں- چنانچہ مسند احمد اور مجمع الزوائد میں یہ احادیث مذکور ہیں- حضرت حسنؓ کو جب نبی اکرم ﷺ کے روضہ میں دفن کرنے کا سوال اٹھا تو اس وقت مروان کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کو جو واقعہ پیش آیا' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت کے ساتھ ان کو کس قدر والہانہ محبت تھی- مورخ ابن کثیر نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے- (البدایہ ج۸ ص ۱۰۸)

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابو ہریرہؓ نے حضرت علیؓ کی مذمت میں جو حدیثیں وضع کی تھیں وہ کہاں گئیں اور کن ثقہ راویوں نے ان کو نقل و روایت کیا؟ اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ ان احادیث کا وجود ان لوگوں کے دماغ کے سوا اور کہیں نہیں ہے- حضرت ابو ہریرہؓ نے جو احادیث صحیحہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہیں' ان میں حضرت علیؓ کی مذمت نہیں پائی جاتی- بخلاف ازیں ان میں بعض اموی حکام کے مظالم کی جانب اشارہ کیا گیا ہے-

مثلاً یہ حدیث کہ ''میری امت کی تباہی چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں انجام پذیر ہوگی''- مروان نے یہ حدیث سن کر کہا غلمۃ (لڑکوں کے ہاتھوں) ابو ہریرہؓ نے کہا ''اگر آپ چاہیں تو میں ان کے نام تک بتا دوں''- دوسری حدیث میں ہے' کہ ''قریش کا یہ گروہ لوگوں کی تباہی کا موجب ہوگا- لوگوں نے عرض کی پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ کاش آپ ان سے الگ تھلگ رہیں''-

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں امرائے بنوامیہ کی جانب اشارہ کر کے ان سے الگ رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ روایات صحیحہ میں آیا ہے کہ ابوہریرہؓ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ میں ۶۰ھ اور بچوں کی امارت و خلافت سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ چنانچہ ان کی یہ دعا بارگاہ ربانی میں مقبول ہوئی اور آپ ساٹھ ہجری سے پہلے ۵۷ھ میں عازم فردوس ہوئے۔ ظاہر ہے کہ یزید ۶۰ھ میں والی بنا تھا اور اس کے دور میں نہایت بدترین واقعات ظہور پذیر ہوئے۔

محدث حاکم و ابوہریرۃؓ:

مشہور محدث امام حاکم نے اپنی کتاب ''المستدرک'' میں حضرت ابوہریرہؓ کی مدح و توصیف میں ایک نہایت قیمتی فصل منعقد کر کے بکثرت احادیث نقل کی ہیں۔ جن سے ان کی عظمت و فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ امام حاکم نے اس فصل کو اپنے استاد محترم ابوبکر کے مندرجہ ذیل نظریات پر ختم کیا ہے۔ چنانچہ جناب ابوبکر فرماتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث کو رد کرنے کے لیے وہ شخص گفتگو کرتا ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اندھا کر دیا ہو اور وہ احادیث کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہو۔ یا تو وہ شخص فرقہ جہمیہ معطلہ میں سے ہوگا جو اپنے نظریہ کے خلاف ابوہریرہؓ کی مرویات سن کر ان کو گالیاں دے گا اور ادنیٰ درجہ کے لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرے گا کہ یہ احادیث قابل احتجاج نہیں ہیں۔

یا وہ شخص خارجی ہوگا جس کے نزدیک ساری امت محمدی واجب القتل ہے اور کسی خلیفہ و امام کی اطاعت ضروری نہیں۔ ایسا شخص جب اپنے گمراہانہ عقائد کے خلاف حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ احادیث کو دیکھے گا اور کسی دلیل و برہان سے ان کا جواب نہ دے سکے گا۔ تو فی الفور ابوہریرہؓ کو برا بھلا کہنے لگے گا۔

یا وہ شخص قدریہ (منکرین تقدیر) میں سے ہوگا۔ جن کا اسلام اور اہل اسلام سے کچھ تعلق نہیں اور جو تقدیر کا عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ ایسا شخص جب اثبات تقدیر کے مسئلہ سے متعلق ابوہریرہؓ کی روایت کردہ احادیث دیکھے گا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو اپنے مبنی بر کفر عقیدہ کی تائید و حمایت میں اسے کوئی دلیل نہ ملے گی تو وہ کہے گا کہ ابو ہریرہؓ کی مرویات استناد و احتجاج کے قابل نہیں۔

یا وہ شخص جاہل ہو گا جو جہالت کے باوجود فقہ دانی کا مدعی ہے۔ اس شخص نے جس امام کی تقلید کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالا ہوا ہے جب اس کے خلاف ابو ہریرہؓ کی مرویات دیکھے گا تو ان کی تردید کرنے لگے گا۔ اور ابو ہریرہؓ کو مطعون ٹھہرائے گا۔ لیکن جب ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ احادیث اس کے امام کے مسلک سے ہم آہنگ ہوں گی تو اس وقت وہ ان کو اپنے مخالفین کی تردید میں استعمال کرے گا۔

(المستدرک ج ۳ص ۵۰۶)

اکابر صحابہ جنھوں نے ابوہریرہ سے روایت کی:

امام حاکم فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل اکابر صحابہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ زید بن ثابت۔ ابو ایوب انصاری ابن عباس' ابن عمرؓ عبداللہ بن زبیرؓ ابی بن کعب' جابرؓ عائشہؓ مسور بن مخرمہ' عقبہ بن حارث' ابو موسیٰ اشعری' انس بن مالک' سائب بن یزید' ابو رافع مولیٰ رسول اللہ' ابو امامہ بن سہل' ابو الطفیل' ابو نضرہ غفاری' ابو رہم غفاری' شداد بن الہاد' ابو حدرد' عبداللہ بن حدرد اسلمی' ابو رزین عقیلی' واثلہ بن اسقع' قبیصہ بن ذویب عمرو بن الحمق' حجاج اسلمی' عبداللہ بن عکیم' الاغر الجہنی' شرید بن سوید رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرنے والے صحابہؓ کی تعداد اٹھائیس تک پہنچ گئی تھی۔ جہاں تک تابعین کا تعلق ہے۔ ان میں کوئی بھی ابو ہریرہؓ کے اصحاب و تلامذہ سے بڑھ کر عالم اور مشہور تر نہ تھا۔ ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ ان سب کا ذکر طوالت کا موجب ہے۔ خداوند کریم ہمیں رسول کریمؐ، ان کے صحابہؓ تابعین اور سب ائمہ دین کی مخالفت سے محفوظ رکھے"۔ (امام حاکم کا کلام ختم ہوا)

اس پر جس قدر تاسف کا اظہار کیا جائے کم ہے کہ کچھ نوخیز مدعیان اسلام جو علم کے ذوق سے آشنا ہیں اور نہ اسلام کے قدر شناس' رسول کریمؐ کے اصحابؓ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذمت کر کے بزعم خویش اسلام کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں- ان کا کام صرف دولت جمع کرنا ہے اور بس- حیرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ حضرت ابوہریرہؓ پر یہ بہتان طرازی کرتے ہیں کہ وہ حضرت معاویہؓ سے معاوضہ لے کر حضرت علیؓ کی مذمت میں حدیثیں وضع کیا کرتے تھے-

دوسری جانب ان کا اپنا یہ حال ہے کہ عیسائی مشنریوں سے بھاری تنخواہیں وصول کر کے ان کے کاموں میں تعاون کر رہے ہیں- اور یہ صرف اس بات کا صلہ ہے کہ دین اسلام کو ہدف تنقید بنایا جائے اور علمائے اسلام کی تحقیر و تذلیل کی جائے-

قرآن عزیز میں فرمایا:

﴿وَ مَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا﴾

''اور جو شخص غلطی یا گناہ کا مرتکب ہو- پھر کسی بے گناہ کو اس سے متہم کر دے تو اس نے بہتان تراشا اور بڑا بھاری گناہ اٹھایا''-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکابر تابعین کا تعارف

خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

تابعی کی تعریف:

تابعی اس شخص کو کہتے ہیں جو صحابی کی صحبت میں رہا ہو۔ صرف صحابی کی ملاقات کافی نہیں ہے۔ البتہ صحابی ہونے کے لئے آنحضورؐ کی صرف ملاقات ہی کافی ہے۔ اس لئے کہ حضور اکرمؐ کی عظمت وفضیلت کی بنا پر آپؐ کی ایک ہی ملاقات سے وہ قلبی نور حاصل ہوسکتا ہے جو صحابی اور دیگر صالحین کی طویل صحبت سے بھی حاصل نہیں ہوسکتا''۔

اکثر محدثین کے نزدیک تابعی وہ ہے جو صحابیؓ سے ملا ہو۔ اگرچہ اسے ان کی صحبت میں رہنے کی سعادت حاصل نہ ہوئی ہو۔ اسی لیے امام مسلم اور ابن حبان نے ''اعمش'' کو طبقہ تابعین میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ وہ صحابہؓ سے مل کر ان سے استفادہ کر چکے تھے اعمش نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا تھا۔ اگرچہ ان سے کوئی حدیث نہیں سنی تھی اسی طرح حافظ عبدالغنی نے یحییٰ بن ابی کثیر کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ اس لیے کہ وہ حضرت انسؓ سے مل چکے تھے۔ موسیٰ بن ابی عائشہ کو بھی تابعی شمار کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ وہ حضرت عمرو بن حریثؓ سے مل چکے تھے۔

محدث ابن حبان نے ملاقات کے ساتھ ساتھ تمیز کی عمر کو پہنچنے کی شرط بھی عائد کی ہے۔ لہٰذا اگر چھوٹی عمر کا ہو اور کسی بات کو یاد نہ رکھ سکتا ہے تو اس کے صحابی کو دیکھنے کا کچھ اعتبار نہیں۔ مثلاً خلف بن خلیفہ کو اتباع تابعین میں شمار کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس نے عمرو بن حریثؓ صحابی کو دیکھا تھا۔ اس لیے کہ ان کی عمر اس وقت چھوٹی تھی۔ اور کسی کو جان پہچان نہ سکتے تھے۔ امام عراقی کہتے ہیں کہ محدث ابن حبان کی بات معقول ہے۔ اسی طرح ابن حبان نے صحابی کے لیے بھی یہ شرط لگائی ہے کہ اس نے سن تمیز میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہو۔ عراقی کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے صحابہؓ و تابعینؒ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانب یہ کہہ کر اشارہ فرمایا کہ ''اس شخص کے لیے بشارت ہے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا- اور اس شخص کے لیے بھی بشارت ہے جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا''- اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے صرف دیکھنے پر اکتفا کیا-

(تدریب الراوی ص ۲۱۲)

تابعین کی صحیح تعداد معلوم نہیں- اس لیے کہ وہ بہت زیادہ تھے- اس کی وجہ یہ ہے کہ سرور کائنات ﷺ کے صحابہؓ مختلف بلاد و دیار میں پھیل گئے تھے اور جو شخص بھی ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا وہ تابعی ہے- اس لیے تابعین کی تعداد بہت زیادہ ہے- مشہور تابعین حسب ذیل ہیں:

تابعین مدینہ

تابعین مدینہ میں سے مشہور ترین راوی حسب ذیل ہیں-

اسماء تابعین	سال وفات
سعید بن المسیب	۹۳ ہجری
عروہ بن زبیر	۹۴ =
ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام	۹۴ =
عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ	۹۹ =
سالم بن عبداللہ بن عمر	۱۰۶ =
سلیمان بن یسار	۹۳ =
قاسم بن محمد بن ابی بکر	۱۱۲ =

اسمائے تابعین	سال وفات
نافع مولیٰ ابن عمر	۱۱۷ ہجری
ابن شہاب زہری	۱۲۴ =
ابوالزناد	۱۳۰ =

تابعین مکہ

مکہ کے مشہور تابعین راوی حسب ذیل تھے-

عکرمہ مولیٰ ابن عباس	۱۰۵ =
عطا بن ابی رباح	۱۱۵ =
ابوالزبیر محمد بن مسلم	۱۲۸ =

تابعین کوفہ

شعبی عامر بن شراحیل	۱۰۴ =

اسمائے تابعین	سال وفات	اسمائے تابعین	سال وفات
ابراہیم نخعی	۹۶ ہجری	قبیصہ بن ذویب	۸۶ ہجری
علقمہ بن قیس بن عبداللہ نخعی	۶۲ =	کعب الاحبار	۳۲ =

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تابعین بصرہ		تابعین مصر	
حسن بن ابوالحسن بصری	۱۱۰ =	ابوالخیر مرثد بن عبداللہ الیزنی	۹۰ =
محمد بن سیرین	۱۱۰ =	یزید بن ابی حبیب	۱۲۸ =
قتادہ بن دعامہ دوسی	۱۱۷ =	**تابعین یمن**	
تابعین شام		طاؤس بن کیسان یمانی	۱۰۶ =
عمر بن عبدالعزیز	۱۰۱ =	وہب بن منبہ	۱۱۰ =
مکحول	۱۱۸ =		

کتب رجال میں تابعین اور ان کے شیوخ و تلامذہ کا تفصیلی تعارف کرایا گیا ہے- ہم چند ایک تابعین کا مختصر تعارف کراتے ہیں-

ابن شہاب زھری:

نام و نسب محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ القرشی الزہری المدنی- آپ دیار شام میں بودوباش رکھتے تھے- آپ زہری کے نام سے مشہور تھے- پردادا کی جانب نسبت کر کے ان کو ابن شہاب بھی کہا جاتا ہے- آپ کو صغار تابعین کے طبقہ میں شمار کیا جاتا ہے-

ابن شہاب زہری نے حضرت انس بن مالکؓ و سہل بن سعدؓ و سائب بن یزیدؓ و شیب ابو جمیلہ عبدالرحمن بن ازہرؓ و ربیعہ بن عباد و محمودؓ بن ربیع و ابوالطفیلؓ و دیگر صحابہؓ سے حدیث نبوی کا درس لیا- آپ نے کبار تابعین سے بھی بھرپور استفادہ کیا- تابعین کبار و صغار اور اتباع تابعین اور ان کے شیوخ نے بھی آپ کے خرمنِ علم کی خوشہ چینی کی- تمام علماء ان کی امامت فی الحدیث کثرتِ حفظ وضبط اور ان کی ثقاہت و امانت پر متفق اللسان ہیں- محدثین سے ان کی مدح و توصیف میں اس قدر اقوال منقول ہیں کہ ان کو آسانی کے ساتھ بیان نہیں کیا جا سکتا- چند اقوال ملاحظہ ہوں-

عمرو بن دینار فرماتے ہیں-

"میں نے زہری سے بہتر حدیث روایت کرنے والا نہیں دیکھا"-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں۔

''میں نے اپنے والد سے دریافت کیا۔ زہری کس لئے تم پر فوقیت لے گئے۔فرمانے لگے وہ مجالس میں پیچھے سے چھپ کر داخل نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ سامنے سے آتے تھے۔مجلس میں کوئی نوجوان یا ادھیڑ عمر کا یا بوڑھی اور ادھیڑ عمر کی عورت نہیں ہوا کرتی تھی۔۔جس سے وہ دینی مسائل دریافت نہ کرتے ہوں۔حتیٰ کہ جو عورتیں پس پردہ ہوتی تھیں۔ ان سے بھی پوچھتے ہوئے نہ جھجکتے''۔

لیث بن سعد فرماتے ہیں۔

''میں نے ابن شہاب زہری سے بڑھ کر جامع اور کثیر العلم شخص کبھی نہیں دیکھا۔امام بخاری اپنے استاد امام علی بن المدینی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا''زہری کو دو ہزار احادیث یاد ہیں''۔

احمد بن فرات کا قول ہے۔

''امام زہری کی سند سب سے بڑھ کر ہے''۔

زہری بڑے ذہین وفطین تھے اور آپ کا حافظہ بلا کا تیز تھا۔ امام بخاری اپنی تاریخ میں روایت کرتے ہیں کہ زہری نے اسی راتوں میں قرآن کریم حفظ کیا تھا۔ زہری خود کہا کرتے تھے کہ''میں نے اپنے حافظہ میں کوئی چیز نہیں رکھی۔جس میں اس نے خیانت کی ہو (مجھے بھول گئی ہو)''سعد بن ابراہیم کہا کرتے تھے کہ''رسول کریمؐ کے بعد کسی شخص نے زہری جیسا ذخیرہ علم جمع نہیں کیا''۔

امام زہری نے حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ حدیث نبوی کی جمع و تدوین میں بھی حصہ لیا تھا۔اس سلسلہ میں آپ اپنے جملہ معاصرین سے سبقت لے گئے۔

صالح بن کیسان فرماتے ہیں:

''میں اور زہری دونوں طالب علم تھے زہری کہنے لگے آؤ احادیث نبویہ تحریر کریں چنانچہ ہم نے حدیثیں لکھیں۔پھر کہنے لگے' آیئے اقوال صحابہ بھی لکھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیں- پھر زہری نے اقوال صحابہ تحریر کر لیے- مگر ہم نے نہ کیے- اس لیے وہ تو کامیاب ہوئے اور ہم ناکام رہے"-

ابن شہاب اولین شخص تھے جس نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت میں ان کے حکم سے حدیثیں جمع کیں- خلاصہ یہ کہ امام زہری کثرت علم و فضل اور حفظ و ضبط کے اعتبار سے تنہا ایک جماعت کی حیثیت رکھتے تھے- آپ عظیم محدث اور ثقہ راوی تھے- ایک دن خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے ان سے درخواست کی کہ میرے بچے کو احادیث نبویہ لکھوا دیں- آپ نے چار صد احادیث املا کرا دیں- پھر ہشام ان سے ایک ماہ کے بعد ملا اور کہنے لگا کہ وہ کتاب جس میں حدیثیں لکھی تھیں، کہیں ضائع ہو گئی ہے- چنانچہ اس نے کاتب کو بلایا اور امام زہری نے دوبارہ وہ احادیث لکھوا دیں- ہشام نے جب پہلی تحریر کے ساتھ ملایا تو ایک حرف کا بھی فرق نہ پایا-

امام زہری نے ۱۲۴ھ میں وفات پائی اور ملک شام کے گاؤں شغبدا نامی میں مدفون ہوئے- (تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۹۰' نیز تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۴۵)

عکرمہ مولی ابن عباسؓ:

ابوعبداللہ عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ جلیل القدر تابعی و حافظ حدیث تھے- یہ نسلاً بربری اور مغربی الاصل تھے- جن دنوں حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں بصرہ کے عامل تھے- عکرمہ ان کی ملکیت میں آئے- ابن عباسؓ نے ان کی تعلیم و تربیت میں حد درجہ دلچسپی لی- اور ان کو کتاب و سنت کا درس دیا- عکرمہ کا اپنا بیان ہے کہ ابن عباسؓ ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر ان کو قرآن و سنت کی تعلیم دیتے تھے- اسی طرح عکرمہ حضرت ابن عباسؓ کے چشمہ فیض سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے- حتیٰ کہ وہ فتویٰ دینے کے لائق ہو گئے اور حضرت ابن عباسؓ نے ان کو فتویٰ دینے کی اجازت دے دی-

اب لوگ ہر طرف سے آ کر روایت و فتویٰ حاصل کرنے کے لیے ان کے باب عالی پر دستک دینے لگے- حدیث و فقہ کے ساتھ ساتھ عکرمہ شہرۂ آفاق قاری اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفسر بھی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کی وفات تک عکرمہ بدستور غلام رہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے علی نے ان کو خالد بن یزید بن معاویہ کے ہاتھ چار ہزار دینار کے عوض فروخت کر دیا۔ چنانچہ عکرمہ علی کے پاس آئے اور کہا "یہ اچھی بات نہیں، آپ نے اپنے باپ کے علم (عکرمہ) کو چار ہزار دینار کے عوض فروخت کر دیا"۔ چنانچہ علی نے یہ بیع فسخ کر کے عکرمہ کو آزاد کر دیا۔ عکرمہ نے ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر اسی سال سے کچھ زیادہ تھی۔

شیوخ و تلامذہ:

عکرمہ کے اساتذہ میں مندرجہ ذیل صحابہؓ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حسن بن علیؓ، ابوقتادہؓ، ابن عمرؓ، ابوہریرہؓ، ابوسعیدؓ، معاویہؓ، ابن عمرو بن العاصؓ۔

جناب عکرمہ سے مندرجہ ذیل اکابر تابعین نے استفادہ کیا۔

ابوالشعثاء، شعبی، نخعی، ابواسحاق سبیعی، ابن سیرین، عمرو بن دینار وغیرہم۔

حدیث نبوی کے ائمہ محققین عکرمہ کو ثقہ قرار دیتے ہیں اور ان کی مرویات سے احتجاج کرتے ہیں۔ امام بخاری اور اصحاب سنن اسی زمرہ میں شامل ہیں۔ مگر امام مسلم نے عکرمہ کی روایت سے صرف ایک حدیث باب الحج میں بسلسلہ سعید بن جبیر روایت کی ہے۔ امام مسلم نے عکرمہ کو اس لیے ترک کیا ہے کہ علماء کی ایک جماعت ان کو کذاب قرار دیتی ہے۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ عکرمہ خوارج کے نظریات سے متاثر تھے۔ اور امراء کے تحائف بھی قبول کر لیا کرتے تھے۔

بکثرت ائمہ حدیث نے عکرمہ کی تعدیل و توثیق سے متعلق کتب تصنیف کی ہیں۔ مثلاً ابوجعفر بن جریر طبری و محمد بن نصر مروزی و ابوعبداللہ بن مندہ و ابوحاتم ابن حبان و ابوعمر بن عبدالبر و دیگر ائمہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب الکمال کے اختصار اور مقدمہ فتح الباری میں عکرمہ کا دفاع کیا ہے۔ یہ سب ائمہ اس امر پر متفق ہیں کہ عکرمہ کی جانب دروغ گوئی کی نسبت درست نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک قول منقول ہے کہ آپ نے نافع سے کہا تھا ''مجھ پر جھوٹ نہ باندھیے۔ جیسے عکرمہ نے ابن عباسؓ پر جھوٹ باندھا تھا''۔ مگر یہ قول ثابت نہیں۔ اس لیے کہ یہ قول بروایت ابو خلف جزار از یحیٰی البکاء از ابن عمرؓ منقول ہے۔ اور یحیٰی البکاء متروک الحدیث ہے۔ پھر ایک ضعیف راوی کے قول کی اساس پر عکرمہ جیسے ثقہ راوی کی تضعیف کیوں کر ممکن ہے؟۔

عکرمہ کا خارجی ہونا بھی ثابت نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے بعض نظریات خوارج سے ہم آہنگ تھے۔ مگر وہ دلیل و برہان کی بنا پر ان کے قائل تھے خوارج سے یگانگت و موافقت کی بنا پر نہیں۔ جھوٹ موٹ لوگوں نے ان کو خارجی کہنا شروع کر دیا۔ اور اگر کسی گمراہ فرقے کی جانب نسبت کا دعویٰ کرنے ہی سے کسی راوی کا مجروح ہونا لازم آ جاتا تو اکثر محدثین ساقط العدالت قرار پاتے۔ اس لیے کہ کوئی محدث ایسا نہیں جس کی نسبت لوگوں نے ایسے فرقوں کی جانب نہ کی ہو۔ جسے وہ ناپسند کرتے تھے۔

باقی رہا امرا کے تحائف قبول کرنے کا مسئلہ تو جمہور محدثین اور ائمہ و نقاد حدیث اس بات کو قبول روایت میں مخل قرار نہیں دیتے۔ ابن شہاب زہری ہی کو دیکھئے یہ اس معاملہ میں عکرمہ سے بھی زیادہ مشہور تھے۔ مگر ائمہ حدیث میں سے کسی نے بھی اس بنا پر ان سے اخذ و روایت کو ترک نہیں کیا۔

عکرمہ کی مدح و ستائش:

امام بخاری فرماتے ہیں:

''ہمارے اصحاب میں سے کوئی بھی ایسا نہیں، جو عکرمہ کی مرویات سے احتجاج نہ کرتا ہو''۔

محدث ابن معین فرماتے ہیں:

''جب کسی شخص کو عکرمہ کی عیب چینی کرتا دیکھو تو سمجھ لو کہ اس کے اسلام میں شبہ ہے''۔

امام ابوعبداللہ محمد بن نصر مروزی کا قول ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

"اکثر اہل علم عکرمہ کی مرویات سے احتجاج کرنے پر متفق ہیں- ہمارے معاصرین میں سے سرکردہ علماء یہی نظریہ رکھتے ہیں- مثلاً امام احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ و ابو ثور و یحییٰ بن معین' جب میں نے اسحاق بن راہویہ سے اس ضمن میں سوال کیا' تو کہنے لگے عکرمہ ہمارے نزدیک اہل دنیا کے امام ہیں- وہ میرا سوال سن کر حیرت زدہ ہو گئے"-

محدث ابن مندہ فرماتے ہیں:

"ستر سے زائد اکابر تابعین نے عکرمہ کی تعدیل کی ہے- یہ ایسا امتیاز ہے جو کبار تابعین میں سے کسی کو بھی حاصل نہ ہو سکا- حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے عکرمہ کی تضعیف کی ہے وہ بھی ان سے حدیثیں روایت کرنے سے بے نیاز نہ ہو سکے مؤلفین کتب حدیث کے زمانہ تک عکرمہ کی مرویات ہر دور میں مقبول رہیں- امام مسلم اگرچہ عکرمہ کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے- تاہم دیگر راویوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے عکرمہ سے بھی روایت کی ہے"-

امام ابو عمر ابن عبدالبر رقم طراز ہیں:

"عکرمہ عظیم عالم تھے- ان کے بارے میں جرح کرنے والوں کی بات قابل تسلیم نہیں- اس لیے کہ وہ بلا دلیل و برہان ہے- کہا جاتا ہے کہ امام مالک نے مؤطا میں عکرمہ سے روایت نہیں کی- حالانکہ باب الحج میں انہوں نے عکرمہ کا نام لے کر ان سے روایت کی اور عکرمہ کی ابن عباسؓ سے روایت کا ذکر صراحۃً کیا ہے- امام مالک نے حج کے مسئلہ میں عطاء کا ذکر نہیں کیا- حالانکہ عطاء تابعین میں مناسک حج کے سب سے بڑے عالم تھے"-

مندرجہ صدر بیانات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ جب ثقہ راوی عکرمہ سے کوئی حدیث روایت کریں تو اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتی۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ص ۳۴۰ و مقدمہ فتح الباری ج ۲ص ۱۴۸)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ:

نام ونسب ابوحفص عمر بن عبدالعزیز بن حکم بن ابی العاص ابن امیہ القرشی الاموی ہے۔ یہ بڑے جلیل القدر تابعی خلیفہ راشد امام عادل اور عالم کامل تھے۔ آپ مصر کے شہر حلوان میں ۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد اس وقت وہاں کے امیر تھے۔ بچپن ہی میں قرآن یاد کرلیا۔ آپ کے والد نے احادیث کا علم حاصل کرنے کے لیے آپ کو مدینہ بھیجا۔ چنانچہ آپ بدستور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کسب فیض کرتے رہے۔ جب ان کے والد نے وفات پائی تو خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ان کو دمشق بلوا کر اپنی بیٹی فاطمہ ان کے نکاح میں دے دی۔ ولید کی عہد خلافت میں آپ مدینہ کے والی رہ چکے تھے۔ پھر آپ ۹۳ھ میں ملک شام آئے اور ۹۹ھ میں مسند خلافت پر فائز ہوئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مندرجہ ذیل صحابہؓ سے حدیث نبوی کا درس لیا:

انس بنؓ مالک' سائب بن یزیدؓ' یوسف بن عبداللہؓ بن سلام' خولہؓ بنت حکیم وغیرہم۔

تابعینؒ میں سے آپ نے ابن المسیب' عروہ و ابوبکر بن عبدالرحمٰن و ربیع بن سبرہ سے استفادہ کیا۔

آپ کے تلامذہ میں سے حسب ذیل تابعین کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں:

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن' ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم' زہری' یحییٰ انصاری' محمد بن منکدر' حمید الطّویل وغیرہم۔

عمر بن عبدالعزیز کے کثرت علم وفضل زہد وتقویٰ اور اتباع سنت نبوی و خلفائے راشدین پر سب علماء متفق اللسان ہیں۔ آپ حدیث نبوی کی جمع وتالیف کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ جب سریر آرائے خلافت ہوئے تو مختلف بلاد و امصار کے علماء کو حدیثیں جمع کرنے اور درس وتدریس کے ذریعے احادیث نبویہ کی نشر واشاعت کا حکم دیا۔ تاکہ کبار تابعین کی وفات کی وجہ سے حدیثیں ضائع نہ ہوجائیں آپ اوّلین خلیفہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے- جس نے حفاظت حدیث کا بیڑا اٹھایا-

عمر بن عبدالعزیزؒ نہایت ثقہ اور عظیم حافظ حدیث تھے- سب علماء اس بات کی شہادت ہیں- علم حدیث میں آپ کا پایہ زہری کے ہم پلہ سمجھا جاتا تھا-

مجاہد کا قول ہے-

''ہم انہیں تعلیم دینے آئے تھے مگر شاگرد بن کر کسبِ فیض کرنے لگے''-

آپ اشاعت حدیث میں مشغول رہے حتی کہ ۱۰۱ھ میں وفات پائی- (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۳ و تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۱۷ و تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۴۷۵)

کعب الاحبار:

نام و نسب کعب بن ماتع حمیری ہے- یہ علمائے یہود میں سے تھے- اور ان کی کتب مقدسہ کے بڑے عالم تھے- ان کو کعب الحبر اور کعب الاحبار کہا جاتا ہے- انہوں نے جاہلیت اور اسلام کے دونوں زمانے پائے- یمن میں پیدا ہوئے اور وہیں سکونت پذیر رہے- حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں اسلام لائے اور مدینہ منتقل ہو کر صحابہؓ سے کتاب و سنت کی تعلیم حاصل کرنے لگے- غزوۂ روم میں شرکت کی اور خلافت عثمانی میں عازم شام ہو کر حمص کے شہر میں سکونت پذیر ہوئے حمص ہی میں ۳۲ھ یا ۳۴ھ میں وفات پائی- اس وقت آپ کی عمر ایک سو چار برس تھی-

ابن سعد نے بطریق حماد بن سلمہ از علی بن زید بن جدعان از ابن المسیب ذکر کیا ہے کہ حضرت عباسؓ نے کعب سے پوچھا- آپ عہد رسالت اور خلافت صدیقی میں کیوں نہ اسلام لائے؟ کہنے لگے میرے والد نے تورات میں سے کچھ نقل کیا اور مجھے کہا تھا کہ اس پر عمل کیجئے- پھر اس تحریر کو سربمہر کر دیا اور مجھ سے اس حق کی بنا پر عہد لیا جو ایک والد کو اپنے بیٹے پر حاصل ہوتا ہے کہ میں اس مہر کو نہ توڑوں- جب میں نے اسلام کے غلبہ کو دیکھا تو مجھے خیال آیا کہ میرے والد نے مجھ سے علم الٰہی کو کہیں چھپایا نہ ہو- چنانچہ جب میں نے وہ مہر توڑی تو اس میں حضرت محمدؐ اور ان کی امت کی تعریف مکتوب تھی- پھر میں اسلام لایا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس روایت کی سند میں حماد بن سلمہ راوی ہے۔ جس کا دماغ درست نہ تھا امام بخاری و مسلم نے اس کی روایت قبول نہیں کی۔ یہ روایت دوسری سند سے بھی منقول ہے۔ اس میں علی بن زید بن جدعان ہے۔ جس کو متعدد محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

کعب نے رسول کریمؐ سے مرسلاً روایت کی ہے۔ اسی طرح اس نے حضرت عمرؓ و صہیب و عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں مندرجہ ذیل صحابہؓ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

حضرت معاویہ' ابوہریرہ' ابن عباس' عبداللہ بن عمرو بن العاص' عبداللہ بن عمر' ابن زبیر' انس رضی اللہ عنہم۔ اسی طرح عطاء بن ابی رباح اور دیگر تابعین نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ مشہور محدثین مثلاً امام بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی و نسائی نے ان کی مرویات کو اپنی کتب میں جگہ دی ہے۔

مدح و توصیف:

ابن سعد نے کعب الاحبار کو تابعین اہل شام کے طبقہ اولیٰ میں ذکر کیا ہے۔ جملہ نقاد حدیث آپ کی توثیق و تعدیل پر متفق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ضعیف اور متروک راویوں پر مشتمل کسی کتاب میں کعب کا ذکر نہیں کیا گیا۔ امام نووی نے اپنی کتاب تہذیب میں ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔

"کعب الاحبار کی کثرت علم اور توثیق پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ حضرت ابو الدرداءؓ صحابیؓ نے کعب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ نہایت کثیر العلم ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ "کعب الاحبار ایک بڑے عالم بلکہ علم کے سمندر ہیں"۔ عبداللہؓ بن سلام کعب الاحبار کو حضرت عمرؓ کی موجودگی میں ملے اور ان سے پوچھا کہ علماء کون ہوتے ہیں؟ فرمایا "جو اپنے علم پر عمل کرتے ہوں"۔ پھر دریافت کیا کون سی چیز علماء کے دلوں سے علم کو لے جاتی ہے؟ فرمایا "لالچ وحرص اور لوگوں سے ضروریات کا طلب کرنا" عبداللہ بن سلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہنے لگے "آپ نے سچ فرمایا"۔ (تہذیب للنووی)

کعب پر جرح اور اس کا ابطال:

اس کے باوجود کہ علماء و نقاد حدیث کعب کی تعدیل کرتے ہیں اور بخاری و مسلم اور اصحاب سنن نے ان کی مرویات کو اپنی کتب میں جگہ دی۔ عصر حاضر کے بعض برخود غلط علم کے دعوی دار کعب الاحبار کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ حدیثیں روایت کرتے وقت جھوٹ بولا کرتے تھے۔ نیز یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قتل میں کعب کا ہاتھ تھا۔

روایت حدیث میں دروغ گوئی کی دلیل ان کے نزدیک صحیح بخاری کتاب الاعتصام کی وہ روایت ہے جو حمید بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کو سنا کہ وہ مدینہ کے ایک گروہ کو جو قریش پر مشتمل تھا' حدیثیں سنا رہے تھے۔ اسی ضمن میں حضرت معاویہؓ نے کعب الاحبار کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ ان لوگوں میں سب سے سچے تھے۔ جو ہمیں اہل کتاب کی باتیں سنایا کرتے تھے۔ تاہم ہم نے ان پر جھوٹ کی آزمائش کی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کعب کی توثیق ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل کتاب سے روایت کرنے والوں میں صادق ترین شخص تھے۔ اگرچہ جو باتیں کعب پوری امانت و دیانت کے ساتھ اہل کتاب سے نقل کرتے تھے۔ ان میں سے بعض واقعہ کے مطابق نہیں ہوا کرتی تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹ ان کتابوں میں ہوا کرتا تھا جہاں سے کعب الاحبار نقل کیا کرتے تھے البتہ ان کی نقل و روایت دروغ گوئی کے شائبہ سے پاک ہوا کرتی تھی۔ حضرت معاویہؓ نے کعب الاحبار کے بارے میں جو بات کہی ہے اس سے ملتا جلتا ابن عباسؓ کا قول بھی ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کعب الاحبار حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش میں شریک تھے اس کی دلیل ان کے نزدیک ابن جریر کی یہ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت سے تین روز پہلے کعب الاحبار ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ تین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دن کے اندر اندر آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا "آپ کو کیسے پتہ چلا" کعب کہنے لگے "تورات میں لکھا ہے" حضرت عمرؓ نے پوچھا "کیا تورات میں میرا نام لکھا ہے؟" کعب نے کہا "نہیں مگر آپ کی صفات اور حلیہ مذکور ہے۔ نیز یہ کہ آپ کی طبعی عمر ختم ہو چکی ہے"۔

بقول ان کے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کعب نہ صرف یہ کہ حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش سے باخبر تھے بلکہ اس میں شریک بھی تھے۔ اپنے آپ سے تہمت کو دور کرنے کے لیے انہوں نے تورات کا حوالہ دے دیا۔ اور اس لیے بھی' تاکہ جو باتیں یہ تورات وغیرہ سے معلوم کر کے بتاتے ہیں' مسلمان ان پر اعتماد کرنے لگیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن جریر اور دیگر مؤرخین نے اپنی کتب تاریخ میں صحت کا التزام نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کتب تاریخ ضعیف و موضوع روایات کا پلندہ بن گئی ہیں۔ ایک منصف مزاج محقق جب ان کتابوں سے کوئی واقعہ نقل کرے تو اسے چاہیے کہ اس کی سند و متن کی اچھی طرح چھان پھٹک کر دیکھ لے اور اسے مسلمہ واقعہ قرار نہ دے۔ جب ہم اس واقعہ پر ایک تحقیقی نگاہ ڈالتے ہیں تو یہ واقعہ ہمیں جھوٹا اور بناوٹی ہونے کا اعلان کرتے دکھائی دیتا ہے۔ اس کے وجوہ و اسباب حسب ذیل ہیں:

۱۔ اگر یہ واقعہ تورات ہی میں مرقوم ہوتا تو صرف کعب ہی کو اس کا علم نہ ہوتا بلکہ دوسرے اہل علم جو تورات کا علم رکھتے تھے' اس واقعہ کو جانتے ہوتے۔

۲۔ اگر یہ بات درست ہوتی تو حضرت عمرؓ صرف کعب ہی کے قول پر اعتماد نہ کرتے بلکہ ان تمام لوگوں کو جمع کر کے اس واقعہ کے بارے میں دریافت کرتے جو اہل کتاب میں سے مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اور اگر حضرت عمرؓ ایسا کرتے تو کعب رسوا ہو جاتے اور ان کا جھوٹ کھل کر سامنے آ جاتا۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ کعب اس سازش میں شریک ہے جو ان کے قتل کے سلسلہ میں تیار کی گئی ہے یا کم از کم اس کو اس کا علم ضرور ہے۔ اس طرح آپ اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے متعدد ذرائع استعمال کر سکتے تھے اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سازش میں شرکت کرنے والوں کو بشمول کعب سزا دے سکتے تھے- اس امر کی توقع تو ہر حاکم سے کی جاتی ہے- اور حضرت عمرؓ تو حد درجہ ذہین و فطین اور اخبار و واقعات کی تہہ تک پہنچنے والے تھے مگر ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی- اس سے معلوم ہوا کہ یہ جھوٹا واقعہ ہے-

۳- اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ کعب اس سازش میں شریک بھی تھے اور بذات خود اس کا انکشاف بھی کر رہے تھے- یہ بات خلاف قیاس ہے- اس لیے کہ جو شخص کسی سازش میں شریک ہوتا ہے- اس کے کامیاب ہونے کے بعد وہ حد درجہ اس کو چھپاتا ہے تاکہ وہ اس کی سزا سے بچ سکے- سازش کی تکمیل سے قبل بھی وہ اس کو پوشیدہ رکھنے کا خواہاں ہوتا ہے- اس لیے کہ ان کے انکشاف کی صورت میں اس کی کامیابی ممکن نہیں ہوتی- کسی سازش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے سے قبل اس کا کشف و اظہار وہی شخص کرتا ہے جو حد درجہ کم عقل اور احمق ہو- اور کعب ایسے نہ تھے- بلکہ وہ بہت ذکی اور ذہین شخص تھے-

۴- پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ تورات کو لوگوں کی عمر کی تعیین اور ان کی تاریخ وفات سے کیا سروکار؟ خداوند کریم نے تورات کو نور و ہدایت بنا کر بھیجا تھا- نہ کہ ایسے واقعات کے کشف و اظہار کے لیے جن کا تعلق خاص لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے-

مندرجہ صدر امور اس حقیقت کی آئینہ داری کرتے ہیں کہ یہ واقعہ بلا شک و شبہ من گھڑت ہے- حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش میں شریک ہونا اور تورات سے نقل کرنے میں دروغ گوئی کا ارتکاب محض اتہام ہے- جو کسی دلیل و برہان پر مبنی نہیں ہے- ان لوگوں کا عجیب حال ہے کہ مؤرخین کا بیان جب ان کے حسب منشا ہو تو اس کو واجب الاتباع حجت کا درجہ دیتے ہیں- بخلاف ازیں جب بخاری و مسلم کی روایات ان کے موافق نہ ہوں تو ان میں کیڑے نکالنے لگتے ہیں-

وہب بن منبہ:

نام و نسب وہب بن منبہ کنیت ابو عبداللہ اور نسبت یمانی و صنعانی ہے- یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑے عابد و زاہد اور ثقہ تابعی تھے- یہ اہل یمن میں بڑے عالم و حافظ حدیث شمار ہوتے تھے- اور صنعاء شہر کے قاضی تھے- ان کے والد منبہ علاقہ خراسان میں ہرات کے رہنے والے تھے- یہ اس فوج میں شامل تھے جس کو کسریٰ ایران نے یمن کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا- منبہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں مشرف باسلام ہوئے- وہب ۳۴ھ میں پیدا ہوئے جب ان کے والد یمن میں سکونت گزیں تھے کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ وہب اہل کتاب کی کتب مقدسہ اور تاریخ و شعر سے بخوبی آگاہ تھے- آپ اہل کتاب میں سے مشرف باسلام ہونے والے دو علماء یعنی عبداللہ بن سلام و کعب الاحبار کے علم کے جامع تھے- وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتے تھے-

"لوگ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام اور کعب الاحبار اپنے اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے- بتایئے جو شخص دونوں کے علوم کا جامع ہو (یعنی خود وہب بن منبہ) وہ کتنا بڑا عالم ہوگا"-

وہب نے مندرجہ ذیل اکابر صحابہؓ سے حدیثیں روایت کی ہیں-

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابو ہریرہؓ عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ابو سعید خدریؓ جابر و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم-

آپ کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں-

ان کے بیٹے عبداللہ بن وہب و عبدالرحمٰن بن وہب' ان کے بھتیجے عبدالصمد' علاوہ ازیں عمرو بن دینار' سماک بن فضل' عوف الاعرابی وغیرہم' امام بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ترمذی نے ان کی مرویات کو اپنی کتب میں جگہ دی ہے- ایک قول کے مطابق آپ نے ۱۱۰ھ میں وفات پائی-

توثیق و تعدیل:

محدث عقیلی فرماتے ہیں- "وہب ثقہ تابعی تھے"-

امام ذہبی کا قول ہے:

"وہب ثقہ اور صادق تھے مگر کتب اسرائیلیات سے زیادہ نقل کیا کرتے تھے"-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام نسائی بھی وہب کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں "یہ انکار حدیث کی جانب مائل تھے۔ پھر اس عقیدہ سے رجوع کر لیا"۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ "جمہور علماء کے نزدیک وہب ثقہ ہیں"۔ البتہ فلاس وہب کو اس لیے ضعیف راوی قرار دیتے ہیں کہ یہ انکار تقدیر کے عقیدہ سے متہم ہیں۔

مثنی بن صباح فرماتے ہیں:

"وہب نے بیس برس تک عشاء کے وضو کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی وہب کی مدح و ستائش میں رطب اللسان تھے وہب نے ان کو تحریر کیا کہ یمن کے بیت المال سے جو میری نگرانی میں تھا' چند دینار کھو گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لکھا "مجھے آپ کی امانت و دیانت پر اعتماد ہے۔ مگر آپ نے سہل انگاری سے کام لیا ہے۔ میں تو صرف مسلمانوں کے اموال کا امین ہوں۔ آپ کو حلف اٹھا کر مسلمانوں کو مطمئن کرنا ہوگا"۔

سابق الذکر بیانات سے واضح ہوا کہ کعب و وہب اکابر تابعین میں سے تھے۔ اب ہم مختصراً "اسرائیلیات" پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان لوگوں کے جھوٹ کھل کر سامنے آ سکیں۔ جو کعب و وہب اور ان کے اصحاب و تلامذہ کو ہدف نقد و جرح بناتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسرائیلیات

۱- صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کعب الاحبار، وہب بن منبہ اور اس نوع کے دیگر حضرات سے جو روایات نقل کی ہیں۔ وہ حدیث نبوی نہیں بلکہ اسرائیلی واقعات واخبار ہیں جو ان لوگوں نے اہل کتاب کی کتابوں سے نقل کی ہیں۔

۲- اللہ تعالیٰ نے قرآن عزیز میں اہل کتاب کے بارے میں فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنی کتب مقدسہ میں تحریف وتبدیلی سے کام لیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حق و باطل اور صدق وکذب باہم مخلوط ہو گئے۔ اس لیے صحابہ کرامؓ نے اسرائیلیات کے بارے میں حسب ذیل مؤقف اختیار کیا۔

ا- جو بات کتاب وسنت سے ہم آہنگ ہو اس کو تسلیم کر لیا جائے۔ اس لیے کہ مطابقت ومماثلت اس امر کی دلیل ہے کہ اس میں تحریف سے کام نہیں لیا گیا۔

ب- جو بات قرآن وحدیث کے خلاف ہو اس کو رد کر دیا۔ اس لیے بھی کہ قرآن و حدیث کی مخالفت اس کے محرف ہونے کی دلیل ہے۔

ج- جو بات ایسی ہو کہ شرع اسلامی نہ اس کی تصدیق کرتی ہو اور نہ تکذیب اور اس کے درست وغلط ہونے کا احتمال ہو تو اس کے بارے میں صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث منقول ہے کہ اہل کتاب عبرانی میں تورات پڑھ کر مسلمانوں کے لیے اس کی تفسیر عربی میں بیان کیا کرتے تھے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''اہل کتاب کی نہ تصدیق کیجئے اور نہ تردید۔ اور یوں کہیے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر جو ہماری اور تمہاری (اہل کتاب) طرف اتاری گئی''۔

امام ابن عبد البر عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ یہودی رسول کریمؐ کے صحابہؓ کو باتیں سناتے اور صحابہؓ اس پر اظہار حیرت واستعجاب کیا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نہ اس کی تصدیق کیجئے اور نہ تکذیب۔ اور یوں کہیے کہ ہم اس چیز پر ایمان لائے جو ہماری اور تمہاری طرف اتاری گئی۔ ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم اس کے اطاعت شعار ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے جو اہل کتاب کی تصدیق و تکذیب سے منع فرمایا ہے۔ اس کی حکمت و مصلحت پر اس حدیث میں روشنی ڈالی گئی ہے جو ابن عبدالبر نے ابو نملہؓ انصاری سے روایت کی ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

ابو نملہؓ انصاری کا بیان ہے کہ ایک روز وہ آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ ایک یہودی آ کر کہنے لگا۔ اے محمدؐ! کیا یہ جنازہ بولتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا واللہ اعلم۔ یہودی نے کہا کہ ''میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ بولتا ہے''۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اہل کتاب جو بات تمہیں بتائیں۔ اس کی تصدیق کیجئے نہ تکذیب۔ اور یوں کہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائے۔ اگر ان کی بات سچی ہو گی تو اس طرح تم اس کو جھٹلانے کے مرتکب نہیں ہو گے۔ اور اگر جھوٹ ہوگی تو تم اس کی تصدیق کر کے گنہگار نہ ہو گے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کہ ''اہل کتاب کی تصدیق و تکذیب نہ کیجئے''۔ یہ اس وقت ہے جب اہل کتاب کی بات میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہو۔ اس لیے کہ اگر ان کی بات سچی ہوئی اور تم نے اس کی تکذیب کر دی یا جھوٹی ہوئی اور تم نے اس کی تصدیق کر دی تو ان دونوں صورتوں میں گنہگار ہو گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر ان کی بات اسلامی شریعت کے خلاف بھی ہو تو بھی اس کی مخالفت نہ کی جائے۔ یا ان کی بات دین اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ بھی ہو تو اس کی تصدیق نہ کی جائے۔ امام شافعی نے صراحتہً اس پر روشنی ڈالی ہے''۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۲۹)

۳۔ یہ بات کسی طرح بھی قرین عقل و قیاس نہیں کہ اسرائیلیات کی نقل و روایت کو اصحاب رسولؐ کے لیے نقد و جرح کا ذریعہ ٹھہرایا جائے۔ اس لیے کہ وہ اسرائیلیات کو شرعی اسلامی ترازو میں رکھ کر جانچنے پرکھتے تھے۔ شریعت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصول و قواعد اس وقت مقرر ہو چکے تھے- مزید برآں اسرائیلی روایات کا تعلق صرف اخبار و واقعات کے ساتھ تھا' عقائد و احکام کے ساتھ نہیں- اسرائیلی روایات کسی حیثیت سے بھی صحابہؓ کے افکار و عقائد پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھیں- اس لیے کہ علم اور دین میں صحابہؓ کا ایک خاص مقام تھا- اسی طرح یہ بھی موزوں نہیں کہ اسرائیلیات کی نقل و روایت کو ان کے ناقلین مثلاً کعب و وہب کے لیے جرح و طعن کا ذریعہ بنایا جائے- حالانکہ حضرات صحابہؓ اور علمائے جرح و تعدیل ان پر مدح و ستائش کے پھول نچھاور کر چکے ہیں-

اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے وہ روایات اہل کتاب کی کتب سے صرف نقل کی ہیں- ان کی تصدیق نہیں کی- اسرائیلیات کے بارے میں ان کا زاویہ نگاہ وہی تھا' جو دیگر صحابہؓ کا تھا- اور وہ یہ کہ جو بات ہماری شریعت سے ہم آہنگ ہو' اس کی تصدیق کیجئے اور جو اس سے متصادم ہو' اس کو ٹھکرا دیجئے اور جو مخالف ہو نہ موافق اس کا علم اللہ تعالیٰ کو سونپ دیجئے- وہ جو روایات بھی نقل کرتے ہیں' اس کی مثال ایک امین شخص کی ہے جو کسی ایسی کتاب کے مطالب سے آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہو جو کسی دوسری زبان میں لکھی گئی ہو اور آپ اسے جانتے نہ ہوں- وہ شخص صرف یہ کام کرتا ہے کہ آپ کی زبان میں اس کا ترجمہ کر دیتا ہے- اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس کے صدق و کذب کو جانچیں پرکھیں- مگر وہ صدق و کذب اس کتاب کی جانب منسوب ہوگا نہ کہ مترجم و ناقل کی طرف ظاہر ہے کہ حضرات ابن مسعود و ابن عباس و ابوہریرہ و ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ کھوٹے کھرے میں تمیز کرنے سے قاصر نہ تھے- تاکہ یہ کہا جا سکے کہ اسرائیلی روایات کی نقل و روایات سے ان کے افکار و عقائد متاثر ہوئے ہوں گے-

۴- اگر اسرائیلیات کو شرعی طریقہ سے اخذ نہ کیا جائے- مثلاً سب روایات کی تصدیق یا تکذیب کی جائے یا ان کا راوی شریعت کے اصول و قواعد سے بیگانہ اور نابلد ہو- یا قوت فکر و نظر اور اس ذہانت و فطانت سے بے بہرہ ہو جو حق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

و باطل میں فرق و امتیاز کے لیے ناگزیر ہے۔ یا اسرائیلیات کو ماخذ و مصدر قرار دے کر ان سے احکام و عقائد اخذ کرنے لگے۔ ان تمام حالات میں یہ روایات افساد عقائد و تشویش افکار کی موجب ہوں گی نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ کو اس طرح اخذ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضورؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تم اہل کتاب سے دینی مسائل کیوں کر دریافت کرتے ہو۔ حالانکہ جو کتاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہے (قرآن کریم) وہ اہل کتاب کی کتب کے بعد نازل ہوئی ہے۔ تم اسے پڑھتے ہو وہ ہر لحاظ سے خالص ہے۔ اس میں کوئی آمیزش نہیں ہوئی۔ اس کتاب نے تمہیں بتایا کہ اہل کتاب نے خدا کی کتاب کو بدل ڈالا۔ وہ اپنے ہاتھ سے ایک بات لکھتے اور کہہ دیتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ صرف اس لیے کہ اس طرح کچھ دنیوی فائدہ حاصل کر سکیں۔ جو علم تمہارے پاس موجود ہے۔ کیا وہ اہل کتاب سے مسائل دریافت کرنے سے باز نہیں رکھتا؟ بخدا ہم نے اہل کتاب کے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو تم سے تمہاری کتاب کے بارے میں دریافت کرتا ہو"۔ (صحیح بخاری)

عبدالرزاق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو۔ وہ تمہاری رہنمائی نہیں کر سکتے۔ وہ تو خود گمراہ ہو چکے ہیں۔ اس طرح تم حق کو جھٹلانے اور باطل کی تصدیق کرنے لگ جاؤ گے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر تم بالضرور پوچھنا ہی چاہتے ہو تو جس بات کو کتاب خداوندی کے موافق پاؤ اسے لے لو اور جسے مخالف پاؤ اسے چھوڑ دو۔

امام ابن عبدالبر یحییٰ بن جعدہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں ایک کتاب لائی گئی۔ حضورؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا کسی قوم کی حماقت و ضلالت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے رسول کی تعلیمات کو چھوڑ کر کسی اور نبی کی تعلیمات یا اپنی کتاب کے سوا کسی اور کتاب کی جانب راغب ہو۔ تب یہ آیت کریمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نازل ہوئی:

﴿اَوَ لَمۡ یَکۡفِہِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ﴾

''کیا یہ بات ان کے لیے کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہے جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے''۔

امام ابن عبدالبر نے ایک روایت نقل کی ہے جس کی سند میں ''مجالد'' نامی راوی ہے- کہ حضرت عمرؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک کتاب لائے جو ان کو کسی اہل کتاب سے ملی تھی- حضورؐ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا اے ابن الخطاب! تم اس کتاب میں مشغول ہو رہے ہو- مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے- میں تمہارے پاس ایک صاف ستھرا اور پاکیزہ دین لایا ہوں- اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھا کرو- اس لیے کہ اگر انہوں نے سچی بات بتائی تو تم اس کی تکذیب کرو گے اور اگر جھوٹی بات کہی تو تم اس کی تصدیق کرو گے- (اور دونوں باتیں گناہ ہیں) مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا- اور دیگر احادیث و آثار- اگرچہ ان میں سے بعض احادیث پر جرح کی گئی ہے- مگر تعدد طرق کی وجہ سے ان کو اتنی تقویت حاصل ہو جاتی ہے کہ ان کے ساتھ احتجاج درست ہے-

۵- ہمارے بعض معاصرین جو کتب سے ہر قسم کا رطب و یابس مواد اخذ کرنے کے خوگر ہیں' دونوں قسم کی احادیث میں جمع و تطبیق نہ دے سکے ایک قسم کی احادیث وہ ہیں جن میں اہل کتاب سے سوال کرنے کی ممانعت مذکور ہے- دوسری قسم کی احادیث وہ ہیں جن میں اہل کتاب سے روایت کرنے کی اجازت دی گئی ہے- مثلاً عبداللہ بن عمرو بنؓ العاص کی روایت جس کو بخاری نے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''مجھ سے ایک آیت بھی سنو تو اسے آگے پہنچا دو اور بنی اسرائیل سے سن کر روایت کیجئے اس میں کچھ حرج نہیں اور جس نے دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا گھر دوزخ میں بنا لے''- (صحیح بخاری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے لوگ اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں- حالانکہ حدیث کی صحت کسی شک وشبہ سے بالا ہے- اس کے صحیح ہونے کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ صحیح بخاری نے اس کو ایک مسند و موصول حدیث کی حیثیت سے نقل کیا ہے- کسی ناقد نے اس حدیث کی تضعیف کے سلسلہ میں ایک لفظ تک نہیں کہا- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی مذکورہ صدر روایت اور جو احادیث و آثار ہم نے نقل کیے ہیں- ان میں کوئی تعارض سرے سے موجود ہی نہیں- حضرت عبداللہؓ کی روایت کردہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کی جس بات کو تم درست خیال کرتے ہو' اس کی نقل و روایت میں کچھ مضائقہ نہیں- اور درست بات وہی ہوسکتی ہے جو قرآن اور سنت صحیحہ سے ہم آہنگ ہو- اہل کتاب سے سن کر روایت کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ ان کی باتوں میں عبرت وموعظت کا سامان پنہاں ہے-

حضرت عبداللہ کی روایت کردہ حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اہل کتاب سے جو بات بھی سنو وہ سچی ہو یا جھوٹی' اس کو ضرور روایت کرو- اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ جھوٹی بات کے روایت کرنے کی اجازت مرحمت نہیں فرما سکتے- اس روایت میں جو ''لاحرج'' کے الفاظ ہیں' ان کا مفہوم یہ ہے کہ اہل کتاب سے سن کر روایت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں- یہ اس لیے فرمایا گیا کہ قبل ازیں حضورؐ نے اہل کتاب سے استفادہ کرنے اور ان کی کتب کے مطالعہ سے منع کیا تھا- بعد ازاں اس کی اجازت عنایت فرما دی- مگر ہر کس و ناکس کو نہیں- بلکہ صرف اس شخص کو جو علوم شرعیہ میں مہارت تامہ رکھتا ہو اور اس کے اصول وقواعد کا ذوق آشنا ہو- اس کے ساتھ ساتھ وہ ایسی خداداد بصیرت وفراست سے بہرہ ور ہو- جس کی بنا پر حق و باطل اور صواب وخطاء میں امتیاز کرسکتا ہو-

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ یرموک میں مجھے اہل کتاب کی دو بار شتر کتابیں ملی تھیں اور میں حضور ﷺ کی اجازت کے پیش نظر ان کتابوں میں سے روایت کیا کرتا تھا- مگر ان کی ہر بات روایت نہیں کرتا تھا- جیسا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کم سواد اور کوتاہ بینوں کا خیال ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ جید علمائے کرام قدیم ہوں یا جدید' اہل کتاب کی کتب مقدسہ کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ تاکہ ان سے بطریق احسن مذہبی مبادلہ افکار کر سکیں۔ اور ان کی کتب ہی سے رسول کریم ﷺ کی رسالت ثابت کر کے ان پر حجت تمام کریں۔ قرآن عزیز میں فرمایا:

﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ﴾

"جو چیز ہم نے آپ پر اتاری ہے اگر اس کے بارے میں آپ کو کوئی شبہ ہو تو ان لوگوں سے پوچھ لیں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں"۔

نیز فرمایا:

﴿وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ﴾

"اور کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں' فرما دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ اور اس شخص کی شہادت کافی ہے۔ جسے کتاب الٰہی کا علم ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

﴿قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

"کہہ دیجئے کہ تورات کو لا کر پڑھو اگر تم سچے ہو"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"اہل کتاب سے سوال کی ممانعت اس وقت کی گئی تھی۔ جب اسلامی احکام اور دینی عقائد کی بنا نہیں پڑی تھی۔ اس لیے کہ اس وقت فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا ڈر تھا۔ جب یہ خطرہ ٹل گیا تو آپ نے اہل کتاب سے سوال کرنے کی اجازت دے دی۔ کیونکہ اہل کتاب کے واقعات کا سننا پند و موعظت کا موجب ہے"۔ (فتح الباری ج ٦ ص ٣٦١)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اہل کتاب سے سوال کی اجازت صرف ان لوگوں کو دی گئی ہو جو شرعی علوم میں پختہ کار ہو اور اس کے اصول وضوابط سے بخوبی آگاہ ہو- ورنہ عقائد میں آمیزش و اختلاط کا خدشہ ہے''-

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۳۸)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''اس مسئلہ میں اصل بات یہ ہے کہ عالم و غیر عالم میں فرق کرنا چاہیے- چنانچہ جو شخص راسخ فی العلم نہ ہو اس کو اہل کتاب کی کتب سے استفادہ کی اجازت نہیں ہے- البتہ جید عالم ایسا کرسکتا ہے- خصوصاً جب کہ مخالف کی تردید پیش نظر ہو- اس کی دلیل یہ ہے کہ علمائے قدیم و جدید تورات کے حوالے سے یہود پر حجت قائم کرتے رہے ہیں کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کی تصدیق کی گئی ہے- اور اگر تورات کا مطالعہ جائز نہ ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے اور نہ ہی یہود پر اتمام حجت کر پاتے''- (فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۳۸)

مندرجہ صدر بیان کے مطابق تمام احادیث و آثار باہم موافق و مطابق ہو جاتے ہیں اور ان میں کوئی تناقض و اختلاف باقی نہیں رہتا- بعض علماء کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے منقول حدیث کا تعلق مواعظ و قصص کے ساتھ ہے- مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل سے سن کر وہ واقعات و اخبار روایت کیجئے- جن کا جھوٹا ہونا تم پر واضح نہیں- بقول ان کے اس حدیث کو عقائد و احکام کے ساتھ کچھ سروکار نہیں- مگر ہمارے نزدیک حدیث کا یہ مفہوم مراد لینا درست نہیں- اس لیے کہ جس بات کا جھوٹ ہونا ثابت نہ ہو-- اس کی دو قسمیں ہیں-

۱- وہ چیز جس کا سچا ہونا ثابت ہو- ظاہر ہے کہ اس چیز کی نقل و روایت علی الاطلاق درست ہے- اور مواعظ و قصص کے ساتھ اس کی تخصیص بے معنی ہے-

۲- جس چیز کا نہ صدق ثابت ہو نہ کذب-

ظاہر ہے کہ اس قسم کی چیزوں کا مسلمانوں کو بتانا بے کار ہے- اس کا کچھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ نہیں خصوصاً جب کہ سرور کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''اہل کتاب کی نہ تصدیق کیجئے نہ تکذیب''- دین اسلام بحمداللہ کافی ہے- اور ایسی چیزوں سے بے نیاز ہے- اس میں عقائد و احکام بھی ہیں' اخلاق و آداب بھی اور مواعظ و امثال بھی- جو شخص اخلاص قلب کی نعمت سے بہرہ ور ہے- اور بات توجہ سے سننے کا عادی ہو- اس کے لیے اسلام کافی ہے-

اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ حضرت ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ ایک طرف تو اہل کتاب سے سوال کرنے سے روکتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ان کی کتب کا مطالعہ بھی کرتے تھے- مزید برآں کعب الاحبار اور ان اہل کتاب سے جو مشرف باسلام ہو گئے تھے' اخذ و روایت بھی کرتے تھے- یہ راز بھی سمجھ میں آیا کہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کعب الاحبار کو اسرائیلیات کی روایت سے منع فرماتے اور کہا کرتے تھے کہ ''اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ وہی تورات ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر نازل فرمائی تھی تو شب و روز اس کو پڑھتے رہیے''- حضرت عمرؓ اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ چونکہ حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتے- اس لیے ان کے عقائد خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے''- ان کا خیال تھا کہ قرآن و سنت کا مطالعہ اسرائیلیات سے بہتر ہے- دوسری جانب کعب الاحبار کا نقطہ نظر یہ تھا کہ تورات میں نبی کریم ﷺ کی رسالت سے متعلق بشارتیں ہیں جو کتاب وسنت میں بھی مذکور ہیں- ان کے مطالعہ سے مومنین کے ایمان میں اضافہ ہوگا- ع

نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

یہ ہے حضرت عمر فاروقؓ اور کعب الاحبار کے نقطہ نظر کا فرق و امتیاز اور اس کے وجوہ و اسباب' اس کی وجہ وہ نہیں جو مستشرقین اور ان کے منکرین حدیث تلامذہ بیان کرتے ہیں کہ کعب تورات سے نقل و روایت کرنے میں جھوٹے تھے- نیز یہ کہ وہ دراصل یہودی تھے اور مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کے لیے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا حضرت عمرؓ نے اسی لیے ان کو اسرائیلیات کی روایت کرنے سے منع کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ (نعوذ باللہ من اکاذیبہم)

۶۔ اکابر مفسرین کی تفاسیر میں بکثرت اسرائیلیات کعب و وہب وغیرہما سے منقول ہیں۔ مثلاً تفسیر ابن جریر وغیرہ۔ اسرائیلیات کو ذکر کرنے کی بنا پر ان مفسرین کی مذمت نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے کہ انہوں نے ان روایات کو اس حیثیت سے ذکر کیا ہے کہ یہ اسرائیلی روایات ہیں اور ان کو شرع اسلامی کے ترازو میں رکھ کر جانچ پرکھ لینا چاہیے۔ مزید برآں انہوں نے اسرائیلیات کی سندیں بھی ذکر کر دی ہیں۔ اور صحیح و سقیم کی چھان پھٹک کا معاملہ پیچھے آنے والوں کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ جس طرح محدثین نے احادیث کی تدوین کے وقت کیا تھا۔ اسناد کا ذکر کر کے وہ اس کی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو گئے۔ اس لیے کہ ان کے معاصرین فن اسماء الرجال سے آگاہ تھے۔ مگر اس کا چرچا باقی نہیں رہا۔

جو باتیں کعب و وہب کی جانب منسوب ہیں۔ ضروری نہیں کہ وہ صحت کے معیار پر پوری اتریں۔ اس لیے کہ وضاعین نے بہت سی باتیں گھڑ کر ان کی جانب منسوب کر دی تھیں۔ جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ غلط سلط باتوں کو ان کی جانب منسوب کر کے مقبول عام بنایا جائے۔ پھر افسانہ گو مورخین' کوتاہ نظر مفسرین اور ادباء نے ان جھوٹے واقعات کو نقل و روایت کر کے لوگوں تک پہنچایا۔ اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ واقعات درست ہیں۔ انہوں نے یہ دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ جن کی جانب یہ واقعات منسوب ہیں۔ ان کا ان کے ساتھ کچھ سروکار بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ یہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کعب و وہب کا قصور نہیں بلکہ کوتاہ نظری اور سہل انگاری کا جرم ہے۔

۷۔ یہ امر مضحکہ خیز بھی ہے اور اس سے رونا بھی آتا ہے کہ ہمارے زمانہ کے ایک مدعی علم فرماتے ہیں کہ "میں نے دشمنانِ دین کی بعض کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ مجھے محسوس ہوا کہ دین اسلام کے بارے میں جن شکوک و شبہات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ان میں سے اکثر و بیشتر کعب و وہب سے منقول اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں۔ اس سے معلوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے کہ وہ بباطن یہود تھے اور انہوں نے بظاہر مسلمانوں کے عقائد بگاڑنے کے لیے اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا- مزید صحابہؓ و تابعین اور ان کے بعد آنے والے علمائے جرح و تعدیل نے کعب و وہب کی مدح و توصیف کی اور ان کو ثقہ راوی قرار دیا- مگر کسی کو بھی اس بات کا پتہ نہ چلا جس کا سراغ میں نے لگایا''-

ظاہر ہے کہ ایسا دعویٰ ایک جاہل اور برخود غلط شخص ہی کر سکتا ہے- یا وہ کم عقل آدمی جسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے- اور اگر علم کا وہ مدعی صرف ان اسانید ہی کو دیکھ لیتا' جو کعب و وہب کی جانب منسوب ہیں تو اس پر حقیقت حال واضح ہو جاتی- پھر اسے یہ بھی تو سوچنا چاہیے کہ کعب و وہب ان واقعات کو کس حیثیت سے نقل کر رہے ہیں کہ یہ اسرائیلی روایات ہیں- اگر وہ شخص اتنی زحمت بھی گوارا کر لیتا تو صحابہؓ و تابعینؒ اور ان کے بعد آنے والے ماہرین فن کو ہدف تنقید نہ بناتا-

سعید بن المسیب:

نام و نسب سعید بن المسیب بن حزن القرشی المخزومی یہ بڑے جلیل القدر تابعی تھے- ان کے باپ اور دادا دونوں صحابی تھے- یہ دونوں فتح مکہ کے روز حلقہ بگوش اسلام ہوئے- یہ خلافت فاروقی کے دوسرے سال پیدا ہوئے- حضرت عمرؓ کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی-

آپ نے مندرجہ ذیل اکابر صحابہؓ سے استفادہ کیا-

حضرات عمر و عثمان و علی و سعد بن ابی وقاص و ابن عباس و ابن عمر و جبیر بن مطعم و عبداللہ بن زید عاصم و حکیم بن حزام و ابوہریرہ و معاویہ و عبداللہ بن عمرو بن العاص و عائشہ و ام سلمہ وغیرہم رضی اللہ عنہم-

حضرت سعید سے اکابر تابعین مثلاً عطاء بن ابی رباح و محمد الباقر و عمرو بن دینار و یحیٰی الانصاری اور دیگر بے شمار لوگوں نے حدیثیں روایت کیں-

تمام علماء آپ کی امامت و جلالت اور علم حدیث میں فوقیت و برتری پر متفق ہیں- آپ مسائل و فتاویٰ میں اہل مدینہ کے سرخیل تھے اور ''فقیہ الفقہاء'' کے لقب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پکارے جاتے تھے۔

قتادہ فرماتے ہیں:

میں نے سعید بن المسیب سے بڑھ کر حلال و حرام کا جاننے والا کوئی شخص نہیں دیکھا''۔

مکحول کا قول ہے۔

''علم کی تلاش میں میں نے زمین کا چپہ چپہ چھان مارا مگر سعید بن المسیب سے بڑا عالم میں نے نہیں دیکھا''۔

سعید بن المسیب فرمایا کرتے تھے:

''میں صرف ایک حدیث کی تلاش میں کئی کئی دن اور راتیں چلتا رہتا تھا''۔

جملہ محدثین آپ کی ثقاہت و عدالت حفظ و ضبط اور تحصیل علم کے ذوق و شوق پر متفق ہیں۔ سعید بن المسیب حکام کے تحائف قبول نہیں کیا کرتے تھے۔ اور تیل کی تجارت کر کے بسر اوقات کیا کرتے تھے۔ حد درجہ کے متقی تھے۔ ۹۳ھ میں وفات پائی۔

عروہ بن زبیر:

نام و نسب عروہ بن زبیر بن عوام قرشی اسدی مدنی اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ بڑے جلیل القدر تابعی اور حافظ حدیث تھے۔ آپ نے اپنے والد زبیرؓ اپنے بھائی عبداللہ بن زبیرؓ اور والدہ محترمہ اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ سے حدیثیں سنیں۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اساتذہ میں مندرجہ ذیل اکابر کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

ام المومنین عائشہؓ جو عروہ کی خالہ بھی تھیں۔ سعید بن زیدؓ۔ حکیم بن حزامؓ و دیگر صحابہ و تابعین۔

آپ کے تلامذہ میں یہ لوگ قابل ذکر ہیں۔

عطاء' ابن ابی ملیکہ' ابو سلمہ بن عبدالرحمن' زہری' عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ۔

آپ کے پانچوں بیٹوں نے بھی آپ سے استفادہ کیا۔ ان کے اسمائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گرامی حسب ذیل ہیں۔

ہشام' محمد' یحییٰ' عبداللہ' عثمان۔

چونکہ عروہ اپنی خالہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملتے رہتے تھے اور تحصیل علم کے بڑے حریص بھی تھے۔ اس لیے آپ بڑے کثیر الروایہ تھے۔ چنانچہ اکابر تابعین نے ان کی علمی جلالت کا اعتراف کیا ہے۔

ابن شہاب زہری فرماتے ہیں:

''عروہ ایک سمندر تھے جو کبھی گدلا نہیں ہوتا''۔

عروہ کے بیٹے ہشام کہتے ہیں:

''ہمارے والد عروہ کی مرویات دو ہزار اجزاء پر مشتمل تھیں۔ ہم ان اجزاء میں سے ایک جز احادیث بھی نہ سیکھ سکے''۔

محدث ابن عیینہ فرماتے ہیں:

''تین اشخاص حضرت عائشہؓ کی مرویات کے سب سے بڑے عام تھے۔ یعنی قاسم و عروہ و عمرہ''۔

محمد بن سعد فرماتے ہیں:

''عروہ ثقہ کثیر الحدیث فقیہ اور عالم و حافظ تھے''۔

ایک قول کے مطابق عروہ نے ۹۴ھ میں وفات پائی۔

نافع مولیٰ ابن عمرؓ

اسم گرامی نافع اور کنیت ابو عبداللہ تھی۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے غلام تھے۔ اسلام نے ان پر یہ احسان کیا کہ دین کے عظیم امام قرار پائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے غلام ہونے کے باوجود یہ تحصیل علم میں مشغول رہے اور آقا کی خدمت انہیں احادیث کے حفظ و ضبط سے باز نہ رکھ سکی۔

نافع نے مندرجہ ذیل صحابہؓ سے حدیث کا درس لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ' ابوہریرہ' ابو سعید خدری' ابولبابہ' رافع بن خدیج'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عائشہ صدیقہ وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مندرجہ ذیل تابعین بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

قاسم' سالم' یزید بن عبداللہ' اسلم مولیٰ عمر' عبداللہ بن محمد بن ابی بکر صدیق وغیرہم رحمہم اللہ آپ کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

ابو اسحٰق سبیعی، حکم بن عیینہ' یحییٰ انصاری' محمد بن عجلان' زہری' صالح بن کیسان ایوب' حمید الطویل' میمون بن مہران' موسیٰ بن عقبہ ابن عون' اعمش و دیگر تابعین کے علاوہ مندرجہ ذیل اکابر نے آپ سے کسب فیض کیا۔

ابن جریج' اوزاعی' مالک' لیث' یونس بن عبید' ابن ابی ذویب' ابن ابی لیلیٰ' ضحاک بن عثمان اور نافع کے تینوں بیٹے یعنی عبداللہ وعمر وابوبکر وغیرہم۔

نافع کی توثیق وتعدیل اور روایت حدیث میں فضیلت وعظمت پر سب علماء کا اتفاق ہے امام بخاری فرماتے ہیں۔

''اصح الاسانید امام مالک از نافع از ابن عمرؓ ہے''۔

امام مالک کا قول ہے۔

''جب میں کوئی حدیث بروایت نافع از ابن عمرؓ سن لوں' تو مجھے اس بات کی پروانہیں ہوتی کہ کسی اور سے بھی سنوں''۔

عبیداللہ بن عمر فرماتے ہیں:

''نافع کو عطا کر کے اللہ نے ہم پر بڑا اکرم فرمایا ہے''۔

ابن عیینہ کہتے ہیں:

''نافع سے بڑھ کر اور کس کی روایت ہو سکتی ہے''۔

حدیث وفقہ میں مہارت وبصیرت کی بنا پر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے احکام دین اور احادیث نبویہ کی تعلیم دینے کے لیے آپ کو مصر بھیجا۔

محمد بن سعد کہتے ہیں:

''نافع کثیر الحدیث تھے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے احادیث کی تعلیم و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تدریس کے لیے ان کو مصر بھیجا تھا"۔

نافع نے مدینہ منورہ میں ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

عُبیداللہ بن عبداللہ بن عُتبہ:

نام و نسب عبیداللہ بن عبداللہ بن مسعود الہذلی المدنی ہے۔ بڑے جلیل القدر تابعی اور حافظ تھے۔ آپ کی امامت و جلالت حفظ و ضبط اور ثقاہت پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ حدیث وفقہ میں مہارت کی وجہ سے ابن عباسؓ انہیں بڑی عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

امام زہری فرماتے ہیں:

"عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کے سوا میں جس عالم کے پاس بیٹھا، میں نے محسوس کیا کہ جو علم اسے یاد ہے اس سے آگاہ ہوں۔ مگر عبیداللہ کے یہاں میں جب بھی آیا، تازہ علم پایا"۔

احادیث نبویہ کے عظیم حافظ ہونے کی بنا پر ان کو حضرت عمر بن عبدالعزیز کا استاد مقرر کیا گیا تھا۔

ابن سعد فرماتے ہیں:

"عبیداللہ بڑے عالم ثقہ اور فقیہ اور کثیر الحدیث تھے"۔

عبیداللہ نے حسب ذیل اکابر صحابہؓ سے حدیث کا درس لیا۔

ابن عباس، ابن عمر، ابوہریرہ، ابوسعید خدری، ابوواقد لیثی، زید بن خالد، نعمان بن بشیر، عائشہ صدیقہ، فاطمہ بنت قیس و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم۔

عبیداللہ نے اکابر تابعین سے بھی استفادہ کیا۔ آپ سے عراک بن مالک، زہری، ابوالزناد، صالح بن کیسان اور دیگر تلامذہ نے کسب فیض کیا۔

عبیداللہ نے ایک قول کے مطابق ۹۹ھ میں وفات پائی۔

سالم بن عبداللہ بن عمر:

نام و نسب سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑے جلیل القدر تابعی تھے- سالم نے اپنے والد حضرت ابن عمرؓ ابو ایوب انصاریؓ، رافع بن خدیج' ابو ہریرہؓ، عائشہؓ و دیگر صحابہ سے حدیثیں سنیں- بکثرت تابعین کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا- تابعین میں سے عمرو بن دینار و نافع وزہری وموسیٰ بن عقبہ و حمید الطویل و صالح بن کیسان و بکثرت اتباع تابعین نے استفادہ کیا-

حدیث وفقہ میں آپ کی جلالت و امامت پر سب علماء کا اتفاق ہے- امام اسحٰق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ اصح الاسانید زہری از سالم از ابن عمر ہے-

محمد بن سعد فرماتے ہیں-

"سالم کثیر الاحادیث بڑے عالی مرتبت اور پاک باز شخص تھے"-

امام بخاری وابونعیم کے نزدیک سالم نے ۱۰۶ھ میں وفات پائی-

شعبی:

عامر بن شراحیل علامۃ التابعین کہلاتے تھے- آپ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ۱۷ھ میں پیدا ہوئے- آپ جلیل القدر امام' حافظ اور عظیم فقیہ تھے- آپ نے حضرت علی و ابوہریرہ و ابن عباس و عائشہ و ابن عمر و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کیں- شعبی امام ابوحنیفہؒ کے استاد گرامی تھے- آپ عرصہ دراز تک کوفہ کے قاضی رہے- عہد صحابہ ہی میں آپ کے فتاویٰ مشہور ہو گئے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عظیم محدث وفقیہ تھے-

سب علماء آپ کی امامت و ثقاہت کے بارے میں متفق اور آپ کے علم و فضل اور انکسار و فروتنی کے ثنا خواہ ہیں- مکحول کا قول ہے کہ "میں نے شعبی سے بڑا عالم نہیں دیکھا" ابو حصین کہتے ہیں "میری نگاہ میں شعبی سے بڑا فقیہ اور کوئی نہیں"- ابن سیرین نے ابوبکر ہذلی سے کہا "شعبی کے دامن سے وابستہ ہو جایئے- میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ لوگ صحابہؓ کی موجودگی میں ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے"-

ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے:

"شعبی محدث تھے اور ابراہیم نخعی قیاس سے کام لیا کرتے تھے"-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شعبی خود فرمایا کرتے تھے:

''ہم فقیہ نہیں ہیں' ہم نے تو حدیثیں سنیں اور روایت کیں- فقیہ وہ ہے کہ جس بات کا اسے علم ہو اس پر عمل کرے''-

امام شعبی نے ۱۰۴ھ میں وفات پائی-

ابراھیم نخعی:

کنیت ابو عمران اور نام ابراہیم بن یزید بن قیس نخعی کوفی ہے- آپ جلیل القدر تابعی اور اہل کوفہ کے فقیہ تھے- یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے- مگر ان سے حدیث کا سماع ثابت نہیں- بخلاف ازیں آپ نے کبار تابعین سے استفادہ کیا- ان میں سے علقمہ اور شعبی کے دونوں ماموں اسود وعبدالرحمٰن جو یزید کے بیٹے تھے ومسروق قابل ذکر ہیں- تابعین کی ایک جماعت نے آپ سے استفادہ کیا- ان میں سے سبیعی وحبیب بن ابی ثابت وسماک بن حرب واعمش اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاد گرامی حماد بن ابی سلیمان بہت مشہور تھے-

تمام علماء آپ کی ثقاہت اور فقہی مہارت کا لوہا مانتے ہیں- ان کی وفات کے وقت شعبی نے کہا تھا-

''نخعی نے اپنے پیچھے کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو ان سے بڑھ کر فقیہ ہو- جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا حسن بصری اور ابن سیرین بھی ان سے بڑے فقیہ نہیں- فرمایا نہیں- بلکہ بصرہ کوفہ اور حجاز و شام میں ان سے بڑھ کر فقیہ موجود نہیں''-

ابراہیم نخعی کے زمانہ میں کئی صحابہؓ بقید حیات تھے مگر انہوں نے کسی صحابیؓ سے حدیث کی روایت نہیں کی- مگر اس کے باوجود حدیث اور روایت حدیث دونوں میں آپ کا مقام بہت بلند ہے-

اعمش ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ابراہیم نخعی حدیث نبوی کے صراف تھے''-

حدیث کی نقد و جرح کے سلسلہ میں ''صراف'' کا لفظ بڑی اہمیت کا حامل

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے- ایک عالم حدیث نبوی کا ناقد اسی صورت میں بن سکتا ہے جب وہ بہت سی احادیث کا حافظ ہو- اوران کے رواۃ ورجال سے بخوبی آ گاہ ہو- اس میں شبہ نہیں کہ ابراہیم نخعی اسی قسم کے شخص تھے-

محدث ابوزرعہ فرماتے ہیں:

''نخعی دین اسلام کے نشانات میں سے ایک عظیم نشان تھے''-

امام عجلی کا قول ہے:

''نخعی بڑے محتاط فقیہ تھے-تکلف کے نام سے بھی آشنا نہ تھے''-

آپ نے ۹۶ھ میں وفات پائی-

علقمہ:

ابوشبلی علقمہ بن قیس بن عبداللہ نخعی کوفی بڑے جلیل القدر تابعی و عظیم فقیہ تھے- اسود و عبدالرحمٰن جو یزید کے بیٹے اور ابراہیم نخعی کے ماموں تھے-علقمہ ان کے چچا تھے-

آپ نے مندرجہ ذیل صحابہؓ سے حدیث کا درس لیا-

عمر بن خطاب و عثمان و علی و ابن مسعود و سلمان فارسی و خباب و حذیفہ اور ابو موسیٰ و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم-

علقمہ سے مندرجہ ذیل اکابر نے روایت کی-

ابووائل' ابراہیم نخعی' شعبی' ابن سیرین' عبدالرحمٰن بن یزید' ابوالضحیٰ و دیگر تابعین-

علقمہ کی عظمت و جلالت کثرت علم اور خوش اخلاقی پر سب علماء متفق ہیں-

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ ''علقمہ حضرت ابن مسعودؓ سے ملتے جلتے تھے''-سبعی کا قول ہے ''علقمہ عالم ربانی ہیں''-امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں-''علقمہ ثقہ اور بڑے نیک آدمی ہیں''-

ابوسعد سمعانی فرماتے ہیں-

''علقمہ اصحاب ابن مسعودؓ میں سب سے بڑے اور صورت و سیرت میں ان سے بہت ملتے جلتے تھے''-

علقمہ نے ۶۲ھ میں وفات پائی-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلی صدی ہجری میں کتابت حدیث پر اعتراضات اور ان کی تردید

مندرجہ صدر بیانات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ پہلی صدی ہجری میں حفظ و کتابت حدیث نبوی کی حفاظت و صیانت کے سلسلہ میں بڑی حد تک مدد گار ثابت ہوئے- حتیٰ کہ حدیث نبوی کی تالیف و تدوین کا دور آ گیا- مگر کچھ زندیق اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ مختلف تاریخی ادوار میں حدیث نبوی اور اس کے حاملین کو اہل ایمان کی نگاہ میں مشکوک بنا کر رکھ دیا جائے- یہ جھوٹے اقوال اور باطل براہین و دلائل پیش کرتے ہیں- اب ہم بتوفیق ربانی ان کے اعتراضات نقل کر کے ان کا ابطال کرتے ہیں-

روایت بالمعنیٰ پر اعتراض:

الحاد کے داعی کہتے ہیں کہ راویانِ حدیث نے احادیث نبویہ کو اپنے الفاظ میں بیان کیا تھا ان الفاظ میں نہیں جو نبی اکرم ﷺ سے سنے گئے تھے- ہر طبقہ کے راوی یونہی کرتے کہ وہ احادیث کو ایک قسم کے الفاظ میں سنتے اور بالفاظ دیگر روایت کرتے یہاں تک کہ احادیث جب منقول ہو کر ہم تک پہنچیں تو ان کے الفاظ و معانی مٹ چکے تھے- اس طرح روایت بالمعنیٰ دین و ادب اور لغت سب کے لیے ضرر رساں ثابت ہوئی- یہی وجہ ہے کہ مختلف قسم کے علماء نے احادیث پر اعتماد کرنا ترک کر دیا-

جو احادیث متکلمین کے وضع کردہ اصول و قواعد سے ہم آہنگ نہ تھیں- وہ انہوں نے نظر انداز کر دیں- فقہاء نے بعض احادیث کو اخذ کیا اور بعض کو رد کر دیا- علمائے عربیت نے جب دیکھا کہ احادیث نبویہ بالمعنیٰ روایت کی گئی ہیں اور آنحضور ﷺ کے اصلی الفاظ جو آپ نے ارشاد فرمائے تھے' معلوم نہیں تو اثبات لغت و قواعد نحو کے سلسلہ میں احادیث سے احتجاج کرنا ترک کر دیا- حالانکہ وہ عرب کے ان پڑھ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناشائستہ لوگوں کے کلام سے احتجاج کرتے ہیں جو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے۔ ان ملاحدہ کا کہنا یہ ہے کہ احادیث نبویہ کو آنحضورؐ کی زندگی میں بالکل اسی طرح لکھنا چاہیے تھا جیسے قرآن کریم لکھا گیا تھا۔ پھر راوی آنے والے تاریخی ادوار میں ان کو اس طرح سے روایت کرتے کہ ان کے الفاظ ضبط کیے جاتے اور ان کی اسانید متواتر ہوتیں۔ تاکہ ان پر اعتماد کیا جا سکتا۔

اس قسم کے شکوک وشبہات کے ازالہ وابطال کے لیے ہم چند عنوانات پر بحث کر کے ان کی حقیقت واضح کریں گے۔ عنوانات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حدیث نبوی عہد رسالت میں قرآن کی طرح مدون کیوں نہ ہوئی؟

۲۔ کتب حدیث کی تدوین کے بعد روایت بالمعنیٰ کا کوئی جواز باقی نہیں رہا۔

۳۔ صحابہ کرام اور دیگر رواۃ و رجال روایت باللفظ کے حریص تھے اور مجبوری کی صورت ہی میں روایت بالمعنیٰ کرتے تھے۔

۴۔ اگر احادیث کے الفاظ مختلف اور ان کا مفہوم متحد ہو تو اس کی وجہ صرف روایت بالمعنیٰ ہی نہیں بلکہ اور وجوہ بھی ہوتے ہیں۔

۵۔ اگر احادیث کو مشکوک قرار دیا جائے تو دیگر علوم بھی ناقابل اعتماد قرار پاتے ہیں۔

۶۔ علماء نے بعض احادیث کو قبول اور بعض کو رد کیوں کیا؟ اس کے وجوہ واسباب کیا تھے؟

۷۔ محققین علمائے عربیت لغت ونحو کے مسائل میں احادیث سے استشہاد کرتے ہیں۔ اب ہم یکے بعد دیگرے ان پر مختصر بحث کرتے ہیں۔

جواب:

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قرآن کی طرح حدیث نبوی عہد رسالت میں کیوں نہ کی گئی؟ اس ضمن میں یہ امر پیش نظر رہنا چاہیے کہ قرآن کی کتابت آنحضورؐ کی موجودگی میں وحی الٰہی کی بنا پر کی گئی تھی۔ اس لیے کہ قرآن کی تلاوت عبادت ہے۔ اور قرآن اپنی نظم وترتیب اور الفاظ کے اعتبار سے بھی معجزہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت بالمعنی جائز نہیں ہے بلکہ من جانب اللہ نازل شدہ الفاظ کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ اگر قرآن کو عربوں کے حافظہ پر چھوڑ دیا جاتا اور اس کی حفاظت کے سلسلہ میں کتابت سے مدد نہ لی جاتی تو اس میں حروف کی کمی بیشی اور تبدیلی کا خطرہ دامنگیر تھا۔ بلکہ اس بات کا بھی خدشہ تھا کہ ایک جملہ کی بجائے دوسرا جملہ رکھ دیا جاتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ قرآن کی نظم و ترتیب میں فرق آ جاتا۔

یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ عہد رسالت میں حدیث نبوی کے نہ لکھنے کا انحصار و مدار بھی وحی پر تھا۔ عدم کتابت حدیث کی بڑی وجہ یہ تھی کہ احادیث سے معنی مقصود ہے الفاظ نہیں یہی وجہ ہے کہ حدیث کی تلاوت عبادت شمار نہیں ہوتی۔ اور اس کے الفاظ اور نظم و ترتیب کی بنا پر دوسروں کو مقابلہ کی دعوت نہیں دی گئی۔ مزید برآں اس کی روایت بالمعنی جائز ہے۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ الفاظ قرآنی کی حفاظت خود شریعت اسلامیہ کی حفاظت ہے۔ اور حدیث بالمعنی میں امت کے لیے یسر و سہولت پائی جاتی ہے۔ جس سے اس کا دوسروں تک پہنچانا بھی آسان ہو جاتا ہے۔ اگر قرآن کی طرح حدیث کے سلسلہ میں بھی یہ پابندی عائد کر دی جاتی کہ اس کو دوسروں تک انہی الفاظ میں پہنچایا جا سکتا ہے جو رسول کریم ﷺ سے سنے گئے ہوں۔ تو اس کی روایت کے ضمن میں امت طرح طرح کی مشکلات سے دو چار ہو جاتی۔ اور اگر حدیث نبوی کی طرح قرآن کی روایت بالمعنی جائز ہوتی تو نفوس انسانی شریعت پر مطمئن نہ ہو سکتے۔ اور زنادقہ و ملاحدہ بڑی آسانی سے یہ بات کہہ سکتے تھے کہ ہم اس کو آسمانی کتاب ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے شریعت کو محفوظ کر لیا اور امت کے لیے آسانی بھی پیدا کر دی۔

یہ امر پیش نظر رہے کہ حدیث کی روایت بالمعنی کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

۱۔ راوی عربی زبان کے اسرار و رموز سے بخوبی آگاہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ شریعت کے غایات ومقاصد کو جانتا ہو۔
۳۔ جس حدیث کی روایت بالمعنی کرنا چاہتا ہے وہ جوامع الکلم کے قبیل سے نہ ہو۔
۴۔ وہ حدیث ایسی نہ ہو کہ اس کے الفاظ عبادت شمار ہوتے ہوں۔ مثلاً ادعیہ ماثورہ پر مشتمل احادیث۔
۵۔ راوی جس حدیث کی روایت بالمعنی کا خواہاں ہے۔ اس کے الفاظ اسے یاد نہ ہوں۔

جب راوی ان شرائط کا حامل نہ ہو تو اس کے لیے حدیث کی روایت بالمعنی جائز نہیں۔ اس لیے معلوم ہوا کہ حدیث کی روایت بالمعنی کرنے سے اس کی اہمیت کم نہیں ہوتی اور نہ اس میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

اگر سابقہ بیانات کے بعد بھی کوئی شخص یہ اعتراض پیش کرے کہ عہد رسالت میں حدیث نبوی کو قلم بند نہ کرنے سے وہ قابل اعتماد نہ رہی تو ہم کہیں گے کہ ایسا شخص نبی کریم ﷺ پر یہ بہتان طرازی کر رہا ہے کہ آپ وحی الٰہی کو دوسروں تک پہنچانے میں سہل انگاری سے کام لیتے تھے۔ یا یہ کہ حدیث نبوی دین میں شامل نہیں اور یہ دونوں باتیں کھلی ہوئی ضلالت ہیں۔

۲۔ دوسرے عنوان کا خلاصہ یہ ہے کہ تدوین حدیث کے بعد روایت حدیث کے سلسلہ میں اصل بات یہ ہے کہ جو الفاظ نبی کریم ﷺ سے سنے جائیں ان کو دوسروں تک پہنچا دیا جائے۔ جب الفاظ یاد نہ ہوں تو سہولت کے طور پر روایت بالمعنی کی اجازت ہے۔ احادیث نبویہ کے کتابوں میں مدون ہونے کے بعد سہولت کی یہ ضرورت باقی نہ رہی لہٰذا احادیث کا اخذ و تحمل اور ان کی نقل و روایت انہی الفاظ میں واجب ٹھہری جو آنحضورؐ سے سنے گئے ہوں۔

تدوین حدیث کا آغاز باقاعدہ طور پر پہلی صدی ہجری کے اختتام پر خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم سے ہوا۔ مختلف دیار وامصار کے علماء نے اپنے حافظہ کی مدد سے یا محفوظ صحیفوں سے دیکھ کر حدیثیں جمع کرنا شروع کیں۔ احادیث کی تالیف وتدوین ؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کام تاریخ کے مختلف ادوار میں کسی نہ کسی طرح جاری رہا- حتیٰ کہ تیسری صدی ہجری میں جس کو تدوین حدیث کا زرین دور کہا جاتا ہے' حدیث کی پانچ بڑی کتب یعنی بخاری و مسلم و نسائی و ابوداؤد و ترمذی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو گئیں-

احادیث کی جمع و تدوین کرتے وقت علماء جو کچھ لکھتے تھے- اصل مسودہ کے ساتھ اس کا تقابل بھی کرتے جاتے تھے- مبادا بھول چوک کر اس میں کمی بیشی آ گئی ہو- جب اپنی تحریر پر انہیں اطمینان ہو جاتا تو ان نوشتوں کو تغیر و تبدل سے بچانے کے لیے محفوظ کر لیتے- اس کے ساتھ ساتھ اپنے اسلاف کی طرح وہ احادیث کو سینوں میں محفوظ بھی رکھتے تھے- اور اپنے شیوخ و اساتذہ سے اسانید متصلہ کے ساتھ احادیث کو اخذ بھی کرتے تھے- بایں طور حدیث کی سفینوں میں جمع و تدوین اس کو سینوں میں محفوظ رکھنے کے پہلو بہ پہلو اس کی حفاظت و صیانت کے عوامل میں سے ایک جدید عامل تھا-

ہم نے روایت بالمعنی کے سلسلہ میں جو یہ بات ذکر کی ہے کہ کتب حدیث کی تدوین کے بعد اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی' اکابر محدثین نے اس کی تصریح کی ہے- ان میں امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن المعروف ''ابن الصلاح'' متوفی ۶۴۲ھ اپنے مقدمہ میں روایت بالمعنی کے بارے میں علماء کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں-

''یہ اختلاف ان احادیث کے بارے میں باقی نہیں جو کتب حدیث میں جمع کر لی گئی ہیں- اب کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان کتب میں محفوظ احادیث کے الفاظ تبدیل کر کے ان کی جگہ دوسرے ہم معنی الفاظ رکھ دے- جن لوگوں نے روایت بالمعنی کی اجازت دی تھی' وہ اس وقت دی تھی جب الفاظ کے ضبط کرنے اور ان پر اصرار کرنے میں تکلیف کا سامنا تھا- اور کتب حدیث میں جو احادیث موجود ہیں- ان کے بارے میں یہ دقت نہیں پائی جاتی- مزید برآں اگر کسی کو الفاظ تبدیل کرنے کی اجازت بھی ہو تو وہ دوسرے کی تصنیف میں تو ایسا تصرف کرنے کا مجاز نہیں ہے''- (مقدمہ ابن الصلاح و تدریب الراوی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے ملاحدہ کی یہ بات غلط ثابت ہوئی کہ راویان حدیث تمام عصور و ازمنہ میں احادیث نبویہ کو اپنے الفاظ میں روایت کرتے رہے ہیں۔

۳- تیسرا عنوان یہ تھا کہ صحابہؓ و تابعینؒ اس بات کے حریص تھے کہ حدیث نبوی کو آنحضورؐ کے فرمودہ الفاظ ہی میں ادا کیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ روایت بالمعنی کا رواج عصر صحابہؓ و تابعینؒ یعنی پہلی صدی ہجری میں تدوین حدیث سے پہلے تھا۔ مزید برآں روایت بالمعنی کے سلسلہ میں سب راویانِ حدیث متفق بھی نہیں تھے۔ چنانچہ بعض راویوں کی یہ حالت تھی کہ جب حدیث کے الفاظ ان کو بھول جاتے تو بنا بر احتیاط روایت حدیث سے ہچکچاتے تھے کہ مبادا وہ حضورؐ کا مفہوم ادا نہ کر سکیں۔ ان کا خیال یہ ہوتا تھا کہ چونکہ ان سے بڑھ کر حافظ و ضابط راوی موجود ہیں۔ اس لیے حدیث کو بیان نہ کرنے کی وجہ سے وہ کتمان علم کے مرتکب نہیں ہوں گے۔ اور بعض راویوں کا طرز عمل یہ تھا کہ جب حدیث کے الفاظ یا ان کا کچھ حصہ بھول جاتا تو وہ اس کا معنی و مطلب دوسروں تک پہنچا دیتے تاکہ وہ علم کے چھپانے والے نہ قرار پائیں۔

ایک صحابیؓ نے ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! بسا اوقات میں آپ سے ایک حدیث سنتا ہوں اور اسے پوری طرح ادا نہیں کر سکتا۔ ایک آدھ لفظ کی کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا ''جب تم کسی حرام چیز کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینے والے نہ بنو تو روایت بالمعنی میں کچھ مضائقہ نہیں۔ روایت بالمعنی کے مجوزین اس حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ نیز اس لیے کہ احادیث نبویہ کو دوسروں تک پہنچانا واجب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ بنا بریں جب حدیث کا کوئی لفظ ذہن سے اتر جائے اور اس کا معنی و مطلب معلوم ہو تو اس کی ادائیگی ہم معنی لفظ میں واجب ہوگی۔

مکحول ذکر کرتے ہیں کہ میں اور ابوازہر واثلہ بنؓ اسقع کے یہاں گئے اور عرض کی کہ ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپ نے بذات خود نبی کریم ﷺ سے سنی ہو۔ نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں وہم ہو نہ اضافہ نہ بھول چوک- واثلہؓ فرمانے لگے ''کیا تم میں سے کسی نے قرآن کا کچھ حصہ پڑھا ہے؟ ہم نے عرض کی ''جی ہاں!'' مگر ہمیں اچھی طرح یاد نہیں بلکہ ہم سے اس میں ایک آدھ لفظ کی کمی بیشی سرزد ہو جاتی ہے''- فرمایا: ''قرآن تمہارے سامنے لکھا گیا اور تم اسے یاد بھی کرتے ہو- اس کے باوجود تمہارا دعویٰ ہے کہ اس میں کمی بیشی ہو جاتی ہے- مگر احادیث کا معاملہ یکسر مختلف ہے- ممکن ہے ہم نے ایک حدیث صرف ایک ہی دفعہ حضورؐ سے سنی ہو اس لیے اگر ہم حضورؐ کا مفہوم اپنے الفاظ میں بھی ادا کر دیں تو تمہارے لیے یہی کافی ہے- (بیہقی)

ابو اویس مسنداً بیان کرتے ہیں کہ ہم نے زہری سے حدیث کے الفاظ میں تقدیم و تاخیر کے بارے میں دریافت کیا تو وہ فرمانے لگے تقدیم و تاخیر تو قرآن کی شرح و تفسیر میں بھی ہو سکتی ہے' حدیث میں کیوں نہیں ہو سکتی؟ جب تم حدیث کا مفہوم بیان کر دو اور کسی حلال چیز کی حرمت اور حرام چیز کی حلت کے موجب نہ بنو تو کچھ مضائقہ نہیں- وکیع فرمایا کرتے تھے کہ ''اگر روایت بالمعنیٰ کی اجازت نہ ہو پھر تو لوگ تباہ ہو گئے''-

جمہور علمائے سلف کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ جب حدیث کے الفاظ بھول جائیں تو روایت بالمعنیٰ جائز ہے- عہد سلف میں اسی پر عمل تھا- اسی سے علامہ ماوردی نے یہ بات اخذ کی ہے کہ روایت بالمعنیٰ کے جواز کے لیے حدیث کے اصلی الفاظ کا بھول جانا شرط ہے ماوردی فرماتے ہیں-

> ''اگر راوی حدیث کے الفاظ بھول گیا ہو تو روایت بالمعنیٰ کر سکتا ہے- اس لیے کہ اس نے نبی کریمؐ سے دو چیزیں اخذ کی تھیں- ایک لفظ اور دوسرے معنی- جب وہ ایک یعنی الفاظ کی ادائیگی سے قاصر ہے تو دوسرے یعنی معنی کا ادا کرنا اس پر واجب ہے- خصوصاً اس لیے کہ بعض اوقات اس کے ادا نہ کرنے سے ایک شرعی حکم کو چھپانا لازم آتا ہے- اگر نبی کریم ﷺ کے الفاظ راوی کو بھولے نہ ہوں تو وہ دوسرے الفاظ میں آپ کے مفہوم کو بیان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں کر سکتا- اس لیے کہ سرور کائنات ﷺ کے الفاظ میں جو وضاحت پائی جاتی ہے وہ دوسرے الفاظ میں نہیں''۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

''روایت بالمعنی کی شرط یہ ہے کہ حضورؐ کے الفاظ از قسم عبادت (مثلاً دعا وغیرہ) نہ ہوں- نیز ایک شرط یہ بھی ہے کہ حضورؐ کے وہ الفاظ جوامع الکلم (ایسے جامع الفاظ جو قلیل الالفاظ اور کثیر المعانی ہوں) کے قبیل سے نہ ہوں''۔

اصحابؓ رسولؐ کو جب روایت بالمعنی کی شدید ضرورت ہوتی یا حضورؐ کے الفاظ میں شک گذرتا' تو حدیث کے خاتمہ پر ایسے الفاظ فرماتے جن سے حزم و احتیاط کا اظہار ہوتا- حالانکہ وہ حضورؐ کا معنی و مفہوم سب سے بہتر جانتے تھے- اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ روایت بالمعنی خطرہ سے خالی نہیں ہے-

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک روز یہ الفاظ کہے کہ ''نبی اکرم ﷺ نے یوں فرمایا'' یہ کہہ کر آپ کی آنکھیں بھر آئیں- اور گردن کی رگیں پھول گئیں- پھر کہنے لگے "اَوْ مِثْلَهٗ اَوْنَحْوَهٗ اَوْ شَبِيْهٌ بِهٖ" یعنی آپ نے اسی قسم کے الفاظ اور اس سے ملتے جلتے الفاظ ارشاد فرمائے- (ابن ماجہ' حاکم)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب حدیث بیان کرتے تو کہتے ''آپ نے یوں فرمایا یا اس کی مانند''- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب حدیث بیان کر کے فارغ ہوتے تو کہتے "او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " (یا جیسے نبی اکرمؐ نے فرمایا)- (مسند دارمی' ابن ماجہ' احمد' الکفایہ)

روایت حدیث کرتے وقت صحابہؓ و تابعین کا یہ حال تھا کہ وہ روایت بالمعنی کی اجازت اس وقت دیتے تھے جب راوی کو حدیث کے الفاظ بھول گئے ہوں اور وہ حدیث جوامع الکلم اور دعائیہ کلمات پر مشتمل نہ ہو- پھر حدیث کے آخر میں ایسے الفاظ کہتے جو حزم و احتیاط کے آئینہ دار ہوتے- اور اگر حدیث کے الفاظ میں غلطی ہوئی یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شک گزرا ہو تو اسی وقت بیان کر دیتے- اس کی نظیر کوئی قوم کسی زمانہ میں پیش نہیں کر سکتی- یقین نہ آئے تو صحیحین اور دیگر کتب حدیث پر ایک نگاہ ڈال کر دیکھ لیجئے- آپ کو راویانِ حدیث کے حفظ و ضبط' امانت و دیانت اور حقیقت حال کا پتہ چل جائے گا۔

اولئك ابائی فجئنی بمثلهم   اذا جمعتنا یا جریر المجامع

(یہ ہیں میرے بزرگ! جب ہم تم کسی محفل میں شریک ہوں تو اے جریر اگر ہمت ہے تو تم بھی میرے جیسے بزرگ لے آؤ-)

صحابہ اکثر و بیشتر نبی اکرم ﷺ کے الفاظ ہی روایت کرتے تھے جو وہ آپ سے سنتے- وہ اس بات کے حد درجہ حریص تھے اس لیے کہ حضورؐ افصح العرب تھے اور آپ کی احادیث دین اسلام کا اہم جزو ہیں-

قرآن کریم میں فرمایا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى' اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾(النجم)

''اور ہمارا رسول اپنی مرضی سے نہیں بولتا وہ تو وحی ہے جو کی جاتی ہے''-

مندرجہ ذیل امور اس ضمن میں صحابہؓ کا ساتھ دیتے تھے-

ا- صحابہ کرامؓ بلا کا حافظہ رکھتے تھے- وہ حد درجہ ذہین و فطین تھے- قوت حافظہ کے سلسلہ میں عربوں کی عجیب و غریب کہانیاں تاریخ کے اوراق پر ثبت ہیں- صرف ایک دو دفعہ سن کر بڑے لمبے لمبے قصیدے اور خطبے انہیں یاد ہو جایا کرتے تھے- اور پھر تا زندگی نہ بھولتے- اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک ناخواندہ قوم کے ساتھ تعلق رکھتے تھے- ان کے سینے ان کے دفتر اور ان کے حافظے ان کی کتابیں تھیں- کثرت مشق سے ان کی قوت حافظہ بہت تیز ہو گئی تھی- سخت غلطی ہو گی کہ صحابہؓ کا موازنہ دیگر اقوام یا عصر حاضر کے لوگوں کے ساتھ کیا جائے-

ب- اکثر راویان حدیث نے احادیث نبویہ کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا- تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سہو و خطا یا پیرانہ سالی کی وجہ سے ضائع ہو جائیں- تابعین میں صحابہؓ کی نسبت کتابت حدیث کا زیادہ رواج تھا- اس طرح سینوں میں محفوظ رکھنے کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ کتابت حدیث احادیث نبویہ کے عوامل تحفظ میں سے ایک زبردست عامل کی حیثیت رکھتی تھی- صحابہؓ و تابعین میں سے جو حضرات کتابت حدیث کو ناپسند کرتے تھے- ان کا مطلب یہ تھا کہ کتابت پر بھروسہ کر کے حفظ و ضبط کو ترک نہ کیا جائے- یا اس لیے کہ انہوں نے بھی نبی کریمؐ سے یہ احادیث سن کر زبانی یاد کر رکھی تھیں- ان کا خیال تھا کہ ان کے تلامذہ بھی اسی طرح ان احادیث کو یاد کر لیں یا انہیں یہ خدشہ دامنگیر تھا کہ احادیث کی جمع و تالیف سے ان کی قوت حافظہ کمزور نہ پڑ جائے-

ج- جو مجالس احادیث کے اخذ و تحمل اور نقل و روایت کے لیے منعقد کی جاتی تھیں اور مختلف بلاد و امصار کے جو سفر طلب حدیث کے سلسلے میں اختیار کیے جاتے تھے' تحفظ حدیث کے سلسلہ میں بڑے کارآمد ثابت ہوئے- ان کی وجہ سے حدیثیں ان کے سینوں میں محفوظ رہیں- اور وہ احادیث میں تردد و تذبذب کی بیماری میں مبتلا ہونے سے بچ گئے- نبی اکرم ﷺ نے حدیثوں کی دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں جو حکم دیا تھا' صحابہؓ و تابعین نے بطریق احسن اس کی تعمیل کر دی- مختصر یہ کہ انہوں نے اپنی زندگی کتاب و سنت کے درس و تدریس اور نقل و روایت میں کھپا دی-

مندرجہ بالا وجوہ و اسباب کی روشنی میں ہم بڑے وثوق و اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ روایت بالمعنی کی اجازت اس وقت تھی' جب عربی زبان میں فساد اور بگاڑ پیدا نہیں ہوا تھا- لغت و شرع کے ائمہ کبار مجبوری کی صورت میں اس کی اجازت دیا کرتے تھے- مزید برآں صحابہؓ کو احادیث کے الفاظ میں نسیان کا جو عارضہ پیش آتا تھا وہ معمولی الفاظ میں ہوا کرتا تھا- مثلاً یہ کہ کوئی حرف عطف یا مفرد لفظ بھول جائے یا کوئی جملہ یاد نہ رہے-

۴- ایک عنوان یہ ہے کہ احادیث کے الفاظ میں جو فرق و اختلاف ہوتا ہے اس کی وجہ صرف روایت بالمعنی ہی نہیں بلکہ اس کے اور وجوہ بھی ہوتے ہیں- یہ سخت غلطی ہے کہ ایک ہی مفہوم ادا کرنے والی مختلف احادیث کے اختلاف الفاظ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت بالمعنی پر محمول کیا جائے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی مجالس زمان و مکان اور احوال و واقعات کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی تھیں۔ اسی طرح آپؐ کے سامعین بھی ایک طرح کے نہیں ہوا کرتے تھے۔ کوئی فتویٰ پوچھنے آتا' کوئی جھگڑا چکانے آتا' کوئی وفد کی صورت میں حاضر خدمت ہوتا۔ ان مجالس میں حضور کے الفاظ گرامی بلحاظ اختصار و طوالت وضوح و خفاء و تقدیم و تاخیر و حسب موقع و مقام مختلف ہوا کرتے تھے۔

مثلاً آپؐ سے افضل الاعمال کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضورؐ نے ہر سائل کو جدا گانہ جواب سے نوازا۔ اسی طرح جب آپؐ سے افضل الجہاد یا افضل الصدقہ یا "اَلْبِرّ و الْاِثم" کے معنی و مفہوم سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؐ نے ہر سائل کو جو جواب دیا' دوسرے سے مختلف تھا۔ ایک جاہل شخص خیال کر سکتا ہے کہ یہ ایک قسم کا تعارض ہے یا یہ کہ راویوں نے حدیث کے الفاظ کو اچھی طرح ضبط نہیں کیا۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ سرور کائنات ﷺ روحانی طبیب تھے۔ وہ ہر شخص کو اس کے حسب حال جواب دیتے تھے۔ یہ جواب یا تو اس کے لئے مفید ہوتا تھا۔ یا جملہ حالات میں سب لوگوں کے لئے سود مند ہوتا تھا۔ یا صرف اس حالت سے ہم آہنگ ہوتا۔ جس میں وہ سوال دریافت کیا گیا تھا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ اذان و اقامت و تشہد نیز نماز اور بعد از نماز پڑھے جانے والے اذکار و ادعیہ کے الفاظ مختلف ہیں۔ حالانکہ سب احادیث کے راوی عادل و ضابط ہیں۔ فن حدیث سے بیگانہ شخص یہ خیال کرے گا کہ ان میں تناقض پایا جاتا ہے۔ یا یہ کہ ان کے راوی حفظ و ضبط سے عاری ہیں یا اس کی وجہ روایت بالمعنی ہے۔ حالانکہ دراصل یہ سب نبی کریم ﷺ کے اپنے الفاظ ہیں۔ گویا آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ سب الفاظ جائز اور درست ہیں۔ اور ان کے ذریعے امت کو وسعت و سہولت دینا پیش نظر ہے۔

سرور کائنات ﷺ نے مدینہ وارد ہونے والے وفود کو جن تعلیمات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارشادات سے نوازا- اسی طرح حضورؐ نے جن صحابہؓ کو داعی و مبلغ بنا کر اطرافِ مدینہ میں بھیجا اور جو قیمتی مشورے ان کو مرحمت فرمائے- مزید برآں مختلف بلاد وامصار کے ملوک وسلاطین کو جو گرامی نامے ارسال کئے جو زریں نصائح سے معمور بھرپور تھے- ان سب کے الفاظ مختلف ہیں اور ان میں حسب موقع و مقام لوگوں سے ان کی عقل وفہم کے مطابق خطاب کیا گیا ہے-

حضور اکرم ﷺ جمعہ' عید' غزوات اور دیگر اہم مواقع پر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے- ان خطبات میں آپؐ اسلامی احکام پر روشنی ڈالتے- دین اسلام کے قواعد وضوابط جنت وجہنم کے حالات اور علاماتِ قیامت وعذاب قبر کا ذکر فرماتے- ان امور کا ذکر و بیان کرتے وقت موقع ومحل کی مناسبت سے آپؐ کے الفاظ کم وبیش اور مختلف ہوا کرتے تھے- سفر ہو یا حضر' آپؐ کی مجالس مبارکہ بکثرت ہوا کرتی تھیں- ان میں آپؐ دین کے احکام بیان فرماتے- لوگوں کی غلطیوں کی اصلاح فرماتے اور خدا سے ڈرتے رہنے کی تلقین فرماتے- اخلاق جلیلہ کی ترغیب فرماتے اور اخلاق ذمیمہ سے روکتے بسا اوقات ایسا ہوتا کہ عبرت آموزی کے نکتہ خیال سے آپؐ امم سابقہ کے احوال واخبار پر روشنی ڈالتے- ایسا کرتے وقت آپؐ کا طرز وانداز مختلف ہوتا تھا- اور آپؐ سامعین کے حالات کو پیش نظر رکھتے تھے- چنانچہ آپؐ کا ارشاد کبھی مفصل ہوتا اور گاہے مختصر- کبھی کھل کر بات کرتے اور گاہے مبہم ومجمل طور پر-

اب سوال یہ ہے کہ مندرجہ صدر بیانات کے پیش نظر حضورؐ کے الفاظ میں جو اختلاف وتنوع پایا جاتا ہے آیا اسے تناقض پر محمول کیا جائے؟ یا یہ کہا جائے کہ راویوں نے جو کچھ آپؐ سے سنا تھا- اس کو ضبط نہ کر سکے- اور روایت بالمعنی کی' جس کی وجہ سے یہ اختلاف وتناقض وجود پذیر ہوا- دراصل ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ تھی- بخلاف ازیں اس کی وجہ تعلیمی حکمتِ عملی وموقع محل کی مناسبت اور وحی الٰہی کی دعوت وتبلیغ میں تدریج وتلطف تھی اور بس- سرورکائنات ﷺ افراد کو وہی احکام و مسائل اور مواعظ ونصائح سنایا کرتے تھے جو ان کے حسب حال ہوتے تھے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دُور جانے کی کیا ضرورت ہے قرآن عزیز ہمارے سامنے ہے۔ جس میں باطل کا گزر کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ قرآن عزیز میں ایک ہی نبی کا واقعہ مختلف سورتوں میں جداگانہ اور متنوع طریقوں سے مذکور ہے۔ بعض جگہ پورا واقعہ مختصراً یا مفصلاً مذکور ہے ایسا بھی ہوا ہے کہ اس واقعہ کا ایک حصہ ایک سورت میں مذکور ہے اور دوسرا جزو دوسری سورت میں پھر ایک حصہ مختصراً مذکور اور دوسرا تفصیلاً۔ عبارت اور الفاظ میں ہر جگہ تنوع و اختلاف پایا جاتا ہے۔

مثلاً حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے حالات و واقعات کیا ہر واقعہ کے ذکر و بیان میں اختلاف کو تناقض پر محمول کیا جائے گا۔ جیسا کہ منافقین اور ملاحدہ کا خیال ہے؟ یا یہ کہ اس میں تناقض کی کوئی بات نہیں۔ بلکہ یہ مبنی برحق و صداقت ہے۔ واقعہ کا ایک جزو دوسرے کی تصدیق کرتا اور مفصل مجمل کی شرح و توضیح پیش کرتا ہے۔ واقعہ کا ایک جزو جو ایک جگہ مذکور ہے' اگر اس کے اطراف کو دوسری جگہ مذکور حصہ کے ساتھ ملا دیا جائے تو دونوں کے اجزاء مل جل کر پورے واقعہ کی تصویر سامنے آ جاتی ہے۔ یہ سب کچھ اختلاف حال و مقام کی وجہ سے ہوا۔ جیسا کہ علمائے راسخین پر بخوبی عیاں ہے۔ ان کے وردِ زبان ہمیشہ یہ الفاظ رہتے ہیں کہ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ''یہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے''۔

اگر قرآن عزیز حفظاً و کتابۃً بتواتر ثابت نہ ہوتا بلکہ حدیث نبوی کی طرح بطریق احاد منقول ہو کر ہم تک پہنچتا تو اس میں اسی شبہ کا اظہار کیا جا سکتا تھا جو حدیث کے بارے میں کیا جا رہا ہے۔ مگر خداوند کریم نے نقل متواتر کے ذریعے قرآن کریم کو شکوک و شبہات کی آماجگاہ بننے سے بچا لیا۔ تاکہ حدیث نبوی کی صداقت کے لئے عمدہ نمونہ قرار پائے۔ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ۔

۵۔ پانچواں عنوان یہ ہے کہ احادیث کے مشکوک ٹھہرنے سے باقی علوم بھی مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے علوم میں سے کوئی علم بھی ماسوا علم حدیث کے ایسا نہیں جس میں ثقہ اور ضابط شیوخ و اساتذہ تک اسانید پہنچانے کا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

التزام کیا گیا ہو- پھر یہ اسانید بھی متعدد و متنوع ہوں- اس کے ساتھ راویان حدیث... خواہ شیوخ ہوں یا تلامذہ... کے احوال و اخبار جرح و تعدیل رحلت و اقامت اور ان کی تاریخ ولادت و وفات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہو- صرف علم حدیث ہی اس سعادت سے بہرہ مند ہے کہ اس میں رجال و طبقات پر کتب تصنیف کی گئی ہیں- جن کا تعلق تمام عصور و ازمنہ کے ساتھ ہے- کتب اسماء الرجال کی مدد سے حدیث نبوی کے ہر راوی کے تفصیلی حالات معلوم کئے جا سکتے ہیں- اگر کوئی شخص ادب و تاریخ یا کسی دوسرے علم کے راویوں کے بارے میں اس قسم کی معلومات حاصل کرنا چاہے تو سعی بسیار کے باوصف اس سے قاصر رہے- خواہ وہ کتنا ہی ذہین و فطین ہو اور اس کے پاس مراجع و مصادر کی کتنی ہی فراوانی کیوں نہ ہو-

خداوند کریم و رحیم نے سنت نبوی کے لئے یہ سعادت مقدر کر رکھی تھی- کہ ہر قریہ اور ہر زمانہ میں اکابر ائمہ حدیث اور جلیل القدر علماء اس کی خدمت و حفاظت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں گے- اس لئے کہ حدیث نبوی بنصِ قرآنی وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ قرآن عزیز کی شارح اور اس کے مقاصد و غایات کی تفصیل پیش کرتی ہے- لہٰذا حدیث کی حفاظت گویا قرآن کی حفاظت ہے- اور اس میں توجہ و انہماک خواہ درس و تدریس کی شکل میں ہو یا سند و متن کے اعتبار سے قرآن عزیز ہی میں محنت و کاوش کا مترادف ہے- جس کی بقا کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے- ارشاد خداوندی ہے-

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾

''ہم نے ہی قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''-

اگر ہم اعداءِ اسلام اور داعیانِ دہریت و الحاد کی باتوں پر کان دھر کر ان کے مزعومہ شکوک و شبہات کو ور خورِ اعتنا سمجھ لیں تو تمام علوم سے ہمارا اعتماد اٹھ جائے گا- اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر علوم و فنون کے بانی علماء نے اس محنت و کاوش اور تحقیق و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمحیص کا عشر عشیر بھی صرف نہیں کیا- جو محدثین نے حدیث کی حفاظت و صیانت' اس کی چھان پھٹک اور راویوں کے احوال و اخبار کے معلوم کرنے کے سلسلہ میں انجام دی تھیں- جب حدیث نبوی کے مستحکم قلعہ جس کے استحکام کی شہادت تاریخ کے اوراق بھی پیش کرتے ہیں' مہندم ہو گیا تو کوئی علم بھی ایسا باقی نہیں رہے گا۔ جس کی جانب ہم رجوع کریں۔ اور اس کو وثوق و اعتماد کی نگاہ سے دیکھیں- اس سے بڑھ کر حماقت و جہالت اور کیا ہو سکتی ہے-

بے دین منکرین کے عزائم و مقاصد کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت اُبھر کر سامنے آتی ہے کہ یہ لوگ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینا چاہتے ہیں- یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ حاملین سنت پر بہتان طرازی کر کے اور حسد و عداوت کی بنا پر ان کو ہدف طعن و جرح بنا کر لوگوں کو حدیث نبوی کی پیروی سے روکتے ہیں- حیرت یہ ہے- کہ اس کا نام انہوں نے آزاد تنقید' تحقیق مطالعہ اور طریقہ علمیہ رکھا ہے- اور اس پر طرفہ یہ کہ جہلاء اور زنادقہ نے جو حدیثیں وضع کی تھیں اس کی ذمہ داری وہ سنت نبوی کے حامی علماء پر ڈالتے ہیں- ستم بالائے ستم یہ ہے کہ کتب ادب و تاریخ اور جاہل شیعہ اور معتزلہ سے ضعیف حدیثیں نقل کرتے ہیں- اور ان کی بنا پر ان احادیث کو رد کر دیتے ہیں- جن کی صحت پر اجماع ہو چکا ہے- جب ان احادیث ضعیفہ کو نقد و جرح کی ترازو میں رکھ کر جانچا پرکھا جاتا ہے تو ان کی قلعی کھل جاتی ہے-

زنادقہ نے ایک حدیث وضع کر رکھی ہے- جس کو محدثین کی نگاہ میں کوئی اہمیت حاصل نہیں-

وہ حدیث یہ ہے کہ

((ما اتاکم عنّی فاعر ضوہ علی کتاب اللّٰہ))

''میری طرف سے جو حدیث تمہارے پاس پہنچے اسے کتاب الٰہی پر پرکھ لیا کرو''-

منکرین حدیث اس موضوع حدیث کی بنا پر بکثرت ایسی احادیث کو ٹھکرا دیتے ہیں جن کو علماء ہر جگہ اور ہر موقع پر قبول کرتے چلے آئے ہیں- بظاہر وہ قرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عزیز کی عزت و عظمت کا ڈھنڈورا پیٹتے نظر آتے اور کہتے پھرتے ہیں کہ قرآن کے سوا دوسری کوئی چیز حجت نہیں۔

حدیث نبوی کے سلسلہ میں یہ ایک گروہ کا حال ہے۔ دوسرے فریق نے تاویلاتِ باطلہ کے ذریعے قرآن کریم کو بازیچہ طفلاں بنا کر رکھ دیا ہے۔ یہ لوگ تجدید کے علمبردار اور قدامت کے خلاف ہیں۔ مگر نصب العین دونوں کا ایک ہی ہے اور وہ ہے... اسلام کو ملیامیٹ کرنا اور لوگوں کو اس کی پیروی سے باز رکھنا... مگر خداوند کریم نے اصحاب امانت و دیانت علماء کے ذریعے اپنے دین کو بچا لیا۔ علما نے ان کی اباطیل کا توڑ مہیا کیا اور یہ بے دین اپنے عزائم قبیحہ میں خائب و خاسر ہوئے۔

وَ يَأْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ.

۶- چھٹا عنوان یہ ہے کہ علماء نے بعض احادیث کو ترک کیوں کیا؟ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ حدیث کی وقعت و اہمیت کے قائل نہ تھے اور وہ خواہشاتِ نفس کے بندے تھے۔ پناہ بخدا ایسا ہرگز نہیں۔ وہ دین کے رہنما و پیشوا اور حامی سنت تھے۔

قرآن عزیز میں فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''جو لوگ نبی اکرم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہئے کہ وہ فتنہ کی لپیٹ میں آ جائیں یا دردناک عذاب میں مبتلا ہوں''۔

﴿وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

''اور خواہش کی پیروی نہ کرو وہ تجھے اللہ کی راہ سے برگشتہ کر دے گی''۔

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾

''اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو ہدایت خداوندی کے سوا اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے''۔

سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا اس کی خواہشات جب تک دین کے تابع نہ ہو جائیں جس کو میں لایا ہوں''۔ (بخاری و مسلم)

حدیث میں ترک عمل کی علماء کے نزدیک کئی صورتیں ہیں۔

۱۔ وہ حدیث انہیں پہنچی نہ ہو۔

۲۔ حدیث تو ان کو پہنچ گئی مگر ان کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔

۳۔ حدیث صحیح بھی ہے مگر شریعت کی کوئی قوی تر دلیل اس کی معارض ہے۔

۴۔ وہ حدیث منسوخ ہے۔

دیگر وجوہ جن کی تفصیل شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے اپنے رسالہ ''رفع الملام عن الائمۃ الاعلام'' میں پیش کی ہے۔ ہم قبل ازیں مقدمہ میں بحث کر چکے ہیں اور اب اس میں مزید اضافہ کر دیتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

اول: وہ عقائد جن پر اسلام کی صحت موقوف ہے عقلی و نقلی دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات اور وحدانیت پر ایمان۔ ذاتِ باری کا اوصافِ کمال و جلال کے ساتھ متصف اور علاماتِ حدوث و نقصان سے پاک ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں اور اچھی و بری تقدیر پر ایمان لانا۔ بعث بعد الموت پر ایمان' جنت و جہنم کی جزا و سزا پر ایمان۔

اس قسم کے عقائد یا تو صریح عقل اور نصوصِ قرآن سے ثابت ہوتے ہیں اور یا ان احادیث سے جو لفظاً و معناً متواتر ہوں۔ اگر اس ضمن میں کوئی حدیث غیر متواتر بھی وارد ہو تو اس کو رد نہیں کر دینا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ دلیل قطعی کی مؤید ہے۔

جہاں تک ان عقائد کا تعلق ہے جن پر ایمان و اسلام کا تحقیق موقوف نہیں تو ان کو ایسی اخبارِ آحاد صحیحہ کے ذریعے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ جو قرآن کریم' احادیث متواترہ' اجماع اور عقلِ صریح کے معارض نہ ہوں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا اوصافِ کمال میں سے کسی کے ساتھ تفصیلاً موصوف ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ۔ آئندہ پیش آنے والے غیبی واقعات سے آگاہ کرنا۔ قبر کا عذاب و ثواب' روز قیامت شفاعت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفصیلات نیز وزنِ اعمال ورؤیتِ باری تعالیٰ وغیرہ-

مزید برآں ایسے عقائد کے بارے میں جو احادیث آحاد وارد ہوتی ہیں' اکثر و بیشتر ان کے طرق واسانید متعدد ہوتے ہیں اور اس طرح وہ شہرت یا تواتر کے درجہ تک پہنچ جاتی ہیں- بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث میں کوئی خاص قرینہ پایا جاتا ہے' یا کسی قرآنی آیت یا اجماع سے اس کی تائید وحمایت ہوتی ہے- جس سے وہ یقینی اور قطعی دلیل کا درجہ حاصل کر لیتی ہے- ایسے عقائد کا منکر شخص خود بھی گمراہ' فاسق' بدعتی ہے- اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے-

دوم: قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حدیث غیر متواتر' جس کو محدثین کی اصطلاح میں خبر واحد کہتے ہیں' اس سے ایسے عقائد کے بارے میں احتجاج کر سکتے ہیں- جس پر اصل ایمان موقوف نہ ہو- اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے عقائد میں ظن قوی ہی کافی ہے- یا اس لئے کہ اکثر محققین کے نزدیک خبر واحد سے بھی یقینی علم حاصل ہوتا ہے- خصوصاً جب اس کے طرق متعدد ہوں- یا ظواہر قرآن سے اس کی تائید ہوتی ہو- یا اُس پر علمائے دین کا اجماع منعقد ہو چکا ہو-

امام مالک' احمد بن حنبل اور محدثین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ خبر واحد صحیح سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے- امام ابن حزم نے اس کو داؤد ظاہری سے نقل کیا اور خود اس کی تائید کی ہے- حافظ ابن حجر عسقلانی شرح نخبہ میں لکھتے ہیں کہ خبر واحد جس میں کوئی قرینہ پایا جاتا ہو' یقینی علم کا فائدہ دیتی ہے- مثلاً وہ حدیث جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہو یا حدیث مشہور جب متعدد طرق سے منقول ہو اور ضعفِ رواۃ و علل سے پاک ہو- یا وہ حدیث مسلسل جس کے تمام راوی امام اور حافظ ہوں اور وہ حدیث غریب بھی نہ ہو"- (شرح نخبہ)

امام بخاری نے اپنی صحیح کے آخر میں "کتاب التوحید" کے نام سے ایک عنوان قائم کیا ہے- جس میں احادیثِ صحیحہ میں سے اخذ کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے اوصاف جلال وکمال ثابت کئے ہیں- اس کی شرح وتوضیح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عسقلانی فرماتے ہیں۔

''امام بخاری نے کتاب التوحید میں یہ انداز اختیار کیا ہے کہ وہ صفاتِ باری سے متعلق احادیث ذکر کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر حدیث ایک باب میں ذکر کرتے ہیں اور اس کی تائید میں ایک قرآنی آیت لاتے ہیں۔ یہ طرز و انداز اختیار کر کے امام بخاری نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ اخبار آحاد سے صفات الٰہی کا اثبات نہیں ہوتا۔ نیز یہ کہ جو شخص صفاتِ الٰہی سے انکار کرتا ہے وہ کتاب و سنت دونوں کا منکر ہے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب ''کتاب الردّ علی الجهميه'' میں بسند صحیح امام بخاری کے شیخ الشیخ سلام بن ابی مطیع کے بارے میں نقل کیا ہے کہ موصوف نے مبتدعین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''خدا انہیں غارت کرے وہ احادیث کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ بخدا حدیث میں کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ مثلاً مندرجہ ذیل قرآنی آیات۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ﴾

﴿وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾

﴿مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾

اور دیگر آیات۔ سلام بن ابی مطیع عصر سے لے کر تا غروب آفتاب قرآنی آیات تلاوت کرتے رہے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۰۴)

سوم: صفات الٰہی: امام محمد بن حسن شیبانی فرماتے ہیں۔

''مشرق و مغرب کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ خداوند کریم کی جو صفات قرآنِ کریم اور احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں بلا تشبیہ و تمثیل ان پر ایمان لایا جائے۔ جو شخص جہم بن صفوان کی پیروی میں صفاتِ الٰہی کی تفسیر و توضیح کرتا ہے وہ رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کی جماعت سے باہر نکل گیا۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کو ''لاشئ'' (کچھ نہیں) قرار دیتا ہے''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

محدث ابن ابی حاتم مناقب شافعی میں یونس بن عبدالاعلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو فرماتے ہوئے سنا کہ "اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہیں جن کو کوئی شخص رد نہیں کر سکتا- جو شخص حجت ثابت ہو جانے کے بعد اس کی خلاف ورزی کرے- اس نے کفر کا ارتکاب کیا- البتہ قیام حجت سے پہلے بنا بر جہالت اس کو معذور تصور کیا جا سکتا ہے- اس لئے کہ صفاتِ الٰہی کا علم عقل و فکر سے حاصل نہیں ہو سکتا- ہم صفاتِ الٰہی کا اثبات کرتے اور تشبیہ و تمثیل کی نفی کرتے ہیں- جیسا کہ خود اس نے فرمایا-

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾

"اس جیسی کوئی چیز نہیں"-

امام ترمذی فرماتے ہیں-

"یہ روایات ثابت ہیں اس لئے ہم ان پر ایمان لاتے ہیں اور کسی وہم میں مبتلا نہیں ہوتے- ہم یہ نہیں کہتے کہ صفاتِ الٰہی کی کیفیت کیا ہے- امام مالک ابن عیینہ اور ابن مبارک بھی صفاتِ الٰہی کو بلا کیف تسلیم کرتے ہیں- اہل السنّت علماء کا یہی نقطہ نظر ہے- البتہ جھمیہ صفاتِ الٰہی کے منکر ہیں- ان کے نزدیک صفاتِ الٰہی کا اثبات تشبیہ ہے-

اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ "تشبیہ اس وقت لازم آتی ہے جب یہ کہا جائے کہ اللہ کے ہاتھ ہمارے جیسے اور اس کے کان ہمارے کانوں جیسے ہیں"- سورۃ المائدہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بقول ائمہ کرام ہم ان احادیث پر بلا تشریح و تفصیل ایمان لاتے ہیں- امام ثوری' مالک' ابن عیینہ اور ابن مبارک کا یہی زاویہ نگاہ ہے"-

امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں-

"جو صفاتِ الٰہی کتاب و سنت میں وارد ہوئی ہیں اہل السنّت اجماعاً ان کو بلا کیف تسلیم کرتے ہیں- البتہ جھمیہ خوارج اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اس کا اقرار و اعتراف "تشبیہ" ہے- اہل السنّت جھمیہ کو "معطلہ" کہتے ہیں- اس لئے کہ وہ ذاتِ الٰہی کو صفاتِ الٰہی سے عاری مانتے ہیں"-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام الحرمین ''الرسالۃ النظامیہ'' میں فرماتے ہیں۔

''صفاتِ الٰہی کے بارے میں علماء کے نظریات مختلف ہیں۔ بعض علماء کتاب و سنت میں وارد شدہ صفات کی تاویل کرتے ہیں۔ ائمہ سلف ان کی تاویل نہیں کرتے بلکہ ان کو ظاہر پر محمول کر کے ان کے معانی اللہ تعالیٰ کو تفویض کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ہماری ذاتی رائے جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں علمائے سلف کا اتباع ہے۔ اس لئے کہ قطعی دلیل سے اجماعِ امت کی حجیت ثابت ہوتی ہے۔ اگر صفاتِ الٰہی کی تاویل ضروری ہوئی تو وہ فروعی مسائل میں مشغول ہونے کے بجائے ان کی تاویل کا اہتمام کرتے۔ جب اکثر عصر صحابہ و تابعین کا اجماع تاویل سے باز رہنے پر ہوا تو ہمیں بھی اس روشنی پر چلنا چاہئے''۔ (فتح الباری ج ۱۳ص ۳۴۲)

مندرجہ صدر بیان سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ائمہ سلف نے ان احادیث صحیحہ کو رد نہیں کیا جو صفاتِ الٰہی پر مشتمل ہیں۔ بلکہ وہ ان پر اسی طرح ایمان لائے تھے۔ جس طرح وہ وارد ہوئی تھیں۔ البتہ وہ ان کے معانی و مطالب میں نہیں الجھتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کی مشابہت سے پاک خیال کرتے تھے۔ احادیث صحیحہ کا انکار علمائے سلف نے نہیں بلکہ جہمیہ اور دیگر مبتدعین نے کیا ہے۔ اور ان کو قرون ثلاثہ کے علماء میں کوئی قدر و منزلت حاصل نہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

''اہل الحدیث کے سوا دوسرے لوگوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ احادیث صحیحہ کو رد کر دیتے ہیں۔ ائمہ حدیث کو ہدفِ نقد و جرح بناتے ہیں۔ حالانکہ ان کی مرویات میں توجیہہ و تاویل کی گنجائش ہوتی ہے۔ اس کی وجہ قصورِ فہم و ادراک کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس لیے شارح کرمانی کا قول ہے کہ ثقہ راویوں کو خطا کار قرار دینے کی ضرورت نہیں۔ صفاتِ الٰہی سے متعلق جو احادیث انہوں نے روایت کی ہیں، ان کا حکم وہی ہے جو متشابہات کا ہوتا ہے۔ یعنی یا تو ان کا معنی و مفہوم اللہ تعالیٰ کو سونپ دیا جائے اور یا ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاویل کی جائے''۔ (فتح الباری ج ۱۳ص ۳۳۹)

قبل ازیں ہم اس حقیقت پر روشنی ڈال چکے ہیں کہ علمائے سلف تفویض (صفات الٰہی کا معنی و مطلب اللہ تعالیٰ کو سونپنا) کی روش پر گامزن تھے لہٰذا ہم بھی اس کے سوا کسی اور بات کو تسلیم نہیں کرتے۔

چہارم: نصوص شرعیہ کو ان کے ظواہر پر محمول کیا جائے گا۔ بشرطیکہ عقل صریح یا نقل صحیح یا اجماعِ ظاہر کی بنا پر ان کو ظاہری مفہوم سے ہٹانا ضروری نہ ہو' نصوص کو کسی طرح بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح خواہش نفس کی بنا پر یا غائب کو حاضر پر قیاس کر کے یا استبعادِ عادی کے باعث کسی نص کے ظاہری مفہوم کو رد نہیں کر سکتے۔ اسی طرح کسی نص کے ظاہری مفہوم کو اس لئے بھی تبدیل نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ان اصول وقواعد کے خلاف ہے جس پر یہ جہان چل رہا ہے۔ جس میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ہر جہان کا ایک اپنا نظام ہے جو اس کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے اپنے اصول وقواعد ہیں جن کے مطابق وہ چل رہا ہے۔

بنا بریں ان احادیث کو رد کر دینے کی کوئی وجہ جواز نہیں۔ جن میں دجال یا نزول عیسیٰ علیہ السلام یا آفتاب کے مغرب سے طلوع پذیر ہونے کا ذکر کیا گیا ہے یا وہ احادیث جن میں عذاب قبر یا نبی کریم ﷺ کی شفاعت یا رؤیت باری تعالیٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح ان احادیث کو تسلیم نہ کرنا سخت غلطی ہے۔ جن میں نبی کریم ﷺ کے سینہ کو چاک کرنے کا ذکر کیا گیا ہے یا چاند کے شق ہو جانے کا ذکر ہے یا اسراء، معراج اور حضور اکرم ﷺ کے حسی معجزات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

جب ان سب خارقِ عادت امور وافعال کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے تو اس پر اعتراض کیا ہے؟ آسمان ہو یا زمین' اللہ تعالیٰ کسی امر کے انجام دینے سے بھی قاصر و عاجز نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ معجزات کی اساس خوارقِ عادت پر رکھی گئی ہے۔ ورنہ ان کو معجزہ قرار دینا ہی درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس شخص کو جس بات سے نوازنا چاہے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ آیت قرآنی ﴿لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ معجزات کے منافی نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کا تعلق اہل اسلام اور کفار کی جنگ کے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو آزماتا ہے۔ آخر کار غلبہ مسلمانوں ہی کو ہوتا ہے۔ جس لوگ رسولوں کی تکذیب کرتے اور ان کے احکام سے بغاوت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت گرفت کرتا ہے۔

قرآن کریم میں فرمایا:

"اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہوں نے اپنے رب اور رسولوں کے حکم سے بغاوت کی۔ ہم نے ان کا سخت محاسبہ کیا اور بہت بری طرح عذاب میں مبتلا کیا۔ اس نے اپنے کیے کا مزا چکھا اور اس کا انجام خسارے کا ہوا۔ اور اگر کفار تم سے لڑیں تو پیٹھ پھیر جائیں گے اور کوئی دوست اور مددگار نہ پائیں گے۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو اس سے قبل جاری رہی ہے"۔

یہ ہے ان آیات کا سیاق وسباق یہ حد درجہ کی حماقت ہوگی کہ صرف ظاہری آیت کو دیکھ کر بلا سوچے سمجھے ان احادیث کا انکار کر دیا جائے۔ قرآن عزیز نے صراحۃً بعض انبیاء کے حسی معجزات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ و عیسیٰ وابراہیم علیہ السلام اب سوال یہ ہے کہ کیا زنادقہ اور ملاحدہ کی طرح ان معجزات کا صرف اس لئے انکار کر دیا جائے کہ یہ خارقِ عادت ہیں؟ یا راسخین فی العلم کی طرح ان نصوص کو یہ کہہ قبول کیا جائے کہ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا۔

اس میں شبہ نہیں کہ اہل حق ہی کا مسلک قرین حق وصواب ہے۔ اس لئے کہ احادیث بھی خدا کی نازل کردہ ہیں۔ قرآن عزیز میں فرمایا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾

"اور ہمارا رسول اپنی مرضی سے نہیں بولتا وہ تو وحی ہے جو کی جاتی ہے"۔

پنجم: پانچواں عنوان احادیث نبویہ سے لغت ونحو میں استشہاد کرنے سے متعلق ہے۔

ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ کتب حدیث کی تدوین کے بعد روایت بالمعنی کا جواز باقی نہیں رہا۔ روایت بالمعنی کا رواج پہلی صدی ہجری میں عربی زبان میں بگاڑ پیدا ہونے سے قبل اگرچہ پایا جاتا تھا مگر بہت کم اور شاذ ونادر۔ راویانِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث اس بات کے دلدادہ تھے کہ حدیث کی روایت سرور کائنات ﷺ کے اصلی الفاظ میں کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ محققین علمائے عربیت نے احادیث نبویہ سے اثبات لغت وقواعد نحو کے سلسلہ میں استشہاد کو جائز قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل اکابر کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

علامہ رضی، البدر الدمامینی، صاحب خزانۃ الادب، ابن مالک،

خزانۃ الادب کی عبارت اس ضمن میں نہایت جامع ہے۔ فرماتے ہیں۔

''ابن مالک کے لغت ونحو کے سلسلہ میں حدیث نبوی کے ساتھ استدلال جائز ہے۔ شارح رضی کا نقطہ نظر بھی یہی ہے۔ مگر ان کے نزدیک اہل بیت کے کلام سے بھی احتجاج درست ہے۔ ابوحیان اور ابن الصائع حدیث نبوی سے احتجاج جائز نہیں سمجھتے۔ وہ اس کی دو دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ احادیث نبی اکرم ﷺ کے الفاظ میں روایت نہیں کی گئیں بلکہ ان کی روایت بالمعنی کی گئی ہے۔

۲۔ بصرہ وکوفہ کے متقدمین علمائے نحو احادیث سے احتجاج نہیں کرتے۔

پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ روایت بالمعنی اس وقت کی جاتی تھی جب کتب حدیث کی تدوین نہیں ہوئی اور عربی زبان بگاڑ اور فساد سے محفوظ تھی۔ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایک لفظ کی بجائے دوسرا لفظ رکھ دیا جائے۔ لہٰذا اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اور احتجاج درست ہے۔ مزید برآں لغوی استشہاد کے لئے یقین شرط نہیں، بلکہ ظنی علم کافی ہے۔

دوسری دلیل کو یوں رد کیا گیا ہے کہ کوفہ وبصرہ کے علمائے نحو کے استدلال نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث نبوی کے ساتھ احتجاج درست ہی نہیں۔

اس ضمن میں صحیح مسلک یہ ہے کہ حدیث نبوی کے ساتھ احتجاج درست ہے۔ جیسا کہ شارح رضی نے کہا ہے کہ اقوال صحابہؓ واہل بیت کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے گا''۔ (خزانۃ الادب ج۱ ص۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آگے چل کر خزانۃ الادب کا مصنف ''الدمامینی'' سے اس مسلک کی تردید نقل کرتا ہے کہ حدیث سے احتجاج درست نہیں- چنانچہ وہ رقمطراز ہے-

''البدر الدمامینی نے شرح تسہیل میں حدیث نبوی سے لغت میں احتجاج نہ کرنے کی بہت عمدہ تردید کی ہے- وہ لکھتے ہیں کہ تسہیل کے مصنف ابن مالک نے احادیث سے بکثرت احتجاج کیا ہے- ابوحیان ابن مالک کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حدیث سے استدلال درست نہیں- کیونکہ اس میں روایت بالمعنیٰ کا احتمال ہے- اس لئے پورے وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ آنحضورؐ ہی کے الفاظ ہیں- تاکہ ان کے ساتھ احتجاج کیا جا سکے- الدمامینی کہتے ہیں کہ جب میں نے ابوحیان کا یہ قول اپنے استاد کو بتایا تو انہوں نے ابن مالک کی رائے کو درست ٹھہرایا- اس لئے کہ یہاں یقین مطلوب نہیں بلکہ ظن غالب کافی ہے- جس پر شرعی احکام کی اساس رکھی گئی ہے مفردات الفاظ اور قوانین اعراب کے سلسلہ میں بھی ظن غالب کو کافی تصور کیا جاتا ہے- اس لئے ان تمام مواقع پر ظن پر اکتفا کرنا چاہیے-

اس میں شبہ نہیں کہ حدیث نبوی کے جن الفاظ کے ساتھ استشہاد کیا جا رہا ہے ظن غالب کی حد تک وہ نبی کریمؐ سے منقول ہیں اور دوسرے الفاظ میں تبدیل نہیں ہوئے- اس لئے کہ اصل ان کا تبدیل نہ ہونا ہے- خصوصاً جب کہ حدیث نبوی کے رواۃ و ناقلین اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ حتیٰ الامکان آنحضور ﷺ کے الفاظ کو تبدیل نہیں کرنا چاہیے- اور جو شخص روایت بالمعنیٰ کو جائز قرار دیتا ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ عقل انسانی اس کے جواز کے حق میں ہے- ضروری نہیں کہ روایت ہمیشہ دوسرے الفاظ ہی میں کی جائے جو اصلی نہ ہوں- یہی وجہ ہے کہ روایت بالمعنیٰ کو جائز قرار دینے کے باوجود محدثین آنحضورؐ کے اصلی الفاظ روایت کرنے پر زور دیتے رہے ہیں- بنا بریں ظن غالب یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اصلی الفاظ تبدیل نہیں ہوئے اس لئے تبدیل الفاظ کا احتمال نہایت کمزور ہوگا- اور اس کو معتبر نہیں سمجھا جائے گا- لہٰذا وہ صحت استدلال میں خلل انداز نہ ہوگا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ روایت بالمعنی کے سلسلہ میں جو اختلاف پایا جاتا ہے- وہ ان احادیث کے بارے میں ہے جو کتب حدیث میں مدون نہ ہوئی ہوں جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے۔ جو کتبِ حدیث میں کی یکجا کر دی گئی ہیں- ان کے الفاظ کو ہرگز تبدیل نہیں کیا جا سکتا- اور اس میں کوئی اختلاف ونزاع نہیں پایا جاتا- محدث ابن الصلاح روایت بالمعنی کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں-

> ''ہمارے علم کی حد تک جو احادیث کتب حدیث میں یکجا ہیں' ان کے بارے میں یہ اختلاف باقی نہیں رہا- اب کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی تالیف شدہ کتاب کے الفاظ کو ہٹا کر اس کی جگہ دوسرے الفاظ ثبت کر دے''- (مقدمہ ابن الصلاح)

اس میں شک نہیں کہ احادیث و اخبار کی جمع و تدوین صدرِ اوّل میں عربی زبان میں فساد پیدا ہو جانے سے قبل عمل میں آ گئی تھی- جب کہ ان کے ساتھ احتجاج جائز اور درست تھا- روایت بالمعنی کی صورت میں جو تبدیلی ہوئی وہ اس نوع کی تھی کہ ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ رکھ دیا گیا- لہٰذا جب پہلے لفظ کے ساتھ احتجاج درست تھا تو جو لفظ اس کی جگہ رکھا گیا- اس کے ساتھ بھی جائز ہونا چاہئے- اس لئے کہ صحت استدلال کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں- (صاحب خزانۃ الادب کی تحریر ختم ہوئی)

سید رشید رضا کا موقف:

شیخ محمد رشید رضا صاحب مجلّہ المنار نے رسالہ مذکور کی مجلد دہم کی دسویں جز میں ''تدوین حدیث'' سے متعلق ایک مقالہ تحریر کیا ہے- جس میں علماء کے عام طریق سے ہٹ کر بحث کی ہے- ہم ان کی تحریر کا خلاصہ ذکر کر کے اس کی تردید کرتے ہیں-

اول: سید رشید رضا رسالہ مذکور کے صفحہ ۷۵۴ پر لکھتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری میں تابعین میں سے جس شخص نے احادیث نبویہ کو ایک کتاب کی صورت میں مرتب کیا وہ خالد بن معدان حمصی تھے- منقول ہے کہ وہ ستر صحابہؓ سے مل چکے تھے- ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بجیر کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے خالد سے بڑھ کر علم کا شائق نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیکھا اس نے اپنے علم کو ایک رسالہ میں جمع کر کے اس کو مفصل کر رکھا تھا''۔

شیخ موصوف مزید لکھتے ہیں۔

''خالد نے اپنی معلومات کو ایک تصنیف میں جمع کر کے اس کو ہر طرح محفوظ کر رکھا تھا۔ تاکہ ضائع نہ ہو جائے۔ یہ پہلی صدی ہجری کا واقعہ ہے۔ اس لیے کہ خالد کی وفات ۱۰۳ھ یا ۱۰۴ھ میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔ بخلاف ازیں مشہور یہ ہے کہ سب سے پہلے حدیثیں ابن شہاب زہری نے جمع کیں۔ مگر شیخ رشید نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اس کے اثبات میں وہ صرف بحیر کا قول خالد بن معدان کے بارے میں پیش کرتے ہیں۔ اور کوئی دلیل مذکور نہیں۔ حالانکہ بحیر کے قول سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ اس ضمن میں خالد کو اوّلیت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ خالد نے جو کتاب مرتب کی تھی، وہ ان کی ذاتی کاوش تھی۔ جو انہوں نے اپنے لیے انجام دی تھی۔ خالد سے پہلے یہی کام حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کر چکے تھے''۔

بحیر نے خالد کے بارے میں جو شہادت دی ہے وہ صرف اس حد تک ہے کہ خالد کثیر العلم تھے۔ اور اپنی معلومات کے کھو جانے کے ڈر سے ایک کتاب میں مرتب کرتے جاتے تھے۔ یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ ابن شہاب خالد بن معدان سے بڑھ کر علم کے شیفتہ و فریفتہ اور تدوین حدیث کے اس سے بڑھ کر شائق تھے۔ ان کا حافظہ بھی نہایت قوی تھا۔ تابعین میں سے سب سے پہلے تدوین حدیث کا بیڑا امام زہری نے اٹھایا۔ شیخ رشید نے بذات خود امام زہری کی مدح و ستائش سے متعلق علماء کے جو اقوال نقل کیے ہیں، وہ خالد کے بارے میں بحیر کے قول سے زیادہ زوردار ہیں۔ پھر انہوں نے زہری کو حدیث نبوی کا اولین جامع و مدون کیوں قرار نہ دیا؟

شیخ رشید فرماتے ہیں: صفحہ ۷۶۵

دوم: کتابت حدیث کے بارے میں جو احادیث صحیحہ وارد ہوئی۔ ان سے علی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الاطلاق کتابت حدیث کی اجازت مستفاد نہیں ہوتی - بلکہ ان کا تعلق خاص مواقع و موضوعات کے ساتھ ہے- اور جن احادیث سے مطلقاً کتابت حدیث کی اجازت مفہوم ہوتی ہے وہ ضعیف اور نا قابل احتجاج ہیں- مثلاً مندرجہ ذیل احادیث-

۱- ابو ہریرہؓ سے مروی یہ حدیث کہ ''ابوشاہ کو لکھ دو'' اگرچہ بخاری و مسلم کی حدیث ہے- مگر خاص موقع پر وارد ہوئی ہے- ابو ہریرہؓ سے امام بخاری نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا''- ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو جس کا حافظہ خراب تھا' اس بات کی اجازت دی کہ وہ لکھ لیا کرے-

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کہ ''لکھ کر علم کو محفوظ کر لیا کرو- ضعیف ہے-

۳- حضرت ابوبکرؓ سے منقول حدیث کہ ''جس شخص نے کوئی حدیث تحریر کی- جب تک وہ حدیث باقی رہے گی- اس کے لیے اجر و ثواب لکھا جاتا رہے گا''- ابن عساکر نے اس کو اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے- یہ حدیث بھی ضعیف ہے-

۴- حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم آپ سے جو باتیں سنتے ہیں' کیا ان کو لکھ لیا کریں؟ فرمایا لکھ لیا کرو- اس میں کچھ مضائقہ نہیں - اس حدیث کو حکیم ترمذی' طبرانی اور خطیب نے روایت کیا ہے- یہ حدیث بھی ضعیف ہے-

۵- حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ ''علماء کے رخصت ہو جانے سے پہلے علم کو قلم بند کر لو''- ابن النجار نے اس کو اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے- یہ ضعیف بلکہ موضوع ہے-

۶- ابو جحیفہ کہتے ہیں' میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کی' کیا آپ کے پاس قرآن کے سوا کوئی اور چیز بھی موجود ہے جو آپ نے رسول کریمؐ سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حاصل کی ہو؟ فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو اگایا اور روحوں کو پیدا کیا' ہمارے پاس کوئی چیز ایسی نہیں' بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو فہم قرآن عطا کر دے- البتہ میرے پاس ایک رسالہ محفوظ ہے- میں نے کہا اس رسالے میں کیا لکھا ہے؟ فرمایا قیدیوں کو آزاد کرنے کے احکام اور یہ کہ کسی مسلم کو کافر کے عوض قتل نہ کیا جائے-

اس حدیث کو امام احمد' بخاری' ترمذی' نسائی و ابوداؤد نے روایت کیا ہے- اس کا موضوع خاص ہے اور وحی کی جانب منسوب ہے-

۷- عمرو بن حزم راوی کے پاس جو کتاب الصدقات والدیات والفرائض' تھی' وہ بھی اس کی ایک مثال ہے- اس کو ابوداؤد' نسائی' ابن حبان اور دارمی نے روایت کیا ہے- اس کے عنوانات بھی مخصوص ہیں- یہ احکام عمرو بن حزم کو اس وقت تحریر کر کے دیئے گئے تھے' جب ان کو نجران کا عامل مقرر کیا گیا تھا- حدیث مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عمرو بن حزم کو صدقہ' دیت اور فرائض سے متعلق احکام لکھوا دیئے تھے-

۸- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں جو کچھ آپؐ سے سنوں' اسے لکھ لیا کروں؟ فرمایا ہاں! میں نے عرض کی ''خواہ آپؐ رضا کی حالت میں ہوں یا غصہ میں؟ فرمایا ہاں! میں سب حالات میں حق ہی کہتا ہوں''-

شیخ رشید کہتے ہیں کہ یہ حدیث میرے علم کی حد تک امام احمد و ابوداؤد و حاکم نے بالفاظ مختلفہ دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے- ایک سند تو یہ ہے کہ عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کرتے ہیں- اس سند پر محدثین کی نقد و جرح مشہور ہے- اگرچہ بعض متاخرین نے اس سے احتجاج کیا ہے مگر وہ سہل انگاری پر مبنی ہے-

دوسری سند از عبداللہ بن مومل از ابن جریج از عطا ہے- اس حدیث میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''قیدوا العلم'' (علم کو پابند کرلو) کے الفاظ ہیں۔ عبداللہ بن المؤمل کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۔ نسائی' و دارقطنی نے اس کی تضعیف کی ہے۔

امام ابن عبدالبر نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے نقل کیا ہے کہ دو چیزوں کی وجہ سے مجھے زندگی عزیز ہے۔ ان میں سے ایک تو ''صادِقہ'' ہے اور دوسری ''الوھط'' ۔ ''صادقہ'' تو ایک رسالہ ہے جو میں نے نبی اکرم ﷺ سے سن کر لکھا تھا۔ اور ''الوھط'' زمین کا ایک قطعہ تھا۔ جس پر میں گذر بسر کرتا تھا۔ وہ میرے والد حضرت عمرو بن العاصؓ نے صدقہ کردی۔

مندرجہ صدر حدیث کی سند میں لیث مجاہد سے روایت کرتے ہیں۔ لیث سے مراد لیث بن سلیم ہے۔ جس کو یحییٰ بن معین اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل کے بیٹے فرماتے ہیں کہ میرے والد نے کہا کہ یحییٰ بن سعید کسی شخص کے بارے میں اتنی بری رائے نہیں رکھتے۔ جتنی بری رائے ان کی لیث و محمد بن اسحاق اور ہمام کے بارے میں تھی۔ اس ضمن میں کوئی شخص ان سے بات بھی نہیں کرسکتا تھا۔ میزان الاعتدال میں لیث بن سلیم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عمر کے آخری حصہ میں اس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا۔

اب ہم شیخ رشید رضا کے مندرجہ صدر بیان پر تنقید کرتے ہیں۔

ابوھریرۃ کی روایات ثلاثہ پر اعتراض:

شیخ موصوف نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث جو بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ ''اکتبوا لابی شاہ'' وہ ابوشاہ یمنی کے ساتھ مختص ہے۔ مگر شیخ نے اس خصوصیت کی وجہ نہیں بتائی۔ علماء کے نزدیک یہ طے شدہ بات ہے کہ اختصاص کا دعویٰ بلا دلیل قبول نہیں کیا جاسکتا۔ اگر شیخ کا مقصد یہ ہے کہ حضورؐ کا یہ ارشاد صرف فتح مکہ کے ساتھ مختص ہے تو حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔ مگر اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس خطبہ کے سوا اور کچھ نہ لکھا جائے۔ یا ابوشاہ کے سوا کسی اور کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ لکھ کر نہ دیا جائے- اس لیے کہ جہاں تک احادیث کی حفاظت و صیانت کا تعلق ہے اس میں فتح مکہ کا خطبہ اور دیگر احادیث مساوی ہیں- دونوں کے درمیان کوئی فرق و امتیاز نہیں پایا جاتا- اسی طرح ابو شاہ کی تخصیص بھی بے معنی ہے- آخر ابو شاہ اور دیگر صحابہؓ بلکہ جملہ اہل ایمان میں کیا فرق ہے؟ اگر کہا جائے کہ ابو شاہ کا حافظہ خراب تھا- اس لیے آپؐ نے اس کو لکھ کر دینے کا حکم دیا- تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس نے کتابت کی خواہش کا اظہار اس لیے کیا ہو گا کہ خطبہ کو یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کو لکھوا کر محفوظ رکھنے سے اس کی حفاظت کا اور زیادہ اہتمام ہو جائے- احتمالات کا دروازہ کھلا ہے- اس کی کوئی حد بندی نہیں کی جا سکتی- پس یہ کہنا کہ فلاں احتمال درست اور باقی سب باطل ہیں' سینہ زوری نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول دوسری حدیث کا شیخ رشید نے کوئی جواب نہیں دیا- وہ حدیث یوں ہے- ہمام بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اصحابؓ رسولؐ میں مجھ سے بڑھ کر حدیثیں اور کوئی نہیں جانتا- ماسوا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے- اس لیے کہ عبدؓاللہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا- (صحیح بخاری)

جب امام بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے تو اب ہمام بن منبہ پر نقد و جرح کسی طرح مقبول نہیں- ہم اس حدیث کی روشنی میں کہہ سکتے ہیں کہ کتابت حدیث نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے- اس لیے کہ حضرت عبداللہؓ حدیثیں لکھا کرتے تھے اور ابو ہریرہؓ نے اسے ناپسند نہیں کیا- بلکہ اس کو محاسن میں شمار کیا- اور اسی بنا پر وہ کثیر الحدیث تھے-

مجاہد و مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابو ہریرہؓ کو یہ کہتے سنا کہ اصحاب رسولؐ میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے سوا مجھ سے زیادہ کوئی شخص حدیثیں نہیں جانتا تھا- اس کی وجہ یہ تھی کہ عبداللہؓ اپنے ہاتھ سے لکھتے اور دل کے ساتھ یاد رکھتے تھے- اور میں لکھتا نہ تھا- عبداللہؓ نے نبی کریمؐ سے کتابت حدیث کی اجازت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلب کی تھی- جو آپؐ نے مرحمت فرما دی- اس حدیث کی اسناد حسن ہے-
(فتح الباری ج ۱ ص ۱۴۸ نیز مسند احمد و بیہقی فی المدخل)

اس حدیث سے مستفاد ہوا کہ حضرت عبداللہؓ نے نبی کریم ﷺ سے کتابت حدیث کی اجازت طلب کی تھی اور آپؐ نے عنایت فرما دی- حالانکہ حضرت عبدؓاللہ کسی وجہ سے کتابت کے لیے مجبور نہ تھے- اس لیے کہ ابو ہریرہؓ خود کہتے ہیں کہ ''عبداللہؓ اپنے ہاتھ کے ساتھ لکھتے اور دل کے ساتھ یاد رکھتے تھے''- مزید برآں عبداللہؓ جو احادیث لکھا کرتے تھے- وہ کسی ایک موضوع کے ساتھ متعلق نہیں ہوا کرتی تھیں- بلکہ عام ہوا کرتی تھیں-

باقی رہی حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول تیسری حدیث کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو جس کا حافظہ خراب تھا- حدیثیں لکھنے کی اجازت فرما دی تھی- اس حدیث سے صراحۃً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسے معذور شخص کے لیے لکھنے کی اجازت ہے- مگر اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ قوی الحفظ کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی- بلکہ اس سے تو اس کے حافظہ کو مزید تقویت ملے گی- غالباً شیخ رشید نے ترمذی کی یہ حدیث لا کر اس جانب اشارہ کیا ہے کہ سابق الذکر بخاری کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو بنؓ العاص کی کتابت حدیث کا جو ذکر کیا گیا وہ اسی بنا پر تھا کہ عبداللہؓ کا حافظہ خراب تھا- حالانکہ یہ غلط ہے اور ہم اس کی تردید کر چکے ہیں- حضرت عبداللہؓ کے تعارف کے سلسلہ میں ہم قبل ازیں بتا چکے ہیں کہ ہمارے پاس عبداللہؓ کی جو احادیث نقل ہو کر پہنچی ہیں- وہ حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات کے مقابلہ میں بہت کم ہیں- حالانکہ وہ حدیثیں یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کو لکھ بھی لیا کرتے تھے-

صحیفہ علی و کتاب عمرو بن حزم:

شیخ رشید نے ان دونوں حدیثوں کی صحت کو تسلیم کیا- مگر یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ خاص موضوع سے متعلق ہیں- ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ مکتوب یا کاتب کے خاص ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان دونوں کے تبدیل ہو جانے کی صورت میں کتابت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی اجازت نہیں ہوگی- اس لیے کہ حدیث وحی الٰہی ہے- جس کی تبلیغ لوگوں پر واجب ہے اور کتابت بھی تبلیغ کے ذرائع میں سے ایک ہے-

عمرو بن حزم کی حدیث کے بارے میں شیخ رشید کا یہ قول بڑا عجیب دکھائی دیتا ہے کہ ''اس کا موضوع خاص ہے اور آپؐ نے یہ احکام ان کو اس لیے لکھوا کر دیئے تھے کہ ان کو نجران کا عامل مقرر کیا گیا تھا- اور یہ احکام تحریر کر دیئے کہ وہ ان کے مطابق لوگوں کے تنازعات فیصل کرو یا کریں''-

بخلاف ازیں حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ ''نبی اکرم ﷺ نے عمرو بن حزم کو ایک تحریر لکھ دی تھی، جو صدقات و دیات اور فرائض و سنن پر مشتمل تھی''- ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریر صرف عمرو بن حزم کے لیے نہیں بلکہ سب لوگوں کے لیے تھی اور اس کا موضوع بھی خاص نہ تھا- شیخ رشید نے غالباً یہ سمجھا ہے کہ یہ تحریر مقدمات فیصل کرنے کے لیے لکھی گئی تھی- اس سے لازم آتا ہے کہ حفظ کرنے کے لیے کسی چیز کو لکھ لینا درست نہیں- حالانکہ شرعی مسائل کو زبانی یاد کر لینے سے بھی مقدمات فیصل کرنے میں مدد ملتی ہے-

امام ابن قیمؒ نبی اکرم ﷺ کے خطوط پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ''سرور کائنات ﷺ نے جو خطوط مسلمانوں کے نام تحریر کیے تھے- ان میں سے ایک خط وہ ہے جو حضورؐ نے اہل یمن کے نام لکھا- اس مکتوب گرامی کو ابوبکر بن عمرو بن حزم نے روایت کیا ہے- علاوہ ازیں حاکم و نسائی اور دیگر محدثین نے اس کو بسند متصل روایت کیا ہے- اور ابوداؤد نے مرسلاً- حضور کا یہ مکتوب گرامی کثیر مسائل پر مشتمل ہے- مثلاً زکوٰۃ و دیات کے احکام کبائر طلاق و عتاق کا ذکر ایک کپڑے میں نماز پڑھنے اور اس کو ایک خاص طریقہ سے اوڑھنے کا مسئلہ- نیز قرآن کریم کو چھونے کا بیان وغیرہ-

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں- ''اس میں شبہ نہیں کہ حضورؐ نے یہ خط تحریر کروایا تھا اور فقہاء نے اس میں مندرج تمام احکام و مسائل کے ساتھ احتجاج کیا ہے''- اس سے معلوم ہوا کہ اس خط کا موضوع خاص نہ تھا- اور اس کے مخاطب یمن

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے عوام الناس تھے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت پر اعتراض:

اس حدیث کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔ یہ اس امر کی نہایت قوی اور صریح ترین دلیل ہے کہ کتابت حدیث نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔ یہ متعدد طرق و اسانید سے مروی ہے۔ اور ایک طریق دوسرے کا مؤید ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یہ حدیث احمد و ابوداؤد کے نزدیک از طریق یوسف بن مالک از عبداللہؓ بن عمرو بن العاصؓ منقول ہے۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں جو بات نبی کریمؐ سے سنتا' اس کو لکھ لیا کرتا تھا۔ میرا ارادہ اس کو حفظ کرنے کا ہوتا تھا۔ قریش نے مجھے منع کیا۔ وہ کہنے لگے تم جو بات بھی حضورؐ سے سنتے ہو' اس کو نقل کر لیتے ہو۔ حالانکہ آپ کبھی راضی ہوتے ہیں کبھی ناراض' یہ سن کر میں نے لکھنا بند کر دیا۔ اور آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی۔ حضورؐ نے اپنی انگشت مبارک کے ساتھ اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''لکھتے رہو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس منہ سے حق بات ہی نکلتی ہے''۔ یہ حدیث متعدد طرق کے ساتھ حضرت عبداللہؓ سے منقول ہے۔ یہ اسانید و طرق ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہیں۔ (فتح الباری، ج ا ص ۱۴۹)

شیخ رشید نے جب دیکھا کہ یہ حدیث اس مقصد کے خلاف ہے۔ جس کو وہ ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ تو کبھی اس کی سند پر معترض ہوتے ہیں اور گاہے متن پر نقد و جرح کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث کے متن پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ دو سندوں سے مروی ہے''۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ کا مختلف ہونا اس میں قدح کا موجب نہیں ہے۔ جب کہ وہ الفاظ متعارض و متصادم نہ ہوں حدیث زیر قلم کی یہی حالت ہے۔ اس کے الفاظ اگرچہ بلحاظ طوالت و اختصار مختلف ہیں۔ مگر ان میں منافات نہیں پائی جاتی۔ اس لیے اس پر جرح و قدح کا کوئی جواز نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث زیر تبصرہ کی سند پر شیخ رشید نے بایں الفاظ جرح کی ہے کہ یہ دو سندوں سے مروی ہے- ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ پہلی سند از عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے- محققین اور جمہور متقدمین و متاخرین اس سے احتجاج کرتے ہیں- محدث ابن الصلاح اپنے مقدمہ کی پینتالیسویں نوع پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں-

> ''عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ یعنی شعیب اپنے دادا سے ایک بڑا صحیفہ روایت کرتے ہیں- جس میں فقہ کے بڑے عمدہ مسائل مذکور ہیں''-

اس سند میں جس شعیب کا ذکر کیا گیا ہے- اس سے شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص مراد ہیں- اکثر محدثین نے شعیب کی مرویات سے احتجاج کیا ہے- اس لیے کہ وہ جد (دادا) سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ صحابی مراد لیتے ہیں- نہ کہ حضرت عبداللہ کے بیٹے محمد جو شعیب کے والد ہیں''- (مقدمہ ابن الصلاح)

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

> ''امام بخاری فرماتے ہیں کہ احمد بن حنبل' علی بن مدینی' اسحٰق بن راہویہ' ابوعبیدہ اور ہمارے عام اصحاب اس سند سے احتجاج کرتے ہیں- کسی نے بھی اس کو ترک نہیں کیا- ایک مرتبہ علی بن مدینی یحییٰ بن معین' احمد بن حنبل' ابوخیثمہ اور چند شیوخ حدیث جمع ہوئے اور عمرو بن شعیب کی سند کا ذکر چل نکلا تو انہوں نے اس کو قابل احتجاج اور صحیح قرار دیا''- (تدریب الراوی)

احمد بن سعید دارمی کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب عمرو بن شعیب کی مرویات سے احتجاج کرتے ہیں- امام نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ محققین اہل الحدیث کے نزدیک صحیح اور مختار مذہب یہی ہے- وہی اس فن کے اہل ہیں اور انہی کے قول پر عمل کیا جاتا ہے- اس سند میں جد (دادا) سے حضرت عبداللہؓ صحابی مراد ہیں نہ کہ ان کے بیٹے محمد جو کہ تابعی ہیں- شعیب کا سماع اپنے دادا حضرت عبداللہؓ صحابی سے ثابت ہے-

مشہور محدث اسحٰق بن راہویہ فرماتے ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" کی سند اسی طرح ہے جیسے ایوب از نافع از ابن عمرؓ"۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ کی مذکورہ صدر تشبیہ ان کی عظمت وجلالت کی دلیل ہے۔

محدث علائی نے اس سند سے احتجاج کے جواز اور اس پر وارد شدہ اعتراضات کے جواب میں ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔ وہ کہتے ہیں' اس سند کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ امام مالک نے موطا میں روایت کی ہے۔ کہ ایک "سوار شیطان ہوتا ہے۔ دو سوار بھی شیطان ہیں۔ اور تین سوار ایک قافلہ ہوتا ہے۔ (موطا امام مالک) امام مالک فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اس سند سے احتجاج نہیں کرتے۔ اس لئے کہ عمرو بن شعیب کی روایت اپنے باپ سے اور شعیب کی روایت اپنے دادا سے کتاب اور وجادہ کی بنا پر ہے۔ یعنی شعیب اپنے دادا حضرت عبداللہ کی کتاب سے دیکھ کر حدیثیں روایت کرتا ہے۔ اس کے ضعیف ہونے کی یہی وجہ ہے۔ بنا بریں اصحابِ صحاح اس سے احتراز کرتے ہیں۔ اس لئے کہ کتاب سے دیکھ کر روایت کرنے میں تصحیف کا احتمال ہوتا ہے۔

محدث ابن حبان فرماتے ہیں۔

"اگر جد (دادا) سے حضرت عبداللہؓ صحابی مراد ہیں' تو اس میں شک نہیں کہ شعیب کی ملاقات ان سے نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ سند منقطع ہے۔ اور اگر اس سے محمد بن عبداللہ مراد ہے تو وہ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہے۔ اس لئے یہ سند مرسل ہے"۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

"محدث ابن حبان کی بات کوئی وزن نہیں رکھتی۔ اس لیے کہ شعیب کا سماع اپنے دادا حضرت عبداللہؓ سے ثابت ہے۔ جب شعیب کا والد محمد فوت ہو گیا تو ان کے دادا عبداللہؓ نے ان کی پرورش کا فریضہ ادا کیا"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی اولاد کی تحویل میں ایک کتاب تھی جو حضرت عبداللہؓ نے نبی اکرمؐ سے احادیث سن کر تحریر کی تھی۔ اسی لیے بعض لوگوں نے عمرو بن شعیب کی مرویات پر جرح وقدح کی ہے۔ شعیب سے اس سند میں شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص مراد ہے۔ محدثین کا کہنا ہے کہ ''جدہ'' سے عمرو کا دادا محمد مراد لیا جائے تو سند مرسل ہو گی۔ کیونکہ محمد نے نبی اکرمؐ کا زمانہ نہیں پایا۔ اور اگر اس سے عمرو کا جد اعلیٰ (پردادا) یعنی حضرت عبداللہ صحابیؓ مقصود ہو تو سند منقطع ہو گی۔ کیونکہ شعیب کی ملاقات حضرت عبداللہؓ سے نہیں ہوئی۔

مگر جمہور علماء اور محدثین عمرو بن شعیب کی مرویات سے احتجاج کرتے ہیں۔ مثلاً امام مالک بن انس و سفیان بن عیینہ' شافعی' احمد بن حنبل' اسحٰق بن راہویہ و دیگر محدثین۔ وہ کہتے ہیں کہ جد سے دادا یعنی حضرت عبداللہ مراد ہیں۔ چنانچہ بعض سندوں میں ان کا نام بھی مذکور ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شعیب کی ملاقات حضرت عبداللہ سے ثابت ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کتاب سے روایت کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ بلکہ اس سے تو اس کو مزید تقویت حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عمرو بن شعیب کی کتاب میں فقہی مسائل پر مشتمل احادیث مذکور ہیں۔ جن سے عام علماء مستفید ہو سکتے ہیں''۔ (قواعد التحدیث ص ۳۶)

دوسری سند جس کو ائمہ حدیث نے بقول شیخ رضا ضعیف قرار دیا ہے۔ اگرچہ احتجاج کے قابل نہیں۔ البتہ تائید وتقویت کے لیے بطور شاہد کے اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور جب دیگر احادیث صحیحہ کے ساتھ حجت قائم ہو چکی ہے تو اس کی چنداں ضرورت نہیں۔

احادیث ضعیفہ سے استدلال:

شیخ رشید رضا نے حضرت انس وابوبکر و رافع بن خدیج و حذیفہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کو ضعیف قرار دیا۔ اور علماء کے اس مسلمہ قاعدہ کو بھول گئے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیث ضعیفہ جب متعدد طرق سے مروی ہوں تو انہیں تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح وہ احتجاج کے قابل ہو جاتی ہیں۔ مزید برآں کتابت حدیث کی اجازت کے بارے میں احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں۔ جن کے ہوتے ہوئے ہم یوں بھی احادیث ضعیفہ سے بے نیاز ہیں۔

سوم: جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں' شیخ رشید رضا کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ جن احادیث کو کتابت احادیث کی اجازت کے بارے میں پیش کیا جاتا ہے' ان سے کتابت کی اجازت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جو احادیث کتابت حدیث سے ممانعت کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ وہ اذن کتابت کی احادیث کے مقابلہ میں ارجح ہیں۔ مزید برآں ممانعت میں وارد شدہ احادیث میں قوی ترین روایت حضرت ابوسعیدؓ کی ہے۔ جو صحیح مسلم اور مسند احمد بن حنبل میں منقول ہے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ''قرآن کے سوا مجھ سے سن کر کوئی چیز نہ لکھا کرو۔ جس نے کوئی ایسی چیز تحریر کی ہو' وہ اسے مٹا دے''۔ یہ اس ضمن میں مروی احادیث میں سے صحیح ترین حدیث ہے۔

ہم اس کی تردید میں کہتے ہیں کہ جن احادیث میں کتابت حدیث کی اجازت دی گئی ہے وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم کی احادیث تو وہ ہیں' جو صحیح ہیں۔ اور صراحۃً یا دلالۃً اجازت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ دوسری قسم کی احادیث اگرچہ ضعیف ہیں۔ مگر کثرت طرق کی بنا پر ان سے احتجاج کیا جا سکتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اذن کتابت اور ممانعت پر مشتمل حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت کے مابین جمع و تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کتابت حدیث سے اس وقت منع کیا گیا جب قرآن نازل ہو رہا تھا۔ مبادا قرآن و حدیث دونوں باہم خلط ملط ہو جائیں جب یہ خطرہ ٹل گیا تو اس کی اجازت دے دی گئی یا ممانعت کا مطلب یہ تھا کہ قرآن و حدیث دونوں کو یک جا نہ لکھا جائے۔ الگ الگ تحریر کرنے کی اجازت تھی۔ یا کتابت حدیث سے اس شخص کو منع کیا گیا تھا۔ جس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارے میں یہ خدشہ دامن گیر تھا کہ وہ کتابت پر بھروسہ کر کے حافظہ سے کام لینا چھوڑ دے گا۔ اور جس کے بارے میں یہ خدشہ نہ ہو اس کو حدیثیں لکھنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

چہارم: شیخ رشید رضا نے منع کتابت و اذن کتابت کی احادیث کے مابین جمع و تطبیق کی جو صورتیں پیش کی ہیں وہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ شیخ موصوف فرماتے ہیں، کہ جمع و تطبیق کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ نبی اکرم ﷺ نے ابوشاہ کو خطبہ لکھ کر دینے کا جو حکم دیا تھا، ممکن ہے، وہ خصوصی طور پر صرف اسی کے لیے ہو۔

۲۔ اس امر کا بھی احتمال ہے کہ ابوشاہ کا حافظہ خراب ہو اور جب اس نے خطبہ لکھوانے کی خواہش کا اظہار کیا تو آپؐ نے اس کی تکمیل فرمادی۔

۳۔ کتابت سے اس صورت میں منع کیا گیا تھا جب اس تحریر کو محفوظ رکھا جائے۔ جو شخص لکھ کر اس کو مٹا دے، اس کو لکھنے کی اجازت ہے۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو ابن عبدالبر نے زید بن ثابت، ابن مسعود اور علی رضی اللہ عنہم سے تحریر کو مٹانے کے سلسلہ میں نقل کی ہے۔ اس ضمن میں امام مالک کا قول بھی نقل کیا ہے۔ اس زمانہ میں لوگ کوئی چیز اس لیے لکھتے تھے کہ اس کو حفظ کر لیا جائے۔ جب یاد کر لیتے تو پھر اسے مٹا دیتے تھے۔ ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بنؓ العاص کو اسی لیے کتابت حدیث کی اجازت دی گئی ہو جیسا کہ عبداللہؓ خود فرماتے ہیں کہ میں جو بات نبی کریمؐ سے سنتا، اس کو حفظ کرنے کے ارادہ سے لکھ لیا کرتا تھا۔ انہوں نے خود ہی تصریح فرمادی کہ وہ یاد کرنے کے لیے لکھا کرتے تھے عمرو بن شعیب کی روایت کے بارے میں آپ علماء کے خیالات معلوم کر ہی چکے ہیں۔ حضرت علیؓ کے صحیفہ اور کتاب عمرو بن حزم کا بھی یہی جواب ہے''۔

ہم شیخ رشید کے مذکورہ صدر بیانات کے جواب میں کہتے ہیں کہ خصوصیت صرف احتمال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ثابت نہیں ہوتی۔ باقی رہی یہ بات کہ ابوشاہ کا حافظہ خراب تھا تو یہ محتاج دلیل ہے۔ مگر اس ضمن میں کوئی دلیل موجود نہیں۔ اور اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ابوشاہ کا حافظہ خراب تھا' تو اذن کتابت کے بارے میں ہمارے پاس اور احادیث بھی موجود ہیں۔

جمع و تطبیق کی تیسری صورت بیان کرتے ہوئے شیخ موصوف نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اس لیے درست نہیں کہ حضرت عبداللہؓ اس لیے حدیثیں تحریر نہیں کیا کرتے تھے کہ ان کا حافظہ خراب تھا۔ بلکہ اس لیے کہ عندالضرورت اس کی جانب مراجعت فرمائیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو کتابت حدیث کی جو اجازت دی تھی۔ وہ بھی علی الاطلاق و بدوں قید و شرط تھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ نے آنحضور ﷺ سے حدیثیں سن کر اپنا صحیفہ ''صادقہ'' مرتب کیا۔ جو ان کے خاندان میں باقی رہا۔ حتیٰ کہ ان کے پر پوتے عمرو بن شعیب اس سے دیکھ کر حدیثیں روایت کیا کرتے تھے۔ اور اکابر محدثین مثلاً امام بخاری' مالک' احمد بن حنبل' اسحٰق بن راہویہ وغیرہم ان کی مرویات پر اعتماد کرتے تھے۔

مزید برآں یہ بات بھی اس کے خلاف ہے کہ شیعہ یہ خیال کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو وحی الٰہی کی بنا پر چند ایسی باتیں بتائیں' جن میں اور کسی کو شریک نہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوجحیفہ و قیس بن عبادہ اور اشتر نخعی نے حضرت علیؓ سے یہ بات دریافت کی۔ تو آپ نے فرمایا ''ہمارے پاس کتاب الٰہی اور اس صحیفہ کے سوا اور کچھ موجود نہیں''۔ اس صحیفہ میں دیت کے احکام و اقسام بیان کیے گئے تھے۔ نیز قیدیوں کو دشمن سے چھڑانے کی ترغیب' زکوٰۃ کے مسائل اور یہ کہ مسلم کو کافر کے عوض قتل نہ کیا جائے۔ یہ سب مسائل اس صحیفہ میں مرقوم تھے۔ اگر حدیث کی کتابت صرف زبانی یاد کرنے کے لیے عمل میں لائی جاتی ہے اور پھر اس کا مٹانا ضروری ہوتا ہے تو وہ صحیفہ حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانہ تک کیوں کر باقی رہتا۔

باقی رہی یہ بات کہ بعض صحابہؓ نے اپنی تحریروں کو مٹا دیا یا دوسروں کو مٹانے کا حکم دیا تھا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ تحریر کو محفوظ رکھنا جائز نہیں بلکہ مٹانا ضروری ہے۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے وجوہ حسب ذیل تھے۔

۱۔ صحابہؓ اس امر سے خائف تھے کہ لوگ ان تحریری مسودات میں مشغول ہو کر قرآن کو ترک نہ کر دیں۔ حالانکہ قرآن انہوں نے ابھی یاد بھی نہ کیا تھا۔

۲۔ ان کا خیال یہ تھا کہ لوگوں میں حافظہ پر اعتماد کرنے کے ملکہ کو ابھارا جائے تاکہ ان کی قوت حافظہ جو ضرب المثل کی حد تک مشہور تھی باقی رہے اور تحریر پر تکیہ کر کے ان کی ہمت پست نہ ہو جائے۔

۳۔ اکثر و بیشتر صحیفے اہل کتاب سے منقول ہوا کرتے تھے۔ اس لیے صحابہؓ نے خطرہ محسوس کیا کہ لوگ ان میں مشغول ہو کر کہیں اپنے دین کو نہ چھوڑ بیٹھیں۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جو ابن عبدالبر نے نقل کی ہے کہ اسود اور علقمہ کو ایک صحیفہ ملا جسے وہ لے کر حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ ہمیں یہ صحیفہ ملا ہے۔ اس میں بڑی اچھی باتیں مرقوم ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اس صحیفہ کو پانی سے دھو ڈالا اور یہ آیت تلاوت کی۔ "نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ" وہ دونوں کہنے لگے "اس صحیفہ کو دیکھئے اس میں بڑی اچھی باتیں تحریر ہیں حضرت ابن مسعودؓ اس صحیفہ کو مٹاتے جا رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ فرماتے جاتے تھے کہ یہ قلوب برتن ہیں' ان کو قرآن کے ساتھ پر کیجئے۔ اور کسی چیز کے ساتھ نہیں"۔ اس روایت کے ایک راوی ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ چونکہ وہ صحیفہ اہل کتاب سے منقول تھا۔ اس لیے ابن مسعودؓ نے اس کے مطالعہ کو ناپسند فرمایا۔

لہٰذا جمع و تطبیق کا وہی طریق بہتر ہے جو ہم نے بیان کیا نہ کہ شیخ رشید کا بیان کردہ طریق تطبیق۔

پنجم: شیخ رشید رضا لکھتے ہیں:

"اگر فرض کر لیا جائے کہ منع کتابت و اذن کتابت کے سلسلہ میں منقول احادیث کے درمیان تعارض پایا جاتا ہے۔ لہٰذا ان میں سے ایک قسم کی احادیث ناسخ اور دوسری قسم کی منسوخ ہوں گی۔ تو ہم کہیں گے کہ کتابت حدیث سے ممانعت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیث متاخر ہونے کی وجہ سے ناسخ ہیں- اس کے دو وجوہ ہیں-

۱- جن صحابہؓ سے منع کتابت کی احادیث مروی ہیں وہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حدیثیں لکھنے سے منع کیا کرتے تھے- اس سے معلوم ہوا کہ نہی از کتابت پر مشتمل احادیث ناسخ ہیں-

۲- منع کتابت پر مشتمل احادیث کے ناسخ ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے بذات خود احادیث کی جمع و تالیف میں حصہ نہیں لیا تھا- اور اگر وہ احادیث کو مدون کر دیتے تو ان کی جمع کردہ احادیث تو اتر کے درجہ تک پہنچ جاتیں- اس کا جواب حسب ذیل ہے-

ا- جن احادیث میں کتابت کی اجازت دی گئی ہے- وہ محدثین کے نزدیک نہی پر مشتمل احادیث کے مقابلہ میں صحیح تر ہیں- اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اور دیگر محدثین نے ابوسعیدؓ خدری سے منقول منع کتابت پر مشتمل حدیث کو معلول قرار دیا اور کہا ہے کہ یہ مرفوع حدیث نہیں بلکہ ابوسعیدؓ خدری کا قول ہے- حالانکہ شیخ رشید رضا اس حدیث کو منع کتابت پر مشتمل تمام احادیث میں سے اقویٰ قرار دیتے ہیں-

ب- اگر فرض کر لیا جائے کہ اذن کتابت و منع کتابت پر مشتمل احادیث میں تعارض پایا جاتا ہے تو ہم کہیں گے کہ ان دونوں میں سے متاخر اور ناسخ اذن کتابت پر مشتمل احادیث ہیں- اس کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے- کہ جب حضور ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو فرمایا میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ تاکہ میں تمہیں ایسی چیز لکھ دوں' جس کی موجودگی میں تم گمراہ نہ ہو سکو- سعید بن جبیرؒ سے منقول ہے کہ یہ جمعرات کا واقعہ ہے- اس کے چار دن بعد نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی- (فتح الباری ج ا ص ۱۴۶)

وجہ استدلال یہ ہے کہ حضورؐ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے اپنی امت کے لیے یہ تحریر لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا تاکہ آپؐ کے بعد لوگ اختلاف میں مبتلا نہ ہو جائیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے کہ آپؐ اسی چیز کا ارادہ فرما سکتے تھے جو جائز اور درست ہو۔

ج۔ بعض صحابہؓ جو کتابت حدیث سے بذات خود باز رہے اور لوگوں کو اس سے منع کرتے رہے اس کی وجہ نہی کتابت پر مشتمل احادیث نہ تھیں اس کی دلیل یہ ہے کہ منع کتابت کے بارے میں جو آثار وارد ہوئے ہیں۔ ان میں یہ علت مذکور نہیں۔ بخلاف ازیں ان آثار و اقوال میں منع کتابت کی یہ علت ذکر کی گئی ہے کہ لوگ احادیث میں منہمک ہو کر کتاب اللہ کو پس پشت نہ ڈال دیں۔ یا یہ کہ لوگ کتابت پر بھروسہ کر کے قوت حافظہ سے کام لینا ترک نہ کر دیں و دیگر وجوہ و اسباب۔

د۔ صحابہؓ نے حدیث نبوی کی جمع و تدوین اس لیے ترک نہیں کی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع کیا ہے بلکہ اس خدشہ کے پیش نظر کہ احادیث پر مشتمل صحائف کہیں صحف قرآنی کے ساتھ گڈمڈ نہ ہو جائیں۔ اور لوگ دونوں کے مابین فرق و امتیاز سے قاصر رہیں۔ اور وقت بھی ایسا تھا کہ ہنوز صرف چند صحابہ قرآن عزیز کو جمع کر پائے تھے۔

عروہ بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حدیثیں لکھنے کا ارادہ کیا اور اس ضمن میں اصحاب رسولؐ سے مشورہ طلب کیا۔ صحابہؓ نے حدیثیں لکھنے کا مشورہ دیا تھا۔ حضرت عمرؓ اس کے بعد ایک مہینہ تک استخارہ کرتے رہے۔ ایک دن صبح کے وقت پختہ عزم کے ساتھ فرمایا۔ کہ میں نے کتابت حدیث کا ارادہ کیا تھا۔ پھر مجھے ایک قوم یاد آگئی جو تم سے پہلے تھی۔ اس قوم نے خود ہی کچھ تحریریں مرتب کیں۔ پھر اپنے آپ کو ان کے لیے وقف کر دیا اور کتاب اللہ کو چھوڑ دیا۔ خدا کی قسم میں کتاب اللہ کے ساتھ کسی چیز کو مخلوط نہ ہونے دوں گا''۔ (بیہقی فی المدخل)

اس روایت سے کتابت حدیث کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے کہ صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کو حدیثیں لکھنے کا مشورہ دیا تھا۔ البتہ حضرت عمرؓ نے قرآن کریم کی حفاظت و صیانت کے نقطۂ خیال سے بنا برحزم و احتیاط کتابت کو صرف قرآن تک محدود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھنا چاہا- احادیث کے بارے میں یہ فرمایا کہ ان کو یاد کیا جائے مگر لکھا نہ جائے- تاکہ دونوں مل جل نہ جائیں- اگر حضورؐ نے اپنی زندگی کے آخری حصہ میں کتابت احادیث سے منع فرمایا ہوتا- تو صحابہؓ حضرت عمرؓ کو یہ مشورہ ہرگز نہیں دے سکتے تھے- مزید برآں کتابت حدیث سے نہی کا حکم اگر باقی ہوتا تو صحابہؓ حضرت عمرؓ کے اس ارادہ پر خاموش تماشائی نہ بنے رہتے- کہ وہ حدیثیں تحریر کروائیں گے- اور حضرت عمرؓ کو کتابت حدیث کے مشورہ دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا-

اب ہم کتابت حدیث سے متعلق بعض علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں-

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''کتابت علم کے بارے میں علمائے سلف کے یہاں اختلاف پایا جاتا تھا- آگے چل کر یہ اختلاف باقی نہ رہا اور جواز کتابت پر علماء کا اجماع منعقد ہو گیا- بلکہ یوں کہیے کہ کتابت کے استحباب پر علماء متفق الرائے ہو گئے- علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ جس شخص پر علم کو دوسروں تک پہنچانا واجب ہو- مگر اس کا حافظہ خراب ہو تو اس کے لیے علمی معلومات کا تحریر کر لینا ضروری ہے''- (فتح الباری ج ۱ ص ۱۴۶)

امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

''جو لوگ کتابت احادیث کو ناپسند کرتے ہیں- اس کے دو وجوہ ہیں:

۱- تاکہ قرآن کے ساتھ کوئی دوسری کتاب نہ ہو جو اس سے ملتی جلتی ہو-

۲- تاکہ حافظ کتابت پر بھروسہ کر کے قوت حافظہ سے کام لینا چھوڑ نہ دے- اور اس طرح حافظہ کمزور پڑ جائے- مگر آج کوئی شخص کتابت کو ناپسند کرنے کے حق میں نہیں- اگر تحریر نہ ہوتی تو علم کا بڑا حصہ رائیگاں چلا جاتا- نبی اکرم ﷺ نے علمی باتوں کو لکھنے کی اجازت دی ہے- علماء کی ایک جماعت بھی اس کی قائل ہے اور تحریر کو مدح و ستائش کی نگاہ سے دیکھتی ہے- ابراہیم نخعی نے جب لکھنا چھوڑ دیا تو ان کی قوت حافظہ بھی ٹھیک نہ رہی- منصور کا قول ہے کہ ابراہیم نخعی حدیث کا کچھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصہ چھوڑ جاتے تھے- میں نے کہا کہ سالم بن جعد تو پوری حدیث بیان کرتے ہیں- کہنے لگے کہ سالم لکھ لیا کرتے تھے- اور میں لکھتا نہ تھا- امام ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ نخعی کتابت حدیث کو ناپسند کرنے کے باوجود اس کی فضیلت کا اعتراف کرتے ہیں"- (جامع بیان العلم ج ا ص ۶۸)

محدث ابن الصلاح فرماتے ہیں:

"عہد سلف میں کتابت علم کا مسئلہ متنازع فیہ تھا- بعض علماء کتابت کو ناپسند کرتے اور حفظ کا حکم دیتے تھے- بخلاف ازیں بعض علماء اس کی اجازت دیتے تھے- پھر یہ اختلاف باقی نہ رہا اور سب اہل اسلام اس کی اباحت پر متفق ہو گئے- اگر علم کو کتابوں میں مدون نہ کیا گیا ہوتا- تو پچھلے تاریخی ادوار میں اس کا نشان بھی باقی نہ رہتا"- (مقدمہ ابن الصلاح ج ا ص ۶۸)

حیرت کی بات ہے کہ اگر حضورؐ کا آخری حکم منع کتابت پر مشتمل ہوتا تو مسلمان اس کی نقیض پر کیوں کر متفق ہو جاتے؟-

ششم: شیخ رشید رضا اس بحث سے یہ خلاصہ نکالتے ہیں کہ صحابہؓ نے احادیث کو اس لیے مدون نہیں کیا تھا- کہ وہ احادیث کو قرآن کی طرح دائمی دین کی حیثیت نہیں دینا چاہتے تھے- وہ اس کی تائید حضرت عمرؓ کے اس رویہ سے کرتے ہیں- جو آپ نے بعض احادیث کے خلاف اختیار کیا- نیز یہ کہ اکابر علماء مثلاً امام ابو حنیفہؒ نے صرف انہی احادیث پر اکتفا کیا جو ان کو آسانی سے میسر آ گئیں- اور ان کی جمع و تالیف کا اہتمام نہ کیا- مزید برآں فقہاء بکثرت احادیث صحیحہ کی مخالفت کرتے ہیں- اب ہم شیخ کے اقتباسات نقل کر کے پھر اس کی تردید کرتے ہیں-

شیخ رشید رضا رقمطراز ہیں:

ا- "جب ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہؓ نہ صرف یہ کہ روایت حدیث میں دلچسپی نہیں لیتے تھے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر روایت حدیث سے اعراض کرتے ہیں اور دوسروں کو روایت کرنے سے روکتے تھے تو اس سے یہ بات کھل کر سامنے آتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ احادیث کو قرآن کی طرح دائمی دین کا درجہ دینے کے لیے تیار نہ تھے''۔

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ شیخ نے چند بے بنیاد مقدمات ترتیب دے کر ان سے جو نتیجہ نکالا ہے وہ باطل اور بے معنی ہے۔ صحابہؓ نے قلتِ روایت کا حکم اس لئے دیا تھا۔ تاکہ احادیث میں خطاء وسہو کی بھرمار نہ ہو۔ اور ان میں وہ باتیں شامل نہ ہو جائیں جو دراصل حدیث نہیں ہیں۔ نیز اس لیے کہ منافقین احادیث نبویہ کو رسول کریمؐ پر جھوٹ باندھنے کا ذریعہ نہ بنالیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ احادیث میں منہمک ہو کر لوگ قرآن سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ خصوصاً جب کہ ہنوز قرآن ان کے ذہنوں میں راسخ بھی نہیں ہوا تھا۔ علاوہ ازیں احادیث کے لکھنے سے یہ خطرہ بھی دامن گیر تھا کہ قرآن و حدیث پر مشتمل صحیفے باہم مخلوط ہو جائیں۔ اور لوگ ان میں امتیاز نہ کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ خطرہ بھی پیش نظر تھا کہ قوت حافظہ سے کام نہ لینے سے حفظ کا ملکہ کمزور نہ پڑ جائے۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ صحابہؓ کی عدم تدوین اور قلتِ تحدیث کا مقصود وہ نہیں تھا۔ جو شیخ رشید رضا نے بیان کیا کہ صحابہؓ حدیث کو ایک عام اور دائمی دین کا درجہ نہیں دینا چاہتے تھے۔ اس نتیجہ کے لئے سرے سے کوئی اصل و اساس موجود ہی نہیں بلکہ خود قرآنِ عظیم سے اس کی نفی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں دین اسلام میں حدیث کا مقام بیان کرتے ہوئے تفصیلاً بتایا ہے۔

ب: شیخ رشید رضا لکھتے ہیں۔

''اگر صحابہؓ کو معلوم ہوتا کہ نبی اکرم ﷺ کتابتِ حدیث کو پسند کرتے ہیں تو وہ خود بھی حدیثیں لکھتے اور دوسروں کو بھی لکھنے کا حکم دیتے۔ پھر خلفائے راشدین صحابہ کی تحریر کردہ احادیث کو جمع کرتے اور حفظ وضبط کے بعد ان کو اطراف ملک میں اپنے عمال کی جانب بھیجتے۔ تاکہ وہ آگے پہنچائیں۔ اور ان پر عمل کریں۔ اندریں صورت خلفائے راشدین صرف قرآن کریم اور ان مشہور احادیث ہی پر عمل پیرا نہ ہوتے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں میں عام طور پر معروف تھیں- بلکہ تمام احادیث نبویہ کو اپنی توجہ کا مرکز بناتے- اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ صحابہؓ احادیث کی نشر و اشاعت میں صرف روایت پر اکتفا کرتے تھے- اس کا قول درست نہیں-

ہم شیخ موصوف کے جواب میں کہتے ہیں کہ صحابہؓ اس بات سے بخوبی آشنا تھے کہ نبی کریم ﷺ سنت کو دائمی دین کی حیثیت دینا چاہتے تھے- اس لیے کہ حضورؐ نے حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے ہوئے اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل فرمایا تھا ''شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ سرزمین عرب میں اس کی عبادت کی جائے- اب وہ صرف اسی بات پر قانع ہے کہ تم چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کی اطاعت کرنے لگو گے خدا سے ڈرتے رہو' میں تمہارے اندر وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر تم اسے تھامے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے- وہ چیز کتاب الٰہی اور سنت رسولؐ ہے''- امام حاکم نے روایت کر کے اس کو صحیح قرار دیا- اس کی اصل بخاری و مسلم میں بھی موجود ہے- حضورؐ نے ایک اور حدیث میں فرمایا- جس نے میری سنت سے منہ موڑا' اس کا مجھ سے کچھ واسطہ نہیں''- اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے- اس ضمن میں بکثرت احادیث مشہورہ وارد ہوئی ہیں- (الترتیب والترہیب ج ا ص ۴۰)

صحابہ کرامؓ حضورؐ سے دریافت کر کے حدیث کی وقعت و اہمیت کیوں نہ جانتے ہوتے- جب کہ قرآن کریم ان کو اطاعت رسولؐ کا حکم دیتا اور آپ کی مخالفت سے روکتا ہے- اس ضمن میں بکثرت آیات قرآنی وارد ہوئی ہیں- حق بات یہ ہے کہ صحابہؓ اس بات سے بخوبی آگاہ و آشنا تھے- کہ حدیث نبوی قرآن کریم ہی کی طرح دائمی دین کی حیثیت رکھتی ہے- یہ بات ان کے نزدیک بدیہیات میں شامل تھی- جس کے لیے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں- بلکہ دینی ضروریات میں سے یہ بھی ایک ضرورت ہے اور ہر زمانہ میں آج تک سب مسلمانوں کے نزدیک اس کو ایک بدیہی امر تصور کیا جاتا ہے- باقی رہی یہ بات کہ صحابہؓ اگر اس کو جانتے ہوتے تو وہ احادیث کو لکھتے اور دوسروں سے لکھواتے تو یہ درست نہیں- جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم شیخ رشید رضا کی اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ خلفائے راشدین قرآن اور سنت معروفہ پر اکتفا کرتے تھے۔ یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے۔ جو خلفائے راشدین اور حضرات صحابہؓ کے طرز و انداز سے نابلد محض ہو۔ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پیش آمدہ مسئلہ کا حل پہلے قرآن عزیز میں معلوم کرتے تھے۔ اگر اس میں نہ ملتا تو حدیث رسولؐ میں تلاش کرتے۔ اگر حدیث نبوی میں بھی دستیاب نہ ہوتا تو اہل علم اور اکابر صحابہؓ کو بلا کر ان سے مشورہ کرتے اور کسی رائے پر متفق ہو جاتے۔

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا طریق کار یہ تھا کہ جب وہ کسی پیش آمدہ مسئلہ کا فیصلہ کرتے اور پھر اپنے فیصلہ کے خلاف ان کو کوئی حدیث مل جاتی تو اپنے فیصلہ کو چھوڑ کر حدیث نبوی کی جانب رجوع کرتے۔ جن لوگوں کے احترام سنت کا یہ عالم ہو' ان کے بارے میں یہ بات کہنا کہاں تک درست ہے کہ وہ حدیث نبوی کو دائمی دین کا درجہ دینے کے خواہاں نہ تھے۔ یہ حقائق سے انکار اور زبردست قسم کی دھاندلی نہیں تو اور کیا ہے؟

قرآن کریم میں فرمایا:

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾

''اور اس شخص سے زیادہ گمراہ اور کون ہے جو ہدایت خداوندی کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے''۔

جب حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا یہ حال تھا جو سنت رسولؐ کو سب صحابہؓ سے زیادہ جانتے تھے تو پھر یہ بات کیسے کہی جا سکتی ہے کہ صحابہ کرامؓ قرآن عزیز اور سنت معروفہ پر اکتفا کرتے تھے؟

ج: شیخ رشید رضا لکھتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہؓ کی موجودگی میں حدیث کے خلاف حکم صادر کرتے تھے۔ پہلی اور دوسری صدی کے علماء مثلاً امام ابوحنیفہؒ کی حالت یہ تھی کہ جو احادیث ان کو معلوم ہوا کرتی تھیں ان پر اکتفا کرتے' اگرچہ وہ تعداد میں کم ہوں۔ اور مزید احادیث کی جمع و تالیف میں محنت و کاوش انجام نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیتے تھے"۔

ہم اس کی تردید میں کہتے ہیں:

۱۔ "یہ کہنا کہ فاروق اعظمؓ صحابہؓ کی موجودگی میں حدیث کے خلاف حکم صادر فرماتے تھے۔ ان پر بہتان عظیم ہے۔ حضرت عمرؓ تو وہی ہیں جو ارشاد فرماتے ہیں۔

"اصحاب الرائے حدیث کے دشمن ہیں۔ جب احادیث نبویہ کو یاد نہ کر سکے اور اس بات سے شرمائے کہ لوگ مسائل پوچھیں گے اور وہ کہیں گے ہمیں نہیں معلوم' تو انہوں نے اپنی رائے کے ساتھ احادیث کا مقابلہ شروع کر دیا۔ ایسے لوگوں سے دور رہو"۔ (اعلام الموقعین ج ا ص ۴۵)

ذرا غور فرمایئے کیا یہ اس صحابی کا قول ہے جو حدیث کو دائمی دین نہیں سمجھتا اور دانستہ اس کی خلاف ورزی کرتا ہے؟ یا اس شخص کا ارشاد ہے جو سنت نبویؐ کا قدر شناس ہے۔ لوگوں کو اس کی مخالفت سے باز رکھتا اور اصحاب الرائے کے خلاف آراء کی مذمت کرتا ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بعض صحابہؓ، تابعین اور ائمہ مجتہدین نے بعض احادیث کی خلاف ورزی کی ہے۔ تو ہم نے ان کے عذرات کا تفصیلی جائزہ کتاب ہذا کے مقدمہ میں کر لیا ہے۔ اسے ملاحظہ کر لیا جائے تاکہ ائمہ پر سے اس اعتراض کا ازالہ ہو جائے۔

۲۔ شیخ رشید رضا پہلی اور دوسری صدی ہجری کے علماء پر یہ بہتان لگاتے ہیں کہ وہ احادیث کی جمع و تالیف کے سلسلہ میں محنت دکاوش سے کام نہیں لیا کرتے تھے۔ مگر قارئین کرام ان حقائق سے بخوبی آگاہ ہیں۔ جو ہم نے پہلی صدی ہجری کے صحابہ و تابعین کے سفر و سیاحت کے سلسلہ میں تحریر کیے ہیں۔ مزید برآں دوسری صدی ہجری میں جو مساعی جمیلہ حدیث نبوی کی جمع و تدوین سے متعلق انجام دی گئیں' وہ بھی ان سے مخفی نہیں۔ اس صدی میں اسانید کی چھان پھٹک' متن کی نقد و جرح اور وضاعین حدیث کے مقابلہ کے لیے جو جہد و سعی عمل میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئی۔ اس کی نظیر کسی قوم میں نہیں مل سکتی۔

۳۔ شیخ رشید رضا نے ''امام ابوحنیفہ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ وہ قلیل التعداد احادیث پر اکتفا کرتے تھے۔ اور اس بات کی زحمت انہیں گوارا نہ تھی کہ دین اسلام کا مکمل فہم و ادراک حاصل کرنے کے لیے دیگر احادیث کی طلب و تلاش کریں''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا نقطہ نظر حدیث نبوی کے بارے میں وہی تھا' جو شیخ رشید رضا کا تھا۔ ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور دیگر علمائے کرام اس بدترین طرز فکر میں شیخ رشید رضا کے ہمنوا ہوں۔ امام ابوحنیفہ ایک صاحب اجتہاد امام تھے اور مقدور بھر اس امر کے لیے کوشاں رہتے تھے کہ قرآن و سنت سے شرعی احکام استنباط کریں۔ امام ابوحنیفہ سے جو بعض احکام احادیث نبویہ کے خلاف منقول ہیں۔ وہ ان میں معذور تھے۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں۔

ہم یہاں اس بات کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ جس ماحول میں بود و باش رکھتے تھے۔ اس کے زیر اثر آپ نے حدیث نبوی کو قبول کرنے کے سلسلہ میں چند کڑی شرطیں عائد کر رکھی تھیں۔ آپ عراق میں سکونت گزیں تھے۔ جو خوارج و شیعہ کا مرکز و محور تھا۔ علاوہ ازیں طرح طرح کے لوگ عراق میں رہائش پزیر تھے۔ ان میں بہت سے رسول کریم ﷺ پر دروغ گوئی کے خوگر ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ عراق کے بارے میں یہ ضرب المثل مشہور تھی کہ ''عراق حدیث کا ٹکسال ہے''۔

اندریں حالات کچھ عجب نہیں کہ امام ابوحنیفہ کو اپنا دین بچانے کی فکر دامنگیر ہو اور وہ حدیث نبوی کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہوں۔ اس میں اباطیل کا عمل دخل نہ ہو جائے طلب حدیث کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ کے زیادہ سفر و سیاحت نہ کرنے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ کوفہ ان دنوں صحابہؓ کا مرکز تھا۔ جنہوں نے عراق کے تابعین میں احادیث نبویہ اور اپنے علمی معلومات کو پھیلا دیا تھا۔ چنانچہ آگے چل کر ہم دوسری صدی ہجری میں حجیت حدیث پر بحث کرتے وقت اس پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

د۔ شیخ رشید رضا لکھتے ہیں:

''اگرچہ فقہاء اس ضمن میں متفق الرائے ہیں کہ احادیث نبویہ احکام شرعیہ کے اصول وقواعد میں سے ایک عظیم اصل واساس کا درجہ رکھتی ہیں۔ نیز یہ کہ حفاظ حدیث نے ان کو کتب حدیث میں مدون کر دیا۔ اور احادیث صحیحہ و سقیمہ میں فرق وامتیاز بھی قائم کر دیا تھا۔ مگر اس کے باوصف فقہاء احادیث پرعمل کرنے کے سلسلہ میں ہم خیال نہ ہو سکے۔ چنانچہ حنفیہ' شافعیہ اور مالکیہ کی کتب حدیث کو دیکھئے' ان میں سینکڑوں مسائل ہیں جو ان احادیث کے خلاف ہیں۔ جن کی صحت پر اتفاق کیا گیا ہے۔ مگر ان میں سے کسی فقیہ کے بارے میں یہ بات نہیں کہی جاتی کہ اس نے ایک دینی اصل کی خلاف ورزی کی ہے۔ امام ابن قیم نے اعلام الموقعین میں لاتعداد شواہد پیش کیے ہیں۔ جن میں فقہاء نے قیاس پر عمل کر کے احادیث صحیحہ کو رد کر دیا ہے۔ اس ضمن میں عجیب ترین بات یہ ہے کہ بعض فقہاء نے ایک ہی حدیث کے ایک حصہ پر عمل کیا اور دوسرے کو ترک کر دیا ہے۔ ابن قیم نے اس کی ساٹھ سے زیادہ مثالیں پیش کی ہیں''۔

ہمارا جواب حسب ذیل ہے:

یہ درست ہے کہ سب فقہاء حدیث نبوی کو احکام شرعی کے اثبات کے لیے ایک اصل تسلیم کرتے ہیں اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ کسی ایک امام کے پاس بھی تمام احادیث نبویہ جمع نہیں ہوئی تھیں۔ تاکہ ان کا اجتہاد نصوص کے مطابق ہوتا۔ بخلاف ازیں ایک امام کو جو احادیث پہنچتیں وہ دوسرے کو نہ پہنچتیں۔ اور ایک کے پاس جو احادیث صحیحہ ہوتیں' وہ دوسرے کے یہاں نہ ہوتیں۔ اسی لیے شرعی احکام میں ائمہ کے مابین اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور بعض اوقات ان سے حدیث کی خلاف ورزی بھی صادر ہو جاتی۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتے تھے۔ یا حدیث ان کے نزدیک دائمی دین کی حیثیت نہ رکھتی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بخلاف ازیں اس کے کچھ اور اسباب تھے' جو علماء کو معلوم ہیں اور انہوں نے اس ضمن میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان علماء میں سے ایک واجب الاحترام شخصیت شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی ہے۔ آپ نے ''رفع الملام عن الائمۃ الاعلام'' اسی موضوع پر تصنیف کی۔

باقی رہا شیخ رشید رضا کا یہ اعتراض کہ کتب فقہ سینکڑوں خلاف حدیث مسائل پر مشتمل ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پچھلے ادوار میں لوگ تقلید جامد پر جم گئے تھے۔ اس لیے فقہ اسلامی ترقی کر کے احادیث نبویہ کے ساتھ یک رنگ وہم آہنگ نہ ہوسکی۔ اگر فقہائے متاخرین میں علمی تحقیق کا ذوق ہوتا۔ اور وہ اپنے ائمہ کے مذاہب کو احادیث صحیحہ کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھتے تو فقہ اسلامی کو اس کے اصلی منبع یعنی کتاب وسنت کی جانب لوٹا دیتے اور ان کے درمیان اختلاف کا دائرہ بڑی حد تک محدود ہو جاتا۔

یہی وجہ ہے کہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقہائے متاخرین پر ملامت کی بوچھاڑ کی ہے کہ وہ اپنے ائمہ کے آراء کو حدیث صحیحہ کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب ائمہ اتباع سنت کا حکم دیتے اور لوگوں کو اپنی آراء ترک کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔ بشرطیکہ حدیث صحیح موجود ہو۔ مگر شیخ رشید رضا نے یہ فرق نہیں کیا کہ فقہائے متاخرین کے پاس ترک حدیث کے لیے کوئی عذر نہ تھا۔ جب کہ فقہائے متقدمین ترک حدیث میں معذور تھے۔ شیخ نے دونوں قسم کے فقہاء کو یکساں صرف اس لیے قرار دیا ہے کہ اپنے اس نظریہ کو ثابت کر سکیں کہ احادیث دائمی دین کا درجہ نہیں رکھتیں۔

سابقہ بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ رشید رضا کا دعویٰ بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ نصوص قرآن' احادیث متواترہ اور تمام اہل اسلام کے اجماع کے خلاف ہے۔ جس پر عہد رسالت سے لے کر عصر حاضر تک کے مسلمان متفق رہے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھا دور

حدیث دوسری صدی ہجری میں

دوسری صدی ہجری میں حدیث پر گفتگو مندرجہ ذیل پانچ مباحث پر مشتمل ہے۔

۱۔ اس عصر میں تدوین حدیث اور مشہور کتب مؤلفہ۔

۲۔ وضع حدیث کا آغاز اور وضاعین کے خلاف علماء کی معرکہ آرائی۔

۳۔ اس دور میں حجیت حدیث میں نزاع۔

۴۔ مشاہیر محدثین کا تعارف۔

۵۔ مستشرقین کے الزامات کا ابطال۔

اب ہم یکے بعد دیگرے ان عنوانات پر تفصیلی بحث کرتے ہیں۔

اس عصر میں تدوین حدیث اور مشہور کتب مؤلفہ:

سابقہ بیانات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ صحابہؓ و تابعین نے حدیث نبوی کی جمع و تالیف کے سلسلہ میں کس قدر مساعی جمیلہ انجام دیں اور سیرو سیاحت کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا تھا۔ اس کے ساتھ احادیث نبویہ کے دامن کو خرافات اور اکاذیب کی آلودگی سے پاک کیا خوارج' شیعہ اور اسلام کا لبادہ اوڑھنے والے ایرانی' رومی اور یہودیوں کے مابین جو احادیث زبان زد عام تھیں' ان کی نشان دہی کی۔ یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہوگئی کہ صحابہؓ و تابعین احادیث کو اپنے قوی ترین حافظہ میں جگہ دے کر کتابت سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ ان میں بعض کے بارے میں جو مروی ہے کہ وہ احادیث لکھ لیا کرتے تھے۔ تو اس کی وجہ ان کے حافظہ کی کمزوری نہ تھی۔ بلکہ اس لیے کہ ضبط تحریر میں لا کر احادیث کو اچھی طرح سے محفوظ کر لیا جائے۔

جب اسلام مختلف دیار و امصار میں پھیل گیا۔ اس کی جغرافیائی حدود میں وسعت آ گئی۔ بدعت کا ظہور و شیوع ہوا اور صحابہؓ اِدھر اُدھر شہروں میں بٹ گئے۔ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بہت سے لڑائیوں میں فوت ہو گئے- قوت حافظہ کے کمزور پڑ جانے سے ضبط میں کمی آ گئی تو احادیث کی تدوین و کتابت کی ضرورت محسوس کی جانے لگی- اندریں حالت امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے پہلی صدی ہجری کے اختتام پر مدینہ کے عامل و قاضی ابوبکر بن حزم کو ان الفاظ پر مشتمل حکم ارسال کیا-

"نبی اکرم ﷺ کی جو احادیث دستیاب ہوں' انہیں لکھ لو' اس لیے کہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے رخصت ہو جانے کا ڈر ہے"-

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن حزم کو خصوصی طور پر یہ ہدایت فرمائی کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاریہ اور قاسم بن محمد بن ابی بکر سے جو حدیثیں ملیں' ان کو تحریر کر لو- غرض یہ کہ آپ نے تمام بڑے بڑے شہروں میں اپنے عمال کو یہ حکم لکھ بھیجا کہ احادیث نبویہ کو یک جا کیا جائے- جن علماء کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے احادیث کی جمع و تالیف کے سلسلہ میں مامور فرمایا تھا- ان میں سے ایک محمد بن شہاب زہری بھی تھے- اس وقت سے علماء نے احادیث کی جمع و تدوین کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا- امام زہری کے طبقہ میں جو علماء شامل تھے- انہوں نے خصوصی طور پر اس سلسلہ میں انتہائی محنت و کاوش سے کام لیا-

مندرجہ ذیل علماء کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں

اسم گرامی	نام شہر	سالِ وفات ہجری
ابن جریج	مکہ	۱۵۰
ابن اسحاق	مدینہ	۱۵۱
امام مالک	//	۱۷۹
ربیع بن صبیح	بصرہ	۱۶۰
سعید بن ابی عروبہ	//	۱۵۶
حماد بن سلمہ	//	۱۷۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سفیان ثوری	کوفہ	۱۶۱
اوزاعی	شام	۱۵۶
ہشیم	واسط	۱۸۸
معمر	یمن	۱۵۳
جریر بن عبدالحمید	خراسان	۱۸۸
ابن المبارک	//	۱۸۱

یہ سب لوگ ایک ہی زمانہ میں تھے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس ضمن میں سبقت کا شرف کس کے حصے میں آیا۔ پھر ان کی دیکھا دیکھی ان کے دیگر معاصرین بھی اس روش پر گامزن ہو گئے ان کا طرز و انداز یہ تھا کہ وہ باہم ملتی جلتی احادیث کو ایک باب میں جمع کرتے تھے۔ پھر ایک باب کے بعد دوسرا باب علی الترتیب تحریر کرتے جاتے تھے۔ پھر ان تمام ابواب کو ایک تصنیف میں یک جا کر دیتے۔ احادیث کو صحابہؓ و تابعین کے اقوال و فتاویٰ کے ساتھ مخلوط کر دیا کرتے تھے۔ مگر پہلی صدی ہجری کے مؤلفین مثلاً زہری کا انداز اس سے مختلف تھا۔ وہ ہر مسئلہ کے بارے میں الگ تصنیف لکھا کرتے تھے۔ اور اس میں احادیث کے ساتھ اقوال صحابہؓ و تابعین سب مخلوط کر دیا کرتے تھے۔

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں' تدوین حدیث کا آغاز اموی خلافت کے اواخر میں ہوا۔ مگر اس کو عروج خلافت عباسیہ کے دوران دوسری صدی ہجری کے نصف میں حاصل ہوا۔ جب مختلف علوم و فنون کی تدوین عمل میں آئی' تو حدیث نبوی کو بھی اس کا جائز حصہ مل گیا۔

مگر سوال یہ ہے کہ جو جامع تصانیف امام زہری اور ان کے بعد آنے والے محدثین نے مرتب کی تھیں' وہ کہاں گئیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے بہت کم کتب نقل ہو کر ہم تک پہنچ سکی ہیں۔ مثلاً موطا امام مالک و مسند امام شافعی و کتاب الآثار محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ جو موطا امام مالک کے ایک راوی بھی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تصنیف و تالیف میں تدریج کی جو سنت رائج ہے' عین ممکن ہے کہ وہ ان تصنیفات کے مٹ جانے کا باعث بنی ہو- تاریخ اس حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے کہ مختلف علوم و فنون کی تالیف و تصنیف میں بتدریج حسن پیدا ہوتا چلا گیا- ایک طبقہ کے بعد دوسرا طبقہ اور ایک عہد کے بعد دوسرا عہد پہلے سے بہتر ہوتا چلا گیا- حتیٰ کہ حسن و خوبی کے اعلیٰ معیار پر فائز ہو گیا- حدیث نبوی بھی اس سے خارج نہیں اور اس میں کچھ مضائقہ بھی نہیں- اس لیے کہ جو احادیث زہری و دیگر محدثین کی تصانیف میں موجود تھیں- وہ اگلے ادوار میں اشاعت پذیر ہونے والی کتب حدیث میں بھی موجود ہیں- البتہ ان کی ترتیب و تہذیب کا رنگ ڈھنگ جداگانہ طرز کا ہے اور وہ اس عصر و عہد کی غمازی کرتا ہے- جس میں ان کو مرتب کیا گیا- اب ہم زیر بحث عصر و عہد کی مشہور ترین کتاب موطا پر تفصیلی تبصرہ کرتے ہیں-

(مقدمہ فتح الباری ص ۴' تدریب الراوی ص ۴' کشف الظنون ج ۲ ص ۲۶۶)

موطا امام مالک:

اس کتاب کے مؤلف امام مالک رحمہ اللہ ہیں- یہ احادیث رسولؐ اور صحابہؓ و تابعین کے اقوال و فتاویٰ کی جامع ہے- خلیفہ منصور عباسی نے امام مالک سے درخواست کی تھی کہ جو احادیث ان کے نزدیک صحیح ہوں- ان کو ایک کتاب میں یک جا کر دیا جائے- چنانچہ آپ نے یہ کتاب تالیف کر کے اس کا نام موطا رکھا-

وجہ تسمیہ:

موطا کے معنی پامال اور ہموار راستہ کے ہیں- اس کتاب کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جناب امام نے یہ کتاب تالیف کر کے اپنے شیوخ و اساتذہ کو دکھائی- "فواطؤہ علیہ" (انہوں نے اس کی موافقت و تائید کی) اس لیے امام مالک نے اس کا نام "الموطا" (موافقت کردہ شدہ) تجویز کیا-

جلال الدین سیوطی نے اپنی شرح موطا کے مقدمہ میں امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "میں نے یہ کتاب مدینہ کے ستر (۷۰) فقہاء کو دکھائی سب نے میری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تائید کی۔ اس لیے میں نے اس کا نام ''موطا'' رکھا''۔

امام مالک نے موطا میں اہل حجاز راویوں کی احادیث صحیحہ شامل کرنے کا التزام کیا ہے۔ علماء کا قول ہے کہ آپ چالیس سال موطا کی کانٹ چھانٹ کرتے رہے۔ امام سیوطی اپنی شرح موطا کے مقدمہ میں اوزاعی سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے امام مالک کو ان کی کتاب موطا چالیس دنوں میں سنائی۔ فرمانے لگے ''جس کتاب کو چالیس سال میں مرتب کیا تھا وہ تم نے چالیس دنوں میں پڑھ لی۔ تم نے اس کے مطالب و مندرجات کس قدر کم سمجھے ہیں''۔

موطا میں امام مالک کی یہ عادت ہے کہ باب کے شروع میں جو احادیث اس سے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ وہ بیان کر دیتے ہیں۔ پھر صحابہؓ و تابعین کے اقوال و آثار ذکر کرتے ہیں۔ یہ صحابہؓ و تابعین اکثر و بیشتر اہل مدینہ میں سے ہوتے ہیں۔ امام مالک شاذ و نادر ہی اہل مدینہ کے سوا کسی اور سے روایت کرتے ہیں۔ اس لیے کہ آپ مدینہ سے باہر تشریف ہی نہیں لے گئے تھے۔ بعض اوقات اہل مدینہ کے تعامل پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ گاہے حدیث کے بعض مشکل الفاظ یا جملوں کی شرح و تفسیر بھی فرماتے ہیں۔

احادیث موطا کا درجہ:

احادیث نبویہ کے بارے میں جو شخص امام کی روش سے آگاہ ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ حدیث کا متن ہو یا سند آپ اس میں حد درجہ غور و فکر سے کام لینے کے عادی ہیں۔ علمائے قدیم و جدید اس کا اعتراف کر چکے ہیں۔ چونکہ موطا جناب امام کی چالیس سالہ جانفشانی و عرق ریزی کا ثمرہ ہے۔ اس لیے یہ کتاب نہایت بلند پایہ اور اپنے باب میں عدیم النظیر ہے۔ علمائے سلف و خلف بیان کر چکے ہیں کہ موطا میں مندرجہ تمام احادیث صحیح ہیں' اسی طرح اس کی جملہ اسانید متصل ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''امام مالک کی کتاب ان کے اور ان کے مقلدین کے نزدیک صحیح ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے اس قاعدہ کے مطابق ہے کہ وہ مرسل و منقطع احادیث سے احتجاج کرنے کے قائل ہیں''۔

حافظ ابن حجر نے یہاں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ دیگر علماء کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ موطا میں جو مرسل و منقطع احادیث پائی جاتی ہیں' دوسرے طرق سے ان کا متصل ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اس طرح موطا کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ امام مالک کی زندگی ہی میں علماء نے احادیث موطا کی تخریج کا کام شروع کر دیا تھا۔ اور جو احادیث اس میں مرسل یا منقطع ہیں' ان کا متصل ہونا بھی ثابت کیا تھا۔ ان میں وہ اکابر علماء بھی شامل ہیں' جنہوں نے امام مالک کے شیوخ سے بذات خود استفادہ کیا تھا۔ مثلاً سفیان ثوری وسفیان بن عیینہ وابن ابی ذئب و دیگر علماء۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۳۳)

پانچویں صدی ہجری کے جید عالم ابن عبدالبر نے اس ضمن میں ایک جامع کتاب مرتب کی ہے۔ اس میں موصوف نے ان تمام احادیث کا متصل ہونا ثابت کیا ہے۔ جن کو امام مالک نے بصورت مرسل و منقطع و معضل روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں موطا میں جہاں بھی امام مالک نے بلغنی (مجھے یہ حدیث پہنچی) یا ''الثقۃ'' (ایک ثقہ راوی سے روایت ہے) کہتے ہیں۔ اور اس حدیث کو متصلاً روایت نہیں کرتے' موطا میں ایسی کل اکسٹھ احادیث ہیں۔ یہ تمام احادیث امام مالک کے علاوہ دوسری اسانید سے متصلاً مذکور ہیں۔ البتہ چار احادیث ایسی ہیں۔ جن کا متصل ہونا ثابت نہیں' وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ''انی لا انسی'' یہ حدیث باب العمل فی السہو میں مذکور ہے۔

۲۔ ''اری اعمار الناس قبلہ'' یہ حدیث باب ماجاء فی لیلۃ القدر کتاب الاعتکاف میں ہے۔

۳۔ ''آخر ما اوصانی بہ رسول اللہ'' یہ حدیث کتاب الجامع میں مرقوم ہے۔

۴۔ ''اذا نشأت بحریۃ ثم تشاء مت'' یہ حدیث باب الاستمطار بالنجوم میں مذکور ہے۔

مگر صحیح یہ ہے کہ ان مذکورہ صدر احادیث اربعہ کا موصول ہونا ثابت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن عبدالبر پہلی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ معنی کے اعتبار سے صحیح ہے۔ سفیان کا قول ہے کہ جب امام مالک "بلغنی" کہتے ہیں تو اس کو اسنادِ صحیح پر محمول کرنا چاہئے۔ امام جلال الدین سیوطی اپنی کتاب تنویر الحوالک میں دوسری حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "اس مرسل کے شواہد موجود ہیں۔ جو معنوی اعتبار سے اس کی تائید کرتے ہیں"۔ پھر سیوطی نے وہ شواہد ذکر کئے ہیں۔ باقی رہی تیسری حدیث' تو ترمذی میں اس کی ہم معنی حدیث موجود ہے۔ چوتھی حدیث کا شاہد امام شافعی نے اپنی کتاب "الام" میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس سند میں امام مالک نہیں ہیں۔

علماء نے ان احادیث اربعہ کو بحث و تمحیص کا مرکز بنایا اور ان کا متصل ہونا ثابت کیا ہے حافظ ابن الصلاح نے ایک مستقل تصنیف میں ان کو موصول قرار دیا ہے۔ اسی طرح حافظ بن مرزوق المعروف بالخطیب نے احادیث اربعہ کی اسانید کو ایک جداگانہ کتاب میں جمع کیا ہے۔ حافظ ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب "اقلید التقلید" میں ان میں سے دو احادیث کو مسند ٹھہرایا ہے۔ سفیان بن عیینہ کے مندرجہ ذیل قول سے احادیث اربعہ کا دیگر احادیث کی طرح متصل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"امام مالک صرف اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں جو صحیح ہو۔ آپ ہمیشہ ثقہ راویوں سے حدیثیں روایت کرتے تھے"۔ (اضاءۃ الحالک ص ۶۳)

علمائے سلف و خلف کی مندرجہ صدر شہادتوں کی بنا پر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ موطا میں مندرج تمام احادیث صحیح اور متصل ہیں۔ امام مالک جیسے جلیل القدر محدث و نقاد اور امام مدینہ و عالم اہل حجاز سے اس کے سوا کسی اور اس بات کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔

احادیث موطا کی تعداد

احادیثِ موطا کی تعداد کے بارے میں علماء مختلف الرائے ہیں۔

ابن الہباب کہتے۔

"امام مالک نے ایک لاکھ احادیث روایت کی تھیں۔ ان میں سے موطا میں دس ہزار حدیثیں جمع کیں۔ پھر کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھ کر بدستور ان میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کانٹ چھانٹ کرتے رہے- حتیٰ کہ پانچ سو (۵۰۰) احادیث باقی رہیں"-

ابوبکر ابھری لکھتے ہیں- احادیث موطا کی تعداد حسب ذیل ہے-

۱- احادیث نبویہ مع اقوال صحابہؓ و تابعین کل ایک ہزار سات سو بیس (۱۷۲۰)

۲- مرفوع احادیث' چھ سو (۶۰۰)

۳- مرسل روایات' دوسو بائیس (۲۲۲)

۴- موقوف روایات' چھ سو تیرہ (۶۱۳)

۵- اقوال تابعین' دوسو پچاسی (۲۸۵)

کل تعداد ۱۷۲۰

امام ابن حزم فرماتے ہیں-

"میں نے موطا امام مالک اور سفیان بن عیینہ کی کتاب میں مندرج احادیث شمار کیں- ان دونوں میں ہر ایک میں سے پانچ سو سے زائد احادیث مرفوع ہیں- تین صد سے زائد مرسل روایات- اور ستر (۷۰) سے زائد احادیث ایسی ہیں- جو امام مالک کے نزدیک معمول بہا نہیں ہیں- ان میں ایسی احادیث بھی ہیں- جن کو جمہور علماء نے ضعیف قرار دیا ہے"-

موطا میں شامل احادیث کی تعداد میں جو اختلاف پایا جاتا ہے- اس کی وجہ موطا کے نسخہ جات اور اس کے روایت کرنے والوں کا تنوع و اختلاف ہے- احادیث شمار کرنے والوں کو جو نسخہ ہاتھ آیا- اسی کے پیش نظر انہوں نے احادیث مندرجہ کی تعداد بتائی- امام سیوطی اپنی کتاب تدریب الراوی میں حافظ صلاح الدین علائی کا یہ قول نقل کرتے ہیں-

"امام مالک سے متعدد لوگوں نے موطا روایت کی ہے- ان کی روایات میں تقدیم و تاخیر اور کمی بیشی پر مشتمل بڑا اختلاف پایا جاتا ہے- موطا کا جو نسخہ بروایت ابن مصعب منقول ہے- وہ بہت زیادہ اضافہ پر مشتمل ہے- ابن حزم کہتے ہیں کہ ابن مصعب کے نسخہ میں ایک صد احادیث زائد ہیں جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے نسخہ جات میں نہیں ہیں- اسی طرح محمد بن حسن کے نسخہ میں ایک سو پچھتر (۱۷۵) زائد ہیں جو ایسی سند کے ساتھ مروی ہیں جس میں امام مالک شامل نہیں- ان میں تیرہ احادیث امام ابوحنیفہ سے چار قاضی ابو یوسف سے اور باقی دوسروں سے منقول ہیں''-

(تدریب الراوی ص ۳۲ و مفتاح السنہ للخولی ص ۲۴)

روایاتِ موطا:

اسی بنا پر موطا میں مندرج احادیث کی تعداد میں لوگوں کے اقوال مختلف ہیں- ہر شخص نے وہی بتایا جو وہ جانتا تھا- موطا کے نسخہ جات کی تعداد یوں تو بہت ہے مگر ان میں سے تیس نسخے مشہور ہیں- ان نسخہ جات میں کمی بیشی اور تقدیم و تاخیر کے اعتبار سے بڑا فرق پایا جاتا ہے- جلال الدین سیوطی ذکر کرتے ہیں کہ راویوں سے منقول چودہ نسخے بہت مشہور ہیں- ان چودہ نسخہ جات میں مندرجہ ذیل نسخے شامل ہیں:

۱- یحییٰ بن یحییٰ لیثی اندلسی کا نسخہ یحییٰ نے پہلے عبدالرحمٰن سے موطا سنی جو شبطون کے نام سے معروف تھے- پھر دو دفعہ امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور موطا سنی مگر کتاب الاعتکاف کے آخر کے تین ابواب نہ سن سکے-

۲- مدینہ کے قاضی ابن مصعب احمد بن ابی بکر کا نسخہ- علماء کا کہنا ہے کہ ان کا مرتب کردہ نسخہ سب سے آخر میں امام مالک کو سنایا تھا- موطا کے اس نسخہ میں دیگر نسخہ جات سے یک صد احادیث زائد ہیں جو دوسروں نسخوں میں نہیں ہیں-

۳- امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید محمد بن حسن شیبانی کا نسخہ- یہ حدیث میں امام مالک کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے- اسی طرح فقہ میں ان کا شمار امام ابوحنیفہ کے بہترین شاگردوں میں ہوتا ہے- ان کے نسخہ میں یحییٰ کے نسخہ کی نسبت بکثرت اضافے ہیں- یہ نسخہ ہند و ایران میں طبع ہو چکا ہے- اور وہاں اور حرمین میں بہت مشہور ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب کشف الظنون رقم طراز ہیں:

''ابو القاسم محمد بن حسین شافعی فرماتے ہیں کہ امام مالک سے موطا کے گیارہ نسخے منقول ہیں یہ قریب المعنی ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل چار نسخے بہت مشہور ہیں۔

۱۔ یحییٰ بن یحییٰ کا نسخہ۔

۲۔ موطا ابن بکیر۔

۳۔ ابن مصعب کا نسخہ۔

۴۔ موطا بروایت ابن وہب۔

چاروں نسخہ جات میں سے مقبول ترین نسخہ یحییٰ کا ہے اور پھر ابن بکیر کا۔

(اضاءۃ الحالک ص ۴۰ کشف الظنون ج ۲ ص ۳۷۰)

شروح موطا:

متعدد علماء نے موطا کی شرحیں لکھی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل بہت مشہور ہیں۔

۱۔ حافظ ابو عمر بن عبدالبر قرطبی متوفی ۴۶۳ھ۔ آپ نے موطا کی دو شرحیں لکھی ہیں۔ ایک کا نام ''التمہید لما فی الموطا من المعانی و الاسانید'' ہے۔ اس کو امام مالک کے شیوخ کے اسماء کے مطابق بترتیب حروف تہجی مرتب کیا ہے۔ ایسی کتاب اس سے پہلے نہیں لکھی گئی۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ ''فقہ الحدیث کے موضوع پر میرے علم میں اس جیسی کتاب اور کوئی نہیں۔ اور اس سے بہتر کتاب کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ابن عبدالبر نے اس شرح کی تعریف میں یہ اشعار لکھے ہیں ؎

۱ سمیر فؤادی من ثلاثین حجة   وصاقل ذهنی والمفرّج عن همّی

۲ بسطتّ لهم فیه کلام نبیّهم   لمافی معانیه من الفقه و العلم

۳ وفیه من الآداب مایهتدی به   الی البرّ والتّقویٰ ونهی عن الظّلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (یہ کتاب) تیس سال سے میرے دل کی ہم راز چلی آ رہی ہے۔ میرے ذہن کو صاف کرنے والی اور میرے غموں کو دور کرنے والی ہے۔

۲- میں نے اس میں رسول کریم کے کلام کو شرح و بسط سے بیان کیا ہے اور اس کے معانی فقہ و علم پر مشتمل ہیں۔

۳- اس میں ایسے آداب مذکور ہیں جن سے نیکی و تقویٰ کی راہ ملتی ہے اور آدمی ظلم سے باز رہتا ہے۔

ابن عبدالبر کی دوسری شرح کا نام "کتاب الاستذکار فی شرح مذاہب علماء الامصار" ہے۔ یہ موطا کی بہترین شرح ہے۔ ابن عبدالبر بہت لائق مصنف تھے۔

۲- جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔ آپ کی شرح کا نام "کشف المغطی فی شرح الموطا" ہے۔ پھر موصوف نے اس کا اختصار "تنویر الحوالک" کے نام سے کیا۔ یہ کتاب مصر سے تین جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

۳- محمد بن عبدالباقی زرقانی مصری مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ۔ ان کی شرح متوسط ہے اور تین جلدوں میں ہے۔

۴- مولانا عبدالحی بن محمد لکھنوی ہندی ولادت ۱۲۶۴ھ۔ آپ کی شرح کا نام "التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد" ہے۔ یہ شرح پاکستان و ہند میں طبع ہو چکی ہے۔

۵- مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی نے جن کا نام قطب الدین احمد بن عبدالرحیم ہے۔ موطا کی دو شرحیں تحریر کیں۔ آپ کا سال وفات ۱۱۷۶ھ ہے۔ ایک شرح فارسی زبان میں لکھی اس کا نام "المصفی" ہے۔ یہ صرف احادیث و آثار کی شرح ہے۔ امام مالک کے اقوال اور بلاغات اس میں حذف کر دیئے ہیں۔ اس شرح میں آپ نے مجتہدانہ انداز تحریر کیا ہے۔ دوسری شرح عربی میں ہے۔ اس کا نام "المسوی" ہے۔ اس میں اختلاف مذاہب پر اکتفا کیا گیا ہے۔ کسی حد تک مشکل الفاظ کی تشریح بھی کی گئی ہے۔ (کشف الظنون ج ۲ ص ۳۷۰ مفتاح السنہ ص ۲۷، الانتقاء ص ۵ نیز اضاءۃ الحالک ص ۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مختصرات موطا:

مندرجہ ذیل علماء نے موطا کو مختصر کیا اور اس کا خلاصہ لکھا۔

۱۔ امام ابوسلیمان خطابی متوفی ۲۸۸ھ۔

۲۔ امام ابوالولید الباجی متوفی ۴۷۴ھ۔

۳۔ ابن رشیق القیروانی متوفی ۴۵۶ھ۔

۴۔ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ۔ ان کی کتاب کا نام ''القصی فی مسند الموطا و مرسلہ''۔

۵۔ ابو القاسم عبدالرحمٰن الغافقی الجوہری متوفی ۳۵۸ھ۔ ان کی مختصر چھ سو چھیاسٹھ مسند احادیث پر مشتمل ہے۔

(الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۱۔ کشف الظنون ج ۲ ص ۳۷۰)

موطا کی اہمیت:

جب سے امام مالک نے موطا تالیف کی' علماء دور دراز کا سفر طے کر کے امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ سے موطا کا درس لیتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک ہزار سے زیادہ لوگوں نے براہ راست موطا آپ سے سن کر روایت کی۔ گویا امام مالک ترمذی کی مندرجہ ذیل حدیث نبوی کے مصداق تھے۔

سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:

''وہ زمانہ کچھ دور نہیں جب لوگ سوختہ جگر اونٹوں پر سوار ہو کر علم کی تلاش کو نکلیں گے اور مدینہ کے عالم سے بڑھ کر کسی کو نہ پائیں گے''۔ (ترمذی)

اس حدیث کے راوی عبدالرزاق کہتے ہیں۔ کہ ''عالم مدینہ'' سے اس حدیث میں امام مالک مراد ہیں۔

لاتعداد علماء نے باختلاف مسالک و مشارب موطا امام مالک کو بڑی وُقعت کی نگاہ سے دیکھا۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

عظیم فقہاء: امام شافعی' محمد بن حسن شیبانی' ابن وہب' ابن القاسم۔

اکابر محدثین: یحیٰی بن سعید القطان' عبدالرحمٰن بن مہدی' عبدالرزاق بن ہمام۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملوک وامراء: خلیفہ ہارون الرشید اور ان کے دونوں بیٹے۔

موطا اپنے مولف امام مالک کی زندگی ہی میں حد درجہ شہرت پذیر ہوگئی تھی۔ چنانچہ تمام دیار و بلاد اور دور نزدیک کے رہنے والے اس کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ زمانہ جوں جوں آگے بڑھتا گیا موطا کی شہرت میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ اس میں تعجب کی بات بھی کیا ہے۔ اس لیے کہ فقہاء نے موطا ہی کو اپنے فقہی مذہب و مسلک کی اساس قرار دیا تھا۔ اس کی حد یہ ہے کہ (حنفیہ کے مرکز) عراق میں بھی فقہی مسائل کی بنا موطا ہی پر رکھی گئی تھی۔

علماء کی قدر دانی کا یہ عالم تھا کہ کوئی اس کی احادیث کی تخریج کرتا اور کوئی اس کے متابعات و شواہد تلاش کرتا۔ بعض علماء نے اس کے مشکل الفاظ کی شرح لکھی۔ اور ان کو ضبط کیا۔ بعض نے اس کے فقہی مباحث کو موضوع سخن بنایا۔ دیگر علماء نے اس کے رجال کے بارے میں داد تحقیق دی دوسری طرف خلفاء و سلاطین موطا کی قدر شناسی کا حق ادا کرتے رہے۔

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں امام مالک سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید نے مجھ سے مشورہ کیا کہ موطا کو کعبہ میں آویزاں کر دیا جائے۔ اور لوگوں کو مامور کیا جائے کہ وہ اس کی پیروی کریں۔ میں نے کہا کہ ایسا نہ کیجیے۔ اس لیے کہ اصحاب رسولؐ مختلف شہروں میں بس گئے تھے اور وہ دین کے فروعی مسائل میں مختلف الرائے تھے۔ اور اپنی اپنی جگہ سب درست ہی کہتے تھے ہارون الرشید کہنے لگا ابوعبداللہ (امام مالک کی کنیت) خداوند کریم آپ کو توفیق عطا فرمائے''۔

قاضی فاضل نے اپنے بعض خطوط میں لکھا ہے کہ'' مجھے نہیں معلوم کہ کوئی بادشاہ کبھی علم کی تلاش میں نکلا ہو بجز ہارون الرشید کے۔ خلیفہ ہارون اپنے دونوں بیٹوں امین و مامون کو لے کر موطا سننے کے لیے امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا تھا''۔ موطا کے جس نسخے سے ہارون نے امام مالک سے سماع کیا تھا وہ مصر کے دارالکتب میں موجود تھا۔ اسی طرح سلطان صلاح الدین علی بن ظاہر بن عوف سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موطا کا درس لینے کے لیے اسکندریہ حاضر ہوئے تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۳۳، تاریخ الخلفاء ص ۱۹۵، کشف الظنون ج ۲ ص ۳۷۱)

امام مالک محدث نہ تھے؟:

عصر حاضر کے بعض مصنف کہتے ہیں کہ امام مالک محدث نہ تھے نیز یہ کہ موطا احادیث و آثار کی کتاب نہیں بلکہ فقہ کی کتاب ہے۔ اس رائے کا اظہار پروفیسر علی حسن عبدالقادر نے اپنی کتاب ''نظرۃ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی'' میں کیا ہے۔ چنانچہ پہلے ہم ان کے خیالات نقل کر کے پھر ان کا ابطال کریں گے۔

موصوف لکھتے ہیں:

''امام مالک کی بنیادی کتاب موطا ہے۔ اگر زید کے فقہی مجموعہ کو نظر انداز کر دیا جائے تو موطا اسلام میں فقہ کی اوّلین کتاب ہے۔ جو نقل ہو کر ہم تک پہنچی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ امام مالک کے زمانہ میں فقہی تدوین کہاں تک پہنچ چکی تھی۔ موطا کو حدیث کی اولین عظیم کتاب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ باوجودیکہ موطا کو اسلام میں بڑا مقام حاصل ہے اور اس کے مولف امام دارالہجرت تھے اور ان کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ تاہم موطا دراصل حدیث کی کتاب شمار نہیں کی جاتی''۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ امام مالک کی کتاب ان کتب حدیث کی طرح نہیں جو محدثین نے اگلے تاریخی ادوار میں تالیف کی تھیں۔ تاریخ کتب میں موطا کو کتب حدیث میں شمار نہیں کیا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ موطا فقہ کی کتاب ہے۔ اس لیے نہیں کہ موطا میں وہ تمام ابواب مفقود ہیں جو عام طور سے جامع کتب حدیث میں پائے جاتے ہیں۔ بلکہ اس لیے کہ امام کی غرض فقہ کی کتاب مرتب کرنا تھا اور اس کی وضع و ترتیب بھی کتب فقہ سے ملتی جلتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام مالک کا مقصد یہ نہ تھا کہ جو احادیث صحیحہ دستیاب ہیں' ان کو موطا میں یک جا کر دیا جائے- بخلاف ازیں وہ فقہ و قانون کا ایک مجموعہ مرتب کرنے کے خواہاں تھے-

اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مالک نے اس میں صحابہؓ و تابعین کے اقوال و فتاوٰی اور اپنے افکار و آراء جمع کر دیئے ہیں- بنا بریں ہم کہتے ہیں کہ امام مالک محدث نہ تھے- بلکہ عملی و فقہی حیثیت سے احادیث کے شارح تھے- چنانچہ موطا سے اس کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں- پھر موصوف نے چند امثلہ کا تذکرہ کیا ہے- علی حسن نے جہاں رائے و قیاس کے بارے میں امام مالک کا زاویہ نگاہ بیان کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ ہم اس سے بسہولت یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ امام مالک محدث نہ تھے- نیز یہ کہ وہ حدیث آحاد کو قابل اعتماد بھی نہ سمجھتے تھے''- (نظرۃ عامۃ ص ۲۴۴' ۲۴۹)

مندرجہ بیانات سے ہم دو نتیجے نکال سکتے ہیں:

۱- موطا حدیث کی کتاب نہیں-

۲- امام مالک محدث نہ تھے-

اس بات کی تردید کہ موطا حدیث کی کتاب نہیں:

ا- علی حسن عبدالقادر نے موطا کو کتب حدیث سے خارج کرنے کے سلسلہ میں دو باتوں پر اعتماد کیا ہے-

اوّل: یہ کہ امام مالک کا مقصد حدیث کی کتاب تالیف کرنا نہ تھا- بخلاف ازیں وہ فقہی مسائل کا مجموعہ مرتب کرنے کے خواہاں تھے-

دوم: یہ کہ موصوف نے اپنی کتاب کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا ہے-

اب ہم اس کی تردید کرتے ہیں:

۱- ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امام مالک فقہی مسائل کا مجموعہ مرتب کرنا چاہتے تھے- مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ ان کا مقصد یہ بھی ہو کہ فقہی مسائل کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ اس میں احادیث صحیحہ بھی جمع کر دی جائیں- اور اس طرح آپ کی کتاب حدیث نبوی اور فقہ اسلامی دونوں کا مجموعہ ہو- جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آپ کی کتاب محدثین اور فقہاء دونوں کا مرجع ومحور ہو گی-

دراصل یہ بات درست بھی ہے اور تاریخ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے- ثقہ راویوں سے مروی ومنقول ہے کہ مختلف بلاد ودیار کے علماء اختلاف مسلک ومشرب کے باوجود امام سے موطا کا سماع کرنے کے لیے بنفس نفیس مدینہ حاضر ہوئے- ان میں امام مالک کے ہم پلہ مجتہدین فقہاء بھی تھے- مثلاً شافعی' محمد بن حسن شیبانی وقاضی ابو یوسف شاگردان امام ابو حنیفہ وغیرہم- ان اکابر فقہاء کا موطا کو سننا' اس کی روایت کرنا' اس میں غور وفکر کرنا اور اپنے فقہی مسلک کو چھوڑ کر احادیث موطا کے مدلول ومفہوم کی طرف رجوع کرنا جیسا کہ محمد بن حسن شیبانی نے کیا- اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ موطا کا تعلق جس قدر حدیث نبوی کے ساتھ ہے- فقہ ورائے کے ساتھ اس حد تک نہیں-

ہم قبل ازیں اس بات پر روشنی ڈال چکے ہیں کہ محدثین نے امام مالک کے زمانہ میں موطا کے ساتھ کس قدر اعتنا کیا تھا- اس کی حد یہ ہے کہ عظیم محدثین مثلاً یحیٰی بن سعید القطان وعبدالرحمٰن بن مہدی وعبدالرزاق اور ملوک وامراء مثلاً ہارون الرشید اور آگے چل کر صلاح الدین ایوبی بذات خود موطا کے سماع کے لیے حاضر ہوئے تھے- اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے- کہ موطا فقہ سے زیادہ حدیث کی کتاب ہے-

۲- علی حسن کا یہ استدلال کہ امام مالک نے موطا کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا اور اس میں صحابہؓ وتابعین کے اقوال وفتاوی کو یکجا کیا ہے- اس لیے موطا فقہ کی کتاب ہے ہمارے نزدیک قابل تسلیم نہیں اور اس کی بنا پر موطا کو کتب حدیث سے خارج نہیں کیا جا سکتا- اس لیے کہ بخاری بلانزاع وجدال امام المحدثین ہیں- اور وہ بھی صحیح بخاری میں اسی روش پر گامزن رہے ہیں- امام موصوف نے صحیح بخاری کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا اور بے شمار موقوف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیث اور قرآنی آیات بھی اس میں یک جا کر دی ہیں۔ مزید برآں صحیح بخاری میں ان کے ذاتی افکار و آراء اور اجتہادات بھی مذکور ہیں۔ مگر آج تک ایک عالم بھی ایسا نہیں جس نے یہ بات کہی ہو کہ صحیح بخاری حدیث کی کتاب نہیں بلکہ فقہ کی کتاب ہے۔ اور وہ حدیث کی نسبت اقرب الی الفقہ ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ نہ تھا کہ جو احادیث صحیحہ ان کے عصر و عہد میں موجود ہیں سب کو یکجا کر دیا جائے۔ اور اگر استاد علی حسن عبدالقادر کی بات تسلیم کر لی جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ صحیح بخاری اس امر کے لیے موزوں تر ہے کہ اسے کتب حدیث کے زمرہ سے نکال دیا جائے حالانکہ وہ نہ صرف بلا نزاع و خلاف امہات کتب حدیث میں شمار کی جاتی ہے بلکہ ان سب میں اولیٰ و افضل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موطا کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کرنے اور اس میں احادیث نبویہ کے ساتھ صحابہ و تابعین کے اقوال و فتاویٰ کو مخلوط کرنے میں امام مالک منفرد نہیں تھے۔ بلکہ امام مالک کے ہم عصر تمام اہل تصنیف محدثین کا طرز و انداز یہی تھا۔ مثلاً ابن عیینہ و شعبہ بن حجاج وعبدالرزاق ولیث بن سعد وغیرہم۔

ب۔ علی حسن نے دوسری بات یہ کہی ہے کہ امام مالک محدث نہ تھے۔ اب ہم اس کی تردید کرتے ہیں۔

علی حسن اپنی کتاب کے بیشتر مقامات پر یہ بات دہراتے ہیں کہ امام مالک محدث نہ تھے۔ حالانکہ یہ بات جملہ اہل اسلام کے اجماع کے خلاف ہے جو جمیع عصور و ازمنہ میں منعقد ہوتا رہا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ علی حسن دیکھتے ہیں کہ بعض مسائل میں امام مالک ایسا اجتہاد کرتے ہیں جو نصوص کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہوتا۔ یا ان کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہو کہ موطا حدیث کی کتاب نہیں بلکہ فقہ کی کتاب ہے۔ اس لیے امام بھی فقیہہ ہیں محدث نہیں۔ ہم قبل ازیں اس زعم فاسد کا ابطال کر چکے ہیں۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ جناب امام رائے و اجتہاد سے کام لیتے تھے تو یہ ایک مسلمہ بات ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اس لیے کہ وہ ایک جلیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

القدر امام تھے- اور اجتہاد مطلق کے مرتبہ پر فائز تھے- مگر اس سے ان کے ایک عظیم محدث و نقاد ہونے کی نفی نہیں ہوتی- آپ احادیث نبویہ کے گراں بہا ذخیرہ سے مالا مال تھے- اور اس ضمن میں کوئی معاصران کا حریف نہیں ہو سکتا- منقول ہے کہ آپ نے ایک لاکھ احادیث نبویہ روایت کیں- آپ رواۃ رجال کے زبردست ناقد تھے اور اسانید کے جوہری تھے- اور یہ وہ بات ہے- جس کا اعتراف ان کے تلامذہ سے پہلے ان کے اقران و اماثل کرتے ہیں-

لوگ ہر عصر و عہد میں امام مالک کی مرویات پر اعتماد کرتے رہے- امام بخاری کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی حدیث امام مالک سے مل جاتی تو کسی دوسرے کی پروانہ کرتے- اگر کوئی محدث رائے و قیاس سے کام لیتا ہو اور وہ اجتہاد کے درجہ پر فائز ہو اور تفسیر قرآن و فقہ الحدیث کے بارے میں بھی اظہار خیال کرتا ہو تو وہ اس کی بنا پر محدثین کے زمرہ سے باہر نہیں نکل جاتا ایسے شخص کو اگر چہ فقیہہ ٹھہرا سکتے ہیں- مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ محدث نہیں رہتا- پھر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ امام مالک اس ضمن میں منفرد نہیں ہیں- بخلاف ازیں دیگر محدثین بھی احادیث نبویہ کے ساتھ ساتھ رائے و اجتہاد کے جامع تھے- اور ان کا ایک خاص فقہی مسلک بھی تھا- یہ دوسری بات ہے کہ وہ فقہی مسلک کرۂ ارضی سے ناپید ہو گیا- مثلاً ابن عیینہ و سفیان ثوری و اوزاعی-

امام بخاری ہی کو دیکھئے وہ اجتہاد کے درجہ پر فائز تھے اور ان کی متعدد فقہی آراء بکثرت فقہاء کے خلاف ہیں- علی حسن عبدالقادر ''تدوین حدیث میں موطا کا مقام'' کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں-

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اگر چہ حقیقی محدث نہ تھے تاہم ان کے ذریعے محدثین کو بڑا فائدہ پہنچا- ان کے پیش نظر زیادہ تر احادیث کا عملی پہلو ہوتا تھا- آپ دیکھتے تھے کہ مدینہ میں کون سی روایات زیادہ مقبول ہیں- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث نبوی میں شک و ریب میں مبتلا نہیں ہوئے تھے- جس نے پچھلے محدثین کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی کو اجیرن بنا دیا- پہلی وجہ یہ ہے کہ اس وقت اسناد کو ضروری خیال نہیں کیا جاتا تھا- اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک تہائی موطا بلا سند مرسل و مقطوع روایات پر مشتمل ہے- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مراسیل روایت کرتے اور سہولت کے ساتھ ان سے فقہی نتائج نکالتے ہیں- اس لیے کہ وہ بصمیم قلب سنت کی حمایت کرنا اور اس پر عمل کرنا چاہتے اور ان کو اس کے ظاہری نقد و جرح کی فکر چنداں دامنگیر نہیں ہوئی- مندرجہ ذیل تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

موطا میں کل روایات	۱۷۲۰
مرفوع احادیث	۶۰۰
مرسل روایات	۲۲۲
موقوف روایات	۶۱۳
مقطوع روایات	۲۸۵

جب کہ محدثین ایک حدیث کو مختلف طرق و اسانید سے روایت کرتے ہیں امام مالک ایک ہی سند پر اکتفا کرتے ہیں- محدث اور غیر محدث میں فرق و امتیاز تو اسی سے واضح ہو جاتا ہے- یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہمیں ایسی احادیث ملتی ہیں- جو دوسرے محدثین کے یہاں موجود ہی نہیں"-

(نظرۃ عامۃ از علی حسن عبدالقادر ص ۲۵۰)

ہم علی حسن عبدالقادر سے کہیں گے کہ جب امام مالک خود محدث نہیں تو وہ محدثین کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ جس کے پاس کوئی چیز موجود نہیں وہ دوسرے کو کیسے وہ چیز دے سکتا ہے؟ اور پھر امام مالک نقادانہ تاریخی بحث کا حق کیسے ادا کر سکتے ہیں- جب کہ وہ اسناد کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور نہ ہی احادیث کے طرق و اسانید کو یکجا کرتے ہیں حالانکہ اسی بات سے محدث و غیر محدث کا فرق واضح ہوتا ہے- یہ کھلا ہوا تناقض نہیں تو اور کیا ہے؟-

علی حسن عبدالقادر کہتے ہیں کہ امام مالک اسناد کو چنداں اہمیت نہیں دیتے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے کہ اسناد کو ان دنوں ضروری خیال نہیں کیا جاتا تھا- یہی وجہ ہے کہ امام مالک اسانید کو شک وشبہ کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور نہ ہی ان کے بارے میں بحث و تمحیص سے کام لیتے ہیں- اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ امالک نے موطا میں بکثرت مرسل موقوف اور مقطوع روایات مندرج کی ہیں- اگر وہ اسناد کو اہمیت دیتے ہوتے تو ایسی روایات کو موطا میں جگہ نہ دیتے-

ہم کہتے ہیں کہ علی حسن عبدالقادر کا مذکورہ صدر قول تاریخ پر عظیم بہتان ہے- کون کہتا ہے کہ امام مالک کے عصر و عہد میں اسناد کو چنداں وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا؟ حالانکہ علماء خوارج وشیعہ کے آغاز ظہور ہی سے اسانید اور احادیث صحیحہ وسقیمہ کے بارے میں بحث کرنے لگے تھے- پھر جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا- حدیث نبوی میں دروغ گوئی سے کام لینے والوں میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا- خصوصاً امام مالک کے زمانہ میں تو ایسے لوگ بڑے کثیر التعداد تھے- امام مالک کو اسناد کے بارے میں سہل انگاری سے کیسے متہم کیا جا سکتا ہے- جب کہ وہ خود فرماتے ہیں-

”بسا اوقات ایک شیخ ہمارے پاس بیٹھ کر دن بھر حدیثیں بیان کرتا رہتا تھا- مگر ہم اس سے ایک حدیث بھی اخذ نہ کرتے- ہم اس پر دروغ گوئی کی تہمت عاید نہیں کرتے تھے- صرف بات یہ تھی کہ وہ محدث نہیں ہوتا تھا“-

امام مالک ہی کا قول ہے:

”اہل مدینہ کی ایک جماعت سے میری ملاقات ہوئی مگر میں نے ان سے مطلقاً علمی استفادہ نہیں کیا- حالانکہ لوگ ان کے چشمہ علم سے سیراب ہوتے تھے- یہ لوگ کئی قسم کے تھے- ان میں سے ایک قسم کے لوگ تو وہ تھے جو لوگوں کے ساتھ بات چیت میں دروغ گوئی کے عادی تھے- مگر علمی باتوں میں جھوٹ نہیں بولتے تھے- تاہم میں نے ان کے جھوٹ کی بنا پر ان سے استفادہ نہیں کیا- دوسری قسم کے لوگ جاہل تھے اور میری نگاہ میں اس بات کے مستحق نہ تھے کہ ان سے حدیثیں اخذ کی جائیں- تیسری قسم کے لوگ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وہ تھے جن کے بارے میں عوام الناس اچھی رائے کا اظہار نہیں کرتے تھے''۔

یحییٰ بن سعید القطان جیسا محدث امام مالک کے بارے میں کہتا ہے:

''امام مالک امام فی الحدیث تھے''۔

ابوقدامہ فرماتے ہیں:

''امام مالک اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ حدیث تھے''۔

(الانتقاء لابن عبدالبر)

جہاں تک مرسل موقوف اور مقطوع روایات کا تعلق ہے امام مالک ان سے احتجاج کرتے تھے۔ اور قبل ازیں ہم ان پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس ضمن میں امام مالک کے معاصر سفیان بن عیینہ کا قول ہی کافی ہے۔ فرماتے ہیں:

''امام مالک وہی حدیث روایت کرتے تھے جو صحیح ہو اور صرف ثقہ راویوں سے منقول ہو''۔

مندرجہ صدر بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب مالک حدیث وفقہ دونوں میں امامت کے درجہ پر فائز تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس عصر میں وضع حدیث کا آغاز

حدیث نبوی کے حفظ وضبط اور جمع وتالیف کے مساعی جمیلہ کے باوصف اس دور میں ان لوگوں نے شر وفساد کے جراثیم وعوامل پھیلانا شروع کر دیئے تھے جو حدیثیں وضع کرتے اور لوگوں میں قصے کہانیاں اور جھوٹی باتوں کی اشاعت کرتے تھے- اس دور میں بکثرت ایسے گروہ وجود پذیر ہو گئے تھے جو حدیثوں کو بگاڑتے اور ان میں اختلاط وآمیزش کا مذموم کاروبار انجام دیتے تھے- ان تمام گروہوں میں سے مشہورترین گروہ یہ تھے:

(۱) سیاسی داعی (۲) وعظ گو (۳) زنادقہ-

اب ہم ان تینوں گروہوں کا مختصر حال بیان کرتے ہیں تاکہ پتہ چلے کہ ان سے حدیث نبوی کو کس قدر خطرہ لاحق تھا- نیز یہ کہ محدثین کی ذمہ داریاں اس دور میں کس حد تک بڑھ گئی تھیں اور ان کو کس قدر کٹھن مرحلہ درپیش تھا-

۱- سیاسی داعی:

دولت عباسیہ کی اساس اموی خلافت کے اختتام پر رکھی گئی تھی- اس لیے یہ سیاسی انقلاب کا دور تھا- جس میں خلافت ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں منتقل ہو رہی تھی- بدیہی بات ہے کہ یہ انتقال فوری نہ تھا- بخلاف ازیں کافی عرصہ سے خفیہ دعوت کا سلسلہ جاری تھا- یہ دعوت کبھی ظاہری ہوتی اور گاہے بہ اخفا میں چلی جاتی- ایک اموی شاعر کو اس کا اندازہ ہو گیا تھا- چنانچہ وہ اپنی قوم کو اس کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

۱- اری خلل الرماد ومیض نارٍ و یوشك ان یکون له ضرام

۲- لئن لم یطفها عقلاء قوم یکون و قودها جثث و هام

ترجمہ: ۱- میں راکھ کے درمیان آگ کی چمک دیکھ رہا ہوں اور عین ممکن ہے کہ وہ بھڑک اٹھے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲- اگر قوم کے دانشمندوں نے اس کو بجھانے کوشش نہ کی تو جسم اور سر اس کا ایندھن بن جائیں گے-

خفیہ دعوت کا آغاز دوسری صدی ہجری کے اوائل میں ہوا- اس مقصد کے لیے بارہ آدمیوں کو نقیب مقرر کیا گیا- علاوہ ازیں ستر آدمی اور مقرر کیے گئے جو ان کے مشورہ پر چلتے اور چھپ چھپا کر لوگوں میں عباسی دعوت کو پھیلاتے- کبھی یہ لوگ سوداگری کے بھیس میں رونما ہوتے اور گاہے حاجیوں کی شکل میں لوگوں سے ملتے- یہ سلسلہ کئی سالوں تک چلتا رہا اس ضمن میں ابو مسلم خراسانی نے نمایاں خدمات انجام دیں- ۱۲۷ھ میں ابو مسلم خراسانی نے بلاد خراسان میں انقلابی تحریک کا بیڑا اٹھایا- اس نے دیکھا کہ لوگ بنو عباس کی دعوت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں- چنانچہ اس نے پورے خراسان میں داعیوں سے خوب کام لیا- (تاریخ الامم الاسلامیہ للخضری ص ۲۰)

ان داعیوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے لیے جو حربے استعمال کیے- ان میں سے ایک حیلہ یہ بھی تھا کہ وہ مقصد براری کے لیے احادیث نبویہ سے کام لینے لگے- چنانچہ انہوں نے حسب منشا حدیثیں وضع کر کے ان میں شامل کر دیں- ان وضع کردہ احادیث میں ایک طرف بنو امیہ سے نفرت دلائی گئی تھی اور دوسری جانب بنو عباس کی خلافت کی بشارت دی گئی تھی- تا کہ لوگ بنو عباس کو چاہنے لگیں- چند خود ساختہ احادیث ملاحظہ فرمائیں- مثلاً

۱ بنو امیہ سے نفرت دلانے پر مشتمل احادیث:

جب حضرت حسنؓ بن علیؓ نے امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی تو ایک شخص نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا- "آپ نے اہل ایمان کو (معاویہؓ کی بیعت کر کے) رسوا کر دیا"- حضرت حسنؓ نے فرمایا "مجھے معتوب نہ کیجیے- نبی اکرم ﷺ نے خواب میں بنو امیہ کو جب اپنے ممبر پر دیکھا تو آپؐ کو یہ بات پسند نہ آئی- تب سورۃ الکوثر اور القدر نازل ہوئی- سورہ القدر میں فرمایا: لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ- (شب قدر ہزار رات سے بہتر ہے) اس آیت میں اس جانب اشارہ ہے کہ بنو امیہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکومت ہزار ماہ یعنی تراسی سال چار ماہ کے لگ بھگ ہوگی۔ حضورؐ نے بنوحکم بن ابی العاص کوخواب میں دیکھا کہ وہ آپؐ کے منبر پر بندروں کی طرح اچھل رہے ہیں۔ یہ منظر آپ پر بڑا ناگوار گزرا۔ چنانچہ آپؐ اس کے بعد کھل کر کبھی نہ ہنسے۔ یہاں تک کہ خالق حقیقی سے جا ملے۔ اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ" یعلی بن مرہ روایت کرتے ہیں کہ اس آیت میں "الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ" سے بنوامیہ کا خاندان مراد ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے مروان بن حکم سے کہا تھا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا وہ تمہارے باپ اور دادا سے فرمارہے تھے۔ ''الشجرۃ الملعونۃ'' سے تم (بنوامیہ) مراد ہو۔ اس ضمن میں ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ''میں نے بنوامیہ کو زمین کے منبروں پر دیکھا ہے۔ وہ تمہارے بادشاہ قرار پائیں گے۔ اور تم ان کو بدترین حاکم پاؤ گے''۔

۲۔ عباسی خلافت کی بشارت سے متعلق احادیث:

چند احادیث موضوعہ ملاحظہ فرمایئے۔

عبدالعزیز بن بکار روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ بنوامیہ نے جتنے روز حکومت کی ہوگی بنوعباس اس سے دوگنا عرصہ خلافت پر فائز رہیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ سرورکائنات ﷺ نے حضرت عباسؓ کو آتے دیکھا تو فرمایا ''یہ میرے چچا چالیس خلفاء کے باپ ہیں۔ یہ قریش میں سب سے زیادہ سخی اور حسین وجمیل ہیں۔ ان کی اولاد میں سے خلیفہ سفاح منصور اور مہدی ہوں گے اے میرے چچا! میرے ساتھ اللہ نے اس امر کا آغاز کیا تھا اور اس کا خاتمہ تیری اولاد میں سے ایک شخص کے ہاتھوں انجام پائے گا''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب تیرے بیٹے سیاہ مکانوں میں رہیں۔ سیاہ لباس پہنیں اور اہل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خراسان ان کے مددگار ہوں تو اقتدار ہمیشہ ان میں رہے گا- حتی کہ وہ اسے عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دیں گے- حضرت ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "میں نے بنو اُمیہ کو باری باری اپنے منبر پر چڑھتے دیکھا تو مجھے سخت ناگوار گذرا- پھر بنو عباس کو باری باری منبر پر چڑھتے دیکھا تو یہ دیکھ کر خوش ہوا"-

اس قسم کی وہ احادیث ہیں جو بنو عباس کے داعیوں نے حضرت علیؓ اور ان کی اولاد سے یا دوسرے لوگوں سے نقل کی ہیں- ان کا مقصد دراصل شیعہ کو حضرت علیؓ کی اولاد کے لیے خلافت طلب کرنے سے روکنا اور بنو عباس کی خلافت کو مستحکم کرنا تھا- چند احادیث موضوعہ پیش کی جاتی ہیں-

حضرت علیؓ بن ابی طالب مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا "جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور انہوں نے سیاہ کوٹ اور سیاہ عمامہ پہن رکھا تھا- میں نے کہا کیا بات ہے آپ اس سے پہلے اس صورت میں کبھی نہیں آئے تھے؟ کہنے لگے "اولاد عباس کے سلاطین اسی لباس میں ملبوس ہوں گے"- میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کیا وہ حق پر ہوں گے؟ کہنے لگے جی ہاں- نبی ﷺ نے فرمایا "اے اللہ! عباس اور اس کی اولاد پر رحمت فرما وہ جہاں بھی ہوں"- جبریل نے کہا آپ کی امت پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب سیاہ رنگ کی وجہ سے اللہ اسے عزت دے گا- میں نے کہا- "اس وقت برسر اقتدار کون لوگ ہوں گے"؟ جبریل کہنے لگے "اولاد عباس" میں نے پوچھا ان کے پیرو کون لوگ ہوں گے؟ جبریل نے کہا "اہل خراسان" میں نے کہا بنو عباس کس چیز کے مالک ہوں گے؟ جبریل نے کہا "وہ سیاہ و سفید' تاج و تخت' منبر' دنیا اور محشر ہر چیز کے مالک ہوں گے"-

انہیں موضوعات کے زُمرہ میں یہ حدیث بھی شامل ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عباسؓ کو مخاطب کر کے فرمایا' حضرت علیؓ بھی اس وقت موجود تھے' کہ آپ کی اولاد بادشاہ ہوگی- پھر حضرت علیؓ کی جانب متوجہ ہوئے اور کہا "آپ کی اولاد سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنا شروع کر دیا- یا تو اس لیے کہ زنادقہ بنی عباس کی مذمت میں اور لوگوں کو ان سے نفرت دلانے کے لیے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے- ان کا مطلب مسلمانوں کی سلطنت کو کمزور کرنا تھا خلفاء کے زنادقہ کو قتل کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ دین اسلام کے علمبردار تھے اور وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ دین میں وضع حدیث کا دروازہ کھولا جائے-

ہمیں اس بات سے بحث نہیں کہ زنادقہ کو قتل کرنے کی پہلی وجہ تھی یا دوسری وجہ اور یا دونوں- جو چیز ہماری نگاہ میں اہمیت کی حامل ہے' وہ یہ ہے کہ زنادقہ نے بکثرت حدیثیں وضع کیں- ان احادیث کا نبی اکرم ﷺ سے منقول ہونا تو درکنار' یہ اصول دین اور عقل سلیم سے بھی متصادم تھیں- اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا زنادقہ کا مقصد دین اسلام کو ملیا میٹ کرنا اور دین کے سرچشموں میں سے اس کے دوسرے مصدر و ماخذ یعنی حدیث نبوی کو ناقابل اعتماد ٹھہرانا تھا- جس پر اسلامی احکام اور قرآن کے فہم و ادراک کا مدار و انحصار ہے-

ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ ابن علیہ نے کہا خلیفہ ہارون الرشید نے ایک زندیق کو پکڑ کر اسے قتل کرنے کا حکم دیا- زندیق نے دریافت کیا آپ مجھے کیوں قتل کر رہے ہیں؟ ہارون نے کہا میں مخلوق خدا کو تم سے نجات دلانا چاہتا ہوں- زندیق نے کہا ''ان ایک ہزار احادیث کا کیا بنے گا' جن کو میں نے وضع کر کے نبی کریمؐ کی جانب منسوب کر دیا ہے اور ان میں ایک حرف بھی حضورؐ کا فرمودہ نہیں؟ ہارون نے کہا ''فکر نہ کیجئے' ابو اسحاق فزاری اور عبداللہ بن مبارک ان کو چھانٹ لیں گے اور ایک ایک حرف الگ نکال لیں گے''- (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۱۹۴)

مذکورہ صدر واقعہ سے جہاں یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ زنادقہ نے حدیث نبوی سے کیا سلوک کیا تھا- دوسری جانب یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ محدثین نے احادیث کی چھان پھٹک اور نقد و جرح کے سلسلہ میں کس قدر مساعی جمیلہ انجام دی تھیں- اس زندیق نے ایک ہزار احادیث وضع کی تھیں اور اگر وہ لمبی عمر پاتا تو مزید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیث گھڑ لیتا- اب اندازہ لگائیے کہ ان کثیر زنادقہ نے کس قدر احادیث وضع کی ہوں گی جو پوشیدہ طور پر حدیثیں گھڑنے کا دھندا انجام دیتے تھے-

زنادقہ میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے اساتذہ کو حدیثیں لکھ کر دیا کرتے تھے- جونہی استاد ذرا غافل ہوتا تو وہ استاد کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اس میں احادیث موضوعہ شامل کر دیتا تھا- شیخ ان کو مرویات سمجھ کر روایت کرتا رہتا تھا- خلیفہ مہدی عباسی کا قول ہے کہ ایک زندیق نے میرے پاس اعتراف کیا کہ میں نے چار سو احادیث وضع کی ہیں اور وہ لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں- اور اس قسم کے دیگر واقعات جن سے کتب موضوعات لبریز ہیں-

سوم- قصہ گو:

بے دین اور حدیث نبوی سے بے بہرہ لوگوں کی ایک جماعت نے پیسے بٹورنے کے لیے قصہ گوئی کا فن اختیار کر لیا تھا- اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں میں قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھے جائیں- محدثین کو ایسے لوگوں کی وجہ سے بڑی تکالیف کا سامنا ہوا تھا- اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ہر نئی اور انوکھی بات کو بہت پسند کرتے ہیں- خصوصاً قصہ کہانیوں کو- چنانچہ عوام الناس ان افسانہ طراز لوگوں کی طرف مائل ہو گئے- افسانہ گو لوگ قصے کہانیاں گھڑ کر ان کو نبی اکرم ﷺ کی جانب منسوب کر دیا کرتے تھے- حالانکہ حضورؐ کا دامن ان جھوٹی کہانیوں سے پاک تھا- ذیل میں ہم چند واقعات ذکر کرتے ہیں- جن سے اندازہ ہو سکے گا کہ احادیث نبویہ کو کس طرح بگاڑتے تھے- نیز یہ کہ عوام الناس ان پر کس حد تک فریفتہ تھے اور ان کو جید علماء کے مقابلہ میں ترجیح دیا کرتے تھے-

۱- محدث ابن الجوزی اپنی کتاب ''القصاص و المذکرین'' میں ابو الولید الطیالسی سے نقل کرتے ہیں کہ میں شعبہ کے پاس بیٹھا تھا- ایک نوجوان ان کے پاس آیا اور ایک حدیث کے بارے میں دریافت کرنے لگا- شعبہ نے کہا ''کیا آپ قصہ گو ہیں؟ اس نے کہا ''جی ہاں'' شعبہ نے کہا کہ ''تو جائیے ہم قصہ گو لوگوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیثیں نہیں سنایا کرتے''- میں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے ''یہ لوگ ہم سے بالشت بھر حدیث لیتے ہیں اور اس کو ایک گز بنا دیتے ہیں''-

یہ شعبہ کی شہادت ہے جو اس عصر و عہد میں محدثین کے سرخیل تھے- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشہ ور قصہ گو احادیث نبویہ کو کس قدر بگاڑتے تھے- اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دور کے علماء ایسے لوگوں کی حرکتوں سے کس حد تک باخبر تھے-

۲- ابن الجوزی اپنی سند کے ساتھ حجر بن عبدالجبار حضرمی سے نقل کرتے ہیں کہ کوفہ کی مسجد میں ایک قصہ گو شخص رہتا تھا- جس کو زرعہ کہتے تھے- امام ابو حنیفہؒ کی والدہ ایک فتویٰ دریافت کرنا چاہتی تھیں' جو امام ابو حنیفہؒ نے بتا دیا- مگر والدہ نے اصرار کیا کہ میں زرعہ سے ہی پوچھوں گی- چنانچہ امام ابو حنیفہؒ ان کو زرعہ کے پاس لے گئے- اور کہا یہ میری والدہ ہیں اور آپ سے فلاں مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں- زرعہ کہنے لگا ''آپ مجھ سے بڑھ کر عالم اور فقیہ ہیں' ان کو مسئلہ بتا دیجئے''- امام صاحب نے فرمایا میں نے یہ مسئلہ ان کو بتا دیا ہے- یہ سن کر زرعہ نے کہا ''ابو حنیفہ ٹھیک کہتے ہیں''- تب ان کی والدہ خوش ہو کر چلی گئیں- (تحذیر الخواص ص ۸۰)

اس واقعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ قصہ گو قسم کے لوگ عوام الناس کے قلب و ذہن پر اس حد تک چھائے ہوئے تھے کہ امام ابو حنیفہ کی والدہ ان کے فتویٰ پر قانع نہ تھیں اور زرعہ افسانہ گو سے پوچھنے پر مصر تھیں- حالانکہ جناب امام فقہ و علم اور فہم و ذکا میں ضرب المثل کی حد تک مشہور ہیں-

یہ امر پیش نظر رہے کہ صرف مندرجہ صدر تینوں فرقے ہی حدیثیں گھڑنے کا دھندا نہیں کرتے تھے- بخلاف ازیں ان کے علاوہ مجسمہ و مرجیہ اور دیگر بکثرت فرقے اپنے اپنے افکار و عقائد کی ترویج و اشاعت کے لئے حدیث سازی کا کام انجام دیتے تھے- اس پر طرہ یہ کہ بہت سے صوفی نما جاہل ترغیب و ترہیب سے متعلق حدیثیں وضع کیا کرتے تھے- وہ اس زعم باطل میں مبتلا تھے کہ اس میں ہمارا اور عوام الناس کا بھلا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے- اس کے علاوہ ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی جن کو خدا نے گمراہ کر دیا تھا- یہ سب لوگ احادیث و اسانید وضع کرنے کے ناپاک کاروبار میں متحد الخیال تھے- مگر خداوند کریم نہیں چاہتا تھا کہ اس کے نبی کی احادیث کو بازیچہ طفلاں بنا کر رکھ دیا جائے اور دروغ پیشہ لوگ حسب مرضی اس میں اضافہ کرتے چلے جائیں- یہی وجہ ہے کہ اس نے ہر عصر وعہد میں ایسے جلیل القدر محدثین کو پیدا کر دیا تھا جو حدیث رسولؐ کے دفاع کا فریضہ انجام دیتے تھے- کیا خوب فرمایا خداوند کریم نے کہ

﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ﴾

''جھاگ دور ہو جاتی ہے اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے والی چیز زمین میں ٹھہر جاتی ہے''-

وضاعین سے علماء کا مقابلہ:

خداوند کریم نے اس دور میں احادیث نبویہ کا دفاع کرنے کے لئے کبار حفاظ و نقاد پر مشتمل جید علماء کی ایک جماعت پیدا کر دی- ان علماء نے حق و باطل کو ممیز وممتاز کرنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور رسول کریم ﷺ پر دروغ بافی کرنے والوں کے جھوٹ کی قلعی کھول کر تقربِ خداوندی حاصل کیا- ان علماء نے رواۃِ حدیث کا مرتبہ و مقام متعین کیا- اور مدح و ذم جس کے مستحق تھے' اسی سے ان کو ملقب کیا- چنانچہ خدا کے دین میں انہوں نے کسی کی رو رعایت ملحوظ نہ رکھی- وہ صاف کہتے کہ فلاں ثقہ راوی ہے- فلاں حجت ہے- فلاں کذاب اور فلاں لین الحدیث ہے- فلاں ضعیف ہے اور فلاں کی روایت قبول کرنے میں حرج نہیں اور اس قسم کے دیگر القاب جو رواۃِ حدیث کی عظمت وثقاہت یا ان کے ضعف وسقوط کی علامت ہیں-

اس دور میں ...جس کو مؤرخین کی زبان میں عصرِ تدوین کہتے ہیں.... علمائے حدیث نے حدیث نبوی کی تالیف وتدوین میں حد درجہ عرق ریزی و جانفشانی سے کام لیا- محدثین میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا- جس نے حدیث کی کوئی کتاب مرتب نہ کی ہو یا جس نے احادیث کی تحصیل میں بلادِ اسلامیہ کے دور دراز کے سفر نہ کئے ہوں- یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا کہ ان کے پاس احادیث کا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ اور ان کے متعدد طرق و اسانید ان کے علم میں آ گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوا کہ بعض اسانید کا اتصال یا انقطاع جو قبل ازیں ان کی نگاہ سے اوجھل تھا' کھل کر سامنے آ گیا۔ متون احادیث پر غائرانہ نگاہ ڈالنے اور گہری تحقیق و تدقیق کی بنا پر ان پر یہ حقیقت کھل گئی کہ اصلی احادیث کون سی ہیں اور مصنوعی کون سی۔

بنابریں احادیث کی جمع و تالیف اور وضاعین کے مقابلہ کے لئے یہ تحریک بڑی مبارک ثابت ہوئی۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ اعدائے اسلام اور واضعین حدیث کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کو بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ حدیث کے مشہور امام ابوداؤد سجستانی اپنے مکتوب بنام اہل مکہ میں لکھتے ہیں۔

> "سفیان اور وکیع جیسے عظیم ناقدین حدیث بڑی محنت و کاوش کے بعد ایک ہزار احادیث کے ذخیرہ میں سے صرف ایک حدیث مرفوع متصل نکال سکتے تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۴۸)

جب ایک ہزار ضعیف اور موضوع احادیث کے ذخیرہ میں سے صرف ایک ایسی حدیث مل سکتی تھی جو شرائط صحت کی جامع ہو تو اس سے ظاہر ہے کہ ائمہ حدیث کو احادیث صحیحہ کی طلب و تلاش میں کس قدر محنت و کاوش کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ حق بات یہ ہے کہ محدثین نے حدیث نبوی' اس کے رواۃ و رجال اور متون و اسانید کی خدمت کر کے بہت بڑا علمی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ شیوخ و اساتذہ سے احادیث اخذ کرتے وقت بھی وہ حد درجہ حزم و احتیاط سے کام لیا کرتے تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ کسی حدیث کی صحت کے لئے محدثین کے نزدیک صرف یہی بات کافی نہیں کہ اس کا راوی دیندار امین اور حافظ ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کا ضابط اور متن حدیث سے باخبر ہونا بھی ضروری ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ کسی حدیث کا راوی اس میں سہل انگاری کا عادی نہ ہو۔ امام مالک فرماتے ہیں۔

> حدیث نبوی کی نقل و روایت چار آدمیوں سے جائز نہیں اور ان کے سوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسروں سے درست ہے۔

۱۔ احمق آدمی سے حدیث روایت نہیں کرنا چاہئے۔

۲۔ اس بدعتی آدمی سے روایت جائز نہیں جو لوگوں کو بدعت کی تعلیم دیتا ہو۔

۳۔ لوگوں کے ساتھ جھوٹ بولنے والے سے روایت کرنا جائز نہیں۔ اگر چہ وہ روایت حدیث میں جھوٹا مشہور بھی نہ ہو۔

۴۔ ایسے آدمی سے روایت جائز نہیں جو اگر چہ نیک اور عبادت گزار ہو۔لیکن فن حدیث سے بیگانہ ہو۔ (الانتقاء بن عبدالبرص ۱۵)

امام مالک سے دریافت کیا گیا کہ آیا ایسے شخص سے روایت حدیث کی جا سکتی ہے جو نہ تو تحصیل علم کے لیے باہر گیا ہو اور نہ ہی اسے علماء کی ہم نشینی کی سعادت حاصل ہوئی ہو؟ فرمایا ''نہیں'' پھر دریافت کیا گیا' کیا اس شخص سے حدیث روایت کر سکتے ہیں۔ جو یوں تو ثقہ راوی ہو مگر حافظ نہ ہو نہ ہی متن حدیث کا فہم و ادراک رکھتا ہو؟ فرمایا علم اس شخص سے اخذ کیا جائے جو حافظ ہو۔ طلب علم کے لیے سفر کر چکا ہو علماء کی ہم نشینی کی سعادت سے بہرہ اندوز ہو۔ حدیث کے معنی و مفہوم سے آگاہ ہو۔ اس پر عمل بھی کر چکا ہو اور متقی ہو''۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

''میں ستر ایسے آدمیوں سے مل چکا ہوں جو کہتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس ستون کے پاس بیٹھ کر یوں ارشاد فرمایا: تاہم میں نے ان سے بالکل استفادہ نہیں کیا۔ حالانکہ وہ ایسے آدمی تھے کہ اگر ان کو کوئی بیت المال سپرد کیا جاتا تو وہ امین ثابت ہوتے مگر وہ محدث نہ تھے اور جب ابن شہاب زہری ہمارے یہاں آئے تو ہم ان کے دروازہ پر جمع ہو جایا کرتے تھے''۔

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

''میں نے سفیان ثوری سے کہا کہ عباد بن کثیر یوں تو بڑا عابد ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ مگر وہ عجب حدیثیں بیان کرتا ہے۔ کیا آپ اس بات کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجازت دیتے ہیں کہ میں لوگوں سے کہہ دوں کہ اس سے حدیثیں روایت نہ کریں؟- سفیان نے کہا ''ضرور کہہ دیجئے'' عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں' جب میں کسی مجلس میں بیٹھتا اور وہاں عباد کا ذکر شروع ہو جاتا- تو میں اس کے دیندار ہونے کی تعریف کرتا- مگر ساتھ ہی یہ کہتا کہ اس سے حدیثیں روایت نہ کرو''-

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں:

''دیندار لوگ حدیثوں کے روایت کرنے میں جس قدر جھوٹے ہوتے ہیں اور کسی بات میں اتنے جھوٹے نہیں ہوتے''- (توجیہ النظر ص ۳۵)

سفیان ثوری کا قول ہے:

''میں تین طرح کی احادیث لکھنے کا خواہاں ہوں-

۱- وہ احادیث جن کو میں دین سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہونا چاہتا ہوں-

۲- بعض احادیث لکھ کر میں توقف اور سوچ بچار سے کام لیتا ہوں- نہ بالکل ہی نظر انداز کرتا ہوں اور نہ ان پر عمل کرتا ہوں-

۳- میں ضعیف راویوں سے صرف اس لیے روایت کرتا ہوں کہ ان کی روایت کردہ احادیث کو پہچان سکوں- مگر میں ان روایات پر اعتماد نہیں کرتا-

''احادیث صحیحہ وضعیفہ دونوں ہی قسم کی احادیث کی روایت کرنا چاہیے- تاکہ جو احادیث ضعیف ہیں' ان کا علم ہو سکے- (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۶)

مندرجہ صدر بیانات اس امر کی آئینہ داری کرتے ہیں کہ عصر زیر بحث کے ائمہ حدیث بڑے صاحب بصیرت نقاد اور حدیث کے متون واسانید میں مہارت تامہ رکھتے تھے- اسی طرح انہوں نے بکثرت راویانِ حدیث کو روایت حدیث سے نااہل قرار دے کر حدیث وسنت کے دائرہ سے نکال دیا تھا- محدثین عصر نے احادیث کی درجہ بندی کی اور ان کو چند قسموں میں بانٹ دیا تھا- ایک قسم کی احادیث وہ تھیں جن کی صحت سے وہ آگاہ تھے- اور ان پر عمل بھی کرتے تھے- دوسری قسم کی احادیث وہ تھیں'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن کے جھوٹے ہونے سے وہ بخوبی آگاہ تھے۔ اور ان کو نظر انداز کر چکے تھے۔ تیسری قسم کی احادیث وہ تھیں۔ جن کے ضعف سے وہ باخبر تھے۔ اور ان پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔ چوتھی قسم کی وہ احادیث تھیں جو مشتبہ تھیں۔ اور جن میں وہ توقف کر کے اس بات کے منتظر رہتے تھے کہ ان کا معاملہ واضح ہو سکے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مذکورہ صدر تمام قسم کی احادیث جو بھی سنتے' جمع کر لیا کرتے تھے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ ان احادیث کے مجموعہ سے احادیث صحیحہ منتخب کر سکیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین صحیح معنی میں حدیث نبوی کے صراف اور اسانید و رجال کے نقاد تھے۔

محدث ابن عدی اپنی کتاب ''الکامل'' میں اس دور کے محدثین کی مساعی جمیلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''دوسری صدی ہجری کے اوائل میں اوساط تابعین کی ایک جماعت ضعیف راویوں پر مشتمل تھی۔ ان کے ضعیف راوی ہونے کی وجہ سے ان میں حفظ و ضبط کا فقدان تھا۔ یہ راوی ارسال سے کام لیتے اور موقوف روایات کو مرفوعاً روایت کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی غلطیاں ان سے سرزد ہوتی تھیں''۔ مثلاً ابو ہارون عبدری متوفی ۱۴۳ھ

۱۵۰ھ میں جب تابعین کا دور ختم ہو گیا تو چند ائمہ حدیث نے جرح و تعدیل پر گفتگو کرنے کی طرح ڈالی۔ چنانچہ اعمش متوفی ۱۴۸ھ نے بعض راویوں کو ثقہ اور بعض کو ضعیف قرار دیا۔ اسی طرح مشہور محدث شعبہ متوفی ۱۶۰ھ نے بھی رجال پر نقد و جرح کی۔ شعبہ بڑے ثقہ راوی تھے اور کسی ضعیف راوی سے روایت نہیں کیا کرتے تھے۔ امام مالک متوفی ۱۷۹ھ اور ان کے دیگر معاصرین کا بھی یہی حال تھا۔ جب یہ ائمہ کسی راوی کے بارے میں نقد و تبصرہ کرتے ہیں تو اسے قبول کیا جاتا ہے۔ مثلاً امام مالک کے مندرجہ ذیل ہم عصر علماء۔

اسماء	سال وفات	اسماء	سال وفات
ہشام دستوائی	۱۵۴ ہجری	اوزاعی	۱۵۶ ہجری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معمر	۱۵۳ =	سفیان ثوری	۱۶۱ =
ابن الماجشون	۲۱۳ =	حماد بن سلمہ	۱۶۷ =
لیث بن سعد	۱۷۵ =		

پھر مذکورین کے بعد یہ علماء ہیں:

اسماء	سال وفات	اسماء	سال وفات
عبداللہ بن مبارک	۱۸۱ہجری	ہشیم بن بشیر	۱۸۸ہجری
ابواسحاق الفزاری	۱۸۵ =	المعافی بن عمران موصلی	۱۸۵ =
بشر بن مفضل	۱۸۶ =	ابن عیینہ	۱۹۷ =
ابن علیہ	۱۹۳ =	ابن وہب	۱۹۷ =
وکیع بن الجراح	۱۹۷ =		

اس دور میں نقد رجال کے سلسلہ میں دو شخصوں نے بڑی شہرت حاصل کی۔ یہ دونوں عظیم حافظ حدیث تھے۔ یعنی یحییٰ بن سعید القطان متوفی ۱۸۹ھ اور عبدالرحمن بن مہدی متوفی ۱۹۸ھ لوگ ان پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ چنانچہ جس راوی کو ان دونوں نے ثقہ قرار دیا وہ مقبول ہوا۔ اور جس کو ضعیف سمجھا وہ مجروح ٹھہرا۔ اور جس راوی کی عدالت اور ضعف کے بارے میں یہ مختلف الخیال تھے' اس کو لوگوں نے اپنی دانست کے مطابق جس بات کو راجح سمجھا اس پر عمل کیا۔

پھر ان کے بعد نقاد حدیث کا ایک اور طبقہ وجود پذیر ہوا۔ جن کی طرف حدیث کی نقد و جرح کے بارے میں رجوع کیا جاتا ہے۔ ان میں سے مندرجہ ذیل علماء قابل ذکر ہیں:

یزید بن ہارون متوفی ۲۰۶ھ

ابوداؤد الطیالسی ۲۰۴ھ

عبدالرزاق ابن ہمام ۲۱۱ھ

ابو عاصم الضحاک ابن مخلد۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری صدی ہجری میں حجیت سنت میں نزاع

آپ دیکھ چکے ہیں کہ واضعین نے احادیث کو بگاڑنے کی کس طرح کوشش کی۔ اور محدثین نے ان کے مزعومات باطلہ کی دھجیاں بکھیرنے میں کون سی مساعی جمیلہ انجام دی تھیں۔ اب ہم ان دشمنان حدیث کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو اس دور میں رونما ہو کر حدیث اور اہل الحدیث کے خلاف خم ٹھونک کر میدان حرب و قتال میں آ گئے تھے۔ یہ لوگ مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے تھے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ ایک گروہ نے اجمالاً و تفصیلاً سنت نبوی کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اور وہ اس کو اسلامی قانون سازی کے اصول میں سے ایک اصل تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ قرآن کی موجودگی میں دوسری کسی چیز کی حاجت نہیں۔ وہ اس زعم باطل میں گرفتار تھے کہ حدیث کے راویوں سے چونکہ خطا و نسیان اور کذب کے صادر ہونے کا امکان ہے۔ اس لیے اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ دوسرے گروہ کا زاویہ نگاہ یہ تھا کہ ہم صرف انہی احادیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ جو قرآن کی تفسیر کے ضمن میں وارد ہوئی ہیں۔

۳۔ تیسرے گروہ کا خیال یہ تھا کہ ہم احادیث متواترہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ اخبار آحاد کے راوی خواہ ضبط و عدالت کے کسی درجے پر بھی فائز کیوں نہ ہوں۔ ہم ان کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

یہ تھے عصر زیر بحث کے وہ فرقے جو سنت کو چنداں اہمیت نہیں دیتے۔ حدیث کے لیے یہ فرقے اتنے ہی خطرناک تھے۔ جتنے حدیثیں وضع کرنے والے گروہ۔ کثیر ائمہ اسلام ان باطل فرقوں کی تردید کے لیے کمربستہ ہوئے۔ ان کے سرخیل امام جلیل محمد بن ادریس شافعی تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے فصاحت و بلاغت زور استدلال اور بلند پایہ علم و فضل سے نوازا تھا۔ آپ کی مشہور کتاب ''الام'' میں بروایت ربیع بن سلیمان مرادی ایک مناظرہ منقول ہے۔ جو امام شافعی اور ان فرقوں میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک فرقے کی جانب منسوب ایک شخص کے ساتھ پیش آیا- امام شافعی نے اپنی کتاب ''الرسالۃ'' میں بھی حدیث نبوی کا بہت عمدہ دفاع کیا ہے- ہم ذیل میں امام شافعی کے چند اقوال ذکر کرتے ہیں- جس سے یہ حقیقت واضح ہوگی کہ علماء نے ان باطل فرقوں کا کیا خوب مقابلہ کیا تھا-

امام شافعی اور منکر حدیث کا مناظرہ:

ہم اس مناظرہ کو سوال و جواب کی صورت میں پیش کرتے ہیں-

منکر حدیث: امام شافعی کو مخاطب کرتے ہوئے-

''آپ عربی ہیں اور قرآن آپ کی زبان میں اترا ہے- آپ جانتے ہیں کہ یہ محفوظ کتاب ہے- اس میں خداوندی فرائض بیان کیے گئے ہیں- اگر کوئی شخص اس کے کسی حرف میں بھی شک و شبہ کا اظہار کرے تو آپ اس سے توبہ کا مطالبہ کریں گے- اگر توبہ کرے تو فبہا ورنہ (مرتد سمجھ کر) اسے قتل کر دیں گے- اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾

''اس میں ہر چیز کا بیان ہے''-

جب یہ بات ہے تو تمہارا یہ قول کیسے درست ہے کہ فرض عام بھی ہوتا ہے اور خاص بھی نیز یہ بھی کہ امر وجوب کے لیے بھی ہوتا ہے اور اباحت کے لیے بھی- دوسری طرف آپ ایک شخص سے ایک یا دو تین احادیث روایت کرتے ہیں- پھر وہ شخص دوسرے شخص سے یہاں تک کہ راویوں کا سلسلہ نبی اکرم ﷺ تک پہنچ جاتا ہے- مجھے معلوم ہے کہ آپ برملا کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص سے فلاں حدیث میں غلطی سرزد ہوئی-

میں جانتا ہوں کہ اگر آپ ایک حدیث کی بنا پر کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرائیں- اور کوئی شخص اس حدیث کے بارے میں یہ کہہ دے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ تم سے یا اس شخص سے غلطی سرزد ہوئی ہے جس سے آپ نے یہ حدیث سنی تو تم اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کرو گے- تم اسے صرف یہ بات کہو گے کہ تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے بہت بری بات کہی- یہ بات کیوں کر درست ہے کہ احادیث کی بنا پر قرآن کے ظاہری احکام میں تفریق کی جائے؟ جب تم احادیث کو وہی اہمیت دیتے ہو جو قرآن کو حاصل ہے تو اس حدیث کا انکار کرنے والے کے خلاف تم کون سی حجت قائم کر سکو گے؟

امام شافعی: جو شخص اس زبان سے واقف ہے جس میں قرآن نازل ہوا وہ اس حقیقت سے باخبر ہے کہ احادیث رسولؐ پر عمل کرنا ضروری ہے-

منکر حدیث: اس کی کوئی دلیل آپ کو یاد ہو تو پیش کیجئے-

امام شافعی: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں-

﴿هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾(سورۃ الجمعہ)

''وہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیات سناتا اور ان کو پاک کرتا اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے''-

منکر حدیث: کتاب سے تو کتاب الٰہی مراد ہے مگر حکمت کیا چیز ہے؟

امام شافعی: حکمت سے حدیث رسول مراد ہے-

منکر حدیث: کیا اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ رسول کریمؐ اجمالاً بھی قرآن کی تعلیم دیتے تھے- اور حکمت یعنی اس میں مذکور احکام بھی بیان فرماتے تھے-

امام شافعی: غالباً آپ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم میں جو فرائض مذکور ہیں مثلاً نماز زکوٰۃ حج وغیرہ- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کیفیت اور تفصیل بیان فرما دیا کرتے تھے-

منکر حدیث: جی ہاں میرا یہی مطلب ہے-

امام شافعی: تو میں بھی آپ سے یہی کہہ رہا ہوں کہ فرائض کی تفصیل حدیث رسول سے معلوم ہوتی ہے-

منکر حدیث: اس امر کا بھی احتمال ہے کہ کتاب اور حکمت دونوں سے ایک ہی چیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مراد ہو اور کلام کو تکرار و اعادہ پر محمول کیا جائے۔

امام شافعی: آپ خود ہی بتائیے کہ دونوں سے ایک چیز مراد لینا بہتر ہے یا دو چیزیں؟

منکر حدیث: ہو سکتا ہے کہ کتاب و حکمت سے دو چیزیں یعنی کتاب و سنت مراد لی جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی چیز یعنی قرآن مراد ہو۔

امام شافعی: ہر دو احتمالات میں سے جو واضح تر ہے وہی افضل ہے اور جو بات ہم نے کہی ہے قرآن میں اس کی دلیل موجود ہے۔

منکر حدیث: وہ دلیل کہاں ہے؟

امام شافعی: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾

''اور تمہارے گھروں میں خدا کی آیات اور جس حکمت کی تلاوت کی جاتی ہے۔ اس کو یاد کرتی رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نرمی کرنے والا اور آگاہ ہے''۔

اس آیت سے مستفاد ہوتا ہے کہ امہات المومنین کے گھروں میں دو چیزوں کی تلاوت کی جاتی ہے۔

منکر حدیث: قرآن کی تلاوت تو کی جاتی ہے حکمت کی تلاوت کا کیا مطلب؟

امام شافعی: تلاوت کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح قرآن کے ساتھ نطق کیا جاتا ہے اسی طرح سنت کا اظہار بھی قوت گویائی ہی کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

منکر حدیث: بے شک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمت قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔

امام شافعی: اللہ تعالیٰ نے ہم پر رسول کریم ﷺ کی اطاعت کو فرض ٹھہرایا ہے۔

منکر حدیث: اس کی دلیل کیا ہے؟

امام شافعی: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْ مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾(النساء)

''اور تیرے رب کی قسم لوگ مومن نہیں ہوں گے یہاں تک کہ اپنے جھگڑوں میں آپ کو فیصل نہ بنائیں اور پھر جو فیصلہ آپ صادر کر دیں اس کے بارے میں اپنے جی میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اپنا سر تسلیم خم کر دیں''۔

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾(النساء)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

﴿فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾

''جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ انہیں ڈرنا چاہیے کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں یا دردناک عذاب میں گرفتار ہو جائیں''۔

منکر حدیث: یہ درست ہے کہ حکمت سے سنت رسول مراد ہے۔ اگر میرے ہم خیال لوگوں کی یہ بات صحیح ہوتی کہ ان آیات میں رسولؐ کے احکام کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور رسولؐ کا حکم وہی ہے جو اللہ نے قرآن کریم میں نازل کیا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ جو شخص رسولؐ کے احکام کی اطاعت نہیں کرتا' اس کو احکام خداوندی کا تسلیم نہ کرنے والا قرار دینا چاہیے نہ کہ احکام رسولؐ کا باغی۔

امام شافعی: اللہ تعالی نے رسولؐ کے احکام کا اتباع ہم پر فرض قرار دیا ہے۔ قرآن میں فرمایا۔

﴿وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

''رسول جو کچھ تم کو دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو''۔

منکر حدیث: قرآن سے بوضاحت یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل کرنا اور جس بات سے منع کریں اس سے باز رہنا ہم پر فرض ہے۔

امام شافعی: جو بات ہم پر فرض ہے وہ ہم سے پہلوں اور پچھلوں سب پر فرض ہے۔

منکر حدیث: جی ہاں!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام شافعی: اگر رسول کریمؐ کے دیئے ہوئے احکام کی اطاعت ہم پر فرض ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ ہم پر کسی بات کو فرض ٹھہراتے ہیں تو آپ ایک ایسے امر کی جانب ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ جس کی اطاعت ہمارے لیے ضروری ہے۔

منکر حدیث: جی ہاں!

امام شافعی: اللہ تعالیٰ نے اطاعت رسول کا جو حکم دیا ہے کیا آپ یا آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کوئی شخص جس نے حضورؐ کو نہ دیکھا ہو' احادیث نبویہ کے بغیر اس کی تعمیل کر سکتا ہے؟ اور حدیث نبوی کو نظر انداز کر کے احکام رسول کی تعمیل کیسے ممکن ہے؟ علاوہ ازیں حدیث نبوی قرآن کے ناسخ و منسوخ پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

منکر حدیث: اس کی کوئی مثال ذکر کیجئے۔

امام شافعی: قرآن میں فرمایا:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرَا نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾(البقرہ)

''جب تم میں سے کسی کا آخری وقت آ جائے اور اس نے مال چھوڑا ہو تو تم پر والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے وصیت فرض کی گئی ہے''۔

ترکہ کی تقسیم سے متعلق قرآن میں فرمایا:

﴿وَ لِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ﴾(النساء)

''اگر میت کی اولاد بھی ہو تو اس کے ترکہ میں سے والدین میں سے ہر ایک کو ۱/۶ ملے گا- اگر میت کی اولاد نہ ہو- اور اس کے والدین اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کو ۱/۳ ملے گا- اور اگر میت کے بھائی بھی ہوں تو اس کی ماں کو ۱/۶ ملے گا''۔

حدیث نبوی کے ذریعے ہمیں معلوم ہوا کہ ترکہ کی تقسیم سے متعلق آیت نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وصیت پر مشتمل آیت کو منسوخ کر دیا- اگر ہم حدیث نبوی کو تسلیم نہ کرتے ہوتے اور ایک شخص ہمیں کہتا کہ وصیت پر مشتمل آیت نے تقسیم ورثہ سے متعلق آیت کو منسوخ کر دیا تو اس پر حجت صرف حدیث ہی کے ذریعے سے قائم کی جا سکتی ہے-

منکر حدیث: آپ نے مجھ پر حجت تمام کر دی ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ حدیث نبوی کو قبول کرنا سب مسلمانوں پر فرض ہے- حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد میں اس بات میں عار محسوس نہیں کرتا کہ حدیث نبوی کے بارے میں اپنا موقف چھوڑ کر آپ کا زاویہ نگاہ اختیار کر لوں- بلکہ مجھے اس حقیقت کا اعتراف کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں کہ ظہور حق کے بعد اس کو تسلیم کرنا میرے لیے ضروری تھا- مگر یہ بتائیے کہ اس کا کیا مطلب کہ قرآن کے بعض عام احکام اپنے عموم پر رہتے ہیں- اور بعض دفعہ ان میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے؟

امام شافعی: امام شافعی نے اس کے جواب میں متعدد مثالیں ذکر کیں- پھر اپنے حریف کو مخاطب کر کے فرمایا-

"اب آپ پر یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کو قرآن عزیز میں فرض قرار دیا- اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کو قرآن کے عام و خاص اور ناسخ و منسوخ کا شارح و ترجمان ٹھہرایا ہے"-

منکر حدیث: جی ہاں! آپ کا ارشاد بجا ہے مگر میں تو ہمیشہ اس کی مخالفت کرتا رہا- یہاں تک کہ اس نکتہ نظر کی غلطی مجھ پر واضح ہو گئی- اس ضمن میں منکر حدیث دو فرقوں میں بٹ گئے ہیں' ایک فریق کا کہنا یہ ہے کہ حدیث نبوی مطلقاً حجت نہیں ہے- اور قرآن کریم میں ہر چیز کی وضاحت و صراحت موجود ہے-

امام شافعی: حدیث نبوی سے انکار کا نتیجہ کیا نکلا؟

منکر حدیث: بہت برا نتیجہ برآمد ہوا- اس لئے کہ انکار حدیث کا عقیدہ رکھنے والے یہ کہتے ہیں کہ جو شخص کم از کم ایسا کام کرے جس کو صلوٰۃ یا زکوٰۃ کہہ سکتے ہیں- اس نے صلوٰۃ و زکوٰۃ کا حق ادا کر دیا- اس میں وقت کی پابندی نہیں- اگر کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخص ہر روز یا کئی دونوں میں دو رکعت نماز ادا کر لے تو اس نے صلوٰۃ کا فریضہ ادا کر دیا- وہ کہتے ہیں کہ جو حکم قرآن میں نہ وارد ہوا ہو' وہ کسی پر فرض نہیں-

منکرین حدیث کا دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ جو حکم قرآن میں مذکور ہے اس کے بارے میں حدیث کو قبول کیا جا سکتا ہے- اور جس ضمن میں قرآن وارد نہیں ہوا' اس میں حدیث کو قبول نہیں کیا جا سکتا- نتیجہ اس کا بھی وہی ہوا' جو پہلے فرقے کا ہوا تھا- اس فرقہ نے پہلے حدیث کو رد کیا اور پھر اس کو قبول بھی کرنے لگے- یہ لوگ کسی خاص و عام یا ناسخ و منسوخ کو تسلیم نہیں کرتے- ان دونوں کا گمراہ ہونا واضح ہے اور میں ان میں سے کسی کو بھی حق نہیں سمجھتا- مگر میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ایک حرام چیز کو بلا دلیل کیسے حلال سمجھنے لگتے ہیں؟ کیا آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل موجود ہے-

امام شافعی: دلیل موجود ہے-

منکر حدیث: کون سی دلیل؟

امام شافعی: میرے پاس جو شخص بیٹھا ہے' اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا اس کا خون اور مال حرام ہے یا نہیں؟

منکر حدیث: اس کا خون اور مال حرام ہے-

امام شافعی: اگر دو شخص شہادت دیں کہ اس نے فلاں شخص کو قتل کیا اور اس کا مال لے لیا- اور وہ مال اب اس کے پاس موجود ہے تو اس کے بارے میں آپ کیا رویہ اختیار کریں گے؟

منکر حدیث: میں اس کو فوراً قتل کر دوں گا اور اس سے مال لے کر مقتول کے وارثوں کو لوٹا دوں گا-

امام شافعی: کیا یہ ممکن نہیں کہ گواہوں نے جھوٹی اور غلط گواہی دی ہو؟

منکر حدیث: ایسا ہو سکتا ہے-

امام شافعی: پھر آپ نے جھوٹی گواہی کی بنا پر اس شخص کے مال اور خون کو کیسے مباح قرار دیا- حالانکہ خون اور مال حرام تھا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وصیت پر مشتمل آیت کو منسوخ کر دیا۔ اگر ہم حدیث نبوی کو تسلیم نہ کرتے ہوتے اور ایک شخص ہمیں کہتا کہ وصیت پر مشتمل آیت نے تقسیم ورثہ سے متعلق آیت کو منسوخ کر دیا تو اس پر حجت صرف حدیث ہی کے ذریعے سے قائم کی جاسکتی ہے۔

منکر حدیث: آپ نے مجھ پر حجت تمام کر دی ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ حدیث نبوی کو قبول کرنا سب مسلمانوں پر فرض ہے۔ حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد میں اس بات میں عار محسوس نہیں کرتا کہ حدیث نبوی کے بارے میں اپنا موقف چھوڑ کر آپ کا زاویہ نگاہ اختیار کرلوں۔ بلکہ مجھے اس حقیقت کا اعتراف کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں کہ ظہور حق کے بعد اس کو تسلیم کرنا میرے لیے ضروری تھا۔ مگر یہ بتائیے کہ اس کا کیا مطلب کہ قرآن کے بعض عام احکام اپنے عموم پر رہتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ان میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے؟

امام شافعی: امام شافعی نے اس کے جواب میں متعدد مثالیں ذکر کیں۔ پھر اپنے حریف کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''اب آپ پر یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کو قرآن عزیز میں فرض قرار دیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کو قرآن کے عام و خاص اور ناسخ و منسوخ کا شارح و ترجمان ٹھہرایا ہے''۔

منکر حدیث: جی ہاں! آپ کا ارشاد بجا ہے مگر میں تو ہمیشہ اس کی مخالفت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نکتہ نظر کی غلطی مجھ پر واضح ہو گئی۔ اس ضمن میں منکر حدیث دو فرقوں میں بٹ گئے ہیں' ایک فریق کا کہنا یہ ہے کہ حدیث نبوی مطلقاً حجت نہیں ہے۔ اور قرآن کریم میں ہر چیز کی وضاحت و صراحت موجود ہے۔

امام شافعی: حدیث نبوی سے انکار کا نتیجہ کیا نکلا؟

منکر حدیث: بہت برا نتیجہ برآمد ہوا۔ اس لئے کہ انکار حدیث کا عقیدہ رکھنے والے یہ کہتے ہیں کہ جو شخص کم از کم ایسا کام کرے جس کو صلوٰۃ یا زکوٰۃ کہہ سکتے ہیں۔ اس نے صلوٰۃ و زکوٰۃ کا حق ادا کر دیا۔ اس میں وقت کی پابندی نہیں۔ اگر کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخص ہر روز یا کئی دونوں میں دو رکعت نماز ادا کر لے تو اس نے صلوٰۃ کا فریضہ ادا کر دیا- وہ کہتے ہیں کہ جو حکم قرآن میں نہ وارد ہوا ہو' وہ کسی پر فرض نہیں-

منکرین حدیث کا دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ جو حکم قرآن میں مذکور ہے اس کے بارے میں حدیث کو قبول کیا جا سکتا ہے- اور جس ضمن میں قرآن وارد نہیں ہوا' اس میں حدیث کو قبول نہیں کیا جا سکتا- نتیجہ اس کا بھی وہی ہوا' جو پہلے فرقے کا ہوا تھا- اس فرقہ نے پہلے حدیث کو رد کیا اور پھر اس کو قبول بھی کرنے لگے- یہ لوگ کسی خاص و عام یا ناسخ و منسوخ کو تسلیم نہیں کرتے- ان دونوں کا گمراہ ہونا واضح ہے اور میں ان میں سے کسی کو بھی حق نہیں سمجھتا- مگر میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ایک حرام چیز کو بلا دلیل کیسے حلال سمجھنے لگتے ہیں؟ کیا آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل موجود ہے-

امام شافعی: دلیل موجود ہے-

منکر حدیث: کون سی دلیل؟

امام شافعی: میرے پاس جو شخص بیٹھا ہے' اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا اس کا خون اور مال حرام ہے یا نہیں؟

منکر حدیث: اس کا خون اور مال حرام ہے-

امام شافعی: اگر دو شخص شہادت دیں کہ اس نے فلاں شخص کو قتل کیا اور اس کا مال لے لیا- اور وہ مال اب اس کے پاس موجود ہے تو اس کے بارے میں آپ کیا رویہ اختیار کریں گے؟

منکر حدیث: میں اس کو فوراً قتل کر دوں گا اور اس سے مال لے کر مقتول کے وارثوں کو لوٹا دوں گا-

امام شافعی: کیا یہ ممکن نہیں کہ گواہوں نے جھوٹی اور غلط گواہی دی ہو؟

منکر حدیث: ایسا ہو سکتا ہے-

امام شافعی: پھر آپ نے جھوٹی گواہی کی بنا پر اس شخص کے مال اور خون کو کیسے مباح قرار دیا- حالانکہ خون اور مال حرام تھا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منکر حدیث: اس لئے کہ شہادت کا قبول کرنا ضروری امر ہے۔

امام شافعی: اگر تم گواہوں کی گواہی کو ظاہری صداقت کی بنا پر قبول کرنا ضروری سمجھتے ہو اور باطن کا علم تو صرف ذات خداوندی ہی کو ہے تو ہم راوی کے لیے جو شرائط عاید کرتے ہیں، وہ گواہ کی شرائط سے زیادہ کڑی ہیں۔ چنانچہ ہم جن لوگوں کی شہادت کو قبول کرتے ہیں، ضروری نہیں کہ ان کی روایت کردہ حدیث کو بھی صحیح سمجھ لیں۔ راوی کی صداقت اور غلطی کا پتہ تو ان رواۃ و رجال سے بھی چل جاتا ہے۔ جو روایت حدیث میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں کتاب و سنت سے بھی راوی کی غلطی واضح ہو جاتی ہے مگر شہادت میں ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں پائی جاتی۔

منکر حدیث: میں تسلیم کرتا ہوں کہ حدیث نبوی دین میں حجت ہے اور رسولﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے فرض ٹھہرایا ہے۔ جب میں نے رسول کریمﷺ کی کسی حدیث کو قبول کیا تو گویا خدا کے حکم کو قبول کیا۔ حدیث رسولﷺ کی حجیت پر سب مسلمانوں کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ آپ کے بتانے سے مجھ پر یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ مسلمان ہمیشہ حق پر ہوتے ہیں''۔ (کتاب الام ج ۷ ص ۲۵۰)

حجیت خبر واحد پر امام شافعی کا استدلال:

امام شافعی اپنی مشہور کتاب ''الرسالہ'' میں ''الحجۃ'' کے زیر عنوان خبر واحد کی حجیت ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک شخص نے مجھ سے کہا، کسی آیت، حدیث یا اجماع کی دلیل سے خبر واحد کی حجیت ثابت کیجئے۔ میں نے کہا سفیان عبدالملک بن عمیر سے وہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود سے اور وہ اپنے والد ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے۔ جس نے میری بات سن کر اسے یاد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھا اور آگے پہنچایا۔علم کے بعض حامل فقیہ نہیں ہوتے اور بعض لوگ ایسے اشخاص تک علم کو پہنچاتے ہیں جو ان سے بڑھ کر فقیہ ہوتے ہیں۔ تین باتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں کوئی مسلم خیانت نہیں کر سکتا۔ (۱) خالص رضائے الٰہی کے لیے نیک کام کرنا۔ (۲) مسلمانوں کی خیر خواہی و ہمدردی (۳) مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا۔ کیوں کہ ان کی دعا میں سب مسلمان شریک ہوتے ہیں"۔

اس حدیث میں نبی اکرمؐ نے اپنے ارشادات کو سننے' انہیں یاد رکھنے اور ایسے شخص تک پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ جو انہیں آگے لوگوں تک پہنچا دے۔ ظاہر ہے کہ جس شخص تک آپ کی بات پہنچائی جائے گی' وہ ایک بھی ہو سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ اسی شخص کو اپنا کلام آگے پہنچانے کا حکم دے رہے ہیں۔ جس کی بات دوسروں کے نزدیک واجب التسلیم حجت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ کا جو ارشاد بھی دوسروں تک پہنچایا جائے گا۔ اس میں کسی حلال چیز کا ذکر ہو گا جس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ یا کوئی حرام چیز مذکور ہو گی' جس سے پرہیز ضروری ہے۔ یا شرعی سزا اور یا مال کے لینے دینے کا ذکر ہو گا۔ یا دین و دنیا کے بارے میں حضورؐ نے کوئی نصیحت فرمائی ہو گی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اشخاص علم کے حامل تو ہوتے ہیں مگر عالم نہیں ہوتے۔ ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ضرور یاد ہوتے ہیں۔ مگر وہ ان کا مفہوم نہیں سمجھتے۔ حضورؐ نے مسلمانوں کی جماعت سے وابستہ رہنے کا حکم بھی دیا ہے۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا اجماع لازم الاتباع حجت ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں ہم نے امام مالک سے' انہوں نے عبداللہ بن عمر سے سنا کہ لوگ (مدینہ کے نواح میں) مسجد قباء میں نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا کہ نبی اکرمؐ کو بیت اللہ کی جانب نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ تم بھی (حالت نماز میں) اس طرف مڑ جاؤ۔ لوگ ملک شام کی جانب منہ کیے نماز ادا کر رہے تھے۔ وہ یہ سن کر قبلہ رخ ہو گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے کہ اہل قباء سابق الاسلام اور اصحاب علم تھے۔ وہ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کر رہے تھے۔ جس کے لیے وہ من جانب اللہ مامور تھے۔ وہ اس فریضہ خداوندی کو اس وقت تک چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ جب تک ان کو ایسا حکم نہ دیا جائے۔ جس کی وجہ سے ان پر اتمام حجت ہو سکے۔ نہ وہ بذات خود نبی اکرمؐ سے ملے نہ براہ راست تحویل قبلہ سے متعلق حکم آپؐ کی زبان سے سنا۔ عام لوگوں سے بھی انہوں نے تحویل قبلہ کے بارے میں کوئی خبر نہیں سنی تھی۔ صرف ایک آدمی کے کہنے پر جس کو وہ صادق القول سمجھتے تھے' ایک فریضہ کو ترک کر دیا۔ اور حضور اکرمؐ سے جو خبر ان کو تحویل قبلہ سے متعلق ملی تھی' اس پر عمل کر لیا۔ اگر ایک شخص کی بات قابل اعتماد نہ ہوتی تو وہ اس کے کہنے پر ہرگز قبلہ سابق کو ترک نہ کرتے۔ وہ ایک عظیم دینی معاملہ کو اپنی رائے سے طے نہیں کر سکتے تھے۔ مزید برآں اگر تحویل قبلہ کے سلسلہ میں خبر واحد کو قبول کرنا ان کے لیے جائز نہ ہوتا تو رسول اکرمؐ ان پر عتاب فرماتے۔ حضورؐ فرماتے کہ تم ایک قبلہ کی جانب رُخ کرنے کے لیے مامور تھے اور تم اس کو اسی صورت میں ترک کر سکتے تھے۔ جب تمہیں کوئی ایسی خبر ملتی' جس سے تم پر حجت قائم ہو جاتی۔ مثلاً تم نے براہِ راست مجھ سے سنا ہوتا یا عام لوگوں نے اور کم از کم ایک سے زیادہ اشخاص نے تم کو یہ خبر دی ہوتی۔ مگر آپ نے یہ عتاب نہیں فرمایا۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہمیں امام مالک نے بتایا' انہوں نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے اور انہوں نے انس بن مالکؓ سے سنا کہ میں ابوطلحہؓ و ابوعبیدہؓ بن الجراح اور ابی بن کعبؓ کو کھجوروں کی شراب پلا رہا تھا کہ ایک شخص نے آ کر کہا کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔ ابوطلحہؓ نے انسؓ سے کہا کہ اٹھ کر شراب کے مٹکوں کو توڑ دیجئے۔ چنانچہ میں نے ایک پتھر مار کر ان کو توڑ دیا۔

ظاہر ہے کہ اس واقعہ میں جن کا ذکر کیا گیا ہے وہ نہایت جلیل القدر' قدیم الصحبت اور اصحاب علم و فضل تھے۔ کوئی عالم اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ یہ بھی معلوم ہے کہ شراب اس وقت حلال تھی۔ اور سب لوگ شراب پیتے تھے۔ ایک ہی شخص آتا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ان کو حرمت خمر سے آگاہ کرتا ہے- یہ سن کر شراب کے مٹکوں کا مالک ابوطلحہؓ انسؓ کو مٹکے توڑنے کا حکم دیتا ہے- حیرت کی بات ہے کہ نہ تو طلحہؓ نے نہ ان سب نے نہ ان میں سے کسی نے یہ بات کہی کہ ہم شراب کی حلت سے آگاہ ہیں- ہم خود نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کریں گے- یا عام لوگوں سے معلوم کریں گے- وہ ایک حلال چیز کو اس طرح انڈیل نہیں سکتے تھے کہ وہ ضائع ہو جائے- اگر خبر واحد ان کے نزدیک حجت نہ ہوتی تو وہ ایسا اقدام ہرگز نہ کرتے-

امام شافعی فرماتے ہیں سرور کائنات ﷺ نے حضرت انیسؓ کو حکم دیا کہ فلاں شخص کی بیوی کے پاس جایئے اور اگر وہ زنا کا اعتراف کر لے تو اسے سنگسار کر دیجیے- چنانچہ اس عورت نے اعتراف جرم کیا اور اسے سنگسار کر دیا گیا- اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایک شخص کا اعتراف حجت ہے-

امام شافعی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا- مختلف بلاد و قبائل کے حجاج آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور آپ ان کو نبی اکرم ﷺ کے بیان کردہ مناسک حج اور دیگر احکام بتاتے رہے اسی سال حضورؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایام حج میں مکہ بھیجا- جناب علیؓ نے یوم النحر کے دن مجمع عام میں لوگوں کو سورۃ التوبہ کی آیات تلاوت کر کے سنائیں- بعض قبائل کا عہد ان کو واپس کر دیا- کئی باتوں کا حکم دیا اور بعض امور سے منع فرمایا- مکہ والے حضرت ابوبکرؓ و علیؓ رضی اللہ عنہما کے علم و فضل اور امانت و صداقت سے آگاہ تھے- حاجیوں میں سے کوئی شخص اگر ان دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک سے ناواقف بھی ہوتا تو دوسرے لوگ اس کو ان کی صداقت سے آگاہ کر دیتے- ظاہر ہے کہ آپؐ نے ان دونوں بزرگوں کو الگ الگ اسی لیے بھیجا تھا کہ ایک شخص کی خبر سے حجت قائم ہو جاتی ہے- اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپؐ ان کو جداگانہ طور پر مکہ نہ بھیجتے-

امام شافعی فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے مختلف اطراف و اکناف میں عمال و حکام مقرر کر کے بھیجے تھے ہم ان کے نام و مقام سے اچھی طرح باخبر ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان عمال کو حکم دیا گیا تھا کہ جہاں ان کو مامور کیا گیا ہے۔ وہاں جا کر اللہ و رسولؐ کے احکام پہنچائیں۔ چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کر دی۔ مگر بایں ہمہ ان لوگوں میں سے کسی نے بھی یہ بات نہ کہی کہ آپ اکیلے ہیں، ہم آپ کی بات تسلیم نہیں کریں گے۔ جب تک کہ براہ راست نبی اکرمؐ سے نہ سن لیں۔ ظاہر ہے کہ حضورؐ نے ان حضرات کو اطراف ملک میں اسی لیے بھیجا تھا کہ ان کے ذریعہ ان لوگوں پر حجت قائم کی جائے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اوامر و نواہی پر مشتمل خطوط اپنے عمال کے نام بھیجتے رہے۔ آپؐ کے کسی والی نے اس بنا پر حضورؐ کی حکم عدولی نہ کی کہ صرف ایک قاصد یہ خط اس کے نام لایا ہے۔ حضورؐ ہمیشہ اسی قاصد کو کسی علاقہ میں بھیجتے تھے۔ جس کے رہنے والے اس کو صادق القول تصور کرتے ہوں۔ حضورؐ کے خلفائے راشدین اور ان کے عمال و حکام کا بھی یہی طریقہ رہا۔ مسلمانوں کا اجماع ہمیشہ اس بات پر قائم رہا کہ خلیفہ ایک ہوتا قاضی بھی ایک، امیر بھی ایک اور امام بھی ایک ہوتا۔ یہ سب لوگ امیر ہوں یا قاضی، مقدمات فیصل کرتے۔ اور ان کے احکام نافذ ہوتے۔ یہ شرعی سزائیں بھی دیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کے احکام بھی ایک طرح کی خبر ہی تھے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد کو ہمیشہ حجت قرار دیا گیا۔

امام شافعی فرماتے ہیں، میں نے حدیث رسولؐ اور مسلمانوں کے اجماع کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شہادت خبر اور حکم میں فرق ہوتا ہے۔ (الرسالۃ ص ۴۰۱)

خبر واحد کے قبول کرنے میں احتیاط:

ارباب بدعت نے حدیث نبوی کے بارے میں جو طرز عمل اختیار کیا تھا۔ ہم قبل ازیں اس پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کے بارے میں منکرین حدیث کے تین مذاہب تھے۔

۱۔ منکرین حدیث کا ایک گروہ جملہ اقسام حدیث کو تسلیم نہیں کرتا۔

۲۔ جو حدیث قرآن کی شرح و تفسیر میں وارد نہ ہوئی ہو، منکرین حدیث کا دوسرا گروہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کو تسلیم نہیں کرتا۔

۳۔ منکرین حدیث کا تیسرا گروہ صرف احادیث متواترہ پر یقین رکھتا ہے۔

جہاں تک علمائے اسلام کا تعلق ہے۔ وہ اس ضمن میں متحد الخیال تھے کہ احادیث صحیحہ متواتر ہوں یا غیر متواتر اصول دین میں سے ایک عظیم اصل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ البتہ ان کے یہاں یہ امر متنازع فیہ تھا کہ خبر واحد کن شرائط کے پائے جانے کی صورت میں واجب الاتباع حجت ہوتی ہے۔ امام مالک کے نزدیک خبر واحد اس وقت حجت ہے جب جمہور اور اہل مدینہ کی اکثریت اس کے خلاف عمل نہ کر رہی ہو۔ اس لیے کہ اہل مدینہ کا تعامل ان کے نزدیک وہی درجہ رکھتا ہے جیسے اہل مدینہ کی ایک جماعت رسول کریمؐ سے کسی حدیث کی روایت کر رہی ہو۔ کیونکہ ایک جماعت کی روایت دوسری جماعت سے اس بات سے اولیٰ ہے کہ ایک فرد دوسرے فرد سے روایت کر رہا ہو۔

قبولیت خبر واحد کے شرائط:

امام ابوحنیفہ خبر واحد کی قبولیت کے لیے مندرجہ ذیل شرائط عائد کرتے ہیں۔

۱۔ خبر واحد اس صورت میں مقبول ہے جب کہ وہ سنت مشہورہ (خواہ قولی ہو یا فعلی) کے خلاف نہ ہو۔ اس لیے کہ دو دلیلوں میں سے اس دلیل پر عمل کیا جاتا ہے جو قوی تر ہو۔

۲۔ خبر واحد اس عمل متوارث کے خلاف نہ ہو جو صحابہؓ و تابعین میں مشترک طور سے پایا جاتا ہے۔ خواہ وہ کسی شہر میں بھی سکونت پذیر ہوں۔ اس میں کسی شہر کی کوئی تخصیص نہیں۔

۳۔ خبر واحد اس صورت میں مقبول ہے جب کتاب اللہ کے عمومات و ظواہر کے خلاف نہ ہو۔ اس لیے کہ کتاب اللہ کے ظواہر و عمومات قطعی الدلالت ہیں اور قطعی ظنی کے مقابلہ میں مقدم ہوتا ہے۔ جس صورت میں خبر واحد کتاب اللہ کے عموم یا ظاہر کے خلاف نہ ہو۔ بلکہ قرآن کی شرح و تفسیر پر مشتمل ہو تو امام ابوحنیفہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس لیے کہ شرح و تفسیر کے بغیر آیت قرآنی کسی بات پر دلالت ہی نہیں کر سکتی۔

۴۔ جب خبر واحد قیاس جلی کے خلاف ہو تو اس صورت میں مقبول ہو گی۔ جب کہ اس کا راوی فقیہ ہو۔ راوی کے غیر فقیہ ہونے کی صورت میں اس امر کا احتمال ہے کہ راوی نے روایت بالمعنیٰ کی ہو۔ اور اس میں اس سے غلطی سرزد ہو گئی ہو۔

۵۔ یہ کہ خبر واحد کا تعلق ایسے امور کے ساتھ نہ ہو۔ جو عام لوگوں کو پیش آتے ہیں مثلاً حدود و کفارات جو ادنیٰ شبہ پیدا ہو جانے کی صورت میں باقی نہیں رہتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عادۃً ایسے امور سے اکثر لوگ باخبر ہوتے ہیں نہ کہ صرف ایک دو شخص۔ اس لیے ایسے واقعات میں شہرت اور تلقی بالقبول ضروری ہے۔

۶۔ عہد سلف میں کسی عالم نے اس حدیث پر جرح و قدح نہ کی ہو۔ نیز یہ کہ حدیث کے راوی نے کسی دوسرے صحابی کے اختلاف کی وجہ سے اس پر عمل کو ترک نہ کیا ہو۔

۷۔ قبولیت خبر واحد کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ راوی کا عمل اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث روایت کی کہ جب کتا کسی برتن میں منہ ڈالے تو اسے سات مرتبہ دھویا جائے مگر وہ اس کے خلاف فتویٰ دیتے تھے۔ اس لیے امام ابو حنیفہ نے ان کی روایت کردہ حدیث پر عمل کرنا ترک کر دیا۔

۸۔ خبر واحد اس صورت میں مقبول ہے۔ جب اس کا راوی دیگر ثقہ راویوں کے خلاف اس حدیث کی سند یا متن میں کوئی اضافہ نہ کر رہا ہو۔ اگر وہ اضافہ کرے گا' تو بنا بر احتیاط ثقات کی روایت پر عمل کیا جائے گا۔ اور اس کی زیادت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ (تانیب الخطیب محمد زاہد کوثری ص ۱۵۳ و شرح التوضیح ج ۲ ص ۲۵۰)

بخلاف ازیں جمہور محدثین و فقہاء جن کے سرخیل امام شافعی ہیں' یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ جب ایک ثقہ راوی دوسرے ثقہ راوی سے روایت کرے اور اس کی سند نبی کریم ﷺ تک پہنچ جائے تو ایسی حدیث کی صحت ثابت ہو جاتی ہے۔ اگر چہ اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راوی ایک ہی ہو- ان کے نزدیک مذکورہ صدر شرائط کی کوئی اہمیت نہیں- جب اس طرح کسی حدیث کی صحت ثابت ہو جائے گی تو اصول شریعت میں سے اس کو ایک اصل قرار دیا جائے گا- اور کسی دوسرے کے قول یا فعل کو کچھ اہمیت نہیں دی جائے گی امام شافعی نے اپنی کتاب ''الام'' اور دوسری کتاب ''الرسالۃ'' میں اپنے اس موقف کو زبردست دلائل کی روشنی میں ثابت کیا اور اس کے مخالفین کی تردید کی ہے- محدثین نے حدیث نبوی کی حمایت و دفاع کا فریضہ ادا کرنے کی بنا پر امام شافعی کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا- اور اہل بغداد نے آپ کو ''ناصر السنّت'' کے لقب سے نوازا-

امام شافعی بنا پر احتیاط احادیث مرسلہ سے احتجاج نہیں کرتے- اگرچہ آپ کا یہ موقف علمائے متقدمین مثلاً سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ و امام ابو حنیفہؒ کے خلاف ہے- البتہ امام شافعی کبار تابعین کی مرسل روایات کو تسلیم کرتے ہیں- بشرطیکہ وہ کسی دوسری سند سے مروی ہوں' وہ سند مرسل ہی کیوں نہ ہو- یا کسی صحابی یا اکثر علماء کے قول سے اس کی تائید ہو رہی ہو- یا مرسل روایت کرنے والا راوی ہمیشہ ثقہ راویوں سے روایت کرنے کا عادی ہو- ان صورتوں میں کبار تابعین کی مرسل روایات امام شافعی کے نزدیک حجت ہوں گی- تاہم ان کا درجہ مرفوع متصل احادیث کے برابر نہ ہو گا- کبار تابعین کے سوا دوسرے کسی راوی کی مرسل روایت امام شافعی کے نزدیک کسی صورت میں بھی حجت نہیں ہے- (اختصار علوم الحدیث ص ۳۹)

سابقہ بیانات اس حقیقت کی آئینہ داری کرتے ہیں کہ حدیث نبوی کی قدر و قیمت متعین کرنے میں بڑا اختلاف پایا جاتا تھا- گاہے ایسا ہوتا کہ حنفی شخص حدیث کی شہرت کی بنا پر اس پر عمل کرتا اور شافعی المسلک ضعیف الاسناد ہونے کی بنا پر اس کو متروک العمل ٹھہراتا- ایک مالکی المسلک شخص ایک حدیث پر اس لیے عمل نہ کرتا کہ اہل مدینہ کا تعامل اس کے خلاف ہے- اس کے برخلاف شافعی المسلک صحیح الاسناد ہونے کی بنا پر اس پر عمل کرتا- آخری دور میں ایسے لوگ منظر عام پر آئے جو اپنے فقہی مسالک کی تائید و حمایت کرتے اور دوسرے ائمہ پر تنقید کرتے تھے- انہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے ان اصول وضوابط کو نظر انداز کر دیا- جن پر ان کے ائمہ گامزن تھے- وہ جب دیکھتے کہ دوسرے فقہی مسلک کے حاملین نے کسی حدیث پر عمل نہیں کیا تو وہ ان پر معترض ہوتے کہ انہوں نے ایک صحیح الاسناد حدیث کی مخالفت کی ہے- اگرچہ وہ حدیث ان شرائط کی جامع نہ ہو- جو دوسرے فقہی مسلک کے حاملین کے نزدیک ضروری ہے- اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی کرتے کہ جس حدیث پر ان کے امام نے عمل نہیں کیا وہ حتی المقدور جیسے بھی ممکن ہو' اس کو ضعیف ٹھہرانے کی کوشش کرتے- حالانکہ یوں کہنا بہت آسان تھا کہ چونکہ وہ حدیث ان ضروری شرائط کی حامل نہیں جو امام کے نزدیک لازم تھے- اس لیے امام نے اس کو معمول بہ قرار نہیں دیا-

(تاریخ التشریع الاسلامی للخضری ص ۲۱۰)

امام ابو حنیفہ کی حدیث دانی:

امام ابوحنیفہ نے سابق الذکر اصول کی بنا پر بکثرت اخبار احاد پر عمل نہیں کیا- آپ احادیث مرسلہ سے احتجاج کرتے تھے- بشرطیکہ وہ مشہور ہوں- جس ضمن میں کوئی اثر وارد نہ ہوا ہو' آپ اس میں قیاس سے کام لیا کرتے تھے- بنا بریں بعض متعصب محدثین وفقہاء نے آپ پر مندرجہ ذیل الزامات عائد کیے ہیں-

۱- آپ حدیث نبوی میں کم سواد تھے-

۲- حدیث کے مقابلہ میں آپ قیاس کو ترجیح دیتے تھے-

۳- یہی وجہ ہے کہ امام بخاری و مسلم نے ان کی کوئی روایت اپنی کتاب میں شامل نہیں کی-

چونکہ یہ الزامات بعید از انصاف وحق ہیں- اس لیے ہم یکے بعد دیگرے ان کی تردید کرتے ہیں-

۱- جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ امام ابوحنیفہ فن حدیث میں قلیل البضاعت تھے یہ زعم باطل ہے- جس کی کوئی دلیل نہیں- اس بات پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ آپ ان ائمہ مجتہدین میں سے تھے جو کتاب وسنت اور ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطالب و معانی سے پوری طرح باخبر تھے- محمد بن محمود خوارزمی متوفی ۶۶۵ھ نے مسند ابی حنیفہ مرتب کی ہے- یہ مسند ان پندرہ مسانید سے ماخوذ ہے- جن کو جید علمائے حدیث نے مسند امام ابوحنیفہ کے نام سے تالیف کیا تھا- خوارزمی نے اس مسند کو فقہی ابواب کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا ہے- مگر المعاد پر مشتمل باب کو حذف کر دیا اور اسانید کی تکرار بھی نہیں کی گئی-

خوارزمی مسند کے خطبہ میں فرماتے ہیں-

میں نے دیار شام کے بعض جاہلوں کو سنا کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کی اس بنا پر تحقیر کر رہے تھے کہ آپ فن حدیث میں قلیل البضاعت ہیں- وہ اس کی دلیل یہ دیتے تھے کہ امام شافعی نے مسند ترتیب دی- امام مالک نے موطا مرتب کیا- مگر امام ابوحنیفہ کی کوئی مسند نہیں- آپ معدودے چند احادیث روایت کرتے ہیں- یہ سن کر مجھے دینی غیرت نے آلیا اور میں نے ارادہ کیا کہ مختلف علمائے حدیث نے جو مسانید تالیف کی ہیں' ان کو مسند امام ابی حنیفہ کے نام سے یک جا کر دوں- یہاں خوارزمی نے ان پندرہ علماء کے اسمائے گرامی ایک ایک کر کے ذکر کیے ہیں- پھر کہتے ہیں کہ میں نے اس مسند کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا- مگر معاد کے باب کو حذف کر دیا- اور اسناد کی تکرار بھی نہیں کی-

حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی محدث مصر اپنی کتاب عقود الجمان میں فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ کبار حفاظ حدیث میں سے اور ان کے سرتاج تھے- اگر وہ حافظ حدیث نہ ہوتے تو فقہی مسائل کا استنباط نہ کر سکتے- محدث ذہبی نے طبقات الحفاظ میں ان کا تذکرہ کیا ہے- حافظ حدیث ہونے کے باوجود آپ کے قلیل الروایت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ استنباط مسائل میں مشغول رہا کرتے تھے- جس طرح امام مالک و شافعی سے بھی کم احادیث روایت کی گئی ہیں حالانکہ دونوں عظیم حافظ حدیث تھے- اس کی وجہ بھی ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی فقہی مسائل میں مشغولیت ہے۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کبار صحابہؓ میں سے تھے۔ اور ان کو بکثرت احادیث یاد تھیں۔ مگر ان سے دوسرے صحابہؓ کی نسبت کم احادیث منقول ہیں۔ اس کی وجہ ان کی سیاسی و انتظامی مصروفیات ہیں''۔

آگے چل کر حافظ محمد بن یوسف صالحی بکثرت روایات نقل کرتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نہایت کثیر الحدیث تھے۔ پھر صاحب موصوف امام صاحب کی ان اسانید کا تذکرہ کرتے ہیں' جو سترہ مسانید ابوحنیفہ کے جامعین نے ذکر کی ہیں۔ مذکورہ سترہ مسانید کے علاوہ بعض دیگر علماء نے بھی امام صاحب کی مسانید مرتب کی ہیں ان میں مندرجہ قابل ذکر ہیں:

۱۔ مسند ابی حنیفہ از دار قطنی۔

۲۔ مسند ابی حنیفہ از ابن شاہین۔

۳۔ مسند ابی حنیفہ از خطیب بغدادی۔

۴۔ مسند ابی حنیفہ از ابن عقدہ۔

علامہ بدر الدین عینی اپنی تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں کہ مسند ابی حنیفہ از ابن عقدہ ایک ہزار سے زائد احادیث پر مشتمل ہے۔ جلال الدین سیوطی ''التعقبات'' میں لکھتے ہیں کہ ''ابن عقدہ کبار محدثین میں سے اور ثقہ راوی تھے۔ ان کو ضعیف راوی وہی شخص کہتا ہے جو متعصب ہو''۔ (تانیب الخطیب ص ۱۵۶)

۲۔ جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ امام ابوحنیفہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دیا کرتے تھے تو یہ ایک زعم باطل ہے۔ جس کی کوئی دلیل نہیں۔ جناب امام خود اپنے طریق استنباط پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''جب کسی مسئلہ کے بارے میں مجھے کتاب اللہ سے کوئی نص مل جاتی ہے تو اس پر اکتفا کرتا ہوں۔ جب کتاب اللہ کی نص موجود نہ ہو تو حدیث رسولؐ اور ان آثار صحیحہ پر عمل پیرا ہوتا ہوں جو ثقات میں عموماً رائج ہیں۔ جب کسی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ کا حل مجھے کتاب و سنت میں نہیں ملتا تو اصحاب رسولؐ کے اقوال سے استشہاد کرتا ہوں۔ جس صحابی کا قول چاہتا ہوں لے لیتا ہوں اور جس کا قول چاہتا ہوں ترک کر دیتا ہوں۔ مگر صحابہؓ کے مجموعی اقوال سے باہر نہیں جاتا۔ جب نوبت ابراہیم نخعی، شعبی، حسن بصری، ابن سیرین اور سعید بن المسیب جیسے تابعین تک آتی ہے تو میں اجتہاد کرتا ہوں جیسے انہوں نے اجتہاد کیا تھا''۔ (تاریخ التشریع الاسلامی للخضری)

مندرجہ صدر قول سے واضح ہوتا ہے کہ حدیث کی عدم موجودگی کی صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اقوال صحابہؓ سے اخذ و احتجاج کرتے اور ان کو اپنے قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔ پھر آپ کی جانب اس بات کو کیسے منسوب کر سکتے ہیں کہ آپ حدیث کے مقابلے میں اپنے قیاس کو ترجیح دیتے تھے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ تمسک بالسنۃ کے معاملہ میں بڑے سخت واقع ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ آپ ثقہ راویوں کی مرسل روایات کے ساتھ بھی احتجاج کیا کرتے تھے جو علماء کے درمیان مشہور تھیں۔

احادیث آحاد کی قبولیت کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ نے جو کڑی شرطیں عائد کر رکھی تھیں، اس کی وجہ خدا کے دین میں حزم و احتیاط سے کام لینا تھا۔ آپ کے عصر و عہد میں وضع حدیث کا عام چرچا تھا۔ زنادقہ اور ارباب بدعت وضع احادیث کے دھندے میں لگے رہتے تھے۔ بنا بریں آپ نے حدیث صحیح کے سلسلہ میں کڑی شرطیں عائد کیں۔ اسی لیے علماء عموماً یہ بات کہتے ہیں کہ:

''امام ابوحنیفہ کسی عناد کی بنا پر احادیث کی مخالفت نہیں کرتے تھے بلکہ قوی دلائل و براہین کے پیش نظر بنا بر اجتہاد آپ نے یہ موقف اختیار کیا تھا۔ اس لیے اگر آپ کا یہ اجتہاد غلط ہے تو ان کو ایک اجر ملے گا۔ اور اگر درست ہے تو دو اجر۔ آپ کو ہدف نقد و جرح بنانے والے یا تو حاسد ہیں اور یا اجتہاد کی حقیقت سے بے گانہ اشخاص''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ائمہ مجتہدین میں سے کوئی امام بھی ایسا نہیں جس نے متعدد احادیث کو بوجوہ رد نہ کر دیا ہو۔ یا تو اس لیے کہ وہ احادیث ان کے نزدیک شرائط صحت کی جامع نہیں یا منسوخ ہونے کی وجہ سے یا اس لیے کہ ان کی معارض دوسری حدیث موجود ہے۔ امام مالک ہی کو دیکھئے باوجودیکہ آپ امام دارالہجرت اور امیر المومنین فی الحدیث تھے۔ تاہم آپ نے ستر (۷۰) احادیث کی مخالفت کر کے اپنی رائے پر عمل کیا۔ اس لیے کہ وہ احادیث ان کے معیار پر پوری نہیں اترتی تھیں۔ (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۴۸ شروط الائمۃ الخمسہ ص ۴۹ نیز مقدمہ ابن خلدون فصل علوم الحدیث و مقدمہ قسطلانی علی البخاری ص ۳۴)

۳- باقی رہی یہ بات کہ امام بخاری و مسلم نے امام ابو حنیفہ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ثقہ راوی نہ تھے۔ اس لیے کہ ان دونوں اکابر محدثین نے اپنی کتب میں اس بات کا التزام نہیں کیا کہ وہ تمام احادیث صحیحہ کا استیعاب کریں گے یا تمام قابل اعتماد ائمہ حدیث سے بالضرور روایت کریں گے۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ کثیر صحابہؓ اور ائمہ مجتہدین مثلاً امام شافعی ضعیف راوی تھے۔ اس لیے کہ بخاری و مسلم میں ان سے کوئی روایت منقول نہیں۔ حالانکہ کوئی مسلمان اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

امام ابو حنیفہ و شافعی سے شیخین (بخاری و مسلم) کے روایت نہ کرنے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہ ہر دو محدثین اکثر و بیشتر ان علماء کی مرویات جمع کرنے میں مشغول تھے کہ اگر ان کی روایات کو کتب حدیث میں جگہ نہ دی جاتی تو ان کی وفات کے ساتھ وہ احادیث صفحہ کائنات سے نابود ہو جاتیں۔ اس لیے کہ ان کے متبعین یا تو بالکل نہ تھے یا قلیل التعداد تھے۔ جو ان کی مرویات کی جمع و تالیف کا اہتمام کرنے سے قاصر تھے۔ مگر امام ابو حنیفہ و شافعی کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ ان کے اصحاب و تلامذہ بسہولت ان کی مرویات کو جمع کر سکتے تھے۔ اس لیے ان کی روایت کردہ احادیث کے ضائع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بخاری و مسلم میں امام ابو حنیفہ و شافعی رحمۃ اللہ علیہما کی مرویات کو شامل نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان حضرات کا موضوع فقہ الحدیث اور استنباط احکام تھا نہ کہ ان کے طرق و اسانید کا یک جا کرنا اور ان کے حفظ و ضبط کے لیے اپنے آپ کو ہمہ تن وقف کرنا۔ یہ حضرات اپنی فقہی مجالس میں اپنی مرویات اپنے اصحاب و تلامذہ کو سنایا کرتے تھے۔ اس کی تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ امام بخاری و مسلم امام ابو حنیفہ و شافعی سے روایت کرتے تو اسناد میں راویوں کی تعداد بڑھ جانے سے سند نازل ہو جاتی۔ جب کہ وہی حدیث اگر دوسری سند کے ساتھ روایت کی جائے تو وہ عالی ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ اس کے وسائط کم ہوتے ہیں اور محدثین ہمیشہ سند عالی کو نازل کے مقابلہ میں ترجیح دیتے رہے ہیں۔ کیونکہ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب پایا ہے۔

مندرجہ صدر حقائق اس امر کی آئینہ داری کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ حدیث نبوی میں کم سواد نہ تھے۔ مزید برآں وہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح بھی نہیں دیا کرتے تھے آپ عظیم حافظ حدیث تھے اور اس فن میں ماہرانہ بصیرت رکھتے تھے۔ آپ پر یہ الزامات وہی شخص عائد کرتا ہے جو یا تو جاہل ہو یا حاسد۔ لہٰذا ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں جو یہ بات لکھی ہے کہ ”تشدد فی الروایۃ کی بنا پر امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف سترہ احادیث صحیح ہیں“۔ اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔ اسی طرح خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ بغداد میں امام ابو حنیفہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی کوئی اصل و اساس نہیں ہے عصر حاضر کے ایک عالم شیخ محمد زاہد کوثری نے خطیب کے عائد کردہ الزامات کا جواب دیا ہے۔ ان کی کتاب کا نام ”تانیب الخطیب علی ماساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفہ من الاکاذیب“ ہے۔ یہ بہت عمدہ اور مفید کتاب ہے۔

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دوسری صدی ہجری کے مشہور محدثین

کا تعارف

امام مالک:

مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر جلیل القدر امام تھے- آپ کا نسب ذی اصبح تک پہنچ جاتا ہے جو یمن میں ایک قبیلے کا نام ہے- آپ کے اجداد میں سے ایک مدینہ آ کر آباد ہو گئے- آپ کے پر دادا ابو عامرؓ اصحاب رسول میں سے تھے اور بدر کے سوا تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ شرکت کی سعادت سے بہرہ اندوز ہو چکے تھے- امام مالک ۹۳ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور علمائے مدینہ سے کسب فیض کیا- عرصہ دراز تک عبدالرحمٰن بن ہرمز سے استفادہ کرتے رہے- آپ نے نافع مولیٰ ابن عمر و محمد بن المنکدر و ابوالزبیر و زہری اور کثیر تابعین و اتباع تابعین کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا- آپ کے شیوخ و اساتذہ کی تعداد نو سو بتائی جاتی ہے- ان میں سے تابعین تین صد اور اتباع تابعین چھ صد تھے- یہ سب وہ علماء تھے- جن کے علم وفضل اور امانت و دیانت کے امام مالک قائل تھے- امام مالک بعض صالح اور متقی لوگوں سے حدیثیں صرف اس لیے روایت نہیں کرتے تھے کہ وہ محدث نہ تھے-

امام مالک نے یحییٰ انصاری اور امام زہری سے بھی روایت کی ہے- حالانکہ یہ دونوں آپ کے اساتذہ میں شامل تھے- امام مالک کے زہری سے روایت کرنے کے سلسلہ ابن عبدالبر نے اختلاف کیا ہے- آپ کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں-

ابن جریج' یزید بن عبداللہ بن ہادی' اوزاعی' ثوری' ابن عیینہ' شعبہ' لیث' ابن المبارک' شافعی' ابن علیہ' ابن وہب' ابو یوسف و محمد شاگردان ابو حنیفہ' ابن مہدی' معن بن عیسیٰ اور بے شمار لوگ-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کی امامت و جلالت حدیث کے نقد و جرح میں مہارت و بصیرت اور کتاب وسنت سے استخراج احکام میں فراست پر سب علماء کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ آپ کے اقران و اماثل اور معاصرین سب اس کے معترف ہیں۔

حبیب الوراق امام مالک کے بارے فرماتے ہیں۔

میں نے امام مالک کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے دریافت کیا کہ آپ نے فلاں تین راویوں سے حدیثیں کیوں نہیں روایت کیں؟ آپ نے یہ سن کر سر جھکا لیا اور کہا "مَاشَاءَ اللّٰه لاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰه ......" آپ اکثر یہ جملہ کہا کرتے تھے...... اے حبیب! میں نے مسجد نبوی میں ستر ایسے اصحاب کو دیکھا جو صحابہ کو مل چکے اور تابعین سے روایت بھی کر چکے تھے۔ مگر میں نے ان سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی۔ اس لیے کہ ہم ان لوگوں سے روایت کرتے ہیں جو اس کے اہل ہوتے ہیں"۔

امام مالک روایت حدیث میں نہایت ثقہ اور ماہر رواۃ و رجال تھے۔ اس ضمن میں آپ پر پورا پورا اعتماد کیا جاتا ہے کہ آپ کے اساتذہ اور معاصرین نے بھی آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ چونکہ مدینہ منورہ مہبط وحی اور حدیث رسولؐ کا مرکز ومحور تھا۔ اس لیے امام مالک طلب حدیث کے لیے مدینہ سے باہر نہیں گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اکثر و بیشتر روایات اہل حجاز سے منقول ہیں اور موطا میں بیرون حجاز کے راویوں کا ذکر شاذ و نادر ہی آتا ہے۔ لوگ احادیث نبویہ اور دینی مسائل دریافت کرنے کے لیے دور دراز سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ آپ کے علم وفضل اور مہارت حدیث وفقہ کے بارے میں بہت کچھ سن چکے تھے۔ لوگ طلب علم کے لیے آپ کے دروازہ پر جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اور کثرت ازدحام کی وجہ سے ان میں باہم تکرار ہوا کرتی تھی۔

۱۴۷ھ میں امام مالک پر ایک عظیم ابتلا آیا اور آپ کو کوڑوں کے ساتھ پیٹا گیا۔ لوگوں میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس ابتلاء کی وجہ کیا تھی۔ بعض لوگوں نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ امام مالک نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ اگر کسی شخص کو طلاق دینے پر مجبور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی- ان دنوں جب خلیفہ کسی شخص سے بیعت لیتا تھا تو اس کو اس بات پر مجبور کیا جاتا تھا کہ اگر وہ خلیفہ کی بیعت کو توڑے تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی- حکمران طبقہ نے خیال کیا کہ لوگ امام مالک کے فتوی کی بنا پر آسانی سے خلیفہ کی بیعت توڑ دیا کریں گے-

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن قاسم نے امام مالک سے دریافت کیا کہ کیا حکومت کے باغیوں کے خلاف جنگ کی جا سکتی ہے؟ امام مالک نے فرمایا ''اگر عمر بن عبدالعزیز جیسے خلیفہ کے برخلاف بغاوت کی جائے تو بلاشبہ باغیوں کے خلاف جنگ لڑنا درست ہے''- ابن قاسم نے کہا اگر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز جیسا نہ ہو تو پھر؟ امام مالک نے فرمایا'' تو پھر چھوڑ دیئے ایک ظالم دوسرے ظالم سے بدلہ لے اور اللہ تعالیٰ پھر دونوں سے انتقام لے گا چنانچہ آپ کا یہ فتویٰ ابتلاء کا موجب بنا- منصور کے عامل نے جو مدینہ میں متعین تھا' آپ کو ستر کوڑے مارے- جب خلیفہ منصور کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے اپنے عامل پر اظہار غیظ وغضب کیا- اور اسے معزول کر دیا-

اگلے سال خلیفہ منصور نے ایام حج میں امام مالک سے مل کر اس کی معذرت چاہی اور آپ سے بہت سے دینی مسائل دریافت کیے- خلیفہ منصور نے جناب امام سے درخواست کی کہ جو احادیث و آثار آپ کو معلوم ہیں ان کو ایک کتاب میں جمع کر دیں- امام مالک نے معذرت چاہی مگر منصور نے قبول نہ کی- چنانچہ آپ نے موطا مرتب فرمائی- جب خلیفہ مہدی اس کے بعد عازم حج ہوا تو اس نے امام مالک کی خدمت میں حاضر ہو کر موطا کا سماع کیا- امام مالک اس کے بعد خلفاء و علماء کے احترام و اکرام کا محور بنے رہے-

خلیفہ ہارون اور اس کے دونوں بیٹے امین و مامون نے موسم حج میں امام مالک سے موطا کا سماع کیا تھا- ہارون الرشید نے امام مالک سے کہا کہ میں آپ کی کتاب کو خانہ کعبہ میں آویزاں کرنا چاہتا ہوں- میرا ارادہ ہے کہ موطا کی نقول اطراف ملک میں بھیجی جائیں- اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کے لیے مجبور کیا جائے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام مالک نے فرمایا ''یوں نہ کیجئے- اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہؓ دور دراز شہروں میں پھیل گئے تھے- انہوں نے جو حدیثیں روایت کیں وہ اہل حجاز کی روایت کردہ احادیث سے مختلف ہیں- اور لوگ ان پر عمل بھی کر چکے ہیں- لہٰذا لوگوں کو ان کے حال پر رہنے دیجئے''- ہارون نے کہا ''ابوعبداللہ! اللہ آپ کو جزائے خیر دے-

امام مالک نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے- آپ حد درجہ شرمیلے اور حیادار تھے- نبی اکرم ﷺ سے والہانہ شیفتگی رکھتے تھے- زندگی بھر مدینہ میں کسی جانور پر اس لیے سوار نہ ہوئے کہ اس زمین میں حضور اکرمؐ مدفون ہیں- آپ نے ۱۷۹ھ میں مدینہ میں وفات پائی- اور بقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئے-

(تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۷۵' مفتاح السنۃ ص ۴۳)

یحییٰ بن سعید القطان:

نام ونسب یحییٰ بن سعید بن فروخ تمیمی بصری لقب القطان اور کنیت ابوسعید ہے- آپ اتباع تابعین میں سے امام جلیل اور محدث کبیر تھے- آپ نے مندرجہ ذیل اساتذہ سے کسب فیض کیا-

یحییٰ بن سعید انصاری' ابن جریج' سعید بن ابی عروبہ' سفیان ثوری' ابن عیینہ' مالک' شعبہ وغیرہم-

آپ کے اہم تلامذہ حسب ذیل ہیں-

سفیان ثوری' سفیان بن عیینہ' احمد بن حنبل' یحییٰ بن معین' علی بن المدینی' اسحاق بن راہویہ' ابن مہدی' ابوعبید قاسم بن سلام وغیرہم-

علماء آپ کی امامت و جلالت علم و فضل اور حفظ و ضبط کے بارے میں متحد الخیال ہیں- اکثر محدثین اس کا اعتراف کرتے ہیں- امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں-

''میں نے یحییٰ القطان جیسا شخص نہیں دیکھا- بصرہ میں اس پر عدالت و ثقاہت ختم ہو گئی- یحییٰ بن سعید' وکیع ابن مہدی' ابونعیم اور یزید بن ہارون سے زیادہ ثقہ ہیں- یحییٰ ان پچاس شیوخ سے حدیثیں روایت کر چکے ہیں-

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جن سے سفیان نے روایت کی تھی یحییٰ کے زمانے میں ان جیسا دوسرا کوئی شخص نہ تھا''۔

محدث ابوزرعہ فرماتے ہیں:

''یحییٰ ثقات اور حفاظ حدیث میں سے ہیں''۔

ابن منجویہ کہتے ہیں:

''یحییٰ القطان علم و فضل حفظ و ضبط اور ورع و تقویٰ کے اعتبار سے اپنے زمانہ کے سرخیل سمجھے جاتے تھے۔ وہ یحییٰ ہی تھے۔ جس نے اہل عراق کے لیے حدیث نبوی کی راہ ہموار کی اور انہیں حدیث کے نقد و جرح کا سبق دیا''۔

یحییٰ القطان نے ماہ صفر ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کا سن ولادت ۱۲۰ھ ہے۔ (تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۱۵۴۔ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۴۴)

وکیع بن الجراح:

نام و نسب وکیع بن الجراح بن ملیح بن عدی اور کنیت ابوسفیان ہے۔ یہ اتباع تابعین میں سے عظیم حافظ حدیث' محدث کبیر اور حدیث میں اہل کوفہ کے امام تھے۔ آپ نے مندرجہ ذیل اصحاب سے کسب فیض کیا۔

اعمش' ہشام بن عروہ' عبداللہ بن عون' حنظلہ بن ابی سفیان' ابن جریج' شریک بن عبداللہ' اوزاعی' سفیان ثوری' سفیان بن عیینہ وغیرہم۔

تمام علماء آپ کی امانت و جلالت کثرت حفظ و علم اور صلاح و تقویٰ کے بارے میں متفق اللسان ہیں۔ امام احمد بن حنبل جب ان سے روایت کرتے تو فرماتے ''یہ حدیث مجھے وکیع نے سنائی ہے۔ تیری آنکھوں نے ایسا شخص کبھی نہیں دیکھا۔

آپ فرمایا کرتے تھے:

''میں نے علم و فضل اور حفظ و ضبط میں وکیع جیسا شخص نہیں دیکھا۔ آپ کو حدیثیں بہت اچھی طرح یاد ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ فقہ میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ آپ نہایت متقی اور صاحب اجتہاد ہیں۔ وکیع کسی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چغلی نہیں کھاتے"۔

محدث ابن معین فرماتے ہیں:

"وکیع بن الجراح کے سوا میں نے کسی کو رضائے الٰہی کے لیے حدیثیں روایت کرتے نہیں دیکھا۔ وکیع مجھے سفیان ابن مہدی اور ابونعیم سے بھی عزیز تر ہیں۔ میں نے وکیع سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ وکیع اپنے زمانہ میں ایسے ہیں جیسے اپنے عصر و عہد میں اوزاعی تھے"۔

محدث ابن عمار فرماتے ہیں:

"وکیع کے زمانہ میں کوفہ میں ان سے بڑھ کر کوئی محدث و فقیہ نہ تھا"۔

وکیع ۱۲۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۷ھ میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۲۳ تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۱۴۴)

سفیان ثوری:

نام و نسب سفیان بن سعید بن مسروق کنیت ابوعبداللہ اور نسبت ثوری اور کوفی ہے۔ آپ اتباع تابعین میں عظیم حافظ حدیث تھے۔ آپ نے حدیث نبوی کا درس ابو اسحاق سبیعی' عبدالملک بن عمیر' عمرو بن مرہ اور بے شمار کبار تابعین وغیرہم سے لیا۔ آپ کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

محمد بن عجلان تابعی' اعمش تابعی' معمر' اوزاعی' مالک' ابن عیینہ' شعبہ' فضیل بن عیاض' عبداللہ بن مبارک' وکیع' ابونعیم' یحییٰ بن القطان و دیگر ائمہ حدیث۔

اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ سفیان ثوری عظیم محدث و فقیہ عابد و زاہد حق گو اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ تمام اخلاق جلیلہ سے متصف تھے۔

ابو عاصم کہتے ہیں:

"سفیان ثوری امیرالمومنین فی الحدیث ہیں"۔

عبداللہ بن مبارک کا قول ہے:

"میں نے گیارہ صد اساتذہ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان میں سفیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثوری سے بڑھ کر کوئی نہ تھا''۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

''جو شخص بھی سفیان ثوری سے اختلاف کرے گا تو سفیان کی بات پر اعتماد کیا جائے گا''۔

ابن مہدی کا قول ہے:

''میں نے سفیان ثوری سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا''۔

سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں:

''ابن عباسؓ اپنے زمانہ میں اور شعبی و ثوری اپنے اپنے عصر و عہد میں یکتائے روزگار تھے۔ جہاں تک میری اپنی ذات کا تعلق ہے' میں سفیان ثوری کا خادم ہوں۔ میں نے حلال و حرام کا ان سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا''۔

امام اوزاعی ارشاد فرماتے ہیں:

''علماء رخصت ہو چکے ہیں۔ اب سفیان ثوری کے سوا کوئی شخص ایسا موجود نہیں جس کی بات عوام رضا و رغبت سے سنیں اور اس کو صحیح سمجھیں''۔

عباس الدوری کہتے ہیں:

''میں نے دیکھا ہے کہ ابن معین سفیان ثوری پر کسی عالم کو ترجیح نہیں دیتے تھے''۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی مدح و توصیف میں علماء کے بے شمار اقوال منقول ہیں۔ چھ فقہی مسالک میں سے ایک مسلک آپ کی جانب منسوب ہے۔ وہ چھ فقہی مسالک مندرجہ ذیل ائمہ مجتہدین کے ہیں۔

امام مالک' ابوحنیفہ' شافعی' احمد' اوزاعی' ثوری۔

سفیان ثوری ۹۷ھ میں پیدا ہوئے اور بصرہ میں ۱۶۱ھ میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۱۱' تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۲۲)

سفیان بن عُیَیْنہ:

سفیان بن عیینہ بن عمران کی کنیت ابو محمد اور نسبت کوفی مکی اور ہلالی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تبع تابعین میں سے تھے- آپ نے زہری وعمرو بن دینار' شعبی عبداللہ بن دینار' محمد بن المنکدر اور بے شمار تابعین سے حدیث کا درس لیا- آپ کے اصحاب و تلامذہ میں مندرجہ ذیل کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں-

اعمش' ثوری' ابن جریج' شعبہ' ہمام' وکیع' عبداللہ بن مبارک' ابن مہدی' قطان' شافعی' احمد بن حنبل' ابن المدینی' ابن معین' ابن راہویہ' حمید و دیگر علمائے حدیث وفقہ-

آپ کی امامت و جلالت اور مہارت حدیث و فقہ کا سب علماء اعتراف کرتے ہیں-

ابو حاتم فرماتے ہیں:

''عمرو بن دینار سے روایت کرنے میں ابن عیینہ ثقہ ترین راوی ہیں' بلکہ عمرو بن دینار سے روایت کرنے میں شعبہ سے بھی بڑھ کر ہیں''-

یحییٰ القطان نے سفیان کی زندگی میں کہا تھا:

''سفیان چالیس سال سے امام حدیث چلے آ رہے ہیں- میں نے سفیان سے بڑھ کر محدث نہیں دیکھا''-

امام شافعی فرماتے ہیں:

''میں نے سفیان سے کم فتویٰ دینے والا اور ان سے بڑھ کر حدیث نبوی کی شرح و توضیح کرنے والا نہیں دیکھا''-

احمد بن عبداللہ کا قول ہے:

''ابن عیینہ عظیم محدث تھے- آپ کو اصحاب الحدیث کے حکماء میں شمار کیا جاتا ہے''-

ابن وہب کہتے ہیں:

''میں نے ابن عیینہ سے بڑھ کر کتاب اللہ کا عالم نہیں دیکھا''-

آپ کے اوصاف و محامد لاتعداد اور مشہور ہیں- سفیان ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ھ میں وفات پائی- (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۱۷- تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۲۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شعبہ بن الحجاج:

نام ونسب شعبہ بن الحجاج بن الوردالعتکی الازدی الواسطی ثم البصری اور کنیت ابو بسطام ہے- آپ دراصل مقام واسط کے رہنے والے تھے- پھر بصرہ میں اقامت گزین ہو گئے- شعبہ اتباع تابعین میں سے عظیم محدث و محقق اور جلیل القدر امام تھے- آپ نے انس بن سیرین' عمرو بن دینار' شعبی اور کثیر تابعین وغیرہم سے حدیث نبوی کا درس لیا- آپ کے تلامذہ میں حسب ذیل اکابر شامل ہیں-

اعمش' ایوب سختیانی' محمد بن اسحاق (یہ تینوں حضرات تابعین میں سے ہیں) ثوری ابن مہدی' وکیع' ابن مبارک' یحیٰ القطان و دیگر بے شمار اکابر وائمہ-

علم حدیث میں آپ کی امامت و جلالت عرق ریزی اور احتیاط و اتقان پر سب علماء کا اتفاق ہے-

امام احمد فرماتے ہیں:

''شعبہ کے زمانہ میں ان جیسا اور ان سے بڑھ کر دوسرا کوئی محدث نہ تھا- آپ کو علم حدیث سے بہرۂ وافر ملا تھا- شعبہ نے کوفہ کے تیس ایسے اشخاص سے حدیثیں روایت کیں جن سے سفیان ثوری نے روایت نہیں کی تھی''-

امام شافعی کا قول ہے:

''اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق کے لوگ علم حدیث سے بے گانہ رہتے''-

حماد بن زید کہتے ہیں:

''جب کسی حدیث کی روایت کرنے میں شعبہ میرے ہم نوا ہوں تو مجھے اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ کون شخص میری مخالفت کر رہا ہے- اس لیے کہ شعبہ صرف ایک دفعہ حدیث سننے کو کافی نہیں سمجھتے تھے- اور جب شعبہ کسی بات میں مجھ سے اختلاف کرتے ہیں تو میں اس کو ترک کر دیتا ہوں''-

سفیان ثوری کہتے ہیں:

''شعبہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں- جب مسلم بن قتیبہ بصرہ آئے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سفیان ثوری نے ان سے کہا ’’ہمارے استاد شعبہ کا کیا حال ہے‘‘؟

صالح بن محمد کہتے ہیں:

’’راویوں پر نقد و جرح سب سے پہلے شعبہ نے کی۔ پھر یحییٰ القطان' احمد بن حنبل اور ابن معین ان کے نقش قدم پر چلنے لگے‘‘۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

’’شعبہ علم حدیث اور احوال رواۃ کے سلسلہ میں تنہا ایک امت کے برابر تھے‘‘۔

عبدالصمد کہتے ہیں:

’’شعبہ نے حضرت ابن عمرؓ کے پچاس سے زائد تلامذہ سے مل کر کسب فیض کیا۔ شعبہ نے بصرہ میں بعمر ستتر (۷۷) سال ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۴۸ و تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۴۴)

عبدالرحمٰن بن مہدی:

نام و نسب ابو سعید عبدالرحمٰن بن مہدی بن حسان بن عبدالرحمٰن عنبری بصری ہے۔ آپ اپنے عصر و عہد میں حدیث کے قابل اعتماد امام تصور کیے جاتے۔ آپ نے خالد بن دینار و مالک بن مغول و مالک بن انس ہر دو سفیان' ہر دو حماد شعبہ اور دیگر اکابر محدثین سے حدیث کا درس لیا۔ آپ سے مندرجہ ذیل اکابر نے کسب فیض کیا۔

ابن وہب' احمد بن حنبل' ابن معین' ابن المدینی' اسحاق بن راہویہ' ابو عبید قاسم بن سلام وغیرہم۔

اس بات پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ آپ حدیث نبوی کے جلیل القدر امام ماہر رواۃ و رجال نہایت متقی عابد و زاہد اور امین تھے۔ امام احمد کہا کرتے تھے کہ ’’ابن مہدی گویا علم حدیث ہی کے لیے پیدا ہوئے تھے‘‘۔

ابن معین کہتے ہیں:

’’میں نے علم حدیث میں ابن مہدی سے بڑھ کر ثقہ راوی نہیں دیکھا‘‘۔

امام بخاری کے استاد ابن المدینی اکثر فرمایا کرتے تھے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر حلف اٹھا سکتا ہوں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی سے بڑھ کر حدیث کا عالم نہیں دیکھا''۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کہا کرتے تھے۔

کوئی شخص اس وقت تک حدیث کا امام نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ ہر حدیث سے احتجاج کرنا ترک نہ کر دے اور اسے معلوم ہو کہ علم کے سرچشمے کہاں ہیں۔

ایک شخص نے ابن مہدی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ کسی حدیث کو صحیح کہتے ہیں اور کسی کو ضعیف' آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ ابن مہدی کہنے لگے ''اگر آپ کسی صراف کے پاس جا کر اس کو چند روپے دکھائیں اور وہ کہے کہ فلاں روپیہ کھرا ہے اور فلاں کھوٹا تو کیا آپ صراف سے اس کی دلیل طلب کریں گے؟ یا اس کی بات بلا دلیل مان لیں گے''؟ وہ کہنے لگا ''میں صراف کی بات تسلیم کر لوں گا'' ابن مہدی کہنے لگے ''حدیث کا بھی یہی حال ہے۔ یہ مدت دراز تک مغز کھپانے اور طویل مجالست و مذاکرہ سے حاصل ہوتی ہے''۔ آپ ۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۳۰۴ و تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۷۹)

اوزاعی:

نام و نسب عبدالرحمٰن بن عمرو کنیت ابو عمرو اور نسبت شامی دمشقی ہے۔ آپ اپنے زمانہ میں بلا نزاع و جدال اہل شام کے امام تھے۔ اہل شام مالکی مسلک اختیار کرنے سے پہلے امام اوزاعی کے فقہی مسلک پر عامل تھے۔ آپ تبع تابعین میں سے ہیں۔ اوزاعی نے بکثرت تابعین سے استفادہ کیا۔ مثلاً عطاء بن رباح و قتادہ و نافع مولیٰ ابن عمر و زہری و محمد بن المنکدر وغیرہم۔

اوزاعی کے شیوخ و اساتذہ کی ایک جماعت نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ مثلاً قتادہ و زہری و یحییٰ بن ابی کثیر اور ان کے معاصرین۔ ائمہ کبار میں سے سفیان امام مالک شعبہ عبداللہ بن مبارک اور دیگر محدثین نے آپ سے کسب فیض کیا۔

تمام علماء امام اوزاعی کی امامت و جلالت علو مرتبت کمال فضل اور مہارت حدیث

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وفقہ کے بارے میں متفق اللسان ہیں۔ آپ حد درجہ کے متبع سنت اور فصیح و بلیغ تھے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں:

''ملک شام میں اوزاعی سے بڑھ کر حدیث وسنت کا کوئی عالم نہ تھا۔ حدیث کے امام دراصل چار ہیں۔ یعنی اوازعی' مالک' سفیان ثوری اور حماد بن زید''۔

ابو حاتم کا قول ہے:

''اوزاعی ایک لائق اتباع امام ہیں''۔

ھقل جن کو اوازعی سے روایت کرنے میں ثقہ ترین راوی خیال کیا جاتا ہے فرماتے ہیں:

''امام اوازعی نے ستر ہزار کے قریب دینی سوالات کا جواب دیا ہے۔ ان کے معاصر علماء ان کا حد درجہ احترام کرتے اور ان کو امام تسلیم کرتے تھے۔ اوزاعی بڑے عابد و زاہد اور بے باک حق کہنے والے تھے''۔

جب امیہ بن یزید سے کہا گیا کہ ''اوزاعی کو علم میں مکحول سے کیا نسبت تو انہوں نے کہا اوزاعی ہماری رائے میں مکحول سے بڑھ کر عالم ہیں۔ پھر کہا گیا کہ ''مکحول نے تو اصحاب رسولؐ کو دیکھا تھا''۔ امیہ نے کہا یہ درست ہے مگر اوزاعی اپنی ذات کے اعتبار سے افضل ہیں۔ اس لیے کہ آپ زاہد و عابد متقی اور بے باک حق گو ہیں''۔

سفیان ثوری سے منقول ہے کہ جب ان کو اوزاعی کی تشریف آوری کا علم ہوا تو ''ذی طویٰ'' کے مقام پر پہنچ کر ان کا استقبال کیا۔ سفیان نے اونٹ کو جس پر وہ سوار تھے' آزاد کر دیا۔ اور امام اوزاعی کو اپنی گردن پر بٹھا لیا۔ اس حالت میں جب ان کا گزر لوگوں کی کسی جماعت کے پاس سے ہوتا تو کہتے ''شیخ کے لیے راستہ خالی کر دو''۔

باقی رہی یہ بات کہ امام احمد اوزاعی کے بارے میں کہتے ہیں۔ ''حدیثہ ضعیف'' وہ ضعیف حدیثیں روایت کرتے ہیں) تو امام بیہقی جیسے محققین کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اوزاعی بعض فقہی مسائل کے بارے میں ضعیف احادیث سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

احتجاج کرتے ہیں- ظاہر ہے کہ اس سے امام اوزاعی کی شان میں قدح وارد نہیں ہوتی- ایک تو اس لیے کہ شرعی احکام پر استدلال کرنے کے بارے میں علماء کے مختلف مسالک ہیں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ علماء احادیث مرسلہ بلکہ منقطع و موقوف احادیث کے ساتھ بھی احتجاج کرتے ہیں- خصوصاً اس وقت جب احادیث ضعیفہ متعدد طرق و اسانید سے مروی ہوں یا ان کے کچھ شواہد ہوں' جو ان کی تائید کرتے ہوں- دوسری بات یہ ہے کہ محدثین احادیث صحیحہ کی نقل و روایت پر اکتفا نہیں کرتے- بلکہ موضوع حدیث ذکر کر کے اس کا موضوع ہونا واضح کرتے ہیں- اسی طرح وہ احادیث ضعیفہ بھی روایت کرتے ہیں- اس لیے کہ جب حدیث ضعیف متعدد طرق سے مروی ہو یا اس کا کوئی شاہد موجود ہو- تو اس کے ساتھ احتجاج جائز ہے اور اس قسم کے دیگر غایات و مقاصد-

امام اوزاعی ۸۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۷ھ میں بمقام بیروت وفات پائی- آخری عمر میں آپ بیروت (لبنان) میں سکونت پذیر ہو گئے تھے-

(تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۹۸)

لیث بن سعد:

لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن مصری تبع تابعین میں سے عظیم محدث و فقیہ اور جلیل القدر امام تھے- ان کی کنیت ابو الحارث ہے- آپ کے شیوخ و اساتذہ میں مندرجہ ذیل اکابر شامل ہیں-

عطا بن ابی رباح- عبداللہ بن ابی ملیکہ- نافع مولیٰ بن عمرؓ سعید المقبری' زہری یحییٰ انصاری' ابوالزبیر و بکثرت تابعین و اتباع تابعین-

اصحاب و تلامذہ: محمد عجلان' ہشام بن سعد (یہ دونوں لیث کے استاد ہیں) قیس بن ربیع' عبداللہ بن مبارک' ابن وہب' ابن لہیعہ' لیث کے کاتب عبداللہ بن صالح و دیگر بکثرت ائمہ-

تمام علماء آپ کی امامت و جلالت اور حدیث و فقہ میں مہارت و بصیرت پر متفق ہیں- لیث اپنے عہد میں اہل مصر کے امام زماں تھے- امام شافعی فرماتے ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''لیث بن سعد امام مالک سے بھی بڑے فقیہ تھے۔ مگر آپ کے اصحاب و تلامذہ نے آپ کی قدر نہ کی''۔

محمد بن سعد فرماتے ہیں:

''لیث قریش کے حلیف تھے۔ آپ نہایت ثقہ راوی اور کثیر الحدیث تھے۔ آپ بڑے رئیس بلند پایہ شخص اور کریم النفس تھے''۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

''لیث کثیر العلم اور صحیح الحدیث ہیں۔ مصری راویوں میں کوئی بھی ان سے ثقہ تر نہیں ہے۔ میں نے لیث جیسا شخص کبھی نہیں دیکھا۔ آپ دیکھنے میں فقیہ نظر آتے تھے۔ نہایت عمدہ عربی بولنے والے تھے۔ قرآن کریم اور نحو کے عظیم عالم اور حدیث نبوی و اشعار کے حافظ تھے۔ آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ امام احمد نے لیث کی دس صفات حسنہ کا ذکر کیا''۔

لیث بن سعد باختلاف اقوال ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور بقول ابن سعد ۱۶۵ھ میں وفات پائی۔

(تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۷۳ و تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۵۹)

امام شافعی:

نام و نسب ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف بن قصی۔ امام شافعی کا شجرۂ نسب عبد مناف پر جا کر رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ سائب بن عبید غزوۂ بدر کے دن مشرف باسلام ہوئے تھے۔ سائب کے بیٹے شافع صغار صحابہؓ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ امام شافعی کی والدہ قبیلہ آزد سے متعلق تھیں۔

امام شافعی مقام غزہ میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ ابھی دو ہی سال کے تھے کہ ان کی والدہ ان کو مکہ لے گئیں۔ آپ وہیں پروان چڑھے اور قرآن کریم پڑھا۔ آپ نے ہذیل کے قبیلہ میں دس سال مقیم رہ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لغت وشعر میں مہارت حاصل کی- مسلم بن خالد زنجی مفتی مکہ اور دیگر ائمہ سے حدیث و فقہ پڑھی- پھر وارد مدینہ ہو کر امام مالک کے وابستہ دامن ہو گئے- شافعی کے علم وفضل اور ذہانت و فطانت کی وجہ سے امام مالک ان کی بہت عزت کرتے تھے-

شافعی موطا زبانی یاد کر کے امام مالک کو سنایا کرتے تھے- امام مالک کو ان کی قراءت بہت پسند تھی- اس لیے آپ مزید کی خواہش کا اظہار کرتے- جب شافعی مدینہ آئے- تو اس وقت ان کی عمر صرف تیرہ برس تھی- مصعب بن عبداللہ قرشی قاضی یمن نے امام شافعی کی غربت کی وجہ سے خلیفہ ہارون الرشید کے پاس ان کی سفارش کی ہارون نے یمن کے علاقہ نجران میں آپ کو حاکم مقرر کر دیا- حاسدوں نے خلیفہ ہارون سے چغلی کھائی کہ شافعی خلیفہ بننا چاہتے ہیں- ہارون نے ۱۸۴ھ میں شافعی کو بغداد طلب کیا- اس وقت ان کی عمر تیس سال تھی- امام شافعی اور محمد بن حسن شیبانی شاگرد ابوحنیفہ نے ہارون کی موجودگی میں باہم مناظرہ کیا- محمد بن حسن نے امام شافعی کی مدح و توصیف کی- ہارون نے بھانپ لیا کہ امام شافعی کا دامن اس تہمت سے پاک ہے-

محمد بن حسن شیبانی نے امام شافعی کو اپنے یہاں مہمان ٹھہرایا اور حد درجہ اکرام واحترام بجا لائے- امام شافعی نے بقدر ایک بار شتر علم محمد بن حسن سے سن کر تحریر کیا امام شافعی پھر مکہ لوٹ گئے- ۱۹۵ھ میں بار دیگر امام شافعی وارد عراق ہوئے- اس دفعہ بکثرت علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے- مثلاً احمد بن حنبل وابوثور وحسین بن علی، کرابیسی و زعفرانی و دیگر ائمہ- ان لوگوں نے آپ سے خوب استفادہ کیا- امام شافعی نے اپنے قدیم مسلک کے مسائل ان کو املا کرائے- آپ پھر مکہ لوٹ گئے- ۱۹۸ھ میں تیسری مرتبہ عراق تشریف لا کر تھوڑی مدت وہاں قیام کیا- ۱۹۹ھ کے اواخر میں مصر تشریف لے گئے اور وہیں مقیم رہے- یہاں تک کہ ۲۰۴ھ میں وفات پائی- مصر میں آپ کی علمی قابلیت کا سکہ بیٹھ گیا- اور لوگ دور دراز سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث وفقہ کا درس لینے لگے- آپ نے تلامذہ کو اپنی جدید کتب لکھوائیں جن میں ان کے جدید مسلک سے متعلق نظریات مرقوم تھے- مصریوں نے حین حیات ہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد از وفات امام شافعی کے اکرام و احترام کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وہ تنہا امام تھے جس نے بذات خود اپنے مسلک کو پھیلایا اور بڑھایا آپ نے دور دراز کے سفر کر کے اہل حجاز و عراق کے علوم سیکھے۔ اپنی کتابیں خود لکھیں اور اپنے اصحاب و تلامذہ کو لکھوائیں۔ دیگر کبار ائمہ میں یہ اوصاف موجود نہیں ہیں۔

حدیث نبوی سے امام شافعی کا شغف:

امام شافعی اپنے عصر و عہد میں کتاب و سنت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ نے اپنے مذہب میں بڑی تحقیق و تدقیق کے ساتھ تمام دلائل کو یک جا کر دیا تھا۔ آپ کے احسانات اہل الحدیث کے بار گردن ہیں۔ وہ شافعی ہی تھے' جس نے ان کو سنت کے معانی سے آگاہ کیا۔ روشن دلائل و براہین کی بنا پر ان کے دشمنوں کو نیچا دکھایا اور ان کو غلبہ عطا کیا۔ اہل الحدیث خواب غفلت میں محو تھے۔ امام شافعی نے ان کو جگایا۔ وہ گمنام تھے' امام شافعی نے ان کو اوج شہرت پر فائز کیا۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعی کے متبعین کو ''اصحاب الحدیث'' کے لقب سے پکارا جانے لگا۔

امام شافعی ہمیشہ اس بات سے منع کیا کرتے تھے کہ کتاب و سنت کو ترک کر کے لوگوں کے قیاسات و آراء کو معمول بہ بنایا جائے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ علم الکلام میں کیا قباحت ہے تو وہ اس سے ایسے بھاگیں جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ متکلمین کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کو چھڑیوں سے پیٹا جائے۔ ان لوگوں کو قریہ قریہ' گاؤں گاؤں لے جایا جائے اور یہ ندا دی جائے کہ ''یہ اس شخص کی سزا ہے جو کتاب و سنت کو چھوڑ کر علم الکلام کی جانب متوجہ ہوتا ہے''۔

محدث البویطی فرماتے ہیں:

''میں نے امام شافعی کو یہ فرماتے سنا کہ اصحاب الحدیث کا دامن مت چھوڑو۔ اس لیے کہ وہ سب سے زیادہ درست بات کہنے والے ہیں''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام شافعی فرماتے ہیں:

''جب میں اصحاب الحدیث میں سے کسی شخص کو دیکھتا ہوں تو مجھے یوں معلوم دیتا ہے کہ میں نے اصحاب رسولؐ میں سے کسی کو دیکھ لیا- اللہ اہل الحدیث کو جزائے خیر دے- انہوں نے حضورؐ کے ارشادات کو ہمارے لیے محفوظ رکھا- اس لیے ہم ان کے زیر بار احسان ہیں- اس ضمن میں امام شافعی کے یہ اشعار مشہور ہیں ۔

كل العلوم سوى القران مشغلةٌ — الّا الحديث والّا الفقه في الدين

العلم ما كان فيه قال حدثنا — وما سوىٰ ذاك وسواس الشياطين

ترجمہ: ۱- تمام علوم قرآن کے سوا وقت کٹی سے زیادہ نہیں- بجز حدیث نبوی اور دین کی سمجھ حاصل کرنے کے-

۲- اصلی علم تو وہی ہے جس میں ''قال حدثنا'' ہو- اور اس کے سوا جو کچھ بھی ہے شیطان کا وسوسہ ہے-

ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ خبر واحد جب بروایت ثقات نبی اکرم ﷺ تک پہنچ جائے- تو امام شافعی اس کو حجت قرار دیتے ہیں- امام شافعی نے خبر واحد کا زبردست دفاع کیا ہے- آپ کی اس تائید وحمایت کو اصحاب الحدیث نے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے- یہی وجہ ہے کہ اہل بغداد امام شافعی کو ''ناصر السنۃ'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں-

امام شافعی کے بارے میں چند اکابر ائمہ کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں:

محمد بن حسن شیبانی فرماتے ہیں:

''اصحاب الحدیث آج جو کچھ بھی کہتے ہیں' وہ امام شافعی کا فرمودہ ہے''-

امام زعفرانی فرماتے ہیں:

''اصحاب الحدیث سوئے ہوئے تھے امام شافعی نے ان کو خوابِ غفلت سے بیدار کر دیا''-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

''ہر قلم و دوات پکڑنے والا امام شافعی کا ممنون احسان ہے''۔

جب مشہور محدث محمد بن مسلم بن وارہ مصر سے آئے تو امام احمد نے ان سے پوچھا کیا آپ نے امام شافعی کی کتابیں تحریر کی ہیں؟ انہوں نے کہا ''نہیں''۔ امام احمد سن کر کہنے لگے ''آپ سے بہت بڑی فروگزاشت ہوئی۔ ہم کو مجمل و مفسر اور ناسخ و منسوخ کا پتہ اس وقت چلا جب ہم امام شافعی کی مجلس میں بیٹھے''۔

محدث ابن خزیمہ سے جب دریافت کیا گیا کہ کیا کوئی ایسی حدیث بھی ہے جو امام شافعی تک نہ پہنچی ہو تو انہوں نے کہا نہیں۔

امام داؤد بن علی ظاہری فرماتے ہیں:

''امام شافعی جن فضائل سے متصف تھے۔ وہ کسی دوسرے میں جمع نہ ہو سکے۔ آپ نہایت شریف النسب صحیح العقیدہ کریم النفس زبردست ناقدِ حدیث ناسخ و منسوخ کے جید فاضل حافظ کتاب و سنت سیرتِ خلفاء کے عالم اور بہترین مصنف تھے۔ آپ کے اصحاب و تلامذہ کثیر التعداد اور نہایت لائق تھے''۔

الکرابیسی کہتے ہیں:

''جب تم ہم امام شافعی سے نہیں ملے تھے ہمیں معلوم نہ تھا کہ کتاب و سنت اور اجماع کیا چیز ہے۔ میں نے شافعی جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی خود شافعی نے اپنے جیسا دوسرا کوئی عالم ملاحظہ کیا۔ میں نے امام شافعی سے بڑھ کر فصیح و بلیغ شخص بھی کبھی نہیں دیکھا''۔

اکابر محدثین و ائمہ مجتہدین کے مذکورہ صدر کلماتِ تحسین و توصیف کے باوصف امام شافعی فرمایا کرتے تھے ''جب تمہارے نزدیک کسی حدیث کی صحت ثابت ہو جائے تو میرا قول چھوڑ کر اس حدیث کی جانب رجوع کیجئے''۔

اگر علماء یہ بات کہتے ہیں کہ امام شافعی اولین شخص تھے جس نے اصول الفقہ پر کتاب لکھی تو ہم بڑے وثوق کے ساتھ عرض پرداز ہیں کہ جناب امام اولین مصنف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے جس نے اصول حدیث کی طرح ڈالی- قوانین روایت پر کتاب تحریر کی اور محدثین کے لئے علوم حدیث کی تالیف و تدوین کی راہ ہموار کی- اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ امام شافعی کے بعد حدیث نبوی کے قواعد و علوم پر کتابیں تصنیف کرنے والے۔ امام شافعی کے دست نگر اور ان کے بحر علم سے مستفید ہونے والے ہیں- امام شافعی نے علم حدیث کے جو اصول و قواعد مرتب کئے تھے متاخرین نے صرف ان کی شرح و توضیح کی ہے یا ان کی فروعات بیان کی ہیں- جو شخص امام شافعی کی کتاب ''الرسالۃ'' میں حدیث و محدثین سے متعلق ان کی تصریحات پڑھتا ہے- پھر متاخرین مثلاً ابن الصلاح وغیرہ کی کاوشوں کا جائزہ لیتا ہے وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوتا ہے کہ ان فنون میں امام شافعی سب کے استاد اور پیش رو ہیں- فجزاه عن الحديث و اهله خير الجزاء. (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۵۱ وتہذیب الاسماء ج ۱ ص ۴۴۔ تاریخ التشریع الاسلامی للخضری ص ۲۶۴)

❀ ❀ ❀

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مستشرقین کی فریب کاری کا ابطال

پہلی اور دوسری صدی ہجری کی تاریخ حدیث و محدثین آپ کی نگاہ سے گذر چکی۔ آپ دیکھ چکے ہیں کہ علمائے صحابہؓ و تابعین نہایت ضبط و امانت کے ساتھ احادیث نبویہ باہم نقل و روایت کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ شیعہ' خوارج زنادقہ اور ان کے ہمنوا دشمن اسلام فرقوں کی وضع کردہ احادیث کو رد کر کے حدیث نبوی کی حمایت و دفاع کا فریضہ ادا کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ سنت کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں انہوں نے جہاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ احادیث نبویہ کو بالاکم و کاست بصورت صحت اطمینان بخش اسانید کے ذریعہ تیسری صدی ہجری کے علماء تک پہنچا دیا۔ پھر تیسری صدی ہجری کے علماء نے حدیث نبوی کی نقل و روایت اور تالیف و تدوین سے متعلق مساعی جمیلہ انجام دیں اور اس طرح احادیث نبویہ پاک و صاف ہونے کی حالت میں ہم تک پہنچ گئیں۔

مگر کفر و ضلالت کا حامل ایک مختصر گروہ جس کو "مستشرقین" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے' اس بات کو گوارا نہ کر سکا کہ دین اسلام کی یہ مبارک دولت و ثروت (حدیث نبوی) ایسے وقت میں تبدیل و تحریف سے محفوظ رہے۔ جبکہ مسلمان کمزور ہو چکے تھے۔ اور کافر قومیں ان پر غالب آ چکی تھیں۔ بنابریں مستشرقین نے مسلمانوں کو دین اسلام سے بدظن کرنے کے لئے حدیث نبوی کو ہدف طعن و جرح بنایا۔ اس کا نام انہوں نے اپنی اصطلاح میں "آزادانہ بحث و نظر" رکھا۔

مستشرقین نے سیاسی اغراض و مقاصد کے تحت جو طریق کار اختیار کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ احادیث صحیحہ کو ضعیف ٹھہرایا جائے۔ احادیث ضعیفہ و موضوعہ کو صحیح قرار دیا جائے۔ اور دلائل و براہین سے آنکھیں بند کر کے ہر معمولی چیز کو اہمیت دی جائے اور اہم امور کو معمولی بنا دیا جائے۔ مستشرقین کے اس دجل و فریب کا مقصد یہ تھا کہ کم عقل اور ضعیف الایمان لوگوں کی نگاہ میں جو ان کی مادی چمک دمک سے متاثر ہو چکے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے' اسلام کے اوصاف و محاسن کو مسخ کر دیا جائے۔ تاکہ وہ اسے چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔ اسلام کے بارے میں مستشرقین کا موقف شاعر کے اس شعر کا مصداق ہے۔

اذا رأوا هفوة طاروا بها فرحا ۔۔۔ مني و ما علموا من صالح دفنوا

''جب وہ میری لغزش کو دیکھتے ہیں تو خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور جب میری کسی خوبی کا علم ہوتا ہے تو اسے دفن کر دیتے ہیں''۔

اب ہم مشہور منکرِ حدیث علی حسن عبدالقادر کی کتاب ''تاریخ الفقہ الاسلامی'' ص ۱۲۱ سے مستشرقین کے پیش کردہ شکوک و شبہات پیش کرتے ہیں' جن سے ان کے عزائم قبیحہ منظرِ عام پر آ جائیں گے اور پھر ان کا ابطال کریں گے۔ اگرچہ غور و فکر سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ شکوک بالکل بے وزن ہیں۔ اور ان کی اساس فقط دعویٰ بلا دلیل اور مسلمہ حقائق سے تغافل پر رکھی گئی ہے' اعتراضات حسب ذیل ہیں۔

اول: اکثر احادیث ان دینی' سیاسی اور اجتماعی تغیرات کی پیداوار ہیں۔ جو پہلی اور دوسری صدی ہجری میں رونما ہوئے تھے۔ یہ بات درست نہیں کہ احادیث آغاز اسلام کی قابل اعتماد دستاویز ہیں۔ بخلاف ازیں اگلے تاریخی ادوار میں اسلام کے متعلق جو جہود و مساعی انجام دی گئیں' احادیث بھی اسی جہد و کاوش کا نتیجہ ہیں''۔

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں یہ ان لوگوں کا قول ہے جو مسلمہ حقائق سے تجاہل عارفانہ اختیار کرنے والے ہوں۔ اور حق و باطل کو مخلوط کر کے یہ بات کہنے کے عادی ہوں کہ یہ سب کچھ باطل ہے۔ یہ لوگ احادیث نبویہ پر دو اعتراض کرتے ہیں۔

۱۔ اکثر احادیث نبویہ مسلمانوں کی اپنی ساختہ پرداختہ ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی فرمودہ نہیں ہیں۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ سے منقول احادیث نہایت کم ہیں۔ مزید برآں عہدِ رسالت کے زریں دور اور خلافت راشدہ میں ان سے احتجاج نہیں کیا جاتا تھا۔

مندرجہ صدر ہر دو نکات سے منکرین حدیث یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ حدیث نبوی کسی صحیح اساس پر مبنی نہیں۔ نیز یہ کہ احادیث نبویہ خواہ قلیل ہوں یا کثیر اور خواہ صحیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں جو نہایت کم ہیں یا ضعیف ہوں جن کی بہتات ہے۔ مسلمانوں کے لئے بے کار ہیں۔ سرے سے ان کی افادیت ہے ہی نہیں۔

جہاں تک منکرین حدیث کے اس زعم باطل کا تعلق ہے کہ اکثر احادیث دینی و سیاسی تغیرات و انقلابات کی پیداوار ہیں تو یہ تاریخ اسلام پر ایک عظیم بہتان ہے۔ اس لئے کہ بکثرت احادیث دینی احکام و مسائل کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں۔ جن کو اصحابِ رسولؐ نے ان سے سن کر یاد رکھا۔ پھر ثقہ راوی یکے بعد دیگرے ہر عصر و عہد میں ان سے نقل و روایت کرتے چلے آئے۔ یہاں تک کہ حدیثیں صحیح و سالم صحیح الاسناد والمتن ہونے کی صورت میں ہم تک پہنچ گئیں۔ ائمہ حدیث تمام عصور و ازمنہ میں احادیثِ نبویہ کو کذب کی آمیزش سے پاک کرنے اور ان کے حفظ و ضبط میں مبالغہ کی حد تک اہتمام کرتے رہے ہیں۔ وہ متون و اسانید کی نقد و جرح اور چھان پھٹک میں اس لئے سختی سے کام لیا کرتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے حدیث متواتر میں ارشاد فرمایا ہے۔

''جس نے مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھا وہ اپنا گھر جہنم میں بنا لے''۔

یہ محدثین ہی کی مساعی جمیلہ کا خوش گوار نتیجہ تھا کہ احادیث نبویہ خوارج و زنادقہ اور ان کے ہمنواؤں کی دروغ بافی سے محفوظ رہیں۔ احادیث رسولؐ کے ضمن میں پہلی اور دوسری صدی ہجری کے علماء نے جس جانفشانی و عرق ریزی سے کام لیا تھا۔ قبل ازیں آپ اس کی ایک جھلک ملاحظہ کر چکے ہیں۔

مستشرقین و منکرین کا یہ دعویٰ کہ حدیث نبوی دین میں قابل اعتماد حجت نہیں ہے' ایک زعم باطل سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ اور ان سے پہلے سابقہ عصور و ازمنہ کے ارباب بدعت بھی اس بات کی رٹ لگاتے چلے آئے ہیں۔ مزید برآں کتاب و سنت علماء کے اجماع اور ازمنہ سابقہ کے جمہور اہل اسلام کے تعامل سے بھی اس بے بنیاد دعویٰ کی تردید ہوتی ہے کتاب ہذا کے مقدمہ میں ہم حدیث نبوی کی حجیت دلائل قاطعہ سے ثابت کر چکے ہیں۔ امام شافعی اور منکر حدیث کے مناظرہ میں بھی کافی مواد موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوم: منکرین حدیث کہتے ہیں۔

''عصر اول میں بنوامیہ اور ان ارباب تقویٰ علماء کے مابین تنازعات بپا تھے جو احادیث کی جمع و تالیف میں لگے ہوئے تھے۔ جب ان اربابِ علم نے دیکھا کہ جو احادیث قبل ازیں ان کے یہاں موجود ہیں' ان سے ان کا مقصد پورا نہیں ہوتا تو انہوں نے اہل بیت کی مدح و توصیف میں ایسی حدیثیں وضع کرنا شروع کر دیں جو بظاہر اسلامی روح کے منافی نہ تھیں۔ اس طرح انہوں نے بنوامیہ کی مذمت کا بیڑا اٹھایا۔ اگرچہ وہ براہ راست نہیں بلکہ بالواسطہ تھا۔ انہوں نے اپنے اس فعل کی یہ توجیہ کی کہ وہ ظلم و جور کے خلاف نبرد آزما تھے۔

بنوامیہ کی طرف سے اس کا ردعمل یہ ہوا کہ انہوں نے ایسے لوگوں کی تردید کے لئے حدیثیں گھڑنے کا حکم صادر کر دیا۔ بنوامیہ کے طرزعمل کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے جو حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے کہی تھی کہ حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے اور حضرت عثمانؓ کے لیے رحمت طلب کرنے میں کوتاہی سے کام نہ لیجئے۔ حضرت علیؓ کی مدح میں وارد شدہ احادیث کی مخالفت کیجئے اور حضرت عثمانؓ اور ان کے رفقاء کی مدح وستائش کیجئے۔ ان کو اپنا مقرب بنایئے اور ان کی بات توجہ سے سنئے۔

وضع حدیث کے سلسلہ میں بنوامیہ نے امام زہری جیسے لوگوں سے کام لیا تھا۔ ان خود ساختہ احادیث میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے کہ ''اہتمام کے ساتھ سفر صرف تین مسجدوں کی جانب کیا جائے (۱) مسجد نبوی (۲) مسجد حرام (۳) مسجد اقصیٰ۔ اس حدیث سے بنوامیہ کے سیاسی رجحانات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ بیت المقدس کو خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کا درجہ دینے کے متمنی تھے۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اہل شام کو خانہ کعبہ کا حج کرنے سے روک دیا تھا۔ اس لیے بنوامیہ چاہتے تھے کہ لوگ خانہ کعبہ کی بجائے بیت المقدس کا حج کرنے آیا کریں اسی طرح بنوامیہ نے بیت المقدس اور شام کی مدح میں حدیثیں وضع کی تھیں''۔ (منکرین حدیث کا اعتراض ختم ہوا)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہم مذکورہ صدر اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس میں شبہ نہیں کہ بنو امیہ اور شیعہ میں سیاسی تنازعات بپا تھے- یہ بھی درست ہے کہ شیعہ نے حضرت علیؓ کے مناقب میں حدیثیں وضع کیں اور ردعمل کے طور پر بنو امیہ نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم کی مدح و توصیف میں حدیثیں وضع کرائیں- مگر حدیثیں وضع کرنے والے فریقین نہ محدث تھے نہ اہل تقویٰ علماء میں سے تھے- جس طرح یہ ملمع ساز منکرین کہتے ہیں-

اصحاب تقویٰ علماء تو امام زہری' سعید بن المسیب' ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم جیسے لوگ تھے- جو احادیث صحیحہ کی حفاظت و صیانت اور ان کی نشر و اشاعت کا اہتمام کرتے تھے- اس کے ساتھ ساتھ جو احادیث جھوٹ موٹ نبی اکرم ﷺ کی جانب منسوب کی گئی ہیں' ان کا راز افشا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ایسی احادیث کی نقل و روایت شرعاً درست نہیں- ایسا کرنے میں وہ نہ کسی کی ملامت کی پروا کرتے تھے اور نہ کسی ظالم سے خائف و ہراساں تھے-

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ مستشرقین حدیثیں وضع کرنے والے شیعہ کو "اصحاب تقویٰ علماء" کے لقب سے یاد کرتے ہیں- حالانکہ شیعہ فساد کی جڑ بنیاد تھے- وہ اہل بیت کی محبت کا مظاہرہ کرتے اور اس میں اس حد تک غلو کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو الوہیت کے مقام پر فائز کر دیا تھا- اور اس کے اثبات کے لیے حدیثیں وضع کیں- یہ دل سے اسلام اور اہل اسلام کے نت دشمن تھے-

حضرت معاویہؓ کی جانب جو بات انہوں نے منسوب کی ہے اور اسی طرح واقعات کی نقل و روایت میں سہل انگاری سے کام لینے والے مورخین ان کی شان میں جو کچھ کہتے ہیں' ہماری نگاہ میں مشکوک ہے- اس لیے کہ امیر معاویہؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے- جن کو نبی اکرم ﷺ نے کتابت وحی کے لیے منتخب کیا تھا اور تینوں خلفائے راشدین نے آپ کو ملک شام کی امارت تفویض کی تھی- حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے مابین جو نزاع و جدال برپا ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا- یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ امیر معاویہؓ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت مغیرہ کو حکم دیتے کہ وہ حضرت علیؓ کو برا بھلا کہیں اور ان کی مدح میں وارد شدہ احادیث کو چھپائیں۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ حضرت حسن بن علیؓ بخوشی خاطر امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے اور ایک دن بھی ان کے خلاف نبرد آزمانہ ہوئے۔ آپ حضرت علیؓ کے لیے رحمت کی دعا کیا کرتے تھے۔ روایات میں منقول ہے کہ امیر معاویہؓ نے ضرار صدائی سے حضرت علیؓ کے لئے اوصاف بیان کیا کرنے کو کہا۔ ضرار نے معذرت چاہی جو حضرت معاویہؓ نے قبول نہ کی۔ ضرار نے تفصیلاً حضرت علیؓ کے اوصاف و محاسن پر روشنی ڈالی حضرت معاویہؓ یہ سن کر رو پڑے اور کہا ''اللہ تعالیٰ ابوالحسن (حضرت علی کی کنیت) پر رحم فرمائے۔ وہ دراصل ایسے ہی تھے''۔ تاریخ اس حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے کہ حضرت معاویہؓ بڑے بردبار اور روشن خیال سیاست دان تھے۔ ان تمام امور کی موجودگی میں یہ بات سمجھ میں نہیں آ سکتی کہ امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہؓ یا کسی اور کو ایسی فتنہ پردازی کا مشورہ دیا ہو جس سے امت مسلمہ کی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی اور اس کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے۔

باقی رہا مستشرقین کا یہ دعویٰ کہ بنوامیہ نے اپنے سیاسی اغراض کے پیش نظر حدیثیں وضع کرنے کے سلسلہ میں امام زہری جیسے لوگوں کو استعمال کیا تھا۔ تو یہ ائمہ دین پر ایک عظیم افتراء ہے۔ جس کی کوئی سند موجود نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امام زہری کے زہد و ورع اور حفظ و ضبط کے بارے میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں جید علماء نے شہادت دی ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

''اگر زہری نہ ہوتے تو مدینہ سے حدیثیں رخصت ہو جاتیں''۔

احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کا قول ہے:

''اصح الاسانید زہری از سالم از والد خود ہے''۔

عمرو بن دینار فرماتے ہیں:

''میں نے زہری سے بڑھ کر حدیث روایت کرنے والا نہیں دیکھا''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کا دوسرا قول یہ ہے:

''میں نے زہری سے بڑھ کر ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس کی نگاہ میں روپیہ پیسہ کی کوئی وقعت نہ ہو- زہری درہم و دینار کو اونٹ کی مینگنیوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے''-

اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم چند بے انصاف ائمہ کفر کی باتوں میں آ کر امام زہری کے بارے میں مذکورہ صدر شہادتوں کو نظر انداز کر دیں؟

جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ حدیث نبوی ((لاتشدوا الرحال الا الی ثلاثة مساجد)) ''تین مسجدوں کے سوا کسی اور طرف اہتمام کے ساتھ سفر نہ کیا جائے''- امام زہری نے بنوامیہ کی خوشنودی کے لئے وضع کی تھی' تو یہ ایک بے بنیاد الزام ہے- اس لئے کہ زہری باجماعِ ائمہ کرام ثقہ راوی تھے- اگر وہ اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرد بھی ہوتے تو بھی اس کی صحت میں کوئی شبہ نہ ہوتا- حالانکہ وہ اس کی نقل و روایت میں منفرد نہیں- امام مسلم نے امام زہری کے علاوہ دوسری سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''سفر صرف تین مسجدوں کی جانب کیا جاتا ہے- (۱) مسجد کعبہ (۲) مسجد نبوی (۳) مسجد اقصیٰ''- (صحیح مسلم کتاب الحج)

امام بخاری و مسلم نے زہری کے علاوہ دوسری سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت دو دن کا سفر اس صورت میں اختیار نہ کرے جب اس کے ساتھ اس کا خاوند یا محرم نہ ہو- عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ نہ رکھا جائے- نماز فجر کے بعد اس وقت تک کوئی نماز نہ پڑھی جائے جب تک آفتاب طلوع نہ ہو- اسی طرح عصر کے بعد قبل از غروب آفتاب کسی نماز کی اجازت نہیں- نیز فرمایا اہتمام کے ساتھ سفر صرف تین مسجدوں کی جانب کیا جائے (۱) مسجد الحرام (۲) مسجد نبوی (۳) مسجد اقصیٰ- (فتح الباری ج ۳ ص ۴۶)

مزید برآں ہم یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ صدر حدیث کا لوگوں کو حج کعبہ سے ہٹا کر بیت المقدس کی جانب متوجہ کرنے سے کیا تعلق ہے؟ اس حدیث سے تو صرف یہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے اس کے لیے سفر کا اہتمام نہ کیا جائے بجز ان تین مساجد کے۔ اس سے ان تینوں مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوئی۔ مستشرقین اس بات کا کیا جواب دیں گے کہ خانہ کعبہ کی جانب رخ کرنے سے پہلے مسلمان آغازِ اسلام میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عہد رسالت اور اس وقت سے جب نماز فرض ہوئی۔ بیت المقدس کا احترام کرتے چلے آئے ہیں۔ مستشرقین مندرجہ ذیل آیت کریمہ کے بارے میں کیا کہیں گے۔ جس میں فرمایا:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ﴾(الاسراء)

''اللہ کی ذات پاک ہے جس نے اپنے بندے کو رات میں خانہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی۔ جس کے گردونواح میں ہم نے برکت کی ہے''۔

اگر بنوامیہ بیت المقدس کی فضیلت کے اثبات کے لئے دلائل کے محتاج ہوتے تو ان کے لئے یہی ایک آیت کافی تھی۔ کیا یہاں بھی مستشرقین یہ بات کہیں گے کہ یہ آیت زہری کی من گھڑت ہے؟ ''سُبْحَانَکَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ''

اس بات سے مجال انکار نہیں کہ بنوامیہ اور علویہ اور بعض مقامات کی مدح و ستائش میں حدیثیں وضع کی گئیں۔ مگر ہم اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ ان کے وضع کنندگان صاحب تقویٰ علماء تھے۔ جیسا کہ مستشرقین کا دعویٰ ہے۔ اسی طرح یہ بھی سفید جھوٹ ہے کہ ائمہ حدیث ان موضوعات کو دیکھ کر خاموش رہے تھے۔ حالانکہ محدثین نے احادیث کی نقد و تمحیص اور چھان پھٹک میں جو جلیل القدر خدمات انجام دی ہیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔

سوم: مستشرقین کہتے ہیں۔

''صرف یہی نہیں کہ سیاسی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے حدیثیں وضع کی گئیں بلکہ عبادات میں بھی وضع احادیث کا آغاز ہوا۔ جیسا کہ عام طور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مشہور ہے کہ نماز جمعہ کے دو خطبے ہوا کرتے تھے- اور خلفاء کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے- نیز یہ کہ عید کا خطبہ نماز عید کے بعد دیا جاتا تھا- بنو امیہ نے اس میں یہ تبدیلی پیدا کی کہ خلیفہ دوسرا خطبہ بیٹھ کر دینے لگا- اسی طرح اموی خلفاء عید کا خطبہ نماز سے پہلے دینے لگے- اس کی دلیل میں وہ رجاء بن حیوہ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ اور خلفائے راشدینؓ بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے- جب کہ حضرت جابر بن سمرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جو شخص تمہیں یہ بات کہے کہ رسول کریمؐ بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے- اس نے جھوٹ بولا- اسی طرح امیر معاویہؓ نے منبر کی سیڑھیوں میں اضافہ کر دیا- اور مسجد کے ساتھ ایک حجرہ تیار کر لیا تھا- جس کو بعد میں عباسیوں نے مسمار کیا- صرف یہی نہیں کہ سیاسی مقصد براری کے لئے حدیثیں گھڑی گئیں بلکہ جن احادیث سے مخالفین کی تائید ہوتی تھی' ان کو چھپایا گیا- اس میں شبہ نہیں کہ بنو امیہ کی تائید و حمایت اور مدح و ستائش سے متعلق جو احادیث تھیں وہ عباسی خلافت میں ناپید ہو گئیں''-

ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ وضع حدیث کا سلسلہ سیاسی نظریات سے تجاوز کر کے عبادات تک پہنچ گیا تھا- مگر وضع حدیث کا ارتکاب کرنے والے علمائے ملت اور ائمہ حدیث نہ تھے- بخلاف ازیں یا تو وہ زنادقہ تھے جو در پردہ دین اسلام کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے- اور یا ارباب بدعت تھے اور ان کا مقصد گمراہ لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنا تھا یا جاہل تھے- جن کے دل ایمان و اخلاص سے یکسر عاری تھے- جہاں تک علماء کا تعلق ہے وہ بلا خوفِ ملامت امت کی خیر خواہی کا فریضہ ادا کرتے تھے- وہ حق کا بول بالا کرتے تھے اور حق کا بول بالا کرنے کے آرزومند تھے-

مستشرقین نے جو شواہد و دلائل پیش کئے ان سے ان کا مقصد ثابت نہیں ہوتا- تاریخ اسلام اس حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے کہ بعض خلفاء نے جو مسجد میں حجرہ بنایا تھا یا عید کا خطبہ نماز سے پہلے دیا یا خطبہ جمعہ بیٹھ کر دیا' وہ اس لئے نہ تھا کہ ان امور کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اثبات کے لئے انہوں نے خود حدیثیں وضع کر لی تھیں یا لوگوں سے وضع کروالی تھیں- بلکہ یہ امر یا تو ان کے اجتہاد پر مبنی تھا- یا کسی عذر کی بنا پر- یہ دوسری بات ہے کہ ان کا اجتہاد صحیح ہو یا غلط-

امام شعبی فرماتے ہیں سب سے پہلا شخص جس نے بیٹھ کر خطبہ دیا وہ امیر معاویہؓ تھے- اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ موٹے ہو گئے اور پیٹ بڑھ گیا تھا- اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے- (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۳)

ابن خلدون اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں-

"جس شخص نے مسجد میں سب سے پہلے حجرہ بنایا وہ حضرت معاویہؓ تھے اور یہ اس وقت کیا جب ایک خارجی نے آپ پر ایسا وار کیا' جس سے آپ بمشکل جانبر ہو سکے"- (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۹۹)

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ اولین شخص جس نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ دینا شروع کیا' وہ مروان تھا- ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا خطبہ سے پہلے نماز پڑھ لیجئے- مروان نے کہا "وہ باتیں اب متروک ہو چکی ہیں"- یہ دیکھ کر حضرت ابوسعید خدریؓ فرمانے لگے اس شخص نے تو اپنا فرض ادا کر دیا- میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "جو شخص برا کام ہوتا دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے- اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے منع کرے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل میں برا محسوس کرے- اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"- (صحیح مسلم کتاب الایمان)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے جو حجرہ بنایا یا بیٹھ کر خطبہ دیا تھا وہ بنا بر عذر تھا- اس لیے نہیں کہ انہوں نے اس ضمن میں احادیث گھڑ لی تھیں یا دوسروں سے وضع کروالی تھیں- مروان بن حکم نے بذات خود اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ مسنون طریقہ یہی ہے کہ خطبہ سے پہلے نماز عید ادا کی جائے- مگر وہ اپنے اجتہاد کی بنا پر پہلے خطبہ دیتا تھا تا کہ لوگ نماز پڑھ کر خطبہ سننے سے قبل گھروں کو چلے نہ جائیں- مروان نے اس ضمن میں کسی حدیث سے استدلال نہیں کیا تھا- بخلاف ازیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا استدلال یہ تھا کہ لوگوں کے حالات وہ نہیں رہے جو عہد رسالت اور خلافت راشدہ میں تھے۔ اس کے باوجود لوگوں نے مروان کے فعل کو ناپسند کیا تھا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ جس شخص نے مروان کو خطبہ سے پہلے نماز ادا کرنے کی تلقین کی' اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ کیونکہ مروان کو وہ ہاتھ سے نہیں روک سکتا تھا۔ اس لیے اس نے زبان سے منع کیا۔ پھر لوگوں کی موجودگی میں جب کہ مروان بھی سن رہا تھا' نبی اکرم ﷺ کی حدیث بیان کی۔

مستشرقین کا یہ قول کہ رجا بن حیوہ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدینؓ بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے' ایک ایسا جھوٹا دعویٰ ہے۔ جس کا مستشرقین کے دماغ کے سوا کہیں وجود ہی نہیں۔ یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتی کہ رجا بن حیوہ جیسا محدث جلیل صحابہؓ و تابعین کی رو برو ایک ایسا جھوٹ تصنیف کرے جو واقعہ کے خلاف ہو۔ اور حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ پھر بھی محدثین اس کو ثقہ راوی اور حدیث نبوی کا ایک رکن رکین قرار دیں۔

بنو امیہ اور بنو عباس کے مابین جو سیاسی رقابت پائی جاتی تھی' ممکن ہے کہ اس کی وجہ سے بعض احادیث کے پوشیدہ رہنے اور بعض کے ظاہر ہونے میں مدد ملی ہو۔ مگر ہم اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کہ اس کی ذمہ داری کا بوجھ محدثین اور قابل اعتماد حفاظ حدیث پر ڈالا جائے۔ اس لیے کہ یہی لوگ تھے جنہوں نے حدیث نبوی کی صیانت و حفاظت کے سلسلہ میں خدمات جلیلہ انجام دیں۔ اور اس کے تحفظ و دفاع کے لیے سینہ سپر ہوئے۔ انہوں نے حدیث نبوی سے کذب و دروغ کو دور کرنے کی مقدور بھر سعی کی۔ اور جو حدیث بھی ان تک پہنچی اس کو ہرگز چھپایا نہیں۔ خواہ ایسا کرنے میں ان کو کس قدر بھی ظلم و جور کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ تاریخ اسلام ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کرتی ہے کہ وہ حق گوئی میں حد درجہ بے باک تھے۔ حکام کے سامنے نہایت جری و شجاع تھے۔ مصائب و آلام میں حد درجہ صابر' خوف خدا سے ترساں و لرزاں رہنے والے اور کتاب و سنت کے ساتھ حد درجہ شغف رکھنے والے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے- ان کی جرأت اور حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ جب کسی خلیفہ کے بارے میں پتہ چلتا کہ وہ رسول کریم اور خلفائے راشدین کے طرز عمل کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو وہ کئی کئی راتیں پا پیادہ چلتے رہتے اور جا کر خلیفہ کو اس سے باز رکھتے-

چہارم: مستشرقین کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ اکثر احادیث پہلی اور دوسری صدی ہجری میں وضع کی گئیں- وہ اس کی تائید میں علمائے جرح و تعدیل کے مندرجہ ذیل اقوال پیش کرتے ہیں-

عاصم بن نبیل متوفی ۲۱۲ھ فرماتے ہیں:

''صالح لوگ جتنا جھوٹ احادیث روایت کرنے میں بولتے ہیں اور کسی بات میں نہیں بولتے''-

یحییٰ بن سعید القطان کا قول بھی اسی سے ملتا جلتا ہے- یزید بن ہارون کا قول ہے:

''میرے زمانہ میں کوفہ کے تمام محدثین ایک کے سوا سب مدلس ہیں- حتیٰ کہ سفیان ثوری اور سفیان عیینہ کو بھی مدلسین میں شمار کیا گیا ہے''-

مستشرقین کہتے ہیں کہ دوسری صدی ہجری کے مسلمان اس بات کو محسوس کرتے تھے کہ کسی حدیث کی صحت کا انحصار اس کی ظاہری شکل یعنی اسناد پر تھا- حالانکہ بعض احادیث سند کے اعتبار سے نہایت صحیح ہوتی ہیں مگر متن کے لحاظ سے موضوع ہیں-

مستشرقین اس کی تائید میں مندرجہ ذیل حدیث پیش کرتے ہیں:

''میری طرف سے منقول ہو کر بہت سی احادیث تم تک پہنچیں گی- لہٰذا جو شخص تمہارے پاس حدیث بیان کرے' اسے کتاب اللہ پر پرکھ کر دیکھ لیا کرو- اگر اس کے مطابق ہو تو میری ہی فرمودہ سمجھو' خواہ میں نے بیان کی ہو یا نہ کی ہو''-

جب وضع حدیث کا چرچا ہوا تو اس وقت یہ حدیث عام طور سے پھیلی ہوئی تھی- مستشرقین کہتے ہیں کہ قابل اعتماد احادیث سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے- مثلاً امام مسلم حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے شکاری کتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے پالتو کتے کے سوا تمام کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابن عمرؓ کو پتہ چلا کہ ابو ہریرہؓ اس حدیث میں ''او کلب زرع'' (کھیتی کی حفاظت کے لیے جو کتا ہو اس کو بھی نہ مارا جائے) کے الفاظ کا اضافہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ ''اس لیے کہ ابو ہریرہؓ کی زمین تھی، جس میں کھیتی باڑی کرتے تھے''۔ ابن عمرؓ کے تبصرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ راویان حدیث ذاتی غرض کی بنا پر احادیث میں اس قسم کا اضافہ کر لیا کرتے تھے''۔ (مستشرقین کا اعتراض ختم ہوا)

مستشرقین کے مندرجہ صدر بیان سے ان کے اس دعویٰ کا پتہ چلتا ہے کہ اکثر احادیث نبویہ پہلی اور دوسری صدی ہجری کے علماء کی ساختہ پرداختہ ہیں۔ وہ اس کے اثبات میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں۔

۱۔ نیک اور دین دار لوگ حدیث نبوی میں دروغ گوئی کے عادی تھے۔ جیسا کہ عاصم بن نبیل نے کہا۔

۲۔ بقول یزید بن ہارون اکثر محدثین روایت حدیث میں تدلیس سے کام لیتے تھے۔

۳۔ بعض احادیث جید الاسناد ہیں۔ مگر محدثین ان کو موضوع خیال کرتے ہیں۔

۴۔ احادیث کو کتاب اللہ کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھ لیا جائے۔

۵۔ حضرت ابن عمرؓ کا اعتراف کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حدیث نبوی میں ''او کلب زرع'' کا اضافہ کر دیا تھا۔

اب ہم مستشرقین کے مزعومہ دلائل کا جواب دیتے ہیں:

۱۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ محدثین نے بعض صالح اور دین دار لوگوں کی مرویات کو رد کر دیا تھا تو اس کی وجہ حدیث نبوی میں ان کی حد سے بڑھی ہوئی احتیاط اور مصنوعی احادیث کی نفی تھی۔ محدثین کے نزدیک صرف یہ بات کافی نہیں کہ حدیث کا راوی صالح اور نیک چلن ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کا حافظ و ضابط اور بیدار مغز ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لیے کہ صالح شخص جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناقد حدیث نہ ہو تو وہ ظاہری شکل وصورت سے متاثر ہو کر جھوٹے راویوں کی روایت کردہ احادیث کو قبول کرے گا۔ بعض دفعہ حافظہ کی خرابی بھی حدیث میں غلطی کی موجب ہو جاتی ہے۔

۲۔ تدلیس کو حدیث میں دروغ گوئی پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ مستشرقین نے سمجھا ہے۔ تا کہ یہ کہا جا سکے کہ جو علمائے حدیث تدلیس کیا کرتے تھے۔ وہ حدیث میں دروغ گوئی کا ارتکاب کرتے تھے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ علمائے حدیث کے نزدیک تدلیس کی دو قسمیں ہیں۔

قسم اول: تدلیس الاسناد: اس کا مطلب یہ ہے کہ محدث ایک ایسے راوی سے حدیث روایت کرے جس سے وہ مل چکا ہو۔ مگر وہ حدیث اس نے براہ راست اس سے سنی نہ ہو۔ مگر اس کے الفاظ سے یہ وہم پڑتا ہو کہ اس نے یہ حدیث اس سے سنی ہے۔ یا ایسے معاصر سے روایت کرے جس سے ملا نہ ہو۔ مگر اس کے الفاظ سے یہ وہم پڑتا ہو کہ وہ اس سے مل کر حدیث کا سماع کر چکا ہے۔ اس قسم کی حدیث روایت کرتے وقت راوی "اخبرنا فلان و حدثنا فلان" یا اس سے ملتے جلتے الفاظ نہیں بولتا اس لیے کہ یہ صریح کذب ہے۔ جب راوی نے اپنے استاد سے حدیث کا سماع بذات خود کیا ہی نہیں تو وہ ایسے الفاظ کیوں کر ادا کر سکتا ہے جو واضح سماع کی صورت میں بولے جاتے ہیں۔ البتہ راوی "قال فلان او عن فلان" یا اس سے ملتے جلتے الفاظ کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ ایسے الفاظ میں اس بات کی صراحت نہیں کہ اس استاد سے یہ حدیث سنی ہے۔

قسم دوم: تدلیس الشیوخ: تدلیس کی اس قسم کا مطلب یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ سے ایک حدیث روایت کرے جو اس نے بذات خود اس سے سنی ہو۔ مگر وہ اپنے استاد کا ایسا نام یا کنیت یا وصف بیان کرے جس کے ساتھ وہ مشہور نہ ہو۔ مثلاً کوئی شخص ابوداؤد سجستانی صاحب سنن سے روایت کرے اور کہے "حدثنا ابو عبداللہ" حالانکہ ابوداؤد اس کنیت کے ساتھ مشہور نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علمائے حدیث تدلیس کی دونوں قسموں کو ناپسند کرتے اور کہتے ہیں کہ ثقہ راوی کو اس سے احتراز کرنا چاہیے- احتراز کرنے سے اس کی مرویات زیادہ قابل اعتماد ہوں گی- مگر قسم اول کو محدثین زیادہ ناپسندیدہ خیال کرتے ہیں- تاہم ان کے نزدیک تدلیس کی بنا پر ثقہ راوی کو مجروح نہیں قرار دیا جا سکتا- البتہ وہ مدلسین کی روایات کو احتیاط کے ساتھ قبول کرتے ہیں- چنانچہ مدلس راوی مبہم الفاظ کے ساتھ روایت کرے اور سماع و اتصال کی تصریح نہ کرے تو محدثین کے نزدیک اس حدیث کا مرتبہ ''منقطع'' روایت کے مساوی ہے- اور جہاں اتصال کی تصریح کر دے- مثلاً کہے ''سمعت و حدثنا و اخبرنا'' اور اس قسم کے الفاظ استعمال کرے تو وہ حدیث مقبول ہو گی- اور اس سے احتجاج کیا جائے گا-

اس کی وجہ یہ ہے کہ تدلیس کذب نہیں بلکہ اس کے ذریعے دوسرے کو اس وہم میں مبتلا کیا جاتا ہے کہ راوی نے یہ حدیث اپنے شیخ سے سنی ہے- الفاظ میں بھی اس کی گنجائش ہوتی ہے- مدلس راوی اگر ایک دفعہ بھی تدلیس کا ارتکاب کرے تو اسے مدلس کہا جائے گا- امام شافعی کا قول یہی ہے- (مقدمہ ابن الصلاح)

مندرجہ صدر بیان اس حقیقت کی آئینہ داری کرتا ہے کہ تدلیس اور کذب میں فرق ہے نیز یہ کہ علماء مدلس راوی کی روایات کو قبول کرتے ہیں- بشرطیکہ ثقہ ہو اور صراحتہً ایسے الفاظ کہے جن سے سماع ثابت ہوتا ہے- مثلاً ''حدثنا یا اخبرنا یا سمعت'' وغیرہ قسم کے الفاظ کہے- جب راوی گول مول اور مبہم الفاظ استعمال کرے تو محدثین اس کی روایت کو قبول کرنے میں توقف سے کام لیتے ہیں- پھر مستشرقین کی یہ بات کیوں کر درست ہے کہ اکثر احادیث علماء کی وضع کردہ ہیں اور رسول کریم ﷺ کی فرمودہ نہیں ہیں- **هذا بهتان عظيم**-

یہ امر پیش نظر رہے کہ محدثین کرام تدوین حدیث کے ہر دور میں مدلس راویوں کی جانب خصوصی توجہ مبذول کرتے ہیں- چنانچہ تدلیس پیشہ راوی جن دیار و بلاد میں سکونت گزیں تھے وہ ان کا حال بیان کرتے اور ان کا نام و مقام ذکر کر کے ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو ممیّز و ممتاز کرنے کی کوشش کرتے تھے- مثلاً امام حاکم فرماتے ہیں-

''سرزمین حجاز' حرمین' مصر' خراسان' اصبہان اور بلاد فارس و خوزستان اور ایشیائے کوچک کے رہنے والے روایت میں تدلیس سے کام نہیں لیتے- ان کے ائمہ حدیث میں ایک بھی ایسا نہیں جو مدلس ہو- اہل کوفہ تدلیس میں بہت بدنام ہیں اور اکثر راوی تدلیس پیشہ ہیں- اہل بصرہ میں کوئی شاذ و نادر ہی مدلس ہو گا- بغداد میں بکثرت محدثین تھے- یہاں امام حاکم نے ان کے اسماء گرامی اور ان کے طبقات پر روشنی ڈالی ہے- مگر ان میں سے ابوبکر محمد بن محمد بن سلیمان باغندی واسطی کے سوا کوئی بھی مدلس نہیں ہے- اگر اہل بغداد نے کسی مدلس سے روایت کی ہے- تو وہ صرف یہی صاحب ہیں''- (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۱۱)

مندرجہ صدر حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین نے جملہ بلاد وامصار کے رواۃ و رجال کی چھان پھٹک اور تلاش و طلب میں کس قدر مساعی جمیلہ انجام دی تھیں اور سعی و کاوش کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا-

۳- باقی رہی یہ بات کہ علمائے حدیث بکثرت صحیح الاسناد احادیث کو بھی موضوع قرار دیتے ہیں- تو یہ ان کی امانت و دیانت اور حد درجہ حفظ و ضبط اور بیدار مغزی کی دلیل ہے- ان سے اس بات کی توقع نہیں کی جاتی کہ وہ جہلاء اور گمراہ لوگوں کی طرح ایک حدیث خود وضع کر کے اس کو صحیح سند کے ساتھ چپکا دیں- اور لوگوں کو تاثر دینے کی کوشش کریں کہ یہ حدیث صحیح ہے- اس سے مستشرقین کے دعویٰ کا ابطال ہوتا ہے-

۴- مستشرقین کا یہ دعویٰ بھی بے بنیاد ہے کہ محدثین کسی حدیث کی سند کو دیکھے بغیر اس کو کتاب اللہ کی کسوٹی پر کس کر دیکھتے تھے- اور اس کی دلیل میں مذکورہ صدر حدیث پیش کرتے تھے کہ ''میری حدیث کو کتاب اللہ کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لیا کرو''- اس سے مستشرقین اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ اکثر و بیشتر احادیث علماء کی ساختہ پرداختہ ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ محدثین کرام کے نزدیک احادیث کی مقبولیت کا معروف طریقہ یہ ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہوں اور اس کی سند نبی کریم ﷺ تک پہنچ جاتی ہو- اس کے ساتھ ساتھ حدیث کا متن بھی شذوذ اور علت سے پاک ہو- حدیث کی صحت کے لیے صرف سند کا جید ہونا کافی نہیں- بلکہ متن کی درستی وصحت بھی ضروری ہے- اسی طرح متن کی صحت اس وقت تک معتبر نہیں جب تک وہ حدیث صحیح الاسناد نہ ہو- باقی رہی حدیث "سیکثر التحدیث عنّی فمن حدّثکم بحدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ" تو یہ ائمہ حدیث کے نزدیک اجماعاً باطل ہے- اس کو زنادقہ نے وضع کیا تھا تاکہ وہ اپنی وضع کردہ احادیث کو جاہل عوام میں مقبول بنا سکیں-

۵- مستشرقین کی یہ بڑی ڈبل غلطی اور رسوا کن جھوٹ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی میں ''او کلب زرع'' کے الفاظ ذاتی مصلحت کی بنا پر اپنی طرف سے بڑھا دیئے تھے-

صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول حضرت ابوہریرہؓ کی تائید ہے تردید نہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن عمرؓ بعدازاں خود بھی اس حدیث کو ابوہریرہؓ کی طرح روایت کیا کرتے تھے- یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ ''او کلب زرع'' کے الفاظ روایت کرنے میں حضرت ابوہریرہؓ منفرد نہیں ہیں- بخلاف ازیں صحابہ کرامؓ میں سے عبداللہؓ بن مغفل اور سفیانؓ بن ابی زہیر نے اس کو حضرت ابوہریرہؓ کی طرح روایت کیا ہے-

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

''حضرت ابن عمرؓ کا یہ ارشاد کہ ''ابوہریرہؓ کھیتی باڑی کرتے تھے'' ابوہریرہؓ کی توہین نہیں ہے- اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ابن عمرؓ ابوہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث میں شک وشبہ کا اظہار کرنا چاہتے تھے- بخلاف ازیں حضرت ابن عمرؓ یہ کہنا چاہتے تھے کہ چونکہ ابوہریرہؓ کسان تھے- اس لیے انہوں نے ''او کلب زرع'' کے الفاظ کو خصوصی طور سے نوٹ کیا اور اچھی طرح ذہن نشین کیا- اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کا کسی بات سے عملی تعلق ہوتا ہے- جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح وہ اس بات کو محفوظ رکھتا ہے دوسرا نہیں رکھ سکتا- امام مسلم نے ''الا کلب زرع'' کا اضافہ بروایت ابن مغفل وسفیان بن ابی زہیر از رسول کریمؐ بھی نقل کیا ہے- مزید برآں امام مسلم نے یہ زائد الفاظ بروایت ابن الحکم از ابن عمرؓ بھی ذکر کیے ہیں- ابن الحکم کا نام عبدالرحمٰن بن ابی نعیم البجلی ہے-

ممکن ہے کہ جب حضرت ابن عمرؓ نے یہ زائد الفاظ ابوہریرہؓ سے سنے ہوں اور ان پر واضح ہو گیا ہو کہ یہ الفاظ رسول اکرم ﷺ کے فرمودہ ہیں تو وہ خود بھی یہ الفاظ روایت کرنے لگے ہوں- اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث میں جو وہ ان الفاظ کے بغیر روایت کیا کرتے تھے' ان الفاظ کا اضافہ بھی کر لیا ہو-

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یاد آ گیا ہو کہ انہوں نے یہ الفاظ آنحضور ﷺ سے سنے تھے- مگر انہیں یاد نہ رہے اور اس لیے انہوں نے ترک کر دیئے- دوبارہ یاد آنے پر وہ اس اضافہ کو روایت کرنے لگے- خلاصہ یہ ہے کہ اس زیادت کی نقل و روایت میں حضرت ابوہریرہؓ منفرد نہیں ہیں بلکہ صحابہؓ کی ایک جماعت اس اضافہ کو رسول کریمؐ سے روایت کرنے میں ان کی ہمنوا ہے اگر بفرض محال ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تنہا بھی یہ الفاظ روایت کرتے تو ان کی زیادت محدثین کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ ہوتی''- (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۵۲ از حاشیہ قسطلانی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچواں دور

حدیث نبوی تیسری صدی ہجری میں

یہ دور مندرجہ ذیل چار مباحث پر مشتمل ہے:

۱- محدثین و متکلمین کے مابین نزاع اور حدیث پر اس کے اثرات۔

۲- وضع احادیث میں گمراہ فرقوں کی چابکدستی۔

۳- اس دور کے مشاہیر اہل حدیث کا تعارف۔

۴- تدوین حدیث میں محدثین کی سرگرمی۔

اب ہم یکے بعد دیگرے مندرجہ مباحث پر اظہار خیال کریں گے۔

محدّثین ومتکلّمین کے مابین نزاع اورحدیث پراس کے اثرات:

محدثین اور عقلیت پسند متکلمین کے مابین جو دینی اصول و عقائد کو عقل کی ترازو میں رکھ کر تولنے کے عادی تھے بصرہ میں پہلے پہل اختلافات کا ظہور اس وقت ہوا جب واصل بن عطا متوفی ۱۳۱ھ اپنے استاد حسن بصری سے الگ ہو گیا اور ایسے اصول وضع کرنے لگا- جو حسن بصری اور علمائے سلف کے خلاف تھے- اسی وقت سے واصل کے متبعین کو معتزلہ (الگ ہو جانے والے) کہا جانے لگا- واصل کے بعد رؤسائے معتزلہ میں سے مندرجہ ذیل اصحاب ظہور پذیر ہوئے-

۱- عمرو بن عبید متوفی ۱۴۳ھ-

۲- ابوالہذیل علاف متوفی ۲۳۵ھ-

۳- نظام متوفی ۲۲۱ھ-

۴- بشر مریسی ۲۱۸ھ-

۵- عمرو بن بحر الجاحظ ۲۲۵ھ-

۶- ثمامہ بن اشرس-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

و دیگر اکابر معتزلہ- یہ لوگ متعدد دینی اصول و عقائد میں جمہور کے خلاف تھے- ان میں سے اہم دو مسئلے تھے-

۱- افعال العباد:

معتزلہ کا موقف یہ ہے کہ افعال العباد بندوں کے پیدا کردہ ہیں اللہ تعالیٰ کے نہیں- اور اسی لیے بندے اپنے افعال کی بنا پر جزا و سزا کے مستحق ہوئے ہیں- بخلاف ازیں جمہور اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ افعال العباد اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں- البتہ کسب و اختیار سے وہ بندوں کے ہاتھوں انجام پاتے ہیں-

۲- صفات باری تعالیٰ:

صفات کے بارے میں معتزلہ کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ صفات خداوندی اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں ہیں- مثلاً سمع و بصر و حیات و قدرت اور کلام کی صفات کو اگر ذات الٰہی کے ساتھ قائم مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ خود قدیم ہے- اسی طرح یہ صفات بھی قدیم ہوئیں- اس طرح قدماء کا تعدد لازم آئے گا-

بخلاف ازیں جمہور اہل اسلام کہتے ہیں کہ مذکورہ صفات الٰہی قدیم اور قائم بذاتہٖ ہیں- نہ یہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات-

معتزلہ اور جمہور کے مابین صفات الٰہی کے بارے میں جو اختلاف رونما ہوا تھا' اس کے بطن سے ایک اور اختلاف نے جنم لیا- وہ یہ تھا کہ آیا قرآن کریم جو کہ کلام الٰہی ہے قدیم ہے یا حادث؟ جمہور اہل اسلام قرآن کو اس لیے قدیم کہتے تھے کہ قرآن کلام الٰہی ہے جو صفت خداوندی ہے اور صفات باری تعالیٰ قدیم ہیں- اس کے برخلاف معتزلہ کا انداز فکر یہ تھا کہ باقی مخلوقات کی طرح قرآن کریم بھی مخلوق ہے- اللہ تعالیٰ قرآن کے حروف و اصوات کو ایک حادث جسم میں پیدا کر دیتا ہے اور نبی کریم ﷺ اس سے یہ اصوات سن لیتے تھے-

معتزلہ عقلیت کے جذبہ سے مغلوب تھے- اور تمام دینی عقائد و احکام میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عقل ہی کو حکم مانتے تھے۔ اس ضمن میں ان کی جسارت کا یہ عالم تھا کہ جس حدیث کو بھی اپنے عقائد سے متصادم دیکھتے بڑی آسانی سے اس کو رد کر دیتے۔ الا یہ کہ اس حدیث کی کوئی تاویل ممکن ہو۔ قطع نظر اس سے کہ وہ تاویل حق و انصاف سے کسی قدر بعید ہی کیوں نہ ہو مگر حق یہ ہے کہ تیسری صدی ہجری سے قبل متکلمین عوام میں اپنے نظریات کا اظہار نہ کر سکے۔ بلکہ وہ عوام کی گرفت سے خائف و ہراساں تھے۔ اسی طرح خلفاء میں سے بھی ایسا کوئی نہ تھا جو جمہور اہل اسلام کے خلاف معتزلہ کی ہاں میں ہاں ملاتا۔ جب تیسری صدی ہجری کا دور آیا اور خلیفہ مامون رشید (۱۹۸-۲۱۸ھ) مسند خلافت پر فائز ہوا تو اس نے متکلمین کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ خلیفہ مامون حریت فکر و نظر کا دلدادہ اور مناظرہ کا شائق تھا۔ اس وقت سے عظیم آلام و حوادث رونما ہونے لگے۔ اور متکلمین و محدثین کے مابین معرکہ کارزار گرم ہو گیا۔

خلیفہ مامون طبعاً علم و فضل کا دلدادہ اور کتاب و سنت کا جید عالم تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ حد درجہ کا ذہین و فطین تھا۔ خلیفہ مامون موطا امام مالک کا سماع کر چکا تھا۔ علاوہ ازیں خلیفہ منصور اور ہارون الرشید نے جو مختلف فلسفیانہ کتب کا عربی میں ترجمہ کروایا تھا' ان کی مدد سے حکمائے فارس اور فلاسفہ یونان کے افکار و آراء سے بھی آگاہ ہو چکا تھا۔ جب مامون سریر آرائے خلافت ہوا۔ تو اس نے روم سے فلسفہ کی کتابیں منگوا کر ان کے عربی ترجمہ کا حکم دیا۔ اور اس پر زر کثیر صرف کیا۔ حتی کہ مامون کا دور عباسی خلافت میں علم و فضل کے اعتبار سے یکتا و منفرد ہو گیا۔ سب لوگ علم کے دلدادہ اور علمی کتب کے شائق تھے۔ خصوصاً جب کہ ان کا خلیفہ علم کا قدرداں اور علماء کی قدر و منزلت کرتا تھا۔

خلیفہ مامون برسر اقتدار آیا تو اس نے دیکھا کہ علماء کے دو فریق باہم نبرد آزما ہیں۔ محدثین و متکلمین کے درمیان خصوصاً معرکہ بپا ہے۔ اس نے چاہا کہ متکلمین اصحاب الحدیث اور اصحاب فقہ کے علماء کو بلا کر ایک مجلس مناظرہ منعقد کی جائے۔ اس مجلس میں متنازعہ فیہ مسائل پیش کیے جائیں اور جب وہ کسی ایک پر متفق ہو جائیں تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو اس کے اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے- اس طرح پوری امت کا شیرازہ بکھرا ہوا متحد ہو جائے گا- خصوصاً عقائد اور امامت کے بارے میں ان کے یہاں جو اختلافات پائے جاتے ہیں وہ دور ہو جائیں گے-

چنانچہ مامون نے مناظرہ کے لیے علمی مجالس منعقد کرنے کا آغاز کیا- مامون کے روبرو جو گرما گرم علمی بحثیں ہوا کرتی تھیں' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے بعض اختلافی مسائل میں اپنی رائے کا اظہار کیا اور بعض امور میں معتزلہ کی حمایت کی- جن مسائل میں مامون نے معتزلہ کی حمایت کی تھی- ان میں سے ایک خلق قرآن کا مسئلہ بھی تھا- مامون نے ۲۱۲ھ میں کھل کر عقیدہ خلق قرآن کا اظہار کر دیا- اس کا خیال تھا کہ جب وہ اس عقیدہ کا علانیہ اظہار کرے گا تو سب علماء اس کے ساتھ متفق ہو جائیں گے- مگر مامون کی امید بر نہ آئی- بخلاف ازیں لوگوں نے اس پر نکتہ چینی کرنا شروع کر دی- اور اسے گمراہ قرار دینے لگے- بعض لوگ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گئے اور انہوں نے خلق قرآن کا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر ٹھہرایا- اس وقت سے لے کر اہل الحدیث اور متکلمین کا نزاع شدت اختیار کرتا چلا گیا- حتیٰ کہ ۲۱۸ھ میں مامون نے محسوس کیا کہ اگر اس نے اپنے مخالفین کو کیفر کردار تک نہ پہنچایا تو اس کی رسوائی ہو گی- چنانچہ اس نے اہل الحدیث کو اپنی رائے سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ہدف ظلم و جور بنانے کی ٹھانی-

یاد رہے کہ اولین شخص جس نے خلق قرآن کے عقیدے کا اختراع کیا تھا وہ جعد بن درہم تھا- جس نے ۱۲۰ھ کے کچھ بعد اس عقیدہ کا اظہار کیا- پھر جہم بن صفوان اور بعدازاں بشر بن غیاث نے اس کی اشاعت کی- (تانیب الخطیب ص ۵۳)

خلق قرآن کا ابتلا:

جب مامون صلح جوئی اور امن پسندی کے طریقہ سے مجالس مناظرہ منعقد کر کے علماء کے نزاع و جدال کو ختم نہ کر سکا تو اس نے جبراً محدثین و فقہاء کو خلق قرآن کے عقیدے کا قائل کرنا چاہا- خصوصاً جب کہ انہوں نے اسے گمراہ قرار دے دیا تھا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ یہ کہ خلق قرآن کے مسئلہ نے مامون کی قوت فکر ونظر اور اس کے نہایت گراں قدر اوقات کے کثیر حصہ کو رائیگاں کر دیا۔ اس کی حد یہ ہے کہ جب وہ رومیوں کے خلاف برسر پیکار تھا' اس وقت بھی اس کا دماغ اسی الجھن میں گرفتار تھا۔

چنانچہ ۲۱۸ھ میں جب کہ مامون رومیوں کے خلاف معرکہ آرا تھا' اپنے عامل بغداد اسحاق بن ابراہیم خزاعی کے نام ایک خط میں لکھا' جس میں تحریر کیا:

''امیر المومنین (یعنی خود مامون) اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ عوام کالانعام ہوتے ہیں۔ وہ سوچ بچار اور قوت فکر ونظر سے محروم' بے بصیرت اور علم کی روشنی سے محروم ہیں۔ وہ جاہل اندھے اور گمراہ ہیں۔ دین کا فہم و ادراک انہیں حاصل نہیں۔ وہ نہ اللہ تعالیٰ کے قدر شناس ہیں اور نہ ہی اس کی معرفت سے بہرہ ور ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوقات میں فرق و امتیاز کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوقات کو مساوی قرار دے رہے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن قدیم ہے اور خدا کا پیدا کردہ نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا﴾

''ہم نے اس کو عربی قرآن بنایا''۔

اور جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے وہ اس کی پیدا کردہ ہے جس طرح فرمایا:

﴿وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ﴾

''اس نے تاریکی اور نور کو پیدا کیا''۔

نیز فرمایا:

﴿نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ﴾

''ہم آپ کو وہ خبریں سناتے ہیں جو گزر چکی ہیں''۔

اس آیت میں بتایا کہ اس نے پہلے چند واقعات کو رونما کیا اور پھر انہیں بیان کیا دوسری جگہ ارشاد ہوا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اُحۡكِمَتۡ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ﴾
''اس کی آیات محکم اور مفصل ہیں''۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کو محکم بھی بتاتا ہے اور مفصل بھی۔ اس لیے وہ اس کتاب کا خالق اور موجد ہے۔

یہ لوگ اپنے آپ کو سنت کی طرف منسوب کر کے اپنے آپ کو اہل الحق و الجماعۃ اور دوسروں کو اہل باطل و کفر قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ فخر کرتے اور جہلاء کو اپنے دام فریب میں پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ جھوٹے لوگوں کی ایک جماعت ان کی ہمنوا بن گئی ہے۔ یہ امت کے بدترین لوگ اور ابلیس کے بھائی ہیں۔

آگے چل کر مامون اپنے خط میں عامل بغداد کو حکم دیتے ہیں کہ تمام قاضیوں کو بلا کر میرا یہ خط سنایئے۔ ان کو بتا دیجئے کہ مجھے کسی کی مدد درکار نہیں۔ جس کے دین پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ میں بھی اس پر اعتماد نہیں کروں گا۔ اگر وہ اس کا اقرار کر لیں تو گواہوں کی موجودگی میں ان سے اس ضمن میں ایک دستاویز لکھوا لیجئے۔ جو قرآن کو مخلوق نہ کہے' اس کی شہادت قبول نہ کیجئے۔ قاضی جو پہلو بھی اختیار کریں اس سے مجھے مطلع کیجئے۔

بعدازاں عامل بغداد کو مامون کے متعدد خطوط ملے۔ جس میں اس نے خلق قرآن کے مسئلہ میں اہل الحدیث کا امتحان لینے کا حکم دیا۔ بعض خطوط میں لکھا کہ جو عالم قرآن کو مخلوق نہ کہے' اسے فتویٰ اور روایت حدیث سے روک دیجئے۔ اپنے عامل کو مکہ بھیجا کہ جو شخص قرآن کے مخلوق ہونے سے انکار کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ مامون نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اپنے بھائی معتصم باللہ کو وصیت کی کہ وہ بھی مسئلہ خلق قرآن کے بارے میں اسی روش پر گامزن رہے۔

اگرچہ معتصم مامون کی طرح صاحب علم نہ تھا۔ مگر اپنے بھائی کی وصیت کو پورا کرنے اور اہل الحدیث کے خلاف معتزلہ کی نصرت و حمایت کے نکتہ خیال سے اس نے مسئلہ خلق قرآن میں بڑی سختی سے کام لیا۔ اس نے قلمروئے خلافت میں یہ حکم صادر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا کہ خلق قرآن کے مسئلہ میں لوگوں کو آزمایا جائے- اس نے معلمین کو حکم دیا کہ بچوں کو خلق قرآن کے مسئلہ سے آگاہ کریں- اس نے بکثرت علماء کو قتل کیا اور بے شمار اہل الحدیث کی تذلیل کی- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ معتصم کے ظلم و جور کا خصوصی ہدف قرار پائے- انہوں نے خلق قرآن کے عقیدہ کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا- معتصم کی موت تک امام احمد کی آزمائش کا سلسلہ جاری رہا- معتصم ۲۲۷ھ میں فوت ہوا- جب اس کے بعد اس کا بیٹا الواثق تخت خلافت پر بیٹھا تو اس نے از سرنو اس فتنہ کو جگایا- ۲۳۱ھ میں اس نے امیر بصرہ کو لکھا کہ خلق قرآن کے مسئلہ میں ائمہ و موذنین کو آزمایا جائے- جو شخص اس عقیدہ کی مخالفت کرتا' وہ اس کو سزا دیتا بلکہ اس نے بعض اہل الحدیث کو قتل بھی کر دیا-

عقیدہ خلق قرآن سے خلیفہ واثق کا رجوع:

خلیفہ واثق نے خلق قرآن کے مسئلہ میں تشدد سے کام لیا- اس کے معتزلی وزیر احمد بن ابی دُوَادِ نے اس ضمن میں خلیفہ کی مدد کی- یہ وزیر کہا کرتا تھا ''جو قیدی قرآن کو مخلوق مانے' اسے چھوڑ دو اور اس کو دو دینار دو اور جو نہ مانے' اسے قید خانہ میں رہنے دو''-

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

> ''وزیر احمد بن ابی دؤاد خلیفہ واثق پر چھا گیا تھا- اور اس کو تشدد پر مجبور کرتا تھا- یہ خلق قرآن کی دعوت دیا کرتا تھا- یہاں تک کہ سختی کرتے کرتے واثق کا جی اکتا گیا- اور عمر کے آخری حصہ میں اس عقیدہ سے توبہ کر لی''-

جب امام ابوداؤد و نسائی کے استاد محترم ابو عبدالرحمٰن بن محمد اذرمی کو لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر ان کے علاقہ سے لا کر خلیفہ واثق کے سامنے پیش کیا گیا تو وزیر احمد بن ابی دُوَاد نے واثق کے روبرو ان سے خلق قرآن کے بارے میں دریافت کیا- شیخ کہنے لگے اے احمد! آپ نے خلق قرآن سے متعلق جو سوال کیا ہے' آیا نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اس مسئلہ سے آگاہ تھے یا نہیں؟ وزیر نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب دیا ''آگاہ تھے'' شیخ نے کہا ''کیا وہ بھی آپ کی طرح لوگوں کو اس عقیدہ کے قبول کرنے کی دعوت دیا کرتے تھے یا خاموش رہتے تھے''؟ وزیر نے کہا ''خاموش رہے تھے'' شیخ نے کہا ''جب ان کے لیے خاموش رہنے کی گنجائش موجود تھی تو آپ کیوں خاموش نہیں رہ سکتے؟'' وزیر یہ سن کر ہکا بکا رہ گیا اور کچھ جواب بن نہ آیا۔ خلیفہ واثق ہنس پڑا اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور بار بار یہ فقرہ دہراتا رہا کہ ''جب ان کے لیے خاموش رہنے کی گنجائش موجود تھی تو آپ کیوں کر خاموش نہیں رہ سکتے''؟ واثق نے حکم دیا کہ شیخ کو تین سو دینار دیئے جائیں اور ان کو وطن پہنچا دیا جائے۔ اس کے بعد کسی سے سختی نہ کی اور احمد بن ابی دُؤاد سے ناراض ہو گیا۔

خلیفہ متوکل ناصر سنت:

جب معتصم کا بیٹا متوکل باللہ اپنے بھائی واثق کے بعد ۲۳۲ھ میں سریر آرائے خلافت ہوا تو اس نے حدیث نبوی کی تائید و حمایت کا علم بلند کیا۔ اس نے خلق قرآن کے ابتلا کا خاتمہ کر دیا۔ محدثین کو دارالخلافہ ''سامرہ'' میں بلا کر انعامات سے نوازا اور انہیں صفات الٰہی اور خواب سے متعلق حدیثیں بیان کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مشہور محدث ابوبکر بن ابی شیبہ جامع رصافہ میں بیٹھ کر درس حدیث دینے لگے اور تیس ہزار تلامذہ آپ کے درس سے مستفید ہوئے۔ اسی طرح ان کے بھائی جامع منصور میں درس حدیث دینے بیٹھے اور ان کی مجلس میں بھی قریباً اتنے ہی لوگ حاضر ہوئے۔ سب لوگ خلیفہ متوکل کو دعائیں دینے اور اس کی تعریف کرنے لگے۔ چنانچہ یہ مقولہ مشہور ہو گیا کہ:

> ''اصلی خلفاء تین ہیں۔ (۱) مرتدین سے جنگ کرنے کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) مظالم کو دور کرنے کے لئے خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ۔ (۳) احیائے سنت اور جہمیہ کی تردید کے لیے خلیفہ متوکل باللہ''۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۷۲' تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۰۴ و تاریخ الامم الاسلامیہ للخضری ص ۲۷۹)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

متکلمین کی جانب سے اہل الحدیث کی تحقیر:

معتزلہ نے صرف خلفاء کو اہل الحدیث کے خلاف ابھارنے پر ہی بس نہیں کی تھی- بلکہ ان کے خلاف زبانوں کو بے لگام کر دیا- اور ان پر ہر قسم کی نکتہ چینی کرنے لگے- محدثین کی تحقیر کرتے اور ان کو احمق اور کم عقل کہہ کر پکارتے- متکلمین اہل الحدیث کی شان میں جو گستاخانہ کلمات استعمال کرتے تھے- تیسری صدی ہجری کے ایک عالم ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ''تاویل مختلف الحدیث'' کے مقدمہ میں اس پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے- ابن قتیبہ لکھتے ہیں:

''خداوند کریم آپ پر رحمت فرمائے آپ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ متکلمین کس طرح اہل الحدیث کی توہین کرتے- اپنی تصنیف میں ان کی مذمت کرتے اور ان کو جھوٹی اور متناقض حدیثیں روایت کرنے والے ٹھہراتے ہیں- یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ امت میں اختلاف پیدا ہو گیا- لوگ فرقوں میں بٹ گئے اور باہمی تعلقات منقطع ہو گئے- مسلمان ایک دوسرے کے دشمن بن گئے- ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے- ہر فرقہ اپنے نظریات کے اثبات کے لیے احادیث سے احتجاج کرنے لگا- چنانچہ خوارج ان کی روایت کردہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ''اپنی تلوار کندھے پر رکھ لو اور دشمنوں کو ملیا میٹ کر دو''-

نیز یہ حدیث کہ:

''میری امت کا ایک فرقہ ہمیشہ حق پر رہے گا- اور ان کا مخالف انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا''-

''جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے''-

جہاد سے پیچھے رہنے والے ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

۱- ''جماعت کے دامن سے وابستہ رہو اس لیے کہ جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے''-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲- ''جو شخص جماعت سے ذرا بھر بھی الگ ہوا- اس نے اسلام کا جوا اپنی گردن سے اتار دیا''-

۳- ''اگر ناک کان کٹا ایک حبشی غلام بھی تمہارا امیر بن جائے تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو''-

۴- ''ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو''-

۵- ''امام ناگزیر ہے خواہ اچھا ہو یا برا''-

۶- ''اپنے گھر سے چمٹ جاؤ- اگر وہاں بھی کوئی شخص تم پر حملہ آور ہونا چاہے تو کمرہ کے اندر داخل ہو جاؤ- اگر وہ شخص کمرہ میں آ جائے تو کہو'' مجھے بے شک قتل کر دو مگر میرے اور اپنے گناہوں کے ذمہ دار بن جاؤ گے''-

۷- ''مقتول بن جاؤ مگر قاتل بننے کی کوشش نہ کرو''-

ابن قتیبہ نے اس قسم کی متعدد احادیث نقل کی ہیں- پھر ان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مزید برآں دینی احکام کے بارے میں بکثرت مختلف و متضاد احادیث وارد ہوئی ہیں- جن کی بنا پر فتویٰ دینے میں فقہاء مختلف الخیال ہو گئے- یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہی مسائل میں حجازی و عراقی فقہاء کے مابین خلاف و نزاع پایا جاتا ہے- حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ہر فقیہ اپنے نقطۂ نظر کو کسی حدیث پر مبنی قرار دیتا ہے- یہ احادیث ایسے رکیک اور گھٹیا مضامین پر مشتمل ہیں کہ ان کی بنا پر اسلام کو مطعون کیا جاتا ہے- ملحدین ان کو دیکھ کر ہنستے ہیں اور جو لوگ پہلے ہی شک کی بیماری میں مبتلا ہیں- ان کے شکوک و شبہات میں اضافہ ہوتا ہے-

مثلاً یہ روایت کہ جنت کی حور کے سرین کا طول و عرض ایک میل بھر ہو گا- یا یہ حدیث کہ جو شخص قرآن کریم کی فلاں سورت تلاوت کرے گا- اسے جنت کے ستر ہزار محلات میں ٹھہرایا جائے گا- ہر محل میں ستر ہزار کمرے ہوں گے- ہر کمرہ میں ستر ہزار بستر ے ہوں گے اور ہر بستر ے پر ستر ہزار فلاں چیز ہو گی وغیرہ وغیرہ- نیز یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کہ چوہا یہودی ہوتا ہے- یہی وجہ ہے کہ وہ اونٹ کا دودھ نہیں پیتا- اس لیے کہ یہودی اونٹ کا دودھ نہیں پیتے- یہ عجیب بات ہے کہ محدثین ایک راوی کو جھوٹا قرار دے کر اس کی وہ روایت بھی قبول نہیں کرتے- جس کی تائید دوسرے راویوں کی روایت کردہ احادیث سے بھی ہوتی ہے- محض اس لیے کہ یحییٰ بن معین، علی بن المدینی اور اس قسم کے محدثین نے اس کی تضعیف کی ہے- دوسری طرف وہ ابوہریرہؓ کی ایسی مرویات کو بھی قبول کر لیتے ہیں- جن کی تائید دوسرے صحابہ کی کسی روایت سے نہیں ہوتی- حالانکہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ و عائشہؓ ابوہریرہؓ کو جھوٹا قرار دے چکے ہیں-

اسی طرح محدثین فاطمہ بنت قیس کی روایت سے احتجاج کرتے ہیں حالانکہ حضرت عمرؓ و عائشہؓ نے اس کی تکذیب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''ہم ایک عورت کے کہنے پر اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو نظر انداز نہیں کر سکتے''- بعض لوگوں کی روایت صرف اس لیے قبول نہیں کی جاتی کہ وہ فرقہ قدریہ سے تعلق رکھتے ہیں- مثلاً غیلان و عمرو بن عبید و معبد جہنی و عمر بن فائد وغیرہ- اور حیرت کی بات ہے کہ بعض قدریہ کی مرویات کو یہ لوگ قبول کرتے ہیں- مثلاً قتادہ و ابن ابی عروبہ و ابن ابی نجیح و محمد بن المنکدر و ابن ابی ذئب وغیرہ بعض راویوں کی روایت صرف اس لیے ترک کر دی جاتی ہے کہ وہ حضرت علیؓ و عثمانؓ کو مساوی المرتبت قرار دیتا یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھتا ہے- اس کے برعکس وہ ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے روایت کرتے ہیں- جو مختار ثقفی کے لشکر میں علمبرداری کے فرائض ادا کرتے تھے- نیز جابر جعفی کی مرویات بھی ان کے یہاں مقبول ہیں- حالانکہ ابوالطفیل اور جابر جعفی دونوں رجعت کا عقیدہ رکھتے تھے- معتزلہ کہتے ہیں کہ محدثین کو کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس قسم کی احادیث نقل و روایت کر رہے ہیں- معتزلہ نے یہ اشعار محدثین پر چسپاں کیے ہیں- معتزلہ کہتے ہیں ؎

زوامل للاشعار لا علم عندهم   بجيدها الا كعلم الا باعر

لعمرك مايدرى البعير اذ اغدا   باحماله اوراح مافى الغرائر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ۱- (محدثین گویا) بار بردار اونٹ ہیں جو اشعار کو لیے پھرتے ہیں- اور ان کو عمدہ اشعار کا اتنا ہی علم ہے جتنا کہ اونٹوں کو ہوتا ہے-

۲- اونٹ جب بوجھ لے کر آتا جاتا ہے تو اسے کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ جن بوریوں کو وہ اٹھائے ہوئے ہے ان میں کیا چیز ہے-

معتزلہ محدثین کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ رسمی علم اور حدیث کے نام کے ساتھ قانع ہو چکے ہیں- وہ اس بات پر پھولے نہیں سماتے کہ کہا جائے ''فلاں شخص اسانید کا جید عالم اور احادیث کا راوی ہے''-مگر اس بات سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں کہ یوں کہا جائے کہ فلاں شخص نے جو کچھ لکھا یا پڑھا ہے وہ اس کا مطلب بھی سمجھتا ہے''-

معتزلہ کہتے ہیں کہ آپ کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جس سے لوگ استفادہ کے لیے دور دراز سے آتے ہوں اور وہ پچاس سال تک لوگوں کو مستفید کرتا رہا ہو- جب اس سے لوگوں کے سامنے یہ مسئلہ دریافت کیا جائے کہ اگر چوہا کنوئیں میں گر پڑے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو وہ یہ حدیث سنا دے کہ ''البئر جبار'' (اگر کوئی شخص کنوئیں میں گر کر مر جائے تو کنوئیں کا مالک اس کا ذمہ دار نہ ہوگا) ظاہر ہے کہ اس حدیث کا سائل کے سوال کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے-

ایک دوسرے محدث سے دریافت کیا گیا کہ آیت کریمہ "رِيۡحٍ فِيۡهَا صِرٌّ" کے کیا معنی ہیں؟ اس نے کہا اس سے رات کی باد صرصر مراد ہے- (ابن قتیبہ کا بیان ختم ہوا)

مستشرقین کی علمی خیانت:

اس کے بعد ابن قتیبہ ایک ایک کر کے روسائے معتزلہ کا ذکر کرتے اور جو اعتراضات انہوں نے محدثین پر کیے ہیں' ان کی دھجیاں بکھیرتے چلے جاتے ہیں- یہ کس قدر علمی خیانت ہے کہ مستشرقین اور اعدائے دین ابن قتیبہ کے محدثین پر یہ اعتراضات ذکر کرتے ہیں- مگر ان کے جوابات سے خاموش رہتے ہیں- کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

وعين الرضا عن كلِّ عيب كليلةٌ　　كما انَّ عين السخط تبدى المساويا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (رضامندی کی آنکھ ہر عیب سے اندھی ہوتی ہے مگر ناراضگی کی آنکھ برائیوں کو ظاہر کر دیتی ہے)

اہل الحدیث صحابہ' تابعین اور دیگر علمائے سلف کی روش پر گامزن تھے۔ وہ روایت حدیث میں نہایت حزم واحتیاط سے کام لینے کے عادی تھے۔ نصوص کو ان کے ظاہر پر محمول کرتے اور عوام الناس کے لیے تاویل کا دروازہ اس لیے نہیں کھولتے تھے' کہ مبادا وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں اور یہ باتیں ان کی عقل وفکر میں نہ سما سکیں اس عصر و عہد میں کبار محدثین ونقاد حدیث منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ انہوں نے احادیث صحیحہ وسقیمہ کو باہم ممیّز وممتاز کر دیا۔ راویوں پر جرح قدح کی اور ان کے حالات سے آگاہی حاصل کی۔ مثلاً امام احمد بن حنبل ویحیٰی بن معین وعلی بن المدینی واسحاق بن راہویہ وغیرہم۔

دراصل بات یہ ہے کہ اس دور میں نام نہاد محدثین کی ایک جماعت منظر عام پر آئی جو حدیث ومحدثین کی پیشانی پر کلینک کا ٹیکہ ثابت ہوئی۔ ان میں سے کچھ تو افسانہ گو اور پیشہ ورقسم کے لوگ تھے۔ جنہوں نے حدیث نبوی کو کسب معاش کا ذریعہ بنا لیا تھا۔ کچھ لوگ وہ تھے جو دینی احکام سے یکسر نابلد اور فقہ اسلامی کی بدیہیات سے بھی بے گانہ تھے۔ قصہ گوئی کا پیشہ اختیار کرنے والے لوگوں میں غریب ومنکر احادیث پھیلاتے۔ جن کی وجہ سے اسلام میں جرح کا دروازہ کھل جاتا۔ فقیہ نما قسم کے جاہل لوگ ایسے تھے جیسے گدھے پر کتابوں کی بوری لاد دی جائے۔ ایسے لوگوں سے جب دین کی کوئی بات دریافت کی جاتی تو جہالت میں ہاتھ پاؤں مارنے لگ جاتے بعض اوقات ایسے جاہل لوگوں کے دینی پیشوا بن بیٹھتے اور ہر برائی کے جواز کا فتویٰ دینے لگتے۔

ان محدثین نما لوگوں کی فہم حدیث کا یہ عالم تھا کہ عورتیں بھی سن کر ہنسی ضبط نہ کر سکیں۔ مگر ایک ایماندار شخص ان کا یہ حال دیکھ کر اپنا سر پیٹ لے اور غم میں ڈوب جائے۔ مثلاً اسی قسم کا ایک جعلی محدث استنجا کر کے بلا وضو وتر پڑھ لیا کرتا تھا۔ اور اس کی دلیل میں وہ یہ حدیث پیش کیا کرتا تھا کہ "من استجمر فلیوتر" حدیث کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلب تو یہ ہے کہ ڈھیلے تعداد میں طاق استعمال کیے جائیں۔ مگر اس نے اس حدیث کا مطلب یہ سمجھا کہ اگر وضو ٹوٹ جائے تو ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد وتر کی نماز بلا وضو پڑھی جا سکتی ہے۔ اس قسم کا ایک محدث ایک مجلس میں حدیث پڑھ رہا تھا۔ اس سے دریافت کیا گیا کہ اگر مرغی کنوئیں میں گر جائے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس نے سائل سے کہا ''تم نے کنوئیں کو ڈھانپ کیوں نہ دیا۔ تا کہ اس میں کوئی چیز نہ پڑتی''۔ ''شیخ الحدیث'' کی جہالت ملاحظہ کر کے ایک بناوٹی فقیہ نے اس کا فورا جواب دے دیا۔ تا کہ شیخ کی نادانی ظاہر نہ ہو۔

ایک ایسے ہی شیخ الحدیث سے فرائض (تقسیم میراث) کا ایک مسئلہ دریافت کیا گیا اس نے جواب میں تحریر کیا کہ اللہ کے مقرر کردہ فرائض کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ ایک مصنوعی محدث سے دریافت کیا گیا۔ کہ جو شخص اپنا تہبند صدقہ کرنے کا حلف اٹھا لے۔ اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ اس نے پوچھا یہ تہبند آپ نے کتنے کا خریدا تھا؟ کہنے لگا بائیس درہم کا۔ محدث نے کہا ''جا کر بائیس دن کے روزے رکھ لیجئے۔ اس کا کفارہ ہو جائے گا''۔

حدیث میں آیا ہے کہ **نهى ان يسقى الرجل ماءه زرع غيره** (آپ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی اپنا پانی دوسرے کی کھیتی کو پلائے) حضور کا مقصد یہ تھا کہ جب کسی کے قبضہ میں حاملہ لونڈی آئے تو وضع حمل سے قبل اس کے ساتھ جماع نہ کرے۔ ایک نام نہاد محدث نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ اپنے پانی سے دوسروں کے باغات کو سیراب نہ کیا جائے''۔ (تانیب الخطیب ص ۵)

محدثین کرام کو ان نام نہاد اہل الحدیث کی نازیبا حرکات کو دیکھ کر بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ اس ضمن میں چند اقوال ملاحظہ ہوں۔

مشہور محدث شعبہ فرماتے ہیں:

''جب میں کسی اہلحدیث کو دیکھتا تھا تو خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ اور آج مجھے سب سے زیادہ ناراض کرنے والی یہ بات ہے کہ میں کسی اہل الحدیث

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کو دیکھوں''۔

ابن عیینہ کہتے ہیں:

''تمہیں دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے اگر عمرؓ بن خطاب آج زندہ ہوتے تو ہمیں بہت بری طرح پیٹتے''۔

لیث کے استاد عمرو بن الحارث ایسے نام نہاد محدثین کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میں نے حدیث نبوی سے اشرف کوئی علم نہیں دیکھا اور اہل الحدیث سے بڑھ کر کسی کو گھٹیا نہیں پایا''۔

محمد بن سہل بن عسکر بیان کرتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ مامون کھڑا تھا اور ہم بھی اس کے سامنے کھڑے تھے۔ اسی اثنا میں ایک اجنبی شخص آیا۔ جس کے ہاتھ میں دوات تھی۔ وہ کہنے لگا امیر المومنین! میں حدیث کا طالب علم ہوں اور زاد راہ ختم ہو گیا ہے۔ مامون نے کہا فلاں مسئلہ کے بارے میں کوئی حدیث سنائیے۔ وہ کچھ بیان نہ کر سکا۔ مامون نے اس مسئلہ سے متعلق چند حدیثیں بیان کیں۔ پھر ایک اور مسئلہ کے بارے میں حدیث بیان کرنے کے لیے کہا۔ مگر وہ کچھ بیان نہ کر سکا۔ مامون نے پھر چند احادیث ذکر کیں۔ پھر اپنے رفقاء کو مخاطب کر کے کہا ''لوگ تین دن حدیثیں پڑھنے میں صرف کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم محدث ہو گئے۔ پھر کہنے لگا اس شخص کو تین درہم دے دو''۔

مندرجہ بالا بیانات اس حقیقت کی آئینہ داری کرتے ہیں کہ ان عیوب و نقائص کا تعلق ان نام نہاد محدثین کے ساتھ ہے۔ جنہوں نے علم حدیث کو کسب معاش کا ذریعہ بنا لیا تھا۔ اور وہ دعویٰ یہ کرتے تھے کہ ہم حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ منکرین حدیث جیسے اسلام دشمن لوگوں کا یہ طرز عمل درست نہیں کہ وہ ہر دور کے محدثین پر اس قسم کے اعتراضات چپکا دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ محدثین عظام ہی تھے۔ جنہوں نے حق و باطل کو نکھیڑا اور احادیث صحیحہ و سقیمہ میں فرق و امتیاز کیا۔ حدیث نبوی کے سلسلہ میں انہوں نے ناقابل فراموش خدمات جلیلہ انجام دیں۔ جیسا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کہ قبل ازیں آپ مطالعہ کر چکے ہیں- آگے چل کر ہم اس پر مزید روشنی ڈالیں گے-"

یہ تھا اہل الحدیث کا تفصیلی تذکرہ! باقی رہے متکلمین' تو ان کے نزدیک عقل انسانی ہی سب کچھ ہے- وہ عقل کو اس کی انتہائی حدود تک لے جاتے ہیں- اس کی حد یہ ہے کہ وہ عقل کے بل بوتے پر شرعی نصوص کی ایسی دور از کار تاویلیں کرتے ہیں- جس کو ذوق سلیم قبول کرنے کے لیے تیار نہیں- متکلمین کی اس کھینچا تانی کا واحد مقصد اپنے نظریات کی تائید اور حمایت کے سوا کچھ نہیں- اس عصر و عہد میں معتزلہ نے یونانی فلسفہ کی کتب کی ورق گردانی شروع کی اور علوم حکمیہ کا فہم و ادراک حاصل کیا- اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے دین اسلام کو بھی حکمت و فلسفہ کی عینک سے دیکھنے کی طرح ڈالی- دوسری جانب فلسفیانہ افکار و آراء کو کتاب و سنت سے ہم آہنگ کرنے کی ٹھانی- اسی پر بس نہیں معتزلہ نے حدیث نبوی کے سلسلہ میں تاویل کا باب وا کیا- اور بعض احادیث بلکہ صحابہ کرامؓ کو بھی نقد و جرح کے تیروں سے چھلنی کر ڈالا-

اے کاش! معتزلہ یہاں ہی رک جاتے- مگر ایسا نہیں ہوا- بخلاف ازیں انہوں نے عوام الناس کو بھی اپنا ہمنوا بنانا چاہا اور اس ضمن میں خلفاء تک کو اپنے دام ہم رنگ زمین میں پھنسا لیا- آپ جانتے ہیں کہ عوام الناس حکمت و فلسفہ کے دقیق و عویص مسائل کو ہضم کرنے کے قابل نہ تھے- بھلا وہ کیا جانیں کہ مقولات عشرہ کم واین وغیرہ کیا بلا ہیں- ان کے لیے تو یہی کافی تھا کہ جمہور محدثین اور فقہاء خلیفہ مامون کی مجلس میں مناظرہ کر کے معتزلہ کا زور استدلال دیکھ لیں- محدثین دلائل ساطعہ بیان کر کے معتزلہ پر اتمام حجت کر دیں اور جب وہ نہ مانیں تو کہہ دیں کہ "ما علی الرسول الا البلاغ" ہمارا کام تو صرف تبلیغ کرنا ہے منوانا نہیں- اس لیے کہ دین میں جبر و اکراہ کا تصور نہیں پایا جاتا-

مگر افسوس کہ یہ امید بر نہ آئی- معتزلہ نے خلفاء کے قرب اور وزارت وقضاء کے مناصب جلیلہ کو غنیمت جان کر ان سے فائدہ اٹھانا چاہا- چنانچہ انہوں نے محدثین کرام اور پوری ملت اسلامیہ سے جس قدر انتقام لے سکتے تھے' لیا- اس کی حد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ انہوں بے گناہوں کا خون بہانے سے دریغ نہ کیا۔ اگرچہ بذات خود معتزلہ بکثرت مسائل میں باہم مختلف الخیال تھے۔ مگر اہل الحدیث کو جس عداوت کا مستحق انہوں نے قرار دیا۔ آپس میں اس خصوصیت کا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا تھا۔

احمد بن ابی دؤاد ہی کو دیکھئے کہ وہ خلق قرآن کے منکر کو کافر قرار دیتا ہے۔ جب وزارت کے منصب پر براجمان ہوتا ہے تو ہر اس قیدی کو رہا کر دیتا ہے جو خلق قرآن کا قائل ہو۔ جو اس نظریہ کا قائل نہ ہو اس کو کفار کے ہاتھوں میں محبوس رہنے دیتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اس کی نگاہ میں غیر مسلم ہے اور رہا کیے جانے کے لائق نہیں۔

اگر معتزلہ اسلام اور اہل اسلام کے بہی خواہ ہوتے تو ان کے لیے بہتر یہ تھا کہ اہل الحدیث کے ساتھ متحد ہو جاتے۔ سب مل کر دین کا دفاع کرتے اور حدیثیں وضع کرنے والے زنادقہ وغیرہ کے خلاف سینہ سپر ہو جاتے۔ جہاں تک اہل الحدیث اور معتزلہ کے مابین اختلافی مسائل کا تعلق ہے۔ ان میں جدال بطریق احسن ہونا چاہیے تھا۔ یوں نہیں کہ جانیں تلف کی جاتیں اور ایک دوسرے کو ڈرایا دھمکایا جاتا۔ بلکہ اس میں بطریق سلف گامزن ہونا چاہیے تھا۔ جو یہ ہے کہ ایسے مسائل میں خاموشی اختیار کی جائے اور ان میں غور و خوض کرنے سے احتراز کیا جائے۔

امام دار الہجرت امام مالک رحمہ اللہ سے جب آیت کریمہ "الرحمن علی العرش استوی" کا مفہوم دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے یہ مشہور فقرہ فرمایا:

الا ستواء غير مجهول و الكيف غير معقول و الا يمان به واجب و السوال عنه بدعة.

''استوا کا مطلب کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مگر اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے''۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنے تلامذہ کو اس بات میں غور کرنے سے منع کیا کرتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ ائمہ حدیث کی یہ مساعی جمیلہ صرف اس لیے تھیں کہ عوام کے عقائد درست رہیں اور وہ سنت رسول ﷺ اور راہ سلف پر رواں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دواں رہیں۔ اگر اہل الحدیث اور معتزلہ دونوں ایک ہی راہ پر گامزن رہتے تو بہتر تھا۔ مگر تقدیر کا کیا علاج؟۔

سابق الذکر بیانات اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں کہ محدثین و متکلمین اس دور میں بلکہ اس سے قبل ایک دوسرے کی ضد کے طور پر چلے آ رہے تھے۔ متکلمین کی نگاہ میں محدثین کی قدر و منزلت اس لیے کم ہو گئی تھی کہ ان میں کچھ نام نہاد قسم کے محدثین' جاہل شیوخ اور جھوٹے قصے گو پائے جاتے تھے۔ معتزلہ ان میں تمام عیوب کی نشاندہی کیا کرتے تھے اور ان کو جاہل تصور کرتے تھے۔ دوسری طرف اہل الحدیث معتزلہ کو اس لیے نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ معتزلہ فلسفیانہ آراء کے دلدادہ تھے اور نصوص کی تاویل کیا کرتے تھے۔ معتزلہ احادیث صحیحہ کو رد کر دیتے اور صحابہ کرامؓ کو فاسق و مبتدع قرار دیتے تھے۔ اور ان کی روایت کردہ احادیث کو قبول نہیں کرتے تھے۔

خلیفہ مامون علوم نقلیہ و عقلیہ کا جید عالم تھا۔ اس نے چاہا کہ فریقین کے نزاع و جدال کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا جائے تاکہ عقائد کے بارے میں پوری امت مسلمہ یک زبان ہو جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ملت اسلامیہ باہم متحد ہو کر گمراہ لوگوں کا مقابلہ کر سکے گی۔ مگر مامون کی یہ امید بر نہ آئی۔ جب اس نے صلح جوئی کے نقطہ خیال سے مناظرہ کی مجالس منعقد کرنا شروع کیں تو ان سے اختلاف اور شقاق کی خلیج اور وسیع ہو گئی اور مامون کو کافر گمراہ ٹھہرایا جانے لگا۔ چنانچہ اس نے اہل الحدیث پر سختی کرنا شروع کی۔

مامون کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ صفحات پر لکھا ہوا قرآن حادث کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس کی غلطی یہ تھی کہ اس نے اس سلسلہ میں خون بہانے اور دھونس و دھاندلی کے ذرائع و وسائل اختیار کرنا شروع کر دیئے۔ جب مامون صلح جویانہ مقاصد میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ تو اس کے لیے صرف یہی بات کافی تھی کہ نام نہاد محدثین' زنادقہ اور پیشہ ور قصہ گو لوگوں کو فتویٰ اور روایت کی اجازت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیتا- اس کے برخلاف ائمہ حدیث وفقہ کو فتویٰ نویسی کی اجازت دی جاتی - پھر علماء کو کھلی چھٹی دی جاتی کہ وہ جو نظریات چاہتے' اختیار کرتے - نیز یہ کہ جس طرح علمائے حق ایسے مسائل میں خاموش رہا کرتے تھے' جن سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا- مامون بھی اس مسئلہ میں سکوت اختیار کرتا-

معتزلہ پر یہ گرفت بھی کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے اس جھگڑے میں شرافت کا ثبوت نہیں دیا- انہوں نے گنہگاروں کے عوض بے گناہوں کو سزا دی- اشراف اور کمینوں' علماء و جہلاء کے مابین کوئی فرق و امتیاز قائم نہ رکھا- ائمہ دین اور رواۃ حدیث کو ظلم و جور کا نشانہ بنایا اور انہیں کسی پر بھی رحم نہ آیا- اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب خلق قرآن کے ابتلا کا خاتمہ ہوگیا- اور مسلمانوں پر کوئی سختی کرنے والا باقی نہ رہا- تو جمہور اہل اسلام نے معتزلہ سے ایسا انتقام لیا- جیسا لینا چاہیے تھا- یہ اسی کا اثر ہے کہ اس وقت سے لے کرتا ہنوز معتزلہ کا کوئی نشان باقی نہ رہا-

معتزلہ کے مقابلہ میں اہل الحدیث کا موقف خطرات سے پاک اور قابل تحسین ہے انہوں نے ایک ایسے مسئلہ میں خاموش رہنا بہتر خیال کیا- جس میں فائدہ کم اور نقصان زیادہ تھا- اس میں وہ راہ سلف پر گامزن رہے- محدثین نے خلق قرآن کے مسئلہ میں سکوت کا پہلو اختیار کر کے شر کے بہت سے دروازوں کو بند کر دیا تھا- اور اگر وہ خلق قرآن کا عقیدہ اختیار کر لیتے تو رفتہ رفتہ معتزلہ کے عقائد کو تسلیم کرتے چلے جاتے- اور اس میں جو خطرات ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں-

فجزاهم الله عن الدين و اهله احسن الجزاء.

مسئلہ خلق قرآن کی حقیقت:

ایک شخص بڑی آسانی سے یہ بات کہہ سکتا ہے کہ خلق قرآن کے مسئلہ میں کوئی ابہام واجمال سرے سے موجود ہی نہیں- اس لیے کہ یہ الفاظ جو ہم روزانہ نماز میں اور اس کے علاوہ پڑھتے ہیں اور اپنے قلم کے ساتھ اوراق پر لکھتے ہیں' بلاشبہ مخلوق ہیں- اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر محدثین نے وہ موقف کیوں اختیار کیا جو ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے بے شمار حوادث و آلام کا موجب ثابت ہوا؟ کوئی دانا انسان آخر کیسے اس بات کو باور کر سکتا ہے کہ قرآنی الفاظ قدیم ہیں اور مخلوق نہیں؟

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل جیسے ائمہ حدیث کی نگاہ سے یہ حقیقت پوشیدہ نہ تھی۔ تاہم انہوں نے عوام کے عقائد کے پیش نظر اس کا اظہار مناسب نہ سمجھا اور خاموش رہنے کو ترجیح دی۔ یہ درست ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور کلام اللہ اس کی صفات قدیمہ میں سے ایک صفت ہے۔ ایک عامی شخص کلام اللہ میں جو کہ اس کی صفت قدیم ہے اور اس کلام اللہ میں جو لکھے ہوئے الفاظ کی صورت میں موجود ہے۔ جن کو پڑھا جاتا ہے اور جو حادث اور مخلوق بھی ہیں' کوئی فرق ملحوظ نہیں رکھ سکتا۔ جب کہا جائے کہ قرآن مخلوق ہے اور وہ کلام اللہ ہے تو ایک عامی شخص حادث و قدیم میں فرق نہیں کر سکتا۔

امام احمد بن حنبل سے جب یہ بات کہی گئی کہ آپ تقیہ کے طور پر قرآن کو مخلوق کہہ دیں تو آپ نے فرمایا "جب عالم تقیہ کے طور پر ایک بات کہے اور جاہل حقیقت سے بے خبر ہو تو حق کیسے ظاہر ہوگا"۔ مشہور محدث ابو یعقوب بویطی سے جب والی مصر نے کہا کہ آپ خلوت میں صرف میرے سامنے قرآن کے مخلوق ہونے کا اعتراف کر لیں تو میں آپ کو رہا کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا "ایک لاکھ اشخاص میری پیروی کرتے ہیں۔ اور وہ معنی و مطلب نہیں جانتے۔ پھر میں یہ اقرار کیسے کر سکتا ہوں۔ چنانچہ ان کو بغداد لا کر قید خانہ میں رکھا گیا اور آپ نے وہیں وفات پائی۔

اس سے ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ محدثین کا موقف درست تھا۔ اور وہ عوام کے عقیدہ کی حفاظت کرنا چاہتے تھے کہ مبادا وہ جادۂ مستقیم سے برگشتہ ہو جائیں۔ محدثین نے قرآن عزیز کے تقدس کو محفوظ رکھا۔ ایسا کرنے میں وہ سلف صالحین کی ہموار کردہ راہ پر گامزن تھے۔ جو ایسے مسائل میں غور و خوض نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ عوام کو روکتے تھے کہ بے کار مباحث میں حصہ نہ لیں۔ اور جو بات ان کے فہم و ادراک سے بالاتر ہو اس کو نوک زبان پر لانے سے احتراز کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عقیدہ خلق قرآن کے اثرات و نتائج:

محدثین ومعتزلہ کے مابین جو شدید معرکہ بپا ہوا تھا- اس نے حدیث ومحدثین پر بڑے دوررس نتائج اور گہرے اثرات ڈالے- چند نتائج وآثار حسب ذیل ہیں-

۱- خلق قرآن کے ابتلاء نے اہل الحدیث کو اوج ثریا پر فائز کیا اور اس کے برعکس معتزلہ کو تحت الثریٰ کی پستی تک پہنچا کر چھوڑا- اس ابتلاء کے بعد عام لوگ محدثین سے محبت کرنے اور ان کا اکرام واحترام بجالانے لگے- وہ بیش از پیش ان کی مدح وستائش اور تحسین وتوصیف کرنے لگے-

۲- محدثین نے خلق قرآن کے بارے میں جو موقف اختیار کیا تھا- اس سے عوام کے عقیدہ کی حفاظت میں بڑی مدد ملی- اور وہ فرقہ ہائے باطلہ کے گمراہ کن نظریات سے محفوظ رہے-

۳- خلق قرآن کا عقیدہ راویوں کی نقد وجرح پر بھی اثر انداز ہوا- چنانچہ مامون ان راویوں کی روایت قبول نہیں کیا کرتا تھا جو خلق قرآن کا عقیدہ نہ رکھتے ہوں- وہ ایسے قاضیوں اور گواہوں کو بھی فاسق ٹھہراتا تھا جو اس عقیدے سے متفق نہ ہوں- ردعمل کے طور پر محدثین نے بھی اس عقیدہ کے قائلین کو فاسق قرار دیا اور بعض محدثین تو ان کی روایت تک قبول نہیں کیا کرتے تھے- غالباً یہ اس لیے تھا' تاکہ لوگ اس عقیدہ کو بھول جائیں اور اپنی لوح ذہن سے اس کے نقوش محو کردیں-

امام بخاری بھی اس فتنہ کی لپیٹ میں آ گئے تھے- چنانچہ آپ جب نیشاپور تشریف لائے اور لوگوں نے قرآنی الفاظ کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا "قرآن اللہ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے- مگر ہمارے اعمال مخلوق ہیں-" آپ کا مطلب یہ تھا کہ جس وقت ہم قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور قرآنی الفاظ ہماری زبان سے صادر ہوتے ہیں تو وہ مخلوق ہوتے ہیں- جب امام ذہلی نے یہ بات سنی تو کہا "قرآن اللہ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں اور جو شخص یہ کہے کہ ہماری زبان سے جو الفاظ صادر ہوتے ہیں وہ مخلوق ہیں' وہ بدعتی ہے- وہ ہماری مجلس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نہ آئے۔ اس کے بعد جو شخص محمد بن اسماعیل بخاری کی مجلس میں جائے ہم اس سے بول چال ترک کر دیں گے۔ چنانچہ لوگ امام بخاری کی مجلس میں جانے سے رک گئے۔ البتہ امام مسلم بن حجاج اور احمد بن سلمہ بدستور ان کی مجلس میں شریک ہوتے رہے۔ (شروط الائمۃ الخمسۃ ص ۲۱)

۴۔ محدثین و معتزلہ کی معرکہ آرائی سے حدیث نبوی پر کچھ برے اثرات مترتب ہوئے۔ چنانچہ زنادقہ اور بے دین لوگوں نے اس نزاع کو غنیمت جانا اور اس کے بارے میں جھوٹ موٹ حدیثیں گھڑنا شروع کر دیں۔ اس سلسلہ کی چند احادیث موضوعہ ملاحظہ ہوں:

(ا- ابو الزبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہو گیا۔

ب- حضرت انسؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو کچھ بھی ہے مخلوق ہے بجز قرآن اور اللہ کے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اسی کی طرف سے آیا اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔ میری امت کے کچھ لوگ کہیں گے کہ قرآن مخلوق ہے۔ جو شخص یہ بات کہے اس نے خدا کے ساتھ کفر کیا۔ اور اسی وقت اس کی بیوی کو طلاق ہو گئی۔ اس لیے کہ ایک مومن عورت کافر کی بیوی نہیں رہ سکتی۔ (اللآلی المصنوعہ للسیوطی)

۵۔ فتنہ خلق قرآن سے جو نتائج قبیحہ برآمد ہوئے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ گمراہ فرقوں نے اپنی زبانیں اہل الحدیث کی مذمت میں بے لگام چھوڑ دیں۔ انہوں نے اصحابؓ رسول اور محدثین کو ہدف تنقید بنایا اور ان کو جاہل اور حدیث کو کسب معاش کا ذریعہ بنانے والے قرار دینے لگے۔ حتیٰ کہ انہوں نے محدثین کی مذمت میں کتابیں تک تصنیف کر ڈالیں۔ مسلمانوں کے علمی و سیاسی زوال و انحطاط کے زمانہ میں جب مستشرقین منظر عام پر آئے تو محدثین کے نقائص و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عیوب کا یہ ذخیرہ انہیں مفت میں ہاتھ لگ گیا- چنانچہ انہوں نے اسلام کو فضول قصہ کہانیوں کے رنگ میں پیش کیا- اور ائمہ اسلام کو مطعون کرنے لگے- عصر حاضر کے جہلاء منکرین حدیث مستشرقین کے دام فریب میں آ کر اپنے اساتذہ کی پیروی میں اسی روش پر چل پڑے- چنانچہ موجودہ زمانہ کے منکرین حدیث کا یہ حال ہے کہ وہ ہر زمانہ کے علماء کو طرح طرح کے عیوب و نقائص سے ملوث کر رہے ہیں-

واللہ یشھد انھم لکذبون

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وضع احادیث میں گمراہ فرقوں کی چابک دستی

علمائے حدیث نے پہلی اور دوسری صدی ہجری میں وضاعین کے خلاف جو جہود و مساعی انجام دی تھیں، ہم قبل ازیں اس پر تفصیلی روشنی ڈال چکے ہیں۔ ہم بتا چکے ہیں کہ محدثین نے ان کے سامنے تمام راستے مسدود کر دیے تھے۔ اور وضع حدیث کو ناکام بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا۔ نقاد حدیث نے کھری اور کھوٹی احادیث کو الگ الگ کر دیا تھا۔ انہوں نے رواۃ و رجال کو جرح و تعدیل کی ترازو میں رکھ کر تولا اور ان کی روایت کردہ احادیث و اسانید کی چھان پھٹک میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

مگر ان عظیم مساعی کے علی الرغم ابھی تیسری صدی ہجری سایہ فگن بھی نہ ہونے پائی تھی کہ وضع حدیث کا فتنہ بڑے خطرناک طریقہ سے نمودار ہو گیا۔ زنادقہ نے مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے کے لئے ان میں زہریلے نظریات پھیلانا شروع کر دیئے۔ دوسری جانب فرقہ شعوبیہ (عجمیوں کو عرب کے مقابلہ میں فضیلت دینے والا فرقہ) نے اہل فارس کو عربوں کے مقابلہ میں فضیلت دینے سے متعلق حدیثیں وضع کرنے کا آغاز کر دیا۔ تیسری طرف قصہ گو واعظ منکر حدیثیں بیان کر کے لوگوں کے قلوب واذہان پر چھائے ہوئے تھے۔

اب ہم ان گمراہ فرقوں کے اعمال پر تبصرہ کریں گے تاکہ یہ حقیقت ابھر کر سامنے آئے کہ حدیث نبوی ان دنوں کن خطرات سے گھری ہوئی تھی۔ اور عین ممکن تھا کہ عرصہ کائنات سے ناپید ہو جاتی۔ دوسری جانب آپ اس سے اندازہ لگائیں گے کہ محدثین نے کذب و دروغ کے ان اجارہ داروں کی اباطیل کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے کس قدر زریں خدمات انجام دی تھیں اور اس عصر میں حدیث نبوی اور اس کے علوم سے متعلق گراں بہا کتب تصنیف کیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قومی تعصب اور وضع حدیث پر اس کے اثرات:

عباسی خلافت کا قیام خراسان کے رہنے والے فارسی النسل لوگوں کے ہاتھوں انجام پایا تھا- یہ علاقہ شیعہ کا گہوارہ تھا- چونکہ اہل فارس جانتے تھے کہ بادشاہت وراثت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے- اس لئے وہ شیعی نظریات سے بہت متاثر ہوئے- انہوں نے بنوامیہ کو اہل بیت کے حقوق کا غاصب قرار دیا اور چاہا کہ لڑ کر اہل بیت کا شرعی حق (خلافت و حکومت) ان سے واپس لے لیا جائے- اہل فارس ایک ایسی قوم تھے جو اپنے ایک درخشاں تہذیب و تاریخ رکھتے تھے- انہیں بہت سے عرب علاقوں مثلاً عراق و یمن پر سیاسی تسلط حاصل تھا- جب بنوامیہ کی عربی سلطنت قائم ہوگئی اور اہل فارس عرب کے قبضہ میں آ کر ان کے موالی بن گئے- اور عرب ان پر حکومت کرنے لگے- تو ایرانیوں کو اپنی رفتہ شوکت و عظمت یاد آ گئی بنوامیہ کے انحطاط کے بعد جب بنوعباس خلافت کا مطالبہ لے کر کھڑے ہوئے تو انہوں نے اہل فارس کو اپنا خیر خواہ بنایا- ایرانی اکابر خاص طور پر بنوعباس کے ہمنوا تھے- انہیں امید تھی کہ بنوعباس کے تعاون سے ان کی شوکت رفتہ لوٹ آئے گی- یہی وجہ ہے کہ ابومسلم خراسانی اور اس کے ہمنوا بنوعباس کی نصرت و حمایت میں جان دینے کے لئے تیار تھے- اور بنوامیہ کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لئے ہمہ تن تیار تھے-

اس لئے یہ کش مکش بنوامیہ و بنوعباس کے درمیان نہیں بلکہ عربوں اور فارسیوں کے مابین تھی- جب بنوعباس کی خلافت مستحکم ہوگئی تو وہ اہل فارس کے خلاف عربوں کی حمایت نہیں کرتے تھے- اس لئے کہ اہل فارس نے ان کی مدد کی تھی اور اپنا خون دے کر ان کی حکومت کو مستحکم بنایا تھا- اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بعض خلفاء فارسی النسل ماؤں کی اولاد تھے- البتہ دین کی حمایت میں خلفاء پیش پیش رہتے تھے- اور زنادقہ کے خلاف لڑتے ہوئے اور ان کی بدنامی کرنے میں انہیں رحم نہیں آتا تھا- ہمیں اس سے بحث نہیں کہ آیا خلفاء دینی غیرت و حمیت کے جذبہ سے متاثر ہو کر ایسا کرتے تھے یا سیاسی نقطہ نظر کے تحت- اس وقت جو بات ہمارے پیش نظر ہے- وہ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ یہ نظریہ عوام الناس کے قلب و ذہن پر چھایا ہوا تھا کہ عجمی عربوں کے مقابلہ میں افضل ہیں۔ ان نظریات کے حامل فرقہ کو مورخین "شعوبیہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

شعوبیت کے حدیث پر اثرات:

شعوبیت کے نظریہ نے دوسری صدی ہجری میں جنم لیا اور پروان چڑھا۔ پھر تیسری صدی ہجری میں اپنے اوجِ کمال تک پہنچ گیا۔ اس نظریہ کو مزید تقویت اس بات سے حاصل ہوئی کہ خلفاء بنی عباس نے فارسی عصبیت کے مقابلہ میں عربی عصبیت کی امداد نہیں کی تھی۔ جب کہ اموی خلفاء عربی عصبیت کے معاون تھے۔ البتہ بنوعباس نے اسلام کی حمایت و طرفداری ضرور کی تھی۔ شعوبی فرقہ نے عباسی خلفاء کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ عربوں کے خلاف صف آرا ہو گئے اور ان کی مذمت کرنے اور ان کا مذاق اڑانے لگ گئے۔ ایرانیوں نے عربوں کی مذمت میں اشعار کہے خطبے دیئے اور عجمیوں کے مفاخر اور عربوں کے معائب و مثالب پر کتابیں لکھیں۔ ہجوگوئی کی کوئی قسم ایسی نہ تھی، جس کو اہل عجم نے عربوں کے خلاف استعمال نہ کیا ہو۔ اس ناپاک فتنہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر عجمیوں نے اہل فارس، ان کے بلاد و اماکن اور علماء کی مدح و توصیف میں حدیثیں وضع کر ڈالیں۔ اس قسم کی چند احادیث موضوعہ ملاحظہ ہوں۔

۱۔ جب خراسان فتح ہو گیا اور اسلام آذربائیجان اور جبال کے علاقوں تک پہنچ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا "مجھے خراسان کی سرزمین سے کیا سروکار؟ خراسان میں ہمارا کوئی دوست نہیں۔ میں چاہتا تھا کہ ہمارے اور خراسان کے درمیان برف اور آگ کا پہاڑ حائل ہوتا اور ہمیں وہاں تک رسائی حاصل نہ ہوتی۔ ہمارے اور ان کے درمیان یاجوج ماجوج کی فصیل جیسا فاصلہ ہوتا"۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ابن الخطابؓ! یہ گفتگو بند کیجئے۔ کیا آپ حضرت محمدؐ کے سارے علوم پر حاوی ہو چکے ہیں؟ خراسان میں "مرو" نامی ایک شہر ہے۔ جس کی بنیاد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذوالقرنین نے رکھی تھی- حضرت عزیر کہ نے اس میں نماز ادا کی- اس میں نہریں جاری ہیں اور اس کی زمین کشادہ ہے- اس کے ہر دروازہ پر ایک فرشتہ تلوار تانے کھڑا ہے اور اس کے رہنے والوں سے آفات و بلیات کو تا قیامت دور کرتا رہے گا''-

خراسان میں ایک اور شہر ہے جس کو ''طالقان'' کہتے ہیں- اگر چہ اس میں سونے چاندی کے ذخیرے نہیں مگر اس میں مومن رہتے ہیں کہ جب اہل ایمان کھڑے ہوں تو وہ بھی کھڑے ہو جاتے ہیں- اور جب لوگ دل چھوڑ جائیں تو اس وقت وہ مدد کرتے ہیں- خراسان میں ایک اور شہر بھی ہے جس کو ''شاش'' کہتے ہیں- اس میں ٹھہرنے والا اور سو رہنے والا ایسے ہے جیسے کوئی شخص خدا کی راہ میں اپنا خون بہا دے- خراسان میں ایک شہر بخارا نامی بھی ہے- جب قیامت کے روز لوگ چیخ سن کر گھبرا اٹھیں گے تو وہ پر امن رہیں گے- جب لوگ غمزدہ ہوتے ہیں تو وہ مسرور و شاد کام ہوتے ہیں- اللہ تعالیٰ ہر رات ان پر ایک نگاہ ڈالتا ہے- اور ان میں سے جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کی توبہ چاہتا قبول کرتا ہے- (یہ موضوع حدیث بڑی طویل ہے)

۲- ''ترکوں کا ظلم اچھا ہے مگر عربوں کا عدل بھی معیوب ہے''-

۳- نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عجمیوں کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''مجھے ان کے ساتھ جو خصوصی وابستگی ہے وہ تمہارے ساتھ نہیں ہے''-

۴- ''ایک عجمی بادشاہ آ کر تمام شہروں پر قابض ہو جائے گا بجز دمشق کے''-

شعوبیہ نے تجسیم کے قائل محمد بن کرام سجستانی مشہور عابد متوفی ۲۵۵ھ کی مدح میں متعدد احادیث وضع کی تھیں- یہ شخص خراسان سے نقل مکانی کر کے شام میں اقامت گزیں ہو گیا تھا- مثلاً

۵- ''آخری زمانہ میں ایک شخص محمد بن کرام نامی ظہور پذیر ہو گا جو میری سنت کا احیاء کرے گا- خراسان سے اس کی بیت المقدس کی جانب ہجرت بالکل اسی طرح ہے جیسے میری ہجرت مکہ سے مدینہ منورہ-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابو حنیفہ کی مدح میں احادیث موضوعہ:

چونکہ امام ابو حنیفہ فارسی النسل اور امام شافعی عربی الاصل تھے- اس لیے شعوبیہ نے امام ابو حنیفہ کی مدح اور امام شافعی کی قدح میں حدیثیں وضع کی تھیں- ملاحظہ ہوں-

٦- میری امت میں ایک شخص محمد بن ادریس نامی پیدا ہوگا- جو میری امت کے حق میں ابلیس سے بھی زیادہ ضرر رساں ثابت ہوگا- اور ایک اور شخص پیدا ہوگا- جس کو ابو حنیفہ کہیں گے' وہ میری امت کا چراغ ہوگا''-

ابو حنیفہ سراج امتی:

اس حدیث کو تیسری صدی ہجری کے ایک شخص ماموں بن احمد ہروی نے وضع کیا تھا-

٧- ''حضرت آدم نے میری ذات پر فخر کیا تھا اور میں اپنی امت کے ایک شخص پر فخر کرتا ہوں- جس کا نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہوگی- وہ میری امت کا چراغ ہوگا''-

٨- تمام انبیاء میری ذات پر فخر کرتے ہیں اور میں ابو حنیفہ پر فخر کرتا ہوں- جس نے اس سے محبت کی- اس نے مجھ سے محبت کی- اور جس نے اس سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی''-

اسی طرح عربوں نے اہل عجم کے خلاف بھی وضع حدیث کے ہتھیار کو استعمال کیا تھا- مثلاً انہوں نے یہ حدیث وضع کی- العرب سادات العجم (عرب عجمیوں کے سردار ہیں-

یہ ہیں قومی تعصب کے اثرات حدیث نبوی پر! ان سے الحاد فی الدین کی بو آتی ہے- دراصل شعوبیہ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ دینی احکام کی پابندیوں سے آزاد ہو جائیں- مثلاً ''شاش'' نامی شہر کی فضیلت میں ان کی وضع کردہ یہ حدیث کہ ''اس شہر میں سکونت رکھنے اور سو رہنے والا خدا کی راہ میں خون بہانے والے کی مانند ہے''-

(تاریخ الامم الاسلامیہ خضری و ضحی الاسلام ج ا ص ٤٩' نیز اللالی المصنوعہ ج ا ص ٤٢١ و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کشف الخفاء ومزیل کے لباس ج ا ص ۳۳۷)

زندقہ اور وضع حدیث پر اس کے اثرات:

عباسی عہد خلافت میں زندقہ کا اطلاق مجوسی مذہب اور خاص طور پر ''مانی'' کے مذہب کی پیروی پر کیا جاتا تھا- جب کہ اس کے ساتھ ساتھ اسلام کا دعویٰ بھی کیا جائے- پھر اس کے مفہوم میں وسعت پیدا ہوگئی- اور ہر ملحد اور بے دین شخص کو زندیق کہا جانے لگا- اسی طرح زندقہ کا اطلاق اس لا ابالی پن اور فسق و فجور پر کیا جاتا ہے جو بعض اوقات بے دینی کی حدود تک پہنچ جاتا ہے-لیکن نظر و استدلال کی بنا پر نہیں بلکہ بے حیائی اور ڈھیٹ پن کے اعتبار سے-

وضع حدیث کے سلسلہ میں ہم زنادقہ کے کارناموں پر روشنی ڈال چکے ہیں- اب ہم ان عوامل اور عناصر کا تذکرہ کریں گے جو عصر عباسی میں زندقہ کی اشاعت کے سلسلہ میں معاون ثابت ہوئے- نیز زندقہ نے وضع حدیث پر جو اثرات مترتب کیے- ان کی تفصیلات بھی بیان کریں گے-

عصر عباسی میں عموماً اور تیسری صدی ہجری میں خصوصاً مندرجہ ذیل عوامل و عناصر زندقہ کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں مدد و معاون ثابت ہوئے-

۱- دین کے اساسی مسائل و عقائد میں کثرت جدال اور فلسفیانہ مباحث کے ظہور و شیوع نے زندقہ کو ہوا دی- اس دور میں حکمت و فلسفہ کی کتب کو عربی میں ترجمہ کیا گیا اور اکثر علماء ان کے مطالعہ کی جانب متوجہ ہوئے-بعض خلفاء مثلاً مامون وغیرہ بھی اس میں دلچسپی لینے لگے- اسی وجہ سے مامون کو زندقہ سے متہم کیا گیا-

۲- بنو امیہ کے زوال کے بعد اہل فارس جب اپنی حکومت قائم نہ کر سکے تو وہ مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑ کر اور مجوسی تعلیمات خصوصاً مانی کے نظریات ان میں پھیلا کر اسلام کو نقصان پہنچانے لگے-

۳- جب عباسی خلافت میں اہل فارس کو اقتدار حاصل ہوا اور عربوں کو امور سلطنت سے محروم کر دیا گیا- تو ان کو اپنے قدیم عقائد کے اظہار کا موقعہ ملا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ہیں زندقہ کی نشر و اشاعت کے اہم اسباب و وجوہ' جن کی وجہ سے زنادقہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے قابل ہو گئے۔ جھوٹی حدیثیں گھڑ کر ان کو رسول کریمؐ کی جانب منسوب کرنا تو ان کے لیے بہت آسان تھا۔ جس میں ان کو کسی دقت کا سامنا نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں میں ایسی حدیثیں وضع کر کے پھیلا دیں۔ جس سے دین اسلام کا حسن و جمال متاثر ہوتا ہے اور اس میں شکوک و شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس سے ان کا مطلب اسلام کو ختم کرنا' لوگوں کو اس سے نفرت دلانا اور مسلمانوں کو دینی احکام سے برگشتہ و منحرف کرنا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح مسلمانوں کا رعب داب ختم ہو جائے گا۔ اور وہ باقی مسلمانوں کو بسہولت مغلوب کر سکیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ ایک بار پھر برسر اقتدار آ جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں میں مجوسی تعلیمات اور مانویہ فرقہ کے نظریات و افکار پھیلانا شروع کر دیے۔ چنانچہ زنادقہ میں سے عجیب و غریب نظریات مثلاً تجسیم وغیرہ کے حامل فرقے معرض ظہور میں آنے لگے۔ ان میں کچھ قصہ گو اور صوفی نما قسم کے لوگ بھی تھے جو یوں تو زہد و تقویٰ کا مظاہرہ کرتے۔ مگر دل سے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔ (ضحیٰ الاسلام ج ۱ ص ۱۳۷)

زنادقہ کی احادیث موضوعہ:

ذیل میں زنادقہ کی وضع کردہ چند احادیث درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ ''جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو پیدا کرنا چاہا تو گھوڑوں کو پیدا کر کے بھگایا۔ یہاں تک کہ انہیں پسینہ آ گیا۔ پھر اپنے آپ کو اس پسینہ سے پیدا کیا۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ اس حدیث کو زنادقہ نے اس لیے وضع کیا ہے کہ محدثین کی مذمت کر سکیں کہ وہ اس قسم کی دور از کار اور ناممکن العمل حدیثیں بیان کرتے ہیں اور بے عقل لوگ ان کو قبول کر لیتے ہیں۔ یہ حدیث عقلاً و شرعاً باطل ہے۔

۲۔ ''اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے بازوؤں اور سینہ یا ان دونوں کے نور سے پیدا کیا''۔

۳۔ ''اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن پچھلے پہر خاکستری رنگ کے اونٹ پر نازل ہو کر سواروں سے مصافحہ کرتا اور پیدل چلنے والوں کے ساتھ گلے ملتا ہے''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴- ''میں نے اپنے رب کو بہترین شکل وصورت میں خواب میں دیکھا- وہ بالکل نوجوان اور باوقار تھا- اس کے دونوں پاؤں سبز تھے- اس نے سونے کے جوتے پہن رکھے تھے- اس کے چہرے پر سونے کا ایک پروانہ تھا''-

۵- ''جنت کی حوروں کے سرین ایک میل لمبے اور ایک میل چوڑے ہیں''-

۶- جس شخص نے فلاں فلاں سورت تلاوت کی- وہ جنت کے ستر ہزار محلات میں مقیم ہوگا- ہر محل میں ستر ہزار کمرے ہوں گے- ہر کمرہ میں ستر ہزار بسترہ ہوگا- ہر بسترے پر ستر ہزار فلاں چیز ہوگی وغیرہ وغیرہ''-

۷- ''چوہا یہودی ہے- اس لیے وہ اونٹ کا دودھ نہیں پیتا' کیونکہ یہود اونٹ کا دودھ نہیں پیتے''-

۸- ''بلا شیر کی چھینک سے پیدا ہوا اور سور ہاتھی کی چھینک کی پیداوار ہے''-

۹- گوہ (ایک مشہور رینگنے والا جانور) پہلے ایک بے دین اور نافرمان یہودی تھا' اسے مسخ کر کے گوہ بنا دیا گیا''-

۱۰- ''سہیل (ایک ستارے کا نام ہے) پہلے ایک شخص تھا جو یمن کے ملک میں ٹیکس وصول کیا کرتا تھا''-

۱۱- ''زہرہ (ایک ستارے کا نام) پہلے ایک زانیہ عورت تھی- اسم اعظم کی برکت سے اسے آسمان پر اٹھا کر ستارہ کی صورت میں مسخ کر دیا گیا''-

۱۲- ''زمین ایک مچھلی نے اپنی پیٹھ پر اٹھا رکھی ہے''-

(مقدمہ تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبہ)

اور اس قسم کی بے شمار احادیث موضوعہ-

عباسی خلفاء کی زنادقہ کے خلاف معرکہ آرائی:

عباسی خلفاء نے زنادقہ کا مقابلہ کیا- خدا کی زمین کو ان کے جراثیم سے پاک کر دیا- اور اس میں ذرا برابر صلح جوئی اور نرمی سے کام نہ لیا- خلفائے بنی عباس نے زنادقہ کو قید کیا- ان کو قتل کیا اور ملک سے نکال دیا- خلیفہ ابوجعفر منصور نے اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عہد خلافت میں زنادقہ کو خوب سزائیں دیں۔ خلیفہ مہدی نے اپنی خلافت میں زنادقہ کو بری طرح رگیدا۔ اس نے زنادقہ کی سرکوبی کے لیے ایک شخص مقرر کیا۔ جس کو ''صاحب الزنادقہ'' کہا جاتا ہے۔ اس کا کام زنادقہ کو ہلاک کرنا اور ان کا استیصال کرنا تھا۔ متکلمین میں سے مشہور مناظرین کو حکم دیا کہ ملحدین کے رد میں کتابیں لکھیں۔ معاندین پر حجت تمام کریں۔ اور جو لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں' ان پر حق واضح کر دیا جائے۔ خلیفہ مہدی نے اپنے بیٹے موسیٰ ہادی کو وصیت کی کہ زنادقہ کو بالکل ختم کر دے۔ اس نے ہادی کو بتایا کہ زنادقہ بدنیت ہیں اور اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں۔ منقول ہے کہ ہادی نے کہا تھا۔

''اگر میں زندہ رہا تو اس فرقہ کو مٹا دوں گا اور ایک بھی جھپکنے والی آنکھ باقی نہیں چھوڑوں گا''۔

ہادی نے اپنے باپ کی وصیت نہایت امانت ودیانت کے ساتھ پوری کر دی۔

آگے چل کر ہارون و مامون نے بھی زنادقہ کا خوب تعاقب کیا۔ خلیفہ مامون کو پتہ چلا کہ بصرہ کے دس زنادقہ مانی کو اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہیں اور نور وظلمت کو خدا تسلیم کرتے ہیں۔ مامون نے ان کو دربار میں طلب کیا۔ اور ایک ایک کر کے بلایا مامون ان کے مذہب کے بارے میں دریافت کرنے لگا انہوں نے کہا ہم مسلمان ہیں مامون نے ان کی آزمائش کا یہ طریقہ تجویز کیا کہ مانی کی تصویر دکھا کر ان سے کہا کہ وہ اس پر تھوکیں۔ اس طرح انہیں بری قرار دیا جائے گا۔ ان سب نے اس بات سے انکار کر دیا۔ مامون نے ان کو قتل کر دیا۔ خلیفہ معتصم کے عہد خلافت میں زندقہ کی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ پیش آیا۔ اور وہ یہ تھا کہ معتصم کے سپہ سالار افشین کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ زندیق ہے۔ چنانچہ اسے قید کر کے کھانا پینا بند کر دیا گیا۔ جب وہ مر گیا تو اسے سولی دے کر آگ میں جلا دیا گیا۔ (ضحیٰ الاسلام ج ۱ ص ۱۴۰)

قصہ گوئی کا فن اور حدیث پر اس کے اثرات:

زندقہ کی طرح قصہ گوئی کا بھی ان دنوں عام چرچا تھا۔ اور بہت سے لوگوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اس کو ایک پیشہ کی حیثیت سے اختیار کیا ہوا تھا- یاد رہے کہ ان قصہ گولوگوں میں کچھ زنادقہ بھی شامل تھے- بعض لوگوں نے اس کو کسب معاش کا ذریعہ بنا رکھا تھا- بعض لوگ ان میں علم وفضل اور امامت فی الحدیث کے دعویدار تھے-

اس دور میں قصہ گو اور زنادقہ اس قدر پھیل گئے تھے کہ خلفاء یہ حکم صادر کیا کرتے تھے کہ قصہ گو اور نجومیوں کو مساجد اور راستوں میں بیٹھنے سے منع کیا جائے- اسی طرح کتب فلسفہ کی خرید وفروخت ممنوع قرار دی گئی تھی- جب ۲۷۹ھ میں معتضد باللہ مسند خلافت پر متمکن ہوا- تو اس نے حکم صادر کیا کہ تاجران کتب فلسفہ کی کتابیں فروخت نہ کریں- قصہ گو اور نجومیوں کو راستے پر بیٹھنے سے روک دیا گیا- (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۴۶)

علامہ عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ نے اپنی کتاب ''تاویل مختلف الحدیث'' میں اس دور کے قصہ گولوگوں کی بہت عمدہ تصویر کھینچی ہے- فرماتے ہیں-

''حدیث نبوی میں آمیزش تین طرف سے آئی''- اور وہ حسب ذیل ہیں-

۱- زنادقہ- یہ لوگ اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے- یہ طرح طرح کی بدترین اور ناممکن العمل مضامین پر مشتمل احادیث وضع کیا کرتے تھے- جیسا کہ قبل ازیں ہم اس کی امثلہ ذکر کر چکے ہیں- ان میں سے ابن ابی العوجاء زندیق اور صالح بن عبدالقدوس دھریہ بہت مشہور تھے-

۲- قصاص- حدیث نبوی میں ملاوٹ کی دوسری وجہ پرانے قصہ گو لوگ تھے- یہ منکر وغریب اور جھوٹی احادیث بیان کر کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا کرتے تھے- عوام کی یہ عادت ہے کہ جو قصہ گو عجیب وغریب اور خارق العقل قسم کی باتیں سناتا ہو- یا الم انگیز اور رلا دینے والے واقعات بیان کرتا ہوتو وہ اس کے پاس بیٹھتے اور اس کی باتیں بڑے ذوق شوق سے سنتے ہیں-

یہ واعظ قسم کے لوگ جنت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنت کی حوریں کستوری یا زعفران کی بنی ہوئی ہیں- ان کے سرین ایک میل لمبے اور ایک میل چوڑے ہیں- اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو سفید موتیوں کے محلات میں ٹھہرائے گا- ہر محل میں ستر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہزار گنبد اور ہر گنبد میں ستر ہزار بستر ہے- ہر بستر میں ستر ہزار فلاں چیز ہو گی- وہ ہر چیز کو ستر ہزار شمار کرتا چلا جائے گا- گویا اس کے نزدیک ستر ہزار سے کم وبیش کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی- وہ کہتے ہیں کہ جنت میں جس شخص کو ادنیٰ درجہ حاصل ہو گا- اس کو پوری کائنات سے اتنے گنا زائد ملے گا- ان اعداد و شمار میں جتنی کثرت ہو گی' واعظ کی بات اتنی ہی پر کشش ہو گی- اسی قدر زیادہ لوگوں کا ہجوم اس کے یہاں ہو گا- اور اسی قدر زیادہ تحائف اس کو ملیں گے- حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جنت کے بارے میں جو کچھ فرما دیا ہے اس سے زیادہ کی حاجت نہیں ہے-

یہ واعظ حضرات آدمؑ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کا قد اس قدر لمبا تھا کہ آسمان یا بادل سے ٹکراتا تھا- یہی وجہ ہے کہ ٹکرانے کی وجہ سے ان کے سر کے بال جاتے رہے- جب آدم زمین پر اترے تو جنت کی جدائی میں اس قدر روئے کہ ان کے آنسوؤں سے دریا بہنے لگا اور اس میں کشتیاں چلنے لگیں-

حضرت داؤد علیہ السلام پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ واعظ بیان کرتے ہیں کہ آپ چالیس راتیں خدا کے آگے سجدہ میں پڑے رہے اور اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے گھاس اُگ آئی- پھر سرد آہ بھری تو یہ گھاس جلنے لگی-

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے کہ ان کا عصا اتنا لمبا تھا جتنا لمبا ایک طویل کھجور کا درخت ہو- حضرت موسیٰ کی آنکھ بجلی جیسی اور ان کی خوشبو فلاں قسم کی-

حضرت یونس علیہ السلام کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آپ لبنان کے پہاڑ پر آئے- آپ کے معتقدین میں سے ایک شخص ایسا تھا جو سال بھر رکوع کی حالت میں رہتا- اور ایک سال سجدہ میں گزارتا- اتنی مدت کے بعد کچھ کھاتا پیتا-

۳- حدیث میں آمیزش کی تیسری وجہ کچھ افسانوں کی قسم کی کہانیاں ہیں- جو دور جاہلیت میں لوگ بیان کیا کرتے تھے- مثلاً یہ کہ گوہ پہلے ایک نافرمان یہودی تھا- پھر اس کو گوہ کی صورت میں مسخ کر دیا گیا- اسی طرح یہ کہانی کہ مرغ اور کوا شراب پیا کرتے تھے- جب شراب ختم ہو گئی تو کوے نے مرغ کو شراب فروش کے پاس رہن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھ دیا- خود چلا گیا- اور لوٹ کر نہ آیا- مرغ شراب فروش کے ہاں چوکیدار کے طور پر کام کرتا رہا- (ابن قتیبہ کا بیان ختم ہوا) (تاویل مختلف الحدیث ص ۳۵۵)

امام جلال الدین سیوطی جعفر بن محمد طیالسی سے نقل کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین نے جامع رصافہ میں نماز ادا کی- ایک واعظ ان کے سامنے کھڑا ہو کر بیان کرنے لگا کہ مجھے احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے بتایا کہ ہمیں عبدالرزاق نے معمر سے' اس نے قتادہ سے اس نے انسؓ سے حدیث سنائی کہ جو شخص ''لا الہ الا اللہ'' پڑھتا ہے' تو اللہ ہر لفظ سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے جس کی چونچ سونے کی اور اس کے پر مرجان کے ہوتے ہیں- اس طرح بیس اوراق پر مشتمل حدیث بیان کی- یہ سن کر امام احمد اور یحییٰ بن معین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے-

امام احمد نے یحییٰ سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث سنائی تھی؟ یحییٰ کہنے لگے بخدا میں نے تو یہ حدیث ابھی سنی ہے- جب وعظ کہہ کر تحفے وصول کرنے لگا تو دیکھتا رہا کہ کوئی اور بھی تحفہ دینے والا ہو- یحییٰ نے اشارہ سے بلایا- وہ یہ سمجھ کر آیا کہ تحفہ دینا چاہتے ہیں- یحییٰ نے پوچھا یہ حدیث آپ کو کس نے سنائی؟ اس نے کہا احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے کہنے لگے ''میں یحییٰ ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں- ہم نے یہ حدیث آج تک نہیں سنی اگر جھوٹ ہی بولنا تھا تو کسی اور کا نام لے لیتے''- اس نے کہا اچھا تو آپ یحییٰ ہیں؟ انہوں نے کہا ''جی ہاں! کہنے لگا ''میں سنتا رہا تھا کہ یحییٰ پاگل ہے- آج اس کی تصدیق ہوئی''-

یحییٰ کہنے لگے ''آپ کو میرے احمق ہونے کا پتہ کیسے چلا؟'' وہ کہنے لگا گویا دنیا میں کوئی اور احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہے ہی نہیں- میں سترہ ایسے اشخاص سے حدیثیں روایت کر چکا ہوں- جن میں سے ہر ایک کا نام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہے- امام نے اپنی آستین منہ پر رکھ لی اور فرمانے لگے ''اسے جانے دیجئے'' چنانچہ وہ دونوں کا مذاق اڑاتا ہوا چل دیا- (تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص للسیوطی ص ۴۸)

❀ ❀ ❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس دور کے مشاہیر ائمہ حدیث کا تعارف

اس صدی میں عظیم محدثین پیدا ہوئے اور انہوں نے حدیث نبوی' اسماء الرجال اور علل حدیث کے سلسلہ میں خدمات جلیلہ انجام دیں- ذیل میں چند مشاہیر محدثین کا تعارف کرایا جاتا ہے-

علی بن المدینی:

آپ ممتاز ائمہ حدیث میں سے تھے- اسماء الرجال اور علل حدیث میں خصوصی مہارت رکھتے تھے- آپ نے اس ضمن میں عدیم النظیر کتابیں تصنیف کی ہیں- اسی لیے علمائے حدیث نے آپ کی تحسین کی - اور آپ کی مہارت و بصیرت کا اعتراف کیا ہے- چنانچہ سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن القطان جو کہ دونوں ان کے استاد ہیں' فرماتے ہیں-

''بخدا جس قدر علم وہ مجھ سے حاصل کرتے تھے' اس سے کئی گنا زیادہ میں ان سے حاصل کرتا تھا''-

امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

''علی بن المدینی کے سوا کسی اور کے سامنے مجھے اپنی بے مائیگی کا احساس نہیں ہوا''-

ابوحاتم فرماتے ہیں:

''ابن المدینی حدیث اور علل کی پہچان میں نہایت بلند مقام رکھتے ہیں''-

امام حاکم نے اپنی کتاب ''معرفۃ علوم حدیث'' میں ابن المدینی کی متعدد تصانیف کا تذکرہ کیا ہے- جن سے ان کے بلند پایہ عالم ہونے اور علوم الحدیث میں مہارت و بصیرت کا پتہ چلتا ہے-

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تصانیف:

ان کی اہم تصانیف حسب ذیل ہیں:

۱- کتاب الاسامی والکنی	۸	اجزاء
۲- کتاب الضعفاء	۱۰	=
۳- کتاب المدلسین	۵	=
۴- کتاب الطبقات	۱۰	=
۵- کتاب علل المسند	۳۰	=
۶- کتاب علل حدیث ابن عیینہ	۱۳	=
۷- کتاب من لا یحتج بحدیثہ	۲	=
۸- کتاب الکنی	۵	=
۹- کتاب الوہم والخطاء	۵	=
۱۰- کتاب من نزل من الصحابۃ سائر البلدان	۵	=
۱۱- کتاب من حدث ثم رجع عنہ	۲	=
۱۲- کتاب اختلاف الاجزاء	۵	=
۱۳- کتاب العلل المتفرقۃ	۳۰	=
۱۴- کتاب مذاہب المحدثین	۲	=

ودیگر تصانیف: آپ نے ۲۳۴ ہجری میں سرمری کے مقام پر وفات پائی۔

(تہذیب الاسماء للنووی ج ا ص ۳۵۰' فہرست ابن الندیم ص ۳۲۲۔ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۷۱)

یحییٰ بن معین:

آپ مندرجہ ذیل چار ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ جن پر حدیث نبوی کی قیادت وسیادت ختم ہوگئی تھی۔ وہ چار ائمہ یہ ہیں۔

احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی' ابوبکر بن ابی شیبہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ نے حدیث کا درس عبداللہ بن مبارک' ابن عیینہ' ابن مہدی' ہشیم' وکیع وغیرہم سے حاصل کیا۔

آپ کے تلامذہ میں ابوزرعہ رازی' ابو حاتم' بخاری' مسلم' ابوداؤد اور بکثرت دیگر محدثین کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

علماء نے آپ کی امامت وجلالت نقد حدیث اور مہارت جرح وتعدیل پر اتفاق کیا ہے۔منقول ہے کہ آپ نے قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا مانگی۔

''اے اللہ اگر میں نے کسی شخص پر نقد و جرح کی ہو جو میرے نزدیک جھوٹا نہ ہو تو میری مغفرت نہ کر''۔

یحییٰ بن معین سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا:

''جب تک ہم حدیث کو تیس طرق سے روایت نہ کر لیں ہم اس کو تحریر نہیں کرتے''۔

امام احمد بن حنبل ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''یحییٰ بن معین سے حدیث کا سماع شرح صدر کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کو حدیث ہی کے لیے پیدا کیا تھا۔ آپ دروغ پیشہ لوگوں کا جھوٹ ظاہر کر دیا کرتے تھے۔ جس حدیث کو یحییٰ نہیں پہچانتے وہ حدیث ہی نہیں''۔

علی ابن المدینی فرماتے ہیں:

''میں نے زندگی بھر یحییٰ جیسا شخص نہیں دیکھا''۔

امام حاکم نے اپنی کتاب ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں یحییٰ بن معین کو فقہائے محدثین میں شمار کیا ہے۔

آپ نے مدینہ منورہ میں ۲۳۳ھ میں وفات پائی اور بقیع کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔ آپ کی وفات کے دن مدینہ منورہ میں منادی کرائی گئی تھی کہ:

''یحییٰ بن معین وہ ہستی تھے جو حدیث نبوی سے جھوٹ دور کیا کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے"۔ (تہذیب الاسماء ج ا ص ۱۵۶' الفہرست لابن الندیم ص ۳۲۲'
معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۷۲)

ابوبکر بن ابی شیبہ:

عبداللہ بن محمد بن شیبہ کوفی نے مندرجہ ذیل اکابر محدثین سے روایت کی۔
ابوالاحوص' عبداللہ بن مبارک' شریک' ہشیم' جریر بن عبدالحمید' وکیع' ابن علیہ'
ابن مہدی' ابن القطان' ابن عیینہ' زید بن ہارون ودیگر شیوخ واساتذہ۔

آپ کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل مشاہیر محدثین شامل ہیں۔
بخاری' مسلم' ابوداؤد' ابن ماجہ' نسائی بواسطہ احمد بن علی قاضی' ابوبکر بن ابی
شیبہ کے بیٹے ابوشیبہ ابراہیم' احمد بن حنبل' محمد بن سعد' ابوزرعہ' ابوحاتم' عبداللہ بن احمد
بن حنبل' ابراہیم الحربی ودیگر تلامذہ۔

ابوبکر بڑے ثقہ حافظ حدیث تھے۔ آپ کے معاصرین نے آپ کی تحسین و
توصیف کی ہے۔

ابوعبیدہ قاسم بن سلام فرماتے ہیں:

"چار علماء کی ذات پر علم حدیث ختم ہو گیا۔ ابوبکر طرق حدیث کے ماہر ہیں۔ احمد بن حنبل عظیم فقیہ ہیں۔ یحییٰ بن معین جامع عالم ہیں اور علی بن المدینی سب سے بڑھ کر فاضل ہیں"۔

صالح بن محمد کہتے ہیں:

"علل حدیث کے سب سے بڑھ کر ماہر ابن المدینی ہیں۔ راویوں کے اسماء میں غلطیوں کے پہچاننے والے یحییٰ بن معین ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر حافظ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں"۔

ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں:

"میں نے ابوبکر بن ابی شیبہ سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا"۔

محدث ابن حبان فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ابوبکر عظیم حافظ حدیث تھے- آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے- جنہوں نے حدیثیں لکھیں- ان کی جمع و تدوین میں حصہ لیا- اور حدیث کے بارے میں کتب تصنیف کیں آپ اقوال تابعین کے سب سے بڑے حافظ تھے- آپ نے ۲۳۵ھ میں وفات پائی''- (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲)

ابو زرعہ رازی:

اسم گرامی عبد بن عبدالکریم ہے- یہ مشہور حافظ حدیث تھے- ان کے معاصرین ان کو عظیم عالم متقی حافظ حدیث اور اپنے اقران و اماثل پر فائق قرار دیتے تھے- ان کو سات لاکھ احادیث نبویہ زبانی یاد تھیں- اپنے عالم شباب میں جب یہ امام احمد بن حنبل سے ملتے تو آپ فرضی نمازوں پر اکتفا کرتے اور ابو زرعہ کے ساتھ حدیث کے مذاکرہ کو نوافل کے قائم مقام تصور کرتے ہیں- اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علم حدیث میں حفظ و ضبط کے اعتبار سے ابو زرعہ کا پایہ کس قدر بلند تھا-

امام حاکم معرفۃ علوم الحدیث میں رقم طراز ہیں-

''جب قتیبہ بن سعد مقام ری کی طرف لوٹ آئے تو لوگوں نے ان سے حدیثیں سنانے کی درخواست کی- مگر انہوں نے انکار کیا اور کہا میں اس وقت حدیث بیان کروں گا جب میری مجلس میں احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین و علی بن المدینی وابوبکر بن ابی شیبہ ابوخیثمہ حاضر ہوں گے- لوگوں نے کہا ہم میں ایک نوجوان ہے جو وہ تمام احادیث بیان کرتا ہے جو آپ نے تمام مجالس میں سنائی ہیں- انہوں نے ابو زرعہ سے کہا کہ اٹھ کر حدیثیں سنایئے- ابو زرعہ اٹھے اور وہ تمام حدیثیں سنا دیں جو قتیبہ نے روایت کی تھیں یہ دیکھ کر قتیبہ بن سعد حدیثیں روایت کرنے لگے- ابو زرعہ فقہائے حدیث میں شمار ہوتے تھے''-

ابو زرعہ نے ۲۶۴ھ میں وفات پائی- (تاریخ ابن کثیر ج ۱۱ ص ۳۷، معرفۃ علوم الحدیث ص ۷۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو حاتم رازی:

نام و نسب محمد بن ادریس بن منذر بن داؤد بن مہران ابو حاتم حنظلی رازی ہے۔ یہ بہت بڑے حافظ اور علل حدیث و جرح و تعدیل کے جید عالم تھے۔ حدیث نبوی کی طلب و تلاش میں متعدد دیار و بلاد کی خاک چھانی اور ائمہ کبار سے حدیث کا درس لیا۔ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”میرے بیٹے! میں احادیث نبوی کی تلاش میں پاپیادہ تین ہزار میل سے زیادہ سفر کر چکا ہوں“۔

اپنے معاصر علمائے حدیث کو چیلنج کرتے ہوئے کہا کرتے تھے:

”تم میں سے جو شخص ایسی حدیث بیان کرے جو مجھے یاد نہ ہو تو میں ہر حدیث کے عوض ایک درہم صدقہ کروں گا۔ کوئی شخص بھی ایسی حدیث نہ بتا سکا۔ حاضرین میں ابو زرعہ رازی بھی تھے“۔

سب علماء علم حدیث میں آپ کی امامت و جلالت کے بارے میں یک زبان ہیں۔ محدث حاکم نے آپ کو فقہاء الحدیث میں شمار کیا ہے۔ آپ نے ۲۷۷ھ میں وفات پائی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۵۹ و معرفۃ علوم الحدیث ص ۷۶)

محمد بن جریر طبری:

ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب طبری ۲۲۴ھ میں آمل میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں سکونت گزیں ہوئے۔ اور وہیں وفات پائی۔ آپ کو امام ترمذی و نسائی کے طبقہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ نے امام بخاری و مسلم کے اساتذہ اور دیگر محدثین سے کسب فیض کیا۔ آپ کے تلامذہ میں احمد بن کامل و محمد بن عبداللہ شافعی اور مخلد بن جعفر کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

ابن جریر طبری کو اکابر ائمہ میں شمار کیا جاتا اور آپ کے علم و فضل پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ آپ کتاب اللہ کے حافظ' ماہر قراءت' اس کے معانی و مطالب کے راز داں' عظیم فقیہ طرق حدیث سے آگاہ' احادیث صحیحہ و سقیمہ اور ناسخ و منسوخ سے باخبر' اقوال

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

صحابہؓ و تابعین سے آشنا اور زبردست مؤرخ تھے۔

آپ کی تصانیف میں آپ کی کتاب ''تاریخ الامم والملوک'' بہت مشہور ہے۔ آپ کی تفسیر قرآن بھی حد درجہ شہرت کی حامل ہے۔

ابو حامد الاسفرائینی تفسیر ابن جریر کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص تفسیر ابن جریر حاصل کرنے کے لیے چین بھی جائے تو یہ کچھ زیادہ سفر نہیں ہے''۔

طبری نے ''تہذیب الآثار'' نامی کتاب بھی تصنیف کی تھی مگر اس کی تکمیل نہ کر سکے۔ امام طبری کی اگر یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچ جاتی تو علوم الحدیث کے باب میں لاثانی ہوتی اس کتاب کا آغاز طبری نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مرویات سے کیا ہے۔ ہر حدیث کی علت' اس کے طرق اور اس میں جو فقہی احکام ہیں یا علماء کا جو اختلاف پایا جاتا ہے۔ وہ بیان کیا ہے۔ امام طبری اس کتاب کا جو حصہ تحریر کر سکے ہیں' اس میں عشرہ مبشرہ' اہل بیت اور موالی کی مرویات آ گئی ہیں اور کچھ حصہ مسند ابن عباس کا بھی شامل ہے۔ یہ طبری کی عجیب ترین کتب میں ہے۔ ابن کثیر البدایہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے طبری کی ایک کتاب دیکھی ہے۔ جس میں ''واقعہ غدیر خم'' سے متعلق احادیث دو ضخیم مجلدات میں جمع کی ہیں۔ اور بقول ابن کثیر طبری نے ایک کتاب بھی مرتب کی ہے۔ جس میں حدیث الطیر'' کی تمام اسانید یک جا کر دی ہیں۔ امام طبری نے ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔ (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۱۱ ص ۱۴۵' مفتاح السنۃ ص ۳۳ طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۳۸)

ابن خزیمہ:

محمد بن اسحاق ابوبکر بن خزیمہ نیشاپوری حدیث نبوی کے امام الائمہ تھے۔ تحصیل حدیث میں رَی و بغداد و بصرہ و کوفہ و شام و جزیرہ و مصر و واسط کے دیار و بلاد میں گھومے پھرے۔ آپ نے بے شمار لوگوں سے حدیثیں سنیں ان میں اسحاق بن راہویہ و محمد بن حمید بہت مشہور ہیں۔ مگر ابن خزیمہ نے ان دونوں سے حدیثیں سن کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آگے روایت نہیں کی تھیں۔ اس لیے کہ وہ بچپن میں سنی تھیں۔ ابن خزیمہ نے محمود بن غیلان و محمد بن ابان المستملی و اسحٰق بن موسیٰ الخطمی و ابوقدامہ سرخسی و دیگر علمائے سے حدیثیں اخذ کیں۔

ابن خزیمہ سے کبار ائمہ حدیث مثلاً بخاری و مسلم (مگر وہ احادیث ان دونوں کی صحیحین میں شامل نہیں ہیں) محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم (ابن خزیمہ کے استاد ہیں) و یحییٰ بن محمد بن صاعد و ابوعلی غسانی و اسحاق بن سعد نسوی اور بے شمار لوگوں نے حدیثیں روایت کیں۔ ابن خزیمہ علم و علماء کے کعبہ و قبلہ تھے۔ جن کا رخ کر کے لوگ ہر طرف سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ وہ گویا شاعر کے اس شعر کے مصداق تھے ؎

کا لبحر یقذف للقریب جواھراً کرمًا و یبعث للغریب سحائبا

(جیسے سمندر قریب والوں کی طرف از راہ کرم قیمتی موتی پھینکتا ہے۔ اور دور رہنے والوں کی طرف بادلوں (کا تحفہ) بھیجتا ہے)

آپ حدیث نبوی میں نہایت حزم و احتیاط سے کام لیا کرتے تھے۔ اسناد میں ذرا بھی شک ہوتا تو حدیث کو صحیح قرار دینے میں توقف سے کام لیتے۔ امام حاکم ابوالعباس بن سریج سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن خزیمہ کے بارے میں کہا:

''ابن خزیمہ کرید کرید کر حدیث نبوی سے نکتے نکالتے ہیں''۔

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں:

''ابن خزیمہ نے ہم سے جو استفادہ کیا تھا۔ ہم نے ان سے اس سے کئی گنا زیادہ علمی فائدہ حاصل کیا''۔

محمد بن حبان تمیمی فرماتے ہیں:

''میں نے روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا۔ جو فن حدیث میں مہارت رکھتا ہو۔ اس کے صحیح اور زائد الفاظ سے اس طرح آگاہ ہو کہ گویا سب احادیث اس کی نگاہ کے سامنے ہیں۔ بجز ابن خزیمہ کے''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

''ابن خزیمہ نہایت ثقہ امام اور عدیم النظیر محدث تھے''۔

امام حاکم نے ابن خزیمہ کو فقہائے حدیث میں شمار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کی تصانیف ایک سو چالیس سے بھی زائد ہیں۔ ان کے مسائل کا مجموعہ اس پر مزید ہے۔ جو سو اجزاء پر مشتمل ہے۔ صرف ''حدیث بریرہ'' کے فقہی مسائل پر انہوں نے تین اجزاء تحریر کیے ہیں۔ حج کے مسائل پانچ اجزاء پر مشتمل ہیں۔

ابن خزیمہ نے کتاب ''الصحیح'' مرتب کی ہے جو حدیث کی نہایت بلند پایہ کتاب ہے۔ سیوطی اپنی کتاب ''الفیہ'' میں لکھتے ہیں کہ صحیح ابن خزیمہ کا درجہ صحیح مسلم کے بعد ہے۔ مگر اس کا اکثر حصہ معدوم ہو چکا ہے۔

ابن خزیمہ نے ۳۱۱ھ میں وفات پائی۔ (الطبقات الکبریٰ للشافعیہ ج ۲ ص ۱۳۰ معرفۃ علوم الحدیث ص ۸۳۔ الرسالۃ المستطرفۃ للکتانی ص ۱۷)

محمد بن سعد کاتب الواقدی:

ابوعبداللہ محمد بن سعد ابن منیع قرشی بصری ثم بغدادی عظیم حافظ حدیث مورخ اور ثقہ راوی تھے۔ ان کے والد حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ۱۶۸ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۳۰ھ کو بغداد میں وفات پائی۔

ابن سعد محمد بن عمر واقدی کے تربیت یافتہ تھے۔ علاوہ ازیں آپ نے ابن علیہ و سفیان بن عیینہ و یزید بن ہارون واسطی و عبیداللہ بن موسیٰ عبسی و ابونعیم فضل بن دکین کوفی سے کسب فیض کیا۔ مزید برآں بصرہ و کوفہ و واسط و بغداد و مکہ و مدینہ منورہ و شام و یمن اور دیگر دیار و بلاد کے بکثرت محدثین سے استفادہ کیا۔ یہ نہایت کثیر الروایۃ اور حد درجہ ثقہ تھے ان کے کے علم کا مدار و انحصار اکثر و بیشتر علم کے بحر بیکراں محمد بن عمر واقدی کی ذات پر ہے۔

ابن سعد کے تلامذہ میں حسب ذیل اکابر شامل ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مصعب زبیری' الحارث محمد بن ابی اسامہ صاحب المسند' احمد بن عبید بن ناصح ہاشمی' احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری مصنف فتوح البلدان' ابوبکر عبداللہ بن محمد المعروف ابن ابی الدنیا' حسین بن محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن فہم جس نے الطبقات الکبریٰ ابن سعد سے روایت کی- یہ اپنے استاد ابن سعد کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ابن سعد نہایت کثیر العلم اور کثیر التصانیف تھے- آپ نے حدیث وفقہ اور غریب سے متعلق کتب تصنیف کی ہیں''-

راویان حدیث ابن سعد کو بہت پسند کرتے تھے- اس لیے کہ مامون کے عہد میں اور اس کے بعد جو فتنے ظہور پذیر ہوئے- ابن سعد ان میں ملوث نہیں ہوئے تھے- یہی وجہ ہے کہ ابن سعد پوری دلجمعی اور اطمینان کے ساتھ اپنے اور اپنے استاد کے علوم کی اشاعت کرتے رہے- اور آپ کی تصانیف بھی محفوظ رہیں اور لوگوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا-

ابن سعد کی اہم تصنیف ''الطبقات الکبیر'' ہے- یہ کتاب آپ نے نہایت چیدہ و برگزیدہ علمائے سیر مثلاً شعبی و اوزاعی و موسیٰ بن عقبہ و محمد بن اسحاق واقدی سے روایت کر کے مرتب کی ہے- اس کتاب میں ابن سعد نے انبیائے کرام اور حضور اکرم ﷺ کے آباء و اجداد کے احوال و اخبار پر روشنی ڈالی ہے- کتاب کا یہ حصہ دراصل آنحضرت ﷺ کے سیر و مغازی کی تمہید ہے- حضور ﷺ کی سیرت بیان کرنے کے بعد صحابہؓ و تابعین و اتباع تابعین یعنی اپنے عصر و عہد تک تمام علماء کے حالات قلم بند کیے- علماء کے احوال تحریر کرتے وقت آپ نے ان کو ان بلاد و امصار کے اعتبار سے تقسیم کیا ہے- جہاں وہ بود و باش رکھتے تھے- مثلاً مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ و شام و یمن و مصر و کوفہ و بغداد و دیگر اسلامی بلاد و دیار-

سیرت کے موضوع پر یہ اولین کتاب ہے جو نقل ہو کر ہم تک پہنچی اور جس سے کوئی محدث و فقیہ اور مورخ بے نیاز نہیں ہو سکتا- یہ نہایت عمدہ کتاب ہے مگر اس میں موجود روایات قوی نہیں بلکہ ان اسانید میں سے بعض مقطوع و مرسل بھی ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضعیف روایات اس لیے شامل کتاب کی ہیں- تا کہ زیر بحث موضوع سے متعلق کوئی روایت ذکر کرنے سے رہ نہ جائے- ان اسانید کی نقد و جرح اہل علم کے لیے چنداں مشکل نہیں- ان کے بعد سیر و رجال کے موضوع پر لکھنے والے ان کی کتاب سے بے نیاز نہیں ہو سکتے- مزید برآں ابن سعد کے بعد آنے والے سیرت نویس اختصار نویسی کی بنا پر ابن سعد کی ترتیب اور طرز تحریر کو اختیار نہ کر سکے- (تاریخ بغداد از خطیب و مقدمہ طبقات الکبریٰ از شیخ محمد زاہد الکوثری طبع مصر)

اسحاق بن راھویہ:

نام و نسب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم ابو یعقوب حنظلی مروزی ہے- آپ ابن راہویہ کہلاتے تھے جو ان کے والد ابراہیم کا لقب تھا- یہ ائمہ اسلام اور ممتاز فضلاء میں سے تھے- علم حدیث میں امام ہونے کے ساتھ ساتھ آپ عظیم فقیہ و حافظ' راست باز اور عابد و زاہد بھی تھے- علم حدیث کی تلاش میں آپ عراق و حجاز اور یمن و شام جیسے دور دراز ملکوں میں گھومے پھرے-

آپ نے مندرجہ ذیل اکابر سے استفادہ کیا-

شیوخ و اساتذہ: جریر بن عبدالحمید رازی' اسماعیل بن علیہ' سفیان بن عیینہ' وکیع بن الجراح' بقیہ بن ولید' عبدالرزاق بن ہمام' نضر بن شمیل-

آپ کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل اکابر کے اسماء قابل ذکر ہیں-

تلامذہ: محمد بن اسماعیل بخاری' مسلم بن حجاج نیشاپوری' محمد بن نصر مروزی' ابو عیسیٰ ترمذی' احمد بن سلمہ وغیرہم-

آپ کے قدیم اساتذہ میں سے یحییٰ بن آدم اور بقیہ بن ولید اور معاصرین میں سے امام احمد بن حنبل نے آپ سے روایت کی- خود اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ میرے استاد محترم یحییٰ بن آدم نے مجھ سے دو ہزار احادیث روایت کیں- آپ حفظ و اتقان' ورع و صداقت و امامت میں ضرب المثل کی حد تک مشہور تھے- وہ خود فرماتے ہیں- "میں ایک لاکھ احادیث کو یوں جانتا ہوں- جیسے ان کو دیکھ رہا ہوں- ستر ہزار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیث مجھے نوک زبان یاد ہیں- اور مجھے چار ہزار احادیث ضعیفہ یاد ہیں- ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہیں؟ فرمانے لگے مجھے نہیں معلوم کہ لاکھ کسے کہتے ہیں- میں تو یہ جانتا ہوں کہ جو چیز بھی میں نے سنی' یاد ہوگئی اور جو چیز یاد ہوگئی پھر کبھی نہیں بھولی''-

ابوداؤد الخفاف کہتے ہیں:

''اسحاق بن راہویہ نے ہمیں اپنے حافظہ کی مدد سے گیارہ ہزار احادیث املا کرائیں اور پھر پڑھ کر سنائیں' آپ نے ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہ کی''-

ابوحاتم رازی فرماتے ہیں:

''میں نے ابوزرعہ سے اسحاق بن راہویہ کا حفظ اسانید ومتون کا تذکرہ کیا تو کہنے لگے میں نے ان سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا- ابوحاتم کہتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ کا حفظ و اتقان دیکھ کر حیرت ہوتی ہے- ان کی مرویات غلطیوں سے کس قدر پاک ہیں''-

غرض یہ کہ ائمہ حدیث نے ان کی بے حد تحسین وتوصیف کی ہے- ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں-

امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

''وفات سے پانچ ماہ قبل اسحاق بن راہویہ کا حافظہ خراب ہوگیا تھا- میں نے ان ایام میں بھی ان سے حدیثیں سنیں''-

آپ ۱۶۱ھ کو نیشاپور میں پیدا ہوئے اور ۲۳۸ھ میں بعمر ۷۷ سال وفات پائی- (تاریخ بغداد للخطیب ج ۶ ص ۳۴۵)

امام احمد بن حنبلؒ:

نام ونسب ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی مروزی ثم بغدادی ہے- آپ امام الائمہ اور حافظ الامۃ کے لقب سے ملقب تھے- آپ بغداد میں ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے- بچپن میں قاضی ابویوسف کی مجلس میں جایا کرتے تھے- پھر ترک کر دیا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۸۷ھ میں اپنے آپ کو سماع حدیث کے لیے وقف کر دیا- آپ اسلامی دیار و بلاد میں خوب گھومے پھرے اور وقت کے اساتذہ سے حدیثیں سنیں- سب کا بے حد احترام کرتے تھے- آپ کے شیوخ میں ہشیم و ابراہیم بن سعید و سفیان بن عیینہ جیسے اکابر محدثین شامل ہیں-

جب امام شافعی بغداد تشریف لائے تو امام احمد ان کے وابستہ دامن ہو کر استفادہ کرتے رہے- آپ نے حدیث و فقہ کی جانب پوری توجہ مبذول کی- حتیٰ کہ اہل الحدیث آپ کو اپنا امام و فقیہ قرار دیتے ہیں- اکابر محدثین مثلاً محمد بن اسماعیل بخاری' مسلم بن حجاج نیشاپوری' امام شافعی و عبدالرزاق اور وکیع نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا- حالانکہ مؤخر الذکر تینوں بزرگ آپ کے استاد ہیں- امام شافعی حدیث و فقہ میں مہارت کے باوجود احادیث کی تصحیح و تضعیف کے بارے میں امام احمد پر اعتماد کیا کرتے تھے- یہی وجہ ہے کہ جب ۱۹۸ھ کو بغداد میں امام شافعی کی ملاقات ان سے ہوئی تو فرمایا ''ابو عبداللہ! جب کسی حدیث کی صحت آپ کے نزدیک ثابت ہو جائے تو مجھے بتا دیا کریں- تاکہ میں اس پر عمل کروں- خواہ اس کے راوی شامی اور عراقی ہوں یا حجازی اور یمنی''- امام احمد کی عمر اس وقت تیس سال سے کچھ زائد تھی-

امام شافعی فرماتے ہیں:

''جب میں عراق سے نکلا تو اپنے پیچھے احمد بن حنبل سے بڑھ کر صاحب علم و فضل اور عابد و زاہد شخص نہیں چھوڑا''-

غرض یہ کہ ان کے تمام معاصرین نے باختلاف مذاہب و مسالک آپ کے علم و فضل اور حدیث نبوی میں مہارات کا اعتراف کیا ہے-

اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں:

''احمد بن حنبل کائنات پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان حجت ہیں''-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

''احمد بن حنبل میں جو اوصاف تھے وہ میں نے کسی عالم میں نہیں دیکھے۔ آپ ایک حافظ حدیث اور محدث تھے۔ نہایت عابد و زاہد اور اعلیٰ درجہ کے عالم و عاقل تھے۔ ہمارے بارے میں لوگوں کا گمان تھا کہ احمد بن حنبل کی طرح ہو جائیں گے۔ بخدا ہم ویسے نہیں ہو سکتے اور نہ ہی اس روش پر گامزن ہو سکتے ہیں''۔

خلیفہ مامون و معتصم اور واثق پر غلبہ پا کر بعض معتزلہ نے ان سے کہا تھا کہ لوگوں کو خلق قرآن کا عقیدہ تسلیم کرنے پر مجبور کیا جائے۔ امام احمد کو بھی یہ نظریہ قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔ اس کی پاداش میں آپ کو قید و بند کی صعوبتوں سے دو چار ہونا پڑا۔ اور آپ کو درے مارے گئے۔ مگر آپ اپنے عقیدہ پر جمے رہے یہ واقعہ ۲۲۰ھ میں معتصم کے عہد خلافت میں پیش آیا۔ اس واقعہ کے رونما ہونے کے بعد بشر الحافی نے فرمایا:

''امام احمد کو بھٹی میں ڈالا گیا تو آپ کندن بن کر نکلے''۔

علی بن المدینی فرماتے ہیں:

''دین اسلام میں امام احمد جیسی استقامت کسی شخص نے نہیں دکھائی''۔

جب علی بن المدینی کا یہ قول مشہور لغوی ابو عبید قاسم بن سلام کو معلوم ہوا' تو انہوں نے فرمایا:

''علی بن المدینی نے ٹھیک کہا۔ جب حضرت ابوبکرؓ صدیق نے مرتدین کا مقابلہ کیا' تو ان کے مددگار موجود تھے۔ مگر احمد بن حنبل کا ساتھ دینے والا اور کوئی نہ تھا۔ میری دانست میں مسلمانوں میں احمد بن حنبل جیسا کوئی شخص موجود نہیں''۔

امام احمد بغداد میں ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے جب کہ سب علماء آپ کے ثنا خواں اور مدح گستر تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۳۳۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری:

نام ونسب ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم ہے۔ آپ امام المحدثین و شیخ الحفاظ کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ اپنے عصر وعہد کے یکتائے روزگار امام اہل الحدیث بے نظیر رہنما و پیشوا اور اپنے اقران و اماثل پر فائق تھے۔ آپ بخارا کے شہر میں ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ابھی مکتب میں زیر تعلیم تھے کہ خواب میں علم حدیث کی تحصیل کا اشارہ ہوا۔ امام بخاری کے شاگرد فربری کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن ابی حاتم کو یہ کہتے سنا کہ محمد بن اسماعیل بخاری کہتے تھے:

''میں ابھی مکتب میں زیر تعلیم تھا کہ مجھے احادیث نبویہ یاد کرنے کا الہام ہوا۔ میں نے پوچھا آپ کی عمر اس وقت کتنی تھی؟ کہنے لگے دس سال یا اس سے کم''۔ پھر میں نے حدیث کے ایک استاد ''الداخلی'' کے پاس آنا جانا شروع کر دیا۔ ایک دن حدیث بیان کرتے ہوئے اس نے کہا ''سفیان ابو الزبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابراہیم سے''۔ یہ سن کر میں نے کہا ''ابو الزبیر نے تو ابراہیم سے کوئی حدیث روایت کی ہی نہیں''۔ استاد نے مجھے ڈانٹ دیا۔ میں نے کہا ''اگر آپ کے پاس احادیث کا اصل مجموعہ موجود ہو تو اسے دیکھ لیجئے''۔ چنانچہ استاد نے کتاب دیکھی۔ پھر کہنے لگے ارے لڑکے وہ صحیح نام کیا ہے؟ میں نے کہا ''زبیر (نہ کہ ابو الزبیر) بن عدی ابراہیم سے روایت کرتے ہیں۔ استاد نے قلم لے کر اپنی کتاب درست کر لی۔ اور مجھے کہا کہ آپ کی بات درست تھی۔ ایک شخص نے پوچھا' اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟ کہنے لگے ''گیارہ سال کی'' جب میری عمر سولہ برس کی ہوئی تو میں نے عبداللہ بن مبارک اور وکیع کی کتب یاد کر لیں۔ اور اصحاب الرائے کے خیالات سے بھی آشنائی حاصل کر لی۔ پھر میں اپنے بھائی اور والدہ کے ساتھ حج کے لیے گیا۔ جب میری عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو میں نے اپنی کتاب ''قضایا الصحابۃ والتابعین'' مرتب کی۔ اس کے بعد حضورؐ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روضہ کے پاس بیٹھ کر میں نے دوسری کتاب ''تاریخ مدینہ'' لکھی۔ میں چاندنی راتوں میں یہ کتاب لکھا کرتا تھا۔ تاریخ میں کوئی نام ایسا نہیں جس کے بارے میں مجھے کوئی واقعہ یاد نہ ہو۔ مگر طوالت کے نقطہ خیال سے میں نے ایسے واقعات تحریر نہیں کیے''۔

امام بخاریؒ طلب حدیث میں خوب گھومے پھرے۔ چنانچہ سہل ابن السری کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے فرمایا: ''میں شام مصر اور جزیرہ میں دو مرتبہ گیا۔ بصرہ میں چار مرتبہ اور حجاز میں چھ سال قیام کیا۔ کوفہ اور بغداد میں محدثین کے ہمراہ اتنی مرتبہ گیا کہ صحیح تعداد مجھے یاد نہیں رہی''۔

احادیث نبویہ کے متون و اسانید کے ضبط و حفظ اور احادیث صحیحہ و سقیمہ کے فرق و امتیاز کے سلسلہ میں امام بخاری بے نظیر تھے۔ آپ ایک مرتبہ سمرقند تشریف لے گئے۔ آپ کی ملاقات وہاں کے چار سو علمائے حدیث سے ہوئی۔ انہوں نے آپ کا امتحان لینا چاہا۔ اس ارادہ سے انہوں نے متون و اسانید کو باہم خلط ملط کر دیا۔ ہر ایک حدیث کی سند دوسری کے ساتھ لگا دی۔ شامی راویوں کی اسانید عراقی راویوں کے ساتھ لگا دیں اور اس طرح ان کو مخلوط کر دیا۔ پھر یہ حدیثیں انہوں نے امام بخاری کو سنائیں۔ آپ نے ہر حدیث کے ساتھ اس کی اصلی سند لگا دی۔ اور اسانید و متون کو اصلی حالت میں لوٹا دیا۔ چنانچہ یہ علماء کسی حدیث کی سند و متن کے بارے میں بھی امام بخاری پر حرف گیری نہ کر سکے۔ بغداد میں بھی امام بخاری کو اس قسم کا واقعہ پیش آیا۔ چنانچہ سب علماء نے آپ کی مہارت و براعت کا اعتراف کیا۔

امام بخاری کے بارے میں منقول ہے کہ کوئی تحریر آپ کو صرف ایک ہی دفعہ دیکھنے سے ازبر ہو جاتی تھی۔ جن علماء نے آپ کی تحسین و توصیف کی ہے۔ ان میں آپ کے اقران و اماثل اور شیوخ و اساتذہ سب شامل ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں:

''سرزمین خراسان نے امام بخاری جیسا شخص پیدا نہیں کیا''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن المدینی فرماتے ہیں:

''امام بخاری نے خود بھی اپنے جیسا شخص نہیں دیکھا تھا''۔

محمود بن نظر بن سہل شافعی فرماتے ہیں:

''میں بصرہ شام حجاز جا کر وہاں کے علماء سے مل چکا ہوں۔ باتوں کے سلسلہ میں جب امام بخاری کا ذکر آتا تو ان کو اپنے سے افضل قرار دیتے تھے''۔

احمد بن حمدون القصار کہتے ہیں:

''میں نے بچشم خود دیکھا کہ مسلم بن حجاج امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور کہا اے استاذ الاساتذہ اور اے سید المحدثین وطبیب الحدیث! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کی قدم بوسی کروں۔ پھر کفارہ کے بارے میں ایک حدیث پوچھی۔ امام بخاری نے اس کی علت بیان کر دی۔ جب فارغ ہوئے تو امام مسلم نے کہا ''آپ سے دشمنی صرف وہی شخص رکھتا ہے جو حاسد ہو۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ کا ثانی موجود نہیں''۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

''میں نے عراق اور خراسان میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو احادیث کی تاریخ وعلل اور اسانید کی جان پہچان میں امام بخاری سے بڑھ کر ہو''۔

ابن خزیمہ فرماتے ہیں:

''نیلی چھت والے آسمان کے نیچے میں نے محمد بن اسماعیل سے بڑھ کر حدیث کا عالم وحافظ نہیں دیکھا''۔

امام بخاری ائمہ مجتہدین میں سے تھے اور حدیث وآثار سے استنباط احکام کا بہت عمدہ ملکہ رکھتے۔ امام بخاری سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ''کوئی چیز ایسی نہیں جس کی ضرورت ہو اور وہ کتاب وسنت میں موجود نہ ہو''۔ پھر ان سے سوال کیا گیا کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آیا علم سے اس کی تائید ہوتی ہے؟ کہا ''ہاں'' امام بخاری نے صحیح بخاری کے جو تراجم ابواب باندھے ہیں۔ ان سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے۔

امام بخاری کے استاد اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں:

''اگر بخاری حسن بصری کے زمانہ میں ہوتے تو پھر بھی لوگ حدیث و فقہ میں ان کے دست نگر ہوتے''۔

ابونعیم اور احمد بن حماد کہتے ہیں:

''بخاری اس امت کے عظیم فقیہ ہیں''۔

ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی فرماتے ہیں:

''محمد بن اسماعیل بخاری ہم سب میں سے عظیم فقیہ جید عالم نہایت عمیق الفکر اور طلب علم میں نہایت کوشش کرنے والے ہیں''۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

''بعض لوگوں نے امام بخاری کو حدیث و فقہ میں امام احمد اور اسحاق بن راہویہ پر ترجیح دی ہے''۔

امام بخاری نہایت حیا دار' شجاع' سخی' عابد و زاہد اور شریف النفس تھے۔ امراء و سلاطین سے ہمیشہ دور رہے۔ بخارا کے امیر خالد بن احمد ذہلی نے درخواست کی کہ میرے یہاں آ کر بچوں کو حدیث پڑھایا کریں۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اور فرمایا ''علم کو جا کر حاصل کیا جاتا ہے''۔ امیر نے لوگوں کو امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہونے سے روکنا چاہا۔ مگر لوگوں نے یہ بات نہ مانی۔ پھر امیر نے آپ کو بخارا سے جلا وطن کرنے کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ امام بخاری ''خرتنگ'' نامی ایک قصبہ میں چلے گئے جو سمرقند سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب ہر طرف سے فتنہ بازی کا ظہور ہوا تو امام بخاری نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں وفات دے دے۔ اس کے بعد آپ بیمار ہوئے اور عید الفطر کی رات باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ نے نہایت گراں قدر اور مفید تصنیفات مسلمانوں کے لیے پیچھے چھوڑیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

۱- قضایا الصحابة و التابعین
۲- التاریخ الکبیر
۳- التاریخ الاوسط
٤- التاریخ الصغیر
۵- الادب المفرد
٦- القراءة خلف الامام
۷- برّالوالدین
۸- خلق افعال العباد
۹- کتاب الضعفاء
۱۰- الجامع الکبیر
۱۱- المسند الکبیر
۱۲- التفسیر الکبیر
۱۳- کتاب الاشربه
۱٤- کتاب الهبة
۱۵- اسامی الصحابة
۱٦- کتاب الوحدان
۱۷- کتاب المبسوط
۱۸- کتاب العلل
۱۹- کتاب الکنیٰ
۲۰- کتاب الجامع الصحیح، جس کو صحیح بخاری کہتے ہیں۔ یہ آپ کی نہایت بلند پایہ اور مفید کتاب ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۱ص ۲۴ مفتاح السنۃ ص ۳۸ - مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۹۳)

امام مسلم بن حجاج:

ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری امام کبیر اور عظیم حافظ حدیث تھے۔ آپ نیشاپور میں ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ بچپن ہی سے طلب حدیث میں لگ گئے۔ اور مختلف اسلامی بلاد و امصار میں گھومے پھرے۔ چنانچہ آپ احادیث کی تلاش میں عراق و حجاز و شام اور مصر گئے اور وہاں کے مشائخ سے استفادہ کیا۔ جن میں سے بعض امام بخاری کے بھی استاد تھے۔ جب امام بخاری اپنی عمر کے آخری حصہ میں نیشاپور پہنچے تو مسلم آپ کے وابستہ دامن ہو کر ان سے بھرپور استفادہ کرتے رہے۔ اور آپ کے نقش قدم پر چلنے لگے۔

امام مسلم محمد بن اسماعیل بخاری کے دفاع و حمایت میں پیش پیش تھے۔ جب ایک روز مسلم کے استاد محمد بن یحییٰ ذہلی نے اہل مجلس سے امام کی موجودگی میں کہا کہ جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخص مسئلہ خلق قرآن میں امام بخاری کا ہمنوا ہو وہ ہماری مجلس سے چلا جائے۔ امام مسلم اسی وقت اٹھ کر چلے گئے۔ جو احادیث ذہلی سے سن کر لکھی تھیں وہ ان کو واپس کر دیں اور ان سے روایت کرنا چھوڑ دی۔ حتیٰ کہ اپنی کتاب صحیح مسلم میں بھی ذہلی سے روایت نہیں کی۔

امام مسلم سے اس دور کے بکثرت ائمہ حدیث اور حفاظ نے روایت کی۔ جن میں ان کے معاصرین بھی بہت تھے۔ مثلاً ابو حاتم رازی و موسیٰ بن ہارون و احمد بن سلمہ و ترمذی و دیگر محدثین۔ آپ کی امامت و جلالت اور مہارت و حذاقت پر علماء کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل آپ کی کتاب صحیح مسلم ہے۔ جو حسن ترتیب میں اپنی مثال آپ ہے۔ صحیح مسلم میں کمی بیشی کے بغیر حدیث کے طرق و اسانید کو جمع کر دیا گیا ہے۔ کسی سند یا متن میں اگر معمولی سا فرق بھی ہے تو اس کو واضح کر دیا گیا ہے۔ مدلس راویوں سے جو روایات منقول ہیں' ان میں سماع کی صراحت کی گئی ہے۔ بکثرت محدثین نے آپ کی تحسین و توصیف کی ہے۔ چنانچہ احمد بن سلمہ فرماتے ہیں:

> ''میں نے ابوزرعہ و ابو حاتم کو سنا وہ مسلم بن حجاج کو احادیث صحیحہ کی پہچان میں دیگر مشائخ حدیث کے مقابلہ میں ترجیح دیتے تھے''۔

اسحاق بن منصور امام مسلم کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

> ''جب تک آپ مسلمانوں میں موجود ہیں انہیں کوئی خطرہ نہیں''۔

تصانیف:

آپ نے مندرجہ ذیل کتب تصنیف کیں۔

۱۔ صحیح مسلم' یہ آپ کی بہترین تصنیف ہے۔

۲۔ المسند الکبیر علیٰ اسماء الرجال۔

۳۔ الجامع الکبیر علی الابواب۔

٤۔ کتاب العلل۔

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵- کتاب اوھام المحدثین۔

۶- کتاب التمییز۔

۷- کتاب من لیس له الّا راوٍ واحد۔

۸- کتاب طبقات التابعین۔

۹- کتاب المخضرمین۔

آپ نے نیشاپور میں ۲۶۱ھ میں بعمر ستاون سال وفات پائی۔ (تہذیب الاسماء، وتاریخ ابن کثیر ج ۱۱ص ۳۲)

امام نسائی:

نام ونسب ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی ہے۔ خراسان کے مشہور شہر نساء کی طرف نسبت کر کے ان کو نسائی ونسوی کہتے ہیں۔ آپ ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ عظیم امام حدیث اور فن جرح وتعدیل میں اہل الحدیث کے مشہور رہنما وپیشوا تھے۔

امام حاکم فرماتے ہیں:

''میں نے کئی مرتبہ دارقطنی کو فرماتے سنا کہ جرح وتعدیل میں امام نسائی اپنے زمانہ کے محدثین کے سرخیل ہیں۔ آپ روایت حدیث میں نہایت محتاط تھے۔ آپ کی امانت و دیانت کا یہ عالم ہے کہ اپنی سنن میں جب حارث بن مسکین سے روایت کرتے ہیں تو کہتے ہیں ''قُرِئَ عَلَیْهِ وَ اَنَا اَسْمَعُ'' (ان کو پڑھ کر سنایا گیا جب کہ میں سن رہا تھا) اور یوں نہیں کہتے کہ ''حدثنا و اخبرنا'' (انہوں نے مجھے حدیث سنائی اور ہمیں خبر دی) اس لیے کہ امام نسائی نے حارث بن مسکین کو حدیث خود پڑھ کر نہیں سنائی تھی بلکہ آپ کے ہم سبق نے پڑھی اور انہوں نے بھی دیگر طلبہ کے ساتھ سنی تھی۔ یہ ان کی حد درجہ امانت کی دلیل ہے''۔

امام نسائی نے اسحاق بن راہویہ وابوداؤد سجستانی ومحمود بن غیلان وقتیبہ بن سعید وعلی بن خشرم ودیگر علمائے خراسان وحجاز، جزیرہ ومصر وشام سے حدیث کا درس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا- ان سے بکثرت طلبہ فیض یاب ہوئے مثلاً الدولابی و ابو قاسم طبرانی و ابو جعفر الطحاوی و محمد بن ہارون بن شعیب و دیگر محدثین-

امام نسائی کی عمر پندرہ سال تھی جب قتیبہ بن سعید بلخی کے یہاں حاضر ہو کر ایک سال دو ماہ تک اقامت گزیں رہے اور ان سے حدیث کا درس لیتے رہے- پھر مصر پہنچ کر کافی عرصہ وہاں مقیم رہے- وہاں ان کی تصانیف کو بڑی شہرت حاصل ہوئی اور بکثرت لوگ ان کے چشمہ علم سے فیض یاب ہوئے- ۳۰۲ھ میں دمشق تشریف لائے- وہاں آپ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں سوال کیا گیا- امام نسائی نے حضرت علیؓ کو امیر معاویہؓ کے مقابلہ میں افضل قرار دیا- لوگوں نے اس جرم کی پاداش میں ان کو اس قدر پیٹا کہ ان کی موت واقع ہو گئی- امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ جب نسائی دمشق پہنچ کر لوگوں کے نرغہ میں پھنس گئے- اسی حالت میں کہا مجھے مکہ پہنچا دیجئے چنانچہ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ وفات پائی- آپ کو صفا و مروہ کے درمیان دفن کیا گیا- امام ذہبی فرماتے ہیں کہ آپ فلسطین میں رملہ کے مقام پر فوت ہوئے-

تاج الدین سبکی اپنے استاد حافظ ذہبی اور اپنے والد تقی الدین سبکی سے نقل کرتے ہیں کہ نسائی امام مسلم سے بھی بڑے حافظ حدیث تھے- نیز یہ کہ آپ کی سنن میں صحیحین کے بعد سب سے کم ضعیف حدیثیں ہیں- بعض محدثین نے یہاں تک کہا ہے کہ سنن نسائی حدیث کی سب سے عمدہ کتاب ہے- اور اسلام میں ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی- حافظ ابن مندہ و ابن السکن و ابو علی نیشاپوری و ابو احمد بن عدی خطیب بغدادی اور دارقطنی کہتے ہیں:

"سنن نسائی میں شامل سب احادیث صحیح ہیں"-

مگر اس میں سہل انگاری پائی جاتی ہے- بعض اہل مغرب کا یہ قول بڑا شاذ ہے کہ سنن نسائی صحیح بخاری سے بھی افضل ہے- غالباً یہ بات کمال صحت کے اعتبار سے نہیں بلکہ سنن نسائی کی دیگر حیثیتوں کے پیش نظر کہی گئی ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوعلی نیشاپوری کہتے ہیں:

''نسائی کی شروط روایت امام مسلم سے بھی کڑی ہیں''۔

مگر یہ بات تسلیم کرنے کے قابل نہیں۔ علامہ البقاعی الفیہ کی شرح میں ابن کثیر سے نقل کرتے ہیں۔

''نسائی میں مجہول اور مجروح راوی بھی ہیں۔ نیز اس میں ضعیف معلل اور منکر روایات بھی موجود ہیں''۔

امام نسائی نے حدیث اور اس کے علل پر متعدد کتب تصنیف کی ہیں۔ آپ نے ۳۰۳ھ میں بعمر ۸۹ سال وفات پائی۔

(البدایہ ج ۱۱ ص ۱۲۳ ومقدمہ شرح المجتبیٰ از سندھی وسیوطی)

ابوداؤد:

سلیمان بن اشعث بن اسحاق اسدی بجستانی ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ طلب علم میں دور دراز کے سفر کیے۔ عراق و شام ومصر وخراسان کے رہنے والے علمائے حدیث سے استفادہ کیا۔ امام بخاری ومسلم کے اساتذہ سے بھی کسب فیض کیا۔ مثلاً احمد بن حنبل وعثمان بن ابی شیبہ وقتیبہ بن سعید و دیگر ائمہ حدیث۔

ابوداؤد سے ان کے بیٹے عبداللہ نیز ابوعبدالرحمٰن نسائی وابوعلی اللؤلؤی اور دیگر بے شمار لوگوں نے حدیث کا درس لیا۔ علماء نے آپ کو عظیم حافظ' جید عالم اور حد درجہ کا عابد و زاہد قرار دیا ہے۔ آپ علم حدیث کے زبردست ستون تھے۔ حاکم ابوعبداللہ کہتے ہیں۔

''امام ابوداؤد اپنے زمانہ میں حدیث کے یکتائے روزگار فاضل تھے۔ آپ نے مصر وحجاز وشام وعراق اور خراسان کے محدثین سے استفادہ کیا''۔

ابوداؤد سے قبل محدثین جوامع ومسانید تصنیف کیا کرتے تھے۔ اس لیے ان کی تصانیف سنن واحکام کے علاوہ اخبار وقصص اور آداب ومواعظ سب کی جامع ہوا کرتی تھیں۔ کسی نے ابوداؤد سے پہلے خالص سنن واحکام کو یکجا نہیں کیا تھا۔ جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوداؤد کا زمانہ آیا تو انہوں نے احادیث احکام پر اکتفا کیا- اس طرح آپ نے حدیث کی وہ خدمت انجام دی جو کوئی نہ دے سکا تھا- ابوداؤد نے جب اپنی کتاب امام احمد کو دکھائی تو آپ نے بہت پسند کی-

ابراہیم حربی فرماتے ہیں:

''جب ابوداؤد نے یہ کتاب تصنیف کر لی تو حدیث کا فن ان کے لیے ایسا نرم اور آسان ہو گیا جیسے داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم ہو گیا تھا''-

امام ابوداؤد نے متعدد کتب تصنیف کیں- آپ نے بصرہ میں ۲۷۵ھ میں وفات پائی-

ترمذی:

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی ۲۰۹ھ کو ترمذ کے مقام پر پیدا ہوئے آپ عظیم امام ثقہ اور حجت تھے- آپ نے بکثرت محدثین سے استفادہ کیا- مشہور اساتذہ حسب ذیل ہیں-

اساتذہ: قتیبہ بن سعید' اسحاق بن موسیٰ' محمود بن غیلان' سعید بن عبدالرحمٰن' محمد بن بشار' علی ابن حجر' احمد بن منیع' محمد بن مثنیٰ' سفیان بن وکیع' محمد بن اسماعیل بخاری-

آپ کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں:

اصحاب و تلامذہ: محمد بن احمد بن محبوب' انہوں نے امام ترمذی سے ان کی سنن روایت کی ہے- ابوحامد احمد عبداللہ مروزی' ہثیم بن کلیب شاشی' محمد بن معذر-

امام ترمذی مختلف اسلامی دیار و بلاد میں گھومے پھرے- آپ نے خراسان و عراق و حجاز کے رہنے والوں سے کسب فیض کیا- آپ نے حدیثیں لکھیں اور نہایت عمدہ کتابیں تصنیف کیں-

آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

تصانیف:

۱- جامع ترمذی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲- کتاب الاسماء والکنی
۳- کتاب الشمائل
۴- کتاب التواریخ
۵- کتاب العلل
۶- کتاب الزہد

سب علماء آپ کی امامت وجلالت کے بارے میں متفق ہیں۔

محدث ابن حبان نے آپ کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''آپ بہت بڑے حافظ حدیث اور عظیم مصنف ومؤلف تھے''۔

ابو یعلی خلیلی نے آپ کو باتفاق علماء ثقہ قرار دیا ہے۔ امام ترمذی کی توثیق کے لیے یہی بات کافی ہے کہ امام بخاری آپ پر اعتماد کرتے اور آپ سے حدیثیں اخذ کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

''آپ سے بکثرت علماء نے استفادہ کیا ہے۔ جن میں امام بخاری بھی شامل ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں امام ترمذی سے روایت کیا''۔

اس لیے محدث ابن حزم کی یہ بات درست نہیں کہ ''ترمذی مجہول ہے''۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

''اس بات سے امام ترمذی کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا کہ ابن حزم نے اپنی کتاب ''محلی ابن حزم'' میں ترمذی کو مجہول کہا ہے۔ اس سے امام ترمذی کا درجہ تو کیا کم ہوگا۔ البتہ ابن حزم کی شہرت کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

وکیف یصح فی الاذھان شیءٌ اذا احتاج النھار الی دلیل

(جب روز روشن کو بھی دلیل سے ثابت کرنے کی ضرورت ہو تو ذہن میں کون سی بات صحیح ہوسکتی ہے؟)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں:

''محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ابوعیسیٰ ترمذی مؤلف جامع ترمذی باتفاق علماء ثقہ ہیں- ابن حزم کا یہ قول ناقابل التفات ہے کہ ترمذی مجہول ہے- حقیقت یہ ہے کہ ابن حزم کو امام ترمذی کی عظیم تالیف جامع ترمذی اور کتاب العلل کا پتہ ہی نہ چل سکا''-

امام ترمذی عمر کے آخری حصہ میں نابینا ہو گئے تھے- آپ نے ۲۷۹ھ میں ترمذ میں بعمر ستر سال وفات پائی- (میزان الاعتدال للذہبی ج ۳ ص ۱۱' البدایہ و النہایہ ج ۱۱ ص ۶۶)

ابن ماجہ:

ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ بن ماجہ قزوینی مشہور محدث تھے- آپ نے سنن ابن ماجہ کے علاوہ ایک تفسیر لکھی تھی- علاوہ ازیں آپ نے تاریخ کی ایک کتاب بھی مرتب کی تھی- آپ ۲۰۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے- حدیث نبوی کی کتابت و تحصیل کی خاطر ری نامی شہر اور بصرہ و کوفہ و بغداد و شام و مصر و حجاز کے دیار و بلاد میں گھومے پھرے- بکثرت ائمہ حدیث سے حدیث کا درس لیا- مثلاً ابوبکر بن ابی شیبہ و اصحاب مالک ولیث وغیرہم-

آپ کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل اکابر کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں:

ابن سیبویہ' محمد بن عیسیٰ صفار' اسحاق بن محمد' علی بن ابراہیم بن سلمہ القطان حافظ ابن کثیر کے دادا احمد بن ابراہیم' سلیمان بن یزید-

ابو یعلی خلیلی قزوینی فرماتے ہیں:

''ابن ماجہ حدیث کے جید عالم تھے- آپ نے متعدد کتب تصنیف کیں- جن میں سے سنن ابن ماجہ اور تاریخ بہت مشہور ہیں- آپ طلب حدیث کی خاطر عراق و عرب و عجم و مصر و شام گئے تھے''-

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''محمد بن یزید حدیث کی مشہور کتاب سنن ابن ماجہ کے مصنف ہیں۔ اس کتاب سے آپ کے علمی تبحر وسعت اطلاع اور اصول و فروع میں اتباع سنت کا پتہ چلتا ہے۔ سنن ابن ماجہ بتیس کتب' ایک ہزار پانچ سو ابواب اور چار ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ چند ایک کے سوا یہ احادیث سب صحیح ہیں''۔

ابن ماجہ نے ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔

امام ابن قتیبہ الدینوری:

ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری مشہور محدث تھے۔ بعض علماء آپ کو مرو کے شہر کی جانب منسوب کر کے مروزی کہتے ہیں۔ آپ کتاب المعارف اور ادب الکاتب کے مصنف ہیں۔ بڑے فاضل اور ثقہ تھے۔ بغداد میں سکونت پذیر رہ کر اسحاق بن راہویہ و ابو اسحاق ابراہیم زیادی و ابو حاتم سجستانی اور اس طبقہ کے دیگر علماء سے حدیث کا درس لیا۔ ابن قتیبہ سے ان کے بیٹے ابو جعفر احمد فقیہ نے حدیثیں روایت کیں جو ۳۲۱ھ میں قادم مصر ہو کر منصب قضا پر فائز ہوئے تھے۔ ابن درستویہ فارسی نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ مذکورہ صدر دو کتابوں کے علاوہ ابن قتیبہ نے مندرجہ ذیل کتب تصنیف کیں' جو نہایت مفید ہیں:

تصانیف:

۱۔ غریب القرآن
۲۔ غریب الحدیث
۳۔ عیون الاخبار
۴۔ مشکل القرآن
۵۔ مشکل الحدیث
۶۔ طبقات الشعراء
۷۔ الاشربة
۸۔ اصلاح الغلط
۹۔ کتاب التفقیه
۱۰۔ کتاب الخیل
۱۱۔ کتاب اعراب القرآن
۱۲۔ کتاب الانواء
۱۳۔ المیسر و القداح
۱۴۔ کتاب المسائل و الجوابات

و دیگر کتب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن قتیبہ تا زندگی بغداد میں رہ کر اپنی تصانیف پڑھاتے رہے۔ بعض علماء کے نزدیک ابن قتیبہ کے والد مرو کے رہنے والے تھے۔ مگر ابن قتیبہ بغداد میں اور دوسرے قول کے مطابق کوفہ میں پیدا ہوئے۔ چونکہ ابن قتیبہ دینور کے شہر میں عرصہ تک قاضی رہے تھے۔ اس لیے دینوری مشہور ہوئے۔ (از ابن خلکان)

علم وفضل: شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ''تفسیر سورہ اخلاص'' میں جہاں یہ ذکر کیا ہے کہ راسخین فی العلم متشابہات کی صحیح تاویل سے آگاہ ہیں۔ وہاں ارشاد فرماتے ہیں:

''اس قول کو بکثرت اہل السنت نے اختیار کیا ہے۔ ان میں ابن قتیبہ اور ابو سلیمان دمشقی اور دیگر علماء بھی شامل ہیں۔ ابن قتیبہ کا میلان احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کے فقہی مسلک کی طرف ہے۔ آپ اہل السنت کے مشہور فقہی مسالک کی تائید وحمایت کرنے والوں میں سے تھے۔ ابن قتیبہ نے اس ضمن میں متعدد کتب تحریر کی ہیں۔ کتاب التحدیث کے مصنف ابن قتیبہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''وہ عظیم امام محدث اور فقیہ تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ بہترین مصنف ومؤلف بھی تھے۔ ان کی تصانیف تین سو کے لگ بھگ ہیں۔ آپ احمد بن حنبل اور اسحاق کے فقہی مسلک کی جانب مائل تھے۔

ابن قتیبہ ابراہیم حربی اور محمد بن نصر مروزی کے معاصر تھے۔ اہل مغرب آپ کی بہت تعظیم کرتے اور کہتے ہیں کہ ''جو شخص ابن قتیبہ کی غیبت کو جائز سمجھتا ہے وہ زندیق ہے''۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ''جس گھر میں ابن قتیبہ کی کوئی تصنیف موجود نہیں وہ خیر و برکت سے محروم ہے''۔ کہا جاتا ہے کہ اہل السنت میں ابن قتیبہ کو وہی مقام حاصل ہے جو جاحظ کو معتزلہ میں۔ اگر جاحظ معتزلہ کا خطیب ہے تو ابن قتیبہ خطیب اہل السنت ہیں''۔ (شیخ الاسلام کا کلام ختم ہوا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن الانباری لغوی نے ابن قتیبہ کی جو تردید کی ہے' شیخ الاسلام اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ابن الانباری قرآن و حدیث کے معانی و مطالب ابن قتیبہ سے زیادہ نہیں جانتے اور نہ ہی وہ ابن قتیبہ سے زیادہ متبع سنت اور ان سے بڑھ کر فقیہ ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ابن الانباری لغت کے حافظ ضرور ہیں۔ مگر فقہ نصوص کا دائرہ لغت سے الگ ہے''۔

امام ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں:

''عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ ابو محمد صاحب التصانیف صادق القول مگر قلیل الروایت ہیں۔ ابن قتیبہ اسحاق بن راہویہ اور دیگر محدثین سے روایت کرتے ہیں''۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

''ابن قتیبہ نہایت ثقہ دین دار اور فاضل تھے''۔

آپ نے ماہ رجب ۲۷۶ھ میں وفات پائی۔

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تدوین حدیث میں محدثین کی سرگرمی

زیر نظر عصر و عہد تدوین حدیث میں کچھ نئے تغیرات لایا- ایک تو اس لیے کہ گردش دوران سے تغیر کا پیدا ہونا ناگزیر ہے- دوسرے یہ کہ کچھ جدید عوامل و عناصر اس کے موجب بنے- سابقہ ادوار میں محدثین تدوین حدیث کرتے وقت صحابہؓ و تابعین کے اقوال و فتاوی کو بھی احادیث کے ساتھ ملا دیا کرتے تھے- اس عہد میں احادیث نبویہ کو اقوال صحابہؓ و تابعین سے الگ کرنے کا رجحان ابھرا- جب مامون نے خلق قرآن کے فتنہ کو ہوا دی اور معتزلہ محدثین پر مسلط ہو کر ان کی بے وقعتی کرنے لگے اور ان کو متناقض و مشکل اور افسانوی احادیث کے روایت کرنے والے قرار دینے لگے تو محدثین ان کی تردید و تنقید کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے محدثین نے معتزلہ کے وارد کردہ مطاعن و اعتراضات اور ان احادیث کو جمع کیا' جن کو معتزلہ نے متناقض و مشکل قرار دیا تھا- اور ان کی تردید کر کے ان کے دجل و فریب کا پردہ چاک کیا- مذکورہ صدر بیان کی روشنی میں تدوین حدیث میں ابھرنے والے جدید میلانات کو ہم تین قسموں میں منقسم کر سکتے ہیں-

پہلا طریقہ: متکلمین نے حدیث و اہل حدیث کو جن مطاعن کا ہدف بنایا تھا- علماء نے ان کو جمع کیا- ایک ایک کر کے ان کا ازالہ کیا اور محدثین کے دامن کو ان داغ دھبوں سے پاک کیا- اس ضمن میں جن لوگوں نے نمایاں خدمات انجام دیں- ان میں امام ابن قتیبہ کا اسم گرامی پیش پیش ہے- آپ نے اس مقصد کے پیش نظر ''تاویل مختلف الحدیث فی الرد علی اعداء الحدیث'' نامی کتاب تحریر کی- اس پر مفصل تبصرہ آگے آرہا ہے اسی طرح امام بخاری کے استاد علی ابن المدینی نے ''اختلاف الحدیث'' پانچ اجزاء میں تحریر کی-

دوسرا طریقہ: اس دور میں مسانید کے طرز پر حدیثیں جمع کی گئیں- مسند سے محدثین کے نزدیک یہ مراد ہے کہ مؤلف ایک صحابی کو عنوان بنا کر اس کے تحت مذکورہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابی کی تمام مرویات جمع کر دیتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ احادیث صحیح ہوں یا ضعیف اور ان کا تعلق کسی ایک دینی مسئلہ کے ساتھ ہو یا متعدد و مختلف مسائل کے ساتھ۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عنوان کے تحت ان کی مختلف مرویات کو جمع کر دیا جائے۔ پھر حضرت عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم علی ہذا القیاس۔

مسند لکھنے والے علماء صحابہؓ کے اسماء کو مختلف طریقوں سے مرتب کیا کرتے تھے۔ بعض قبائل کے لحاظ سے اسمائے صحابہؓ کو مرتب کرتے۔ پہلے قبیلہ بنی ہاشم کے صحابہؓ پھر جو نسب کے اعتبار سے رسول اکرمؐ سے قریب تر ہوں۔ بعض اسلام میں سبقت کرنے کے لحاظ سے اسمائے صحابہؓ کو ترتیب دیتے۔ چنانچہ پہلے عشرہ مبشرہ بالجنۃ پھر بدری صحابہؓ پھر اہل حدیبیہ، پھر وہ صحابہؓ جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان مسلمان ہوئے اور ہجرت کی۔ پھر فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہونے والے صحابہؓ، پھر وہ صحابہؓ جو عمر میں چھوٹے تھے۔ بعدازاں صحابیات، بعض مصنفین ان باتوں میں سے کسی کو بھی ملحوظ نہیں رکھتے تھے۔ اس عصر و عہد میں بکثرت مسانید مرتب ہوئیں۔ چند ایک مسانید کے نام درج ذیل ہیں۔

مشہور مسانید:

نمبر شمار	نام مصنف	سال وفات ہجری
۱۔	مسند عبیداللہ بن موسیٰ	۲۱۳
۲۔	مسند حمیدی	۲۱۹
۳۔	مسند مسدد بن مسھد	۲۲۸
۴۔	مسند اسحاق بن راہویہ	۲۳۷
۵۔	مسند عثمان بن ابی شیبہ	۲۳۹
۶۔	مسند امام احمد بن حنبل	۲۴۱
۷۔	مسند عبد بن حمید	۲۴۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٨- مسند کبیر از یعقوب بن شیبہ ۲۶۲ یہ بہترین مسند ہے مگر مصنف اسے مکمل نہ کر سکے۔

٩- مسند محمد بن مہدی ۲۷۲

١٠- مسند کبیر از بقی بن مخلد ۲۷۶

یہ مسند مصنف نے اسمائے صحابہ کے مطابق مرتب کی تھی۔ پھر ہر صحابی کی مرویات کو فقہی ابواب کے مطابق ترتیب دیا۔ یہ بڑی جامع مسند ہے۔ اس کے مولف نہایت ثقہ اور حفظ و ضبط میں معروف ہیں۔ امام ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ مسند احمد سے بھی بہتر ہے۔ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں کہ ابن حزم کا یہ قول درست نہیں اور مسند احمد اس سے افضل اور جامع تر ہے۔

مگر اس میں شبہ نہیں کہ مسند نویسی کا طریق کار عیوب و نقائص سے خالی نہیں اس لیے کہ مسانید کا مطالعہ کرنے والا اگر صاحب فن اور اسانید و متون کا نقادنہ ہو تو وہ اس تذبذب میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ نیز یہ کہ آیا اس سے احتجاج کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ ہر حدیث میں اس کے نزدیک صحت وضعف دونوں کا احتمال موجود ہوگا۔ مسانید میں دوسری دقت یہ ہے کہ چونکہ احادیث کو فقہی ابواب پر مترتب نہیں کیا گیا ہوتا اس لیے احادیث سے دینی احکام معلوم کرنا بڑا کٹھن کام ہے۔

تاہم اس میں شبہ نہیں کہ مسند نویسی کی صورت میں محدثین نے حدیث نبوی کی نہایت جلیل القدر خدمت انجام دی ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے احادیث نبویہ کو صحابہؓ و تابعین کے اقوال و فتاوٰی سے الگ کیا اور متون و اسانید کا عظیم ذخیرہ یکجا کر دیا۔ احادیث ضعیفہ کی تالیف و تدوین محدثین نے بے شمار فوائد و مقاصد کے پیش نظر کی۔ اور وہ حسب ذیل ہیں۔

١- بعض دفعہ ضعیف حدیث متعدد طرق و اسانید سے منقول ہونے کی وجہ سے صحت کے درجہ پر فائز ہو جاتی ہے۔

٢- حدیث ضعیف جب کہ متعدد طرق سے مروی ہو تو وہ لائق احتجاج ہو جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ بعض ضعیف حدیثیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی صحت نقاد حدیث پر بعد ازاں واضح ہو جاتی ہے۔

یہ خیال کرنا درست نہیں کہ محدثین رات کے لکڑہارے کی طرح ہر قسم کے رطب و یابس احادیث جمع کرتے جاتے تھے۔ بخلاف ازیں ان کو احادیث صحیحہ وسقیمہ اور ان کی اسانید و علل کا بخوبی علم تھا۔ وہ طلب حدیث کی خاطر قریہ قریہ اور شہر شہر مارے مارے پھرتے رہے اور ہر ملک کی خاک چھانی۔ احادیث کی چھان پھٹک میں انہوں نے اپنی زندگیاں کھپا دیں۔ اس لیے وہ صحیح معنی میں حدیث کے صراف تھے۔ مزید برآں بعض مسانید میں احادیث کو صرف جمع ہی نہیں کیا گیا تھا۔

بلکہ ان کی اسانید و متون پر جرح وقدح بھی کی گئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض مسانید کو اسمائے صحابہؓ پر مرتب کر کے اس کی احادیث کو فقہی ابواب پر تقسیم کیا گیا تھا۔ بقی بن مخلد اور یعقوب بن شیبہ کی مسند کبیر اسی قسم سے تعلق رکھتی تھیں۔ بقی بن مخلد نے ہر صحابی کی مرویات کو فقہی ابواب پر تقسیم کیا تھا۔ اور یعقوب نے اپنی مسند میں ہر حدیث کے طرق و اسانید اور اختلاف رواۃ کو ذکر کر دیا تھا۔

تیسرا طریقہ: اس دور میں تدوین حدیث کے سلسلہ میں تیسرا رجحان یہ پیدا ہوا کہ احادیث کو فقہی احکام کے مطابق مرتب کر کے مختلف انواع میں تقسیم کر دیا گیا۔ مثلاً نماز سے متعلق احکام کو کتاب الصلوٰۃ اور روزہ کے سلسلہ میں وارد شدہ مسائل کو کتاب الصیام میں شامل کیا گیا۔ جن محدثین نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ ان میں سے بعض نے صرف احادیث صحیحہ پر اکتفا کیا۔ مثلاً امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں یہی روش اختیار کی۔ اور بعض نے احادیث صحیحہ کے ساتھ بعض ضعیف احادیث بھی شامل کر دیں۔ مثلاً ابوداؤد و ترمذی ونسائی و دیگر محدثین۔

سب سے پہلے اس بہترین طریقہ کی طرح شیخ المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ) نے ڈالی۔ امام بخاری نے اپنی کتاب "الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ وسننہ وایامہ" میں صرف احادیث صحیحہ جمع کیں۔ اور ان کو ابواب پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منقسم کیا- بعد ازاں امام مسلم بن حجاج قشیری (۲۶۱ھ) اپنی صحیح میں امام بخاری کے نقش قدم پر چلے- یہ امام بخاری کے تربیت یافتہ تلمیذ تھے- تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بخاری و مسلم تمام کتب کے مقابلہ میں صحیح ترین ہیں- بعد میں آنے والے بکثرت محدثین بخاری و مسلم کی ہموار کردہ راہ پر گامزن رہے- مثلاً نسائی و ابوداؤد و ترمذی-

تدوین حدیث کے اس طریقہ کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے بڑی آسانی سے اس بات کا پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں حدیث کس درجہ کی ہے- علاوہ ازیں دین کے مسائل و احکام کے بارے میں وارد شدہ احادیث بسہولت تلاش کی جاسکتی ہیں- اسی کے پیش نظر علماء نے ان کتب کی احادیث کو پہلا درجہ دیا- اور مسانید میں مندرج روایات کو درجہ دوم کا حامل ٹھہرایا-

تیسری صدی ہجری تدوین حدیث اور حدیث کے طلبہ کے لیے سہولت پہنچانے کے نقطہ خیال سے ازمنہ سابقہ کے مقابلہ میں نہایت مسعود و مبارک ثابت ہوئی- بڑے بڑے محدثین ناقدینؒ اور ماہر مصنف و مولف سب اسی دور میں پیدا ہوئے اور پروان چڑھے- اسی زرین دور میں حدیث کی کتب خمسہ یعنی بخاری و مسلم و سنن ابی داؤد و نسائی و ترمذی عالم وجود میں آئیں- سب علماء نے ان کتب پر اعتماد کیا اور ان کی خدمت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا-

کسی نے ان کتب کی شرح لکھی اور کسی نے اختصار کیا- بعض ان پر نقد و جرح کرنے والے اور بعض تائید وحمایت کرنے والے ثابت ہوئے- بعض نے ان کی تخریج کی اور ان کے رواۃ و رجال کی تاریخ لکھی- وہ بھی تھے جنھوں نے ان کے اطراف کو یکجا کیا اور جو حدیثیں ان سے رہ گئی تھیں' ان کو جمع کیا- امام نووی اور دیگر محدثین نے کہا ہے کہ چند احادیث صحیحہ ہوں گی- جن کو ان پانچوں کتب میں سمویا نہ جاسکا-

اب ہم اس صدی کی مشہور کتب مولفہ پر تبصرہ کرتے ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاویل مختلف الحدیث:

اس نفع بخش اور جلیل القدر کتاب کو امام ابن قتیبہ نے حدیث نبوی کے دفاع وحمایت کے نقطہ خیال سے تصنیف کیا ہے- اس کتاب میں محدثین کے دشمنوں کے مزعومات باطلہ کا جواب دیا گیا اور جن احادیث کو انہوں نے متناقض ومختلف قرار دیا ہے- اس کی حقیقت واضح کی گئی ہے- جو احادیث متشابہات کے قبیل سے ہیں یا ان کا معنی ومفہوم بظاہر مشکل ہے' ابن قتیبہ نے ان کی توضیح کی ہے-

مصنف نے پہلے اس کتاب کی غرض تالیف بیان کی ہے- پھر متکلمین اور اصحاب الرائے کے افکار وعقائد پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے- پھر ایک ایک کر کے ان کبار معتزلہ کا ذکر کیا ہے- جو محدثین کو ہدف طعن وملامت بناتے ہیں- سب سے پہلے نظام معتزلی کا ذکر کر کے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر اس کے اعتراضات ذکر کیے ہیں- پھر بتاتے ہیں کہ نظام نے حضرت علی وابن مسعود وحذیفہ بن یمان وابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے- پھر ان اعتراضات کا ازالہ کیا ہے-

اس کے بعد ابو ہذیل علاف وعبیداللہ بن حسن وبکر صاحب البکریہ وہشام بن حکم کا ذکر کر کے ان کی یاوہ گوئی اور تناقضات پر تبصرہ کیا ہے- پھر معتزلہ کے خطیب جاحظ اور دینی عقائد میں اس کے تذبذب اور حدیث رسول کا مذاق اڑانے کا ذکر کرتے ہیں- ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ جاحظ جھوٹ بولتا ہے- حدیثیں وضع کرتا اور اس طرح باطل کی نصرت وحمایت کا ارتکاب کرتا ہے اور معتزلہ کے دیگر مزعومات باطلہ اور عجیب وغریب اقوال-

آگے چل کر ابن قتیبہ بیان کرتے ہیں کہ وہ پہلے معتزلہ متکلمین پر فریفتہ تھے اور ان کی مجالس میں حاضر ہو کر ان کی باتیں سنا کرتے تھے- جب مجھے اللہ تعالیٰ کے بارے میں معتزلہ کی جسارت اور رسول کریم کی احادیث صحیحہ کو رد کرنے کا علم ہوا تو میں نے ان کے یہاں آمد ورفت ترک کر دی- وہ کہتے ہیں کہ معتزلہ قرآن کریم کی تفسیر قرآنی آیات کو توڑ مروڑ کر کرتے ہیں- تاکہ وہ ان کے عقائد باطلہ کے ساتھ ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آہنگ ہو جائیں۔ اس کے بعد ابن قتیبہ نے معتزلہ کے پوشیدہ عیوب و نقائص کو طشت ازبام کرنا شروع کر دیا۔ ابن قتیبہ یہاں پہنچ کر ذکر کرتے ہیں کہ شیعہ قرآنی آیات کی تفسیر اپنے عقائد باطلہ کے مطابق کرتے اور اس بات کے مدعی ہیں کہ وہ قرآن کے باطنی علوم سے آگاہ ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حضرت علیؓ سے علم الجفر ورثہ میں پایا ہے۔ ابن قتیبہ ان مزعومات باطلہ کی تردید کرتے ہیں۔

اس کے بعد ابن قتیبہ اہل الحدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ وہ صحیح طریق سے حق کو تلاش کرتے ہیں۔ پھر ان اعتراضات کا جواب دیتے ہیں جو ان پر وارد کیے گئے۔ حالانکہ ان کا دامن ان مطاعن سے پاک ہے۔ آپ اس مقام پر ان احادیث موضوعہ کا ذکر کرتے ہیں جو واعظوں مبتدعین اور زنادقہ نے وضع کی ہیں۔ ابن قتیبہ بیان کرتے ہیں کہ محدثین احادیث ضعیفہ کی نقل و روایت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ متون و اسانید کی چھان پھٹک کرنا چاہتے ہیں اور احادیث صحیحہ و سقیمہ کے مابین و امتیاز کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ محدثین جب کسی ضعیف حدیث کو روایت کرتے ہیں تو اس کے ضعف سے بصراحت آگاہ کر دیتے ہیں۔ انہوں نے اس کی بکثرت مثالیں ذکر کی ہیں۔

ابن قتیبہ بیان کرتے ہیں کہ اگر محدث اعراب میں غلطی کرے تو اسے غلطی شمار نہیں کیا جائے گا۔ جس طرح فقیہ کی شعر پڑھنے میں غلطی کو اس میں نقص خیال نہیں کیا جاتا۔ پھر ابن قتیبہ ان احادیث میں جمع و تطبیق پیدا کرتے ہیں۔ جن کو متکلمین نے متناقض و مشکل قرار دیا ہے۔ آپ نے تناقض و اشکال کو رفع کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ متکلمین کو تعصب نے اندھا بنا دیا ہے اور انہوں نے اپنی خواہشات کو معبود کا درجہ دے دیا ہے۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ۔

عظیم علمی خیانت:

ابن قتیبہ کی کتاب کی غرض تالیف اور اس کے محتویات و مندرجات سے آپ کو آگاہ کرنے کے بعد ہم آپ کی توجہ اس امر کی جانب منعطف کرانا چاہتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ جمہور مستشرقین اور عصر حاضر میں انؐ کے بے دین اور آزاد خیال ہمنوا اس کتاب سے وہ اعتراضات و مطاعن تو نقل کر دیتے ہیں' جن کا جواب ابن قتیبہ نے دیا ہے- مگر وہ لوگوں کو ان کے جوابات سے آگاہ نہیں کرتے- یہ حد درجہ کی علمی خیانت ہے- حیرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ محدثین پر وارد کردہ اعتراضات کو اس حیثیت سے پیش کرتے ہیں کہ یہ صحابہ و اہل الحدیث کے بارے میں ابن قتیبہ کے ذاتی افکار و آراء ہیں-

اس سے بڑھ کر علمی خیانت کیا ہوگی کہ وہ لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ یہ شکوک و شبہات مسلمانوں کے نزدیک مسلمہ حیثیت کے حامل ہیں- پھر اپنے مزعومات باطلہ کو جو دین اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے والے ہیں- انہی شکوک و شبہات پر مبنی قرار دیتے ہیں- حالانکہ جو شخص ابن قتیبہ کی کتاب پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتا ہے اور پھر معتزلہ کے ہذیانات کا جائزہ لیتا ہے تو اس پر ان کی ضلالت واضح ہو جاتی ہے- وَاللّٰهُ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ-

مسند امام احمد:

یہ حدیث کی عظیم کتاب ہے- قدیم و جدید محدثین نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ یہ حدیث کی جامع تر کتاب ہے- اس میں ہر وہ چیز موجود ہے جس کی ایک مسلم کو دین و دنیا میں ضرورت ہے- امام احمد اس کی ترتیب و تہذیب میں اس روش پر گامزن رہے ہیں جو ان کے طبقہ سے ہم آہنگ تھی- امام احمد ایک صحابی کا ذکر کرتے ہیں- پھر وہ احادیث بیان کرتے ہیں- جو اس نے روایت کی ہیں- وہ احادیث کی فقہی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھتے- پھر دوسرے صحابی کا ذکر کرتے ہیں- علیٰ ہذا القیاس-

غرض یہ کہ اس کتاب کا ناظر دیکھتا ہے کہ وہ ایک حدیث کا مطالعہ کر رہا ہے جس کا تعلق حدود کے ساتھ ہے- اس کے ساتھ دوسری حدیث کا تعلق عبادات کے ساتھ اور تیسری کا ترغیب و ترہیب کے ساتھ ہے- اگرچہ یہ طریقہ اس زمانہ سے ہم آہنگ نہیں جس میں ہم ہیں- اس لیے کہ آج کل ہمتیں بہت پست ہو چکی ہیں اور حفظ و ضبط کا ملکہ کمزور پڑ گیا ہے- البتہ تیسری صدی ہجری والوں کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ طریقہ نہایت آسان تھا ان دنوں حدیث نبوی لوگوں کی توجہ کی جولانگاہ تھی۔ لوگ حفظ وضبط اور درس و مذاکرہ کے دلدادہ تھے۔ اس کی حد یہ ہے کہ ایک شخص مسند احمد کو اس طرح از بر کر لیتا تھا۔ جس طرح قرآن کریم کی ایک سورت یاد کر لی جاتی ہے۔ حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ وہ احادیث صحیحہ وسقیمہ میں فرق و امتیاز بھی کر سکتا تھا۔

اگر مکررات کو شمار کیا جائے تو مسند احمد چالیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے اور اگر مکررات کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس میں کل تیس ہزار احادیث ہیں۔ یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ مسند احمد تمام احادیث پر مشتمل ہے۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:

"کوئی مسند بھی کثرت احادیث اور حسن ترتیب میں مسند احمد کے مساوی نہیں ہے۔ بکثرت احادیث ایسی ہیں جن کو امام احمد مسند میں شامل نہ کر سکے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو صد صحابہؓ جن کی مرویات بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔ مسند احمد میں' ان میں سے کسی کی روایت بھی نہیں لی گئی"۔

مسند احمد میں قریباً تین صد احادیث ایسی ہیں' جن میں امام احمد اور رسول کریم ﷺ کے درمیان صرف تین راوی ہیں۔ (تدریب الراوی ص ۵۷)

موجودہ مسند:

ہمارے ہاتھوں میں آج جو مسند موجود ہے۔ وہ سب کی سب امام احمد کی روایت کردہ نہیں۔ بخلاف ازیں امام احمد کے بیٹے عبداللہ نے اس میں بہت سی احادیث کا اضافہ کیا ہے۔ جو ان کے والد سے مروی نہیں ہیں۔ اسی طرح عبداللہ بن امام احمد سے مسند کے روایت کنندہ امام ابوبکر قطیعی نے بھی مسند میں اضافے کیے ہیں۔ استاد محدث شیخ احمد البنا المعروف ساعاتی فتح الربانی کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ مسند احمد کی احادیث کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی چھ قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ احادیث جو ابو عبدالرحمن عبداللہ بن امام احمد نے اپنے والد سے سن کر روایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیں- انہی کا نام مسند امام احمد ہے- یہ بہت ضخیم ہے اور کتاب کی تین چوتھائی سے بھی زیادہ ہیں-

۲- دوسری قسم کی وہ احادیث ہیں جو عبداللہ نے اپنے والد سے بھی سنیں اور دوسروں سے بھی- یہ نہایت قلیل التعداد ہیں-

۳- تیسری قسم کی احادیث وہ ہیں جو عبداللہ نے اپنے والد کے علاوہ دوسروں سے سنی ہیں- محدثین ان کو ''زوائد عبداللہ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں یہ تمام اقسام کی نسبت تعداد میں زیادہ ہیں بجز قسم اول کے-

۴- چوتھی قسم کی احادیث وہ ہیں جو عبداللہ نے اپنے والد کو پڑھ کر سنائیں اور ان سے سنی نہیں- یہ تعداد میں بہت کم ہیں-

۵- پانچویں قسم کی حدیثیں وہ ہیں جو عبداللہ نے نہ اپنے والد کو پڑھ کر سنائیں اور نہ خود ان سے سنیں- بخلاف ازیں عبداللہ نے ان احادیث کو اپنے والد کے قلم سے تحریر شدہ دیکھا-

۶- چھٹی قسم کی وہ حدیثیں ہیں- جن کو حافظ ابوبکر قطیعی نے عبداللہ اور ان کے والد امام احمد کے سوا دیگر راویوں سے روایت کیا ہے- ان کی تعداد سب سے کم ہے یہ چھ قسم کی احادیث ہیں جو مسند میں پائی جاتی ہیں- البتہ تیسری قسم مسند میں شامل نہیں- بلکہ اس کی حیثیت عبداللہ کے زوائد کی ہے- اسی طرح چھٹی قسم کی احادیث بھی خارج از مسند ہیں- اور ان کو ''زوائد قطیعی'' کہا جاتا ہے-

(مقدمہ الفتح الربانی ص ۱۹)

امام احمد کے تینوں بیٹوں صالح و عبداللہ و حنبل نے امام احمد سے مسند کا سماع کیا- عثمان بن سباک کہتے ہیں' امام احمد کے بیٹے حنبل نے بتایا کہ ہمارے والد محترم امام احمد نے ہم تینوں بھائیوں کو جمع کر کے ہمیں مسند سنائی- سماع میں اور کوئی شریک نہ تھا- پھر فرمایا ''میں نے اس کتاب کو سات لاکھ پچاس ہزار احادیث سے منتخب کیا ہے- جب کسی حدیث کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو اس کی طرف مراجعت کیجئے - اگر اس میں موجود پاؤ تو فبہا ورنہ اسے حجت تصور نہیں کیا جائے گا''۔

حافظ علی بن حافظ محمد یونینی سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کو صحاح ستہ زبانی یاد ہیں؟ کہنے لگے ''مجھے یاد بھی ہیں اور نہیں بھی''۔ سائل نے پوچھا اس کا کیا مطلب؟ کہنے لگے ''مجھے مسند احمد زبانی یاد ہے۔ اور صحاح ستہ کی بہت کم حدیثیں ہیں جو مسند میں موجود نہیں۔ اس طرح گویا مجھے صحاح ستہ از بر ہیں۔ (مقدمہ الفتح الربانی ص ۸)

مندرجہ صدر بیان اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ مسند کثیر التعداد احادیث کی حامل ہے۔ جن کو امام احمد نے سات لاکھ پچاس ہزار احادیث سے منتخب کیا ہے پھر امام احمد کے بیٹے عبداللہ نے مسند میں بکثرت ایسی احادیث کا اضافہ کر دیا۔ جو انہوں نے اپنے والد امام احمد سے نہیں سنی تھیں۔ اس طرح جناب عبداللہ سے مسند احمد کے روایت کنندہ ابوبکر قطیعی نے بھی اس میں اضافے کیے۔

احادیث مسند کا درجہ:

مسند احمد میں مشمولہ احادیث کے بارے میں علماء کے چند اقوال ہیں۔

اوّل: پہلا قول یہ ہے کہ مسند جن احادیث پر مشتمل ہے۔ وہ سب حجت ہیں۔ قبل ازیں امام احمد سے جو قول کیا گیا ہے۔ وہ بھی اسی کا مؤید ہے۔ اسی قسم کا ایک قول بروایت ابوموسیٰ مدینی امام احمد سے منقول ہے۔ امام احمد سے جب ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''مسند میں تلاش کیجئے' اگر اس میں مل جائے تو فبہا ورنہ حجت نہیں ہے''۔ ابوموسیٰ مدینی کا یہ قول ان کی کتاب ''خصائص المسند'' میں بھی مندرج ہے''۔

موصوف لکھتے ہیں۔

''مسند احمد اصحاب الحدیث کے لیے ایک عظیم اصل اور قابل اعتماد مرجع و ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے مولف امام احمد نے اس کو کثیر احادیث سے منتخب کر کے عند النزاع ایک مستند ماخذ و مرجع بنا دیا ہے۔ مسند کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

احادیث صرف انہی راویوں سے ماخوذ ہیں۔ جن کی صداقت و دیانت امام احمد کے نزدیک ثابت ہو چکی ہے اور ان میں سے کوئی بھی مطعون و مجروح نہیں ہے۔ اس بات کی دلیل کہ امام احمد نے مسند کے متون و اسانید میں حد درجہ احتیاط سے کام لیا ہے اور صرف انہی احادیث کو مندرج کیا ہے' جن کی سند صحیح ہے۔ قطیعی کی یہ روایت ہے کہ ابو ہریرہؓ نے رسول اکرمؐ سے سن کر بیان کیا۔ ''قریش کا یہ گروہ میری امت کی ہلاکت کا موجب ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کی حضورؐ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کاش کہ لوگ ان سے الگ تھلک رہیں''۔ امام احمد کے بیٹے عبداللہ کا بیان ہے کہ میرے والد نے مرض الموت میں کہا کہ اس حدیث کو مٹا دیجئے۔ اس لیے کہ یہ حدیث ان احادیث کے خلاف ہے۔ جن میں حکام کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اگرچہ اس حدیث کے رواۃ و رجال ثقہ تھے۔ مگر اس کے الفاظ باقی روایات سے ملتے جلتے نہ تھے۔ اس لیے امام احمد نے اس کو حذف کرنے کا حکم دیا''۔

مشہور محدث شیخ احمد بن عبدالرحمٰن البنا کہتے ہیں کہ یہ احتیاط فی المتن کی مثال ہے۔ سند میں احتیاط کی مثال قطیعی کی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بچے کو ادب سکھلانا ہر روز نصف صاع صدقہ کرنے سے بھی افضل ہے''۔ امام احمد کے بیٹے عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے اس حدیث کو اپنی مسند میں اس لیے شامل نہ کیا کہ اس کی سند میں ناصح نامی راوی ہے جو ضعیف ہے۔ البتہ یہ حدیث آپ نے مجھے نادر احادیث کے سلسلہ میں لکھوائی تھی۔ (مقدمہ الفتح الربانی ص ۹)

دوم: دوسرا قول یہ ہے کہ مسند میں صحیح ضعیف اور موضوع سب قسم کی روایات ہیں۔ ابن الجوزی نے مسند کی انتیس احادیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے حافظ عراقی نے مزید نو احادیث کو موضوع ٹھہرایا اور ان کو ایک جزء میں یک جا کر دیا ہے۔ حافظ عراقی ان لوگوں کی تردید کرتے ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ امام احمد نے مسند میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف احادیث صحیحہ کو جگہ دی ہے- باقی رہی ابوموسیٰ مدینی کی ذکر کردہ یہ روایت کہ امام احمد سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا مسند میں دیکھو- اگر اس میں موجود ہے تو فبہا ورنہ حجت نہیں- حافظ عراقی کہتے ہیں کہ اس روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ مسند میں جو احادیث بھی ہیں' سب حجت ہیں- اس روایت سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ مسند میں جو روایت موجود نہیں وہ حجت نہیں ہو سکتی- حافظ عراقی کہتے ہیں کہ بعض روایات صحیحین میں تو موجود ہیں مگر مسند احمد میں موجود نہیں- ان میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے جو ام زرع کے واقعہ سے متعلق ہے- عراقی کہتے ہیں کہ مسند میں ضعیف احادیث تو یقیناً موجود ہیں- بلکہ احادیث موضوعہ بھی ہیں- جن کو میں نے ایک جزء میں یک جا کر دیا ہے- امام احمد کے بیٹے عبداللہ نے مسند میں جو اضافے کیے ہیں- اس میں ضعیف اور موضوع سب قسم کی روایات موجود ہیں''- (تدریب الراوی ص ۵۶)

سوم: تیسرا قول یہ ہے کہ مسند احادیث صحیحہ اور ان ضعیف احادیث پر مشتمل ہے جو حسن کے درجہ کے قریب قریب ہیں- اس قول کے قائل حافظ ذہبی حافظ ابن حجر عسقلانی شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور سیوطی ہیں- اب ان اکابر کے اقوال ملاحظہ فرمایئے-

جلال الدین سیوطی الجامع الکبیر کے خطبہ میں فرماتے ہیں:

''مسند احمد میں شامل سب احادیث مقبول ہیں- اس میں جو ضعیف روایات ہیں وہ حدیث حسن کے لگ بھگ ہیں''-

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب ''تعجیل المنفعۃ فی رجال الاربعۃ'' میں فرماتے ہیں:

''مسند احمد میں کوئی حدیث بھی بے اصل نہیں بجز تین یا چار روایات کے- ان میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے مروی یہ حدیث بھی ہے کہ "انـــه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یدخل الجنة زحفا" اس حدیث کے بارے میں یہ معذرت کی گئی ہے کہ امام احمد نے اس کو مٹانے کا حکم دیا تھا مگر سہواً یہ باقی رہ گئی یا اسے مٹا دیا گیا تھا مگر مٹانے کے بعد جو نقوش باقی رہ گئے تھے' ان کی بنا پر اسے دوبارہ لکھ لیا گیا''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

''امام احمد نے اپنی مسند میں یہ شرط رکھی ہے کہ ان راویوں سے روایت نہیں کریں گے جو ان کے نزدیک معروف بالکذب ہیں۔ اگر چہ اس میں احادیث ضعیفہ بھی ہیں۔ امام احمد کے بیٹے عبداللہ اور ابوبکر قطیعی نے جو زیادات کی ہیں' ان میں موضوع احادیث تک موجود ہیں۔ بعض جاہل لوگوں نے ان کو امام احمد کی مرویات سمجھا۔ حالانکہ یہ احادیث ان کی اپنی روایت سے نہیں ہیں''۔ (منہاج السنہ)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

''اگر امام احمد کے بیٹے عبداللہ مسند احمد کی چھان بین کرتے اور نئے سرے سے اس کی ترتیب وتہذیب انجام دیتے تو بہت بڑا مقصد پورا ہو جاتا۔ کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی اور شخص کو اس عظیم کتاب کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی تبویب کرے۔ اس کے رجال و رواۃ پر نقد و جرح کرے اور اس کو نئے انداز سے مرتب کرے۔ یہ کتاب تمام احادیث نبویہ کو محیط ہے اور شاذ و نادر ہی کوئی حدیث ہو گی۔ جو اس میں موجود نہ ہو۔ یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ مسند احمد میں حسن کے درجہ کی تمام احادیث شامل ہیں۔ البتہ یہ درست ہے کہ اس میں اکثر احادیث حسان موجود ہیں۔ جہاں تک غریب وضعیف روایات کا تعلق ہے امام احمد نے ان میں مشہور تر روایات کو شامل کتاب کیا ہے۔ اکثر احادیث ضعیفہ جو سنن اربعہ ومعجم طبرانی اکبر واوسط ومسند ابویعلی ومسند بزار میں پائی جاتی ہیں وہ مسند میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجود نہیں- مسند احمد میں شاذ و نادر ہی کوئی ایسی حدیث ہو گی- جو ساقط الاعتبار ہو"- (تدریب الراوی ص ۵۶ ومنہاج السنہ ص ۳۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک کتاب "القول المسدد فی الذب عن المسند" نامی تحریر کی ہے- اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"میں نے اس مختصر کتاب میں ان احادیث کے بارے میں گفتگو کی ہے جو مسند احمد میں پائی جاتی ہیں- اور بعض محدثین ان کو موضوع قرار دیتے ہیں- میرا مقصد اس عظیم اور قابل اعتماد کتاب کا دفاع وحمایت ہے- پھر ابن حجر نے ان نو احادیث کو نقل کیا ہے جن کو عراقی نے ایک جزء میں یک جا کر کے ان کو موضوع قرار دیا ہے- پھر اس پر پندرہ احادیث کا اضافہ کیا ہے- جن کو ابن الجوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے- حافظ ابن حجر نے ایک ایک کر کے ان تمام احادیث سے وضع کے الزام کو دور کرنے کی سعی کی ہے- امام سیوطی تدریب الراوی میں فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے چند احادیث کو نظر انداز کر دیا ہے- جن کو محدث ابن الجوزی نے موضوعات میں شمار کیا تھا- حالانکہ وہ احادیث بھی مسند میں موجود ہیں- میں نے ان احادیث کو ایک جز میں جمع کر کے اس کا نام "الذیل الممہد" رکھا ہے- وہ کل چودہ احادیث ہیں"- (تدریب الراوی ص ۵۶)

امام شوکانی فرماتے ہیں:

"حافظ ابن حجر نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ مسند میں کوئی حدیث بھی موضوع نہیں- علاوہ ازیں اس کی ترتیب وتہذیب ان کتب حدیث کے مقابلہ میں بہتر ہے- جن کے مولفین نے صحت کا التزام نہیں رکھا- مسند احمد میں جو احادیث زائد علی الصحیحین ہیں- وہ ان احادیث سے زیادہ ضعیف نہیں جو سنن ابوداؤد وترمذی میں بخاری ومسلم سے زائد ہیں"-

پہلے اور دوسرے قول کو تیسرے قول کے ساتھ مطابق وہم آہنگ بنایا جا سکتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے- اس طرح مسند کی احادیث کے بارے میں علماء کے اقوال میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہے گا- وہ یوں کہ جس نے اس کی بعض احادیث کو موضوع قرار دیا ہے- اس نے ابوبکر قطیعی اور عبداللہ بن احمد کے اضافات کو ملحوظ رکھا اور جس نے مسند کی احادیث کو حجت قرار دیا- یہ اس بات کے منافی نہیں کہ اس میں ضعیف احادیث بھی ہیں- اس لیے کہ مسند میں جو ضعیف احادیث ہیں وہ یا تو حسن لذاتہ یا حسن لغیرہ ہیں- اور ان دونوں کے ساتھ علماء کے نزدیک احتجاج کیا جا سکتا ہے-

مسند احمد کے ساتھ امت کا اعتناء:

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں ''مسند احمد کی غریب احادیث کو ابوعمر محمد بن عبدالواحد المعروف غلام ثعلب متوفی ۳۴۵ھ نے ایک کتاب میں جمع کیا ہے شیخ سراج الدین عمر بن علی المعروف ابن الملقن متوفی ۸۰۵ھ نے اس کا اختصار لکھا- جلال الدین سیوطی نے مسند کے اعراب سے متعلق ایک حاشیہ ''عقود الزبرجد'' نامی تحریر کیا- ابوالحسن بن عبدالہادی سندھی نزیل مدینہ منورہ متوفی ۱۱۳۹ھ نے مسند کی ضخیم شرح لکھی- بعد ازاں زین الدین عمر بن احمد شماع حلبی نے اس شرح کو مختصر کیا''-

(کشف الظنون ج ۲ ص ۲۶۵)

حافظ ابن الجزری فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مسند کی ترتیب کے لیے ہمارے استاد محترم خاتمۃ الحفاظ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محب الصامت کو توفیق عطا فرمائی- موصوف نے اسمائے صحابہؓ و دیگر رواۃ و رجال کو بترتیب حروف تہجی مرتب کیا اور اس میں حد درجہ محنت و کاوش سے کام لیا- بعد ازاں حافظ ابن کثیر نے اس مرتب کتاب کو لے کر اس میں صحاح ستہ و معجم طبرانی کبیر و مسند بزار و مسند ابویعلی موصلی میں مندرج احادیث کو شامل کر دیا- حافظ ابن کثیر نے بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیا- چنانچہ یہ کتاب اپنے باب میں عدیم النظیر اور کامل قرار پائی- البتہ مسند ابی ہریرہؓ کے کچھ حصہ کو اس میں شامل نہ کیا جا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سکا- اس لیے کہ کتاب ہذا کی تکمیل سے قبل حافظ ابن کثیر نابینا ہو کر واصل بحق ہو گئے- حافظ ابن کثیر خود فرماتے ہیں کہ میں رات کو لکھتا رہتا تھا جب کہ چراغ ٹمٹمارہا ہوتا تھا- اس کے نتیجہ میں میری بینائی جاتی رہی- کچھ بعید نہیں کہ کسی اور شخص کو اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے- یہ کام اب بہت آسان ہو گیا ہے- معجم طبرانی کبیر میں مسند ابی ہریرہؓ شامل نہ تھی"-

جس کتاب کو حافظ ابن کثیر نے مرتب کیا تھا- اس کا نام "جامع المسانید و السنن" ہے- اس کتاب کے آٹھ اجزاء دارالکتب المصریہ میں موجود ہیں- اصبہان کے بعض حفاظ نے بھی مسند کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا تھا- اسی طرح حافظ ناصر الدین بن رزیق اور دیگر محدثین نے بھی مسند لواسی طرح مرتب کیا تھا- حافظ ابوبکر محمد بن ابی محمد عبداللہ مقدسی حنبلی نے مسند کو بترتیب حروف تہجی ترتیب دی-

ہمارے فاضل معاصر شیخ محدث علامہ احمد بن عبدالرحمن بن محمد البنا المعروف ساعاتی نے نہایت عمدہ ترتیب و تہذیب کے ساتھ مسند کو نئے انداز میں ڈھالا- موصوف اس کام سے ۱۳۵۰ھ میں فارغ ہوئے- علامہ ساعاتی نے مسند کو مندرجہ ذیل سات اقسام میں منقسم کیا-

١- قسم التوحید و اصول الدین-

٢- قسم الفقه-

٣- قسم التفسیر-

٤- قسم الترغیب-

٥- قسم الترهیب-

٦- قسم التاریخ-

٧- قسم القیامة و احوال الآخرة-

مندرجہ سات اقسام میں سے ہر قسم چند کتب پر مشتمل ہے- ہر کتاب کے تحت چند ابواب ہیں- بعض ابواب کے تحت چند فصول ہیں- اکثر تراجم ابواب ایسے مقرر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیے گئے ہیں۔ جن سے باب کی احادیث کا خلاصہ سمجھ میں آ جاتا ہے۔ اس کتاب کا نام انہوں نے ''الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی'' رکھا۔ پھر ایک دوسری کتاب میں اس کی احادیث کی تخریج کی۔ اس کا نام موصوف نے ''بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی'' تجویز کیا۔ اس شرح کو اصل کتاب کے ساتھ ملا کر ایک کتاب بنا دیا۔ پھر اس کی طباعت کا آغاز کیا۔ تاہنوز اس کتاب کی اکیس جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ ہم دعا کناں ہیں کہ خداوند کریم آپ کو اس کی تکمیل کی توفیق عطا کرے۔ اور ان کا یہ نیک کام قبول فرمائے۔

صحیح بخاری:

سبب تالیف: امام بخاری نے دیکھا کہ ان کے عصر و عہد میں اور قبل ازیں جو کتب حدیث مرتب کی گئی ہیں۔ ان میں صحیح حسن اور ضعیف ہر قسم کی حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ ان کتب کا قاری احادیث صحیحہ و سقیمہ میں فرق و امتیاز اس وقت قائم کر سکتا ہے۔ جب وہ صاحب فن اور احادیث کا نقاد ہو۔ علاوہ ازیں ایک موضوع سے متعلق احادیث بھی یک جا نہیں مل سکتی تھیں۔ اس لیے کہ جو کتب حدیث قبل ازیں مرتب کی گئی تھیں۔ ان کا واحد مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح ان احادیث کو محفوظ کر کے ضائع ہونے سے بچا لیا جائے۔ یہ مناسبت قطعاً ملحوظ نہ تھی کہ احادیث کو ان کے موضوع کے اعتبار سے مرتب کیا جائے۔

مزید برآں حدیث کے بعض راویوں نے فقہ الحدیث اور اس کے مطالب و معانی سے صرف نظر کر کے صرف حفظ و روایت پر اکتفا کر لیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ دلیل و برہان کی روشنی میں اہل بدعت اور گمراہ فرقوں کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وعظ پیشہ لوگوں کے ذریعے ضعیف بلکہ موضوع احادیث لوگوں میں پھیل گئیں۔ دوسری طرف بعض اہل الرائے احادیث رسولؐ کی مخالفت کرنے لگے یہی عوامل و عناصر تھے جنہوں نے امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری کے عزم بلند کو ابھارا کہ ایسی احادیث جمع کی جائیں' جن کی اسانید صحیح ہوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متون علل سے پاک ہوں- پھر ان کو فقہ و سیر اور تفسیر کے ابواب پر منقسم کیا جائے-

امام بخاری کا عزم مزید اس طرح پختہ ہوا کہ آپ نے اپنے استاد امیر المومنین فی الحدیث و الفقہ اسحاق بن ابراہیم حنظلی المعروف ابن راہویہ سے سنا کہ اپنے تلامذہ کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے ''کیا ہی اچھا ہو کہ آپ صرف احادیث صحیحہ پر مشتمل ایک مختصر کتاب مرتب کریں''- امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی اور میں نے ''الجامع الصحیح'' کو تالیف کرنا شروع کر دیا- یہ کتاب میں نے چھ لاکھ احادیث سے منتخب کی- اس میں صرف وہی احادیث شامل کیں جو صحیح متن اور سند متصل کے ساتھ رسول اکرم ﷺ سے منقول تھیں اور اس کے رواۃ و رجال ضبط و عدالت کی صفات سے متصف تھے-

امام بخاری نے اس کتاب کی تالیف میں سولہ سال صرف کیے- ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل کرتے اور دو رکعت نفل ادا کرتے- آپ نے مشاہیر محدثین مثلاً احمد بن حنبل و علی بن المدینی کو یہ کتاب دکھائی- سب نے اس کو بنظر استحسان دیکھا اور اس کی احادیث کو صحیح قرار دیا- بجز چار احادیث کے کہ وہ صحیح نہیں ہیں- حافظ عقیلی کہتے ہیں کہ وہ چار احادیث بھی صحیح ہیں اور امام بخاری کا قول درست ہے- ہر عصر و عہد میں علماء نے صحیح بخاری کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس نے پہلے کی جملہ مصنفات کے مقابلہ میں اس کو بہتر کتاب قرار دیا-

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

> ''صحیح بخاری کتاب اللہ کے بعد بہترین کتاب ہے- اگر کوئی شخص تین ہزار میل کا سفر کر کے اس کے سماع کے لیے جائے تو اس کا سفر رائیگاں نہ جائے گا''-

حفاظ و ائمہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ امام بخاری نے کہا ''میں نے اس کتاب کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجت بنایا ہے- میں نے اس میں صرف احادیث صحیحہ جمع کی ہیں- بعض احادیث صحیحہ کو اس لیے ترک کر دیا کہ کتاب طویل نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے۔ امام بخاری کا یہ ارشاد کہ "میں نے اس میں صرف احادیث صحیحہ جمع کی ہیں" اس سے احادیث مسندہ ومتصلہ مراد ہیں۔ اس لیے کہ امام بخاری کا مقصد اسی قسم کی احادیث کو جمع کرنا تھا۔ امام بخاری نے اس کتاب میں جو موقوف و معلق اور صحابہؓ و تابعین کے اقوال مندرج کیے ہیں۔ وہ تبعاً اور ضمناً کیے ہیں۔ یہ احادیث معلقہ و آثار موقوفہ اصل کتاب کا موضوع ومقصود نہیں ہیں۔ جیسا کہ اس کتاب کے مندرجہ ذیل نام سے ظاہر ہے" ۔ الجامع المسند الصحیح المختصر من اُمور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ"

احادیث کی تعداد:

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ مکررات کو شامل کر کے بخاری کی احادیث کی تعداد سات ہزار تین سو ستانوے ہے۔ اس میں معلق روایات اور متابعات وموقوفات شمار نہیں کی گئیں۔ اگر مکررات کو خذف کر دیا جائے تو متصل ومرفوع احادیث کی تعداد دو ہزار چھ سو دو ہے۔

رُواۃ و رجال:

امام بخاری سے اس کتاب کا سماع نوے ہزار اشخاص نے کیا تھا۔ ان میں سے مندرجہ ذیل بہت مشہور ہیں۔

۱۔ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربریؒ متوفی ۳۲۰ھ۔ آپ نے دو مرتبہ صحیح بخاری کا سماع کیا۔ ایک دفعہ فربر کے مقام پر ۲۴۸ھ میں۔ دوسری دفعہ بخارا میں ۲۵۲ھ کو۔

۲۔ ابراہیم بن معقل بن حجاج نسفی متوفی ۲۹۴ھ۔ آپ عظیم حافظ اور صاحب تصانیف تھے۔ یہ چند اوراق امام بخاری کو نہ سنا سکے تھے۔ اس لیے ان کی روایت امام بخاری سے بالاجازہ کرتے ہیں۔

۳۔ حماد بن شاکر نسوی متوفی ۲۹۰ھ۔ یہ بھی صحیح بخاری کا کچھ حصہ امام بخاری کو نہ سنا سکے تھے۔

۴۔ ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بزدوی متوفی ۳۲۹ھ۔ یہ آخری شخص ہیں۔ جس نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیح امام بخاری روایت کی ہے- جیسا کہ محدث ابن ماکولا کا بیان ہے- (مقدمہ فتح الباری ج ا ص ۴۸۴ نیز مفتاح السنۃ ص ۳۹)

تراجم ابواب:

ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ امام بخاری ائمہ مجتہدین میں سے تھے- یہی وجہ ہے کہ آپ کی کتاب فقہی احکام و مسائل کی جامع ہے- آپ نے صحیح بخاری کے تراجم ابواب میں اپنے اجتہادات و استنباطات کو سمو دیا ہے- اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ فقہ اسلامی اور شرعی احکام کے استنباط میں کس قدر ماہر تھے- تراجم ابواب میں امام بخاری کے دو طریقے ہیں-

پہلا طریقہ: تراجم ابواب میں امام بخاری کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ آپ باب کا جو عنوان مقرر کرتے ہیں' وہ ان احادیث کے مطابق و موافق ہوتا ہے جو اس باب میں شامل ہیں- مثلاً کہتے ہیں کہ اس باب میں فلاں فلاں مسائل ہیں- یا فلاں مسئلہ کی دلیل کا ذکر و بیان بعض اوقات باب کا عنوان اس موضوع کے بالکل مطابق ہوتا ہے- بعض دفعہ عنوان کے بعض الفاظ موضوع سے ہم آہنگ ہوتے ہیں- بعض اوقات عنوان کے الفاظ موضوع کے ہم معنی ہوتے ہیں- صحیح بخاری کے اکثر عنوانات اسی قسم سے تعلق رکھتے ہیں-

دوسرا طریقہ: ترجمہ ابواب کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ باب کا عنوان عام ہوتا ہے اور اس میں مندرج احادیث خاص ہوتی ہیں- اس سے امام بخاری کا مقصد اس جانب اشارہ کرنا ہے کہ حدیث اگرچہ خاص ہے مگر اس کا حکم عام ہے- اور بعض اوقات اس کے برعکس ہوتا ہے- یعنی باب کا عنوان خاص ہوتا ہے اور اس میں مشمولہ احادیث عام ہوتی ہیں- اس سے وہ اس جانب اشارہ کرتے ہیں کہ حدیث اگرچہ عام ہے- مگر اس سے خصوص مراد و مقصود ہے- مطلق و مقید شرح مشکل تفسیر غامض تاویل ظاہر اور تفصیل مجمل کا بھی یہی حال ہے- اس کتاب کے تراجم ابواب میں جو دقت پائی جاتی ہے وہ یہی ہے- اسی لیے علماء کا یہ قول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشہور ہے کہ ''فقہ البخاری فی تراجم ابوابہ'' (بخاری کی فقاہت ان کے تراجم ابواب میں پائی جاتی ہے۔

امام بخاری یہ اس وقت کرتے ہیں جب انہیں ان کی شرط کے مطابق کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی' جو اس مقصد کے ساتھ ہم آہنگ ہو' جس کے لیے انہوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے۔ بعض اوقات تشحیذ الاذہان کے پیش نظر بھی آپ ایسا کرتے ہیں۔ تاکہ قاری ان کے مضمرات کو پہچان سکے۔ بسا اوقات امام بخاری استفہامیہ انداز میں بھی باب کا عنوان مقرر کرتے ہیں۔ مثلاً باب هل يكون كذا اومن قال كذا (کیا ایسا ممکن ہے یا کس نے یوں کہا؟) اور ایسا اس وقت کرتے ہیں جب دو احتمالوں میں سے ایک کی تعیین نہ کر سکتے ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ امام بخاری باب کا عنوان ایسا مقرر کرتے ہیں جو بظاہر چنداں افادیت کا حامل نہیں ہوتا۔ مگر جب اس میں پورے غور و فکر سے کام لیا جاتا ہے تو وہ بڑا کثیر النفع ثابت ہوتا ہے۔

مثلاً جناب امام ایک باب کا عنوان یوں مقرر کرتے ہیں "باب قول الرجل ما صلّينا" (آدمی یوں کہے کہ میں نے نماز نہیں پڑھی) امام بخاری نے اس تبویب سے اس شخص کی تردید کی ہے جو اس کو معیوب سمجھتا ہے۔ ایک اور باب کا عنوان ہے۔ "باب قول الرجل فاتتنا الصلوٰة" (آدمی کا یہ کہنا کہ ہم نماز نہ پڑھ سکے) اس تبویب میں اس شخص کی تردید مقصود ہے جو اس بات کو ناپسندیدہ قرار دیتا ہے۔ بسا اوقات امام بخاری باب کا عنوان مقرر کر کے ایسی حدیث کے مفہوم کی جانب اشارہ کرتے ہیں جو ان کی شرائط کے مطابق صحیح نہیں یا اس حدیث کو صریحاً ترجمۃ الباب میں ذکر کر دیتے ہیں جو ان کی شرائط کے مطابق صحیح نہیں۔ پھر باب میں ایسی احادیث لاتے ہیں۔ جن سے بظاہر یا اشارۃً اس حدیث کے مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً امام بخاری یوں تبویب کرتے ہیں ''باب الامراء من قریش'' یہ حدیث بخاری کی شرط کے مطابق نہیں۔ اس باب کے تحت امام بخاری یہ حدیث لاتے ہیں کہ ''ہمیشہ قریش میں سے ایک حاکم موجود رہے گا''۔ امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے۔ "باب اثنان فما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوقھما جماعۃ" (دو اور ان سے زائد جو بھی ہوں جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں)

بعض اوقات امام بخاری ایسی حدیث کو باب کا عنوان بناتے ہیں جو ان کی شرط کے مطابق صحیح نہیں- پھر اس کے تحت کوئی اثر یا قرآنی آیت لاتے ہیں- اس سے وہ اس جانب اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ میری شرط کے مطابق اس باب میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں-

صحیح مسلم:

اس کتاب کو امام مسلم بن حجاج نیشا پوری نے تصنیف کیا- یہ خالص احادیث صحیحہ پر مشتمل ہے- اور اس کا درجہ صحیح بخاری کے بعد ہے- اگر مکررات کو شمار نہ کیا جائے تو صحیح مسلم میں کل چار ہزار احادیث صحیحہ ہیں اور بشمول مکررات اس میں سات ہزار دو سو پچھتر احادیث ہیں- امام مسلم نے اس کتاب کو نہایت حکیمانہ انداز سے مرتب کیا ہے- جس کی بنا پر اس سے استفادہ نہایت آسان ہو گیا ہے- امام مسلم نے یہ طرز و انداز اختیار کیا ہے کہ وہ قریب المعنیٰ ملتی جلتی احادیث کو ایک ہی جگہ ذکر کرتے ہیں- اس کے ساتھ ساتھ وہ ان کے مختلف طرق و اسانید اور ان کے الفاظ کے فرق و اختلاف کو مختصر عبارت میں نہایت ترتیب اور حد درجہ احتیاط کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں-

امام مسلم نے مقدمہ صحیح مسلم میں بیان کیا ہے کہ احادیث کی تین قسمیں ہیں:

۱- وہ احادیث جن کے روایت کرنے والے بڑے محتاط حفاظ حدیث ہوں-

۲- وہ احادیث جن کے راوی حفظ و اتقان میں متوسط درجہ کے حامل ہوں-

۳- وہ احادیث جن کو ضعیف و متروک راویوں نے روایت کیا ہو-

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ وہ پہلی اور دوسری قسم کی احادیث تو ذکر کرتے ہیں مگر تیسری قسم سے انہیں مطلقاً کوئی دلچسپی نہیں- صحیح مسلم کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے- مگر امام مسلم نے خوف طوالت سے ابواب کے عنوانات خود مقرر نہیں کیے تھے- مختلف شارحین مسلم نے یہ عنوانات مقرر کیے- ان میں اچھے عنوانات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی ہیں اور ناپسندیدہ بھی- البتہ شارح نووی کے مقررہ تراجم ابواب زیادہ تر قابل تحسین ہیں- (مقدمہ شرح مسلم للنووی ص ۳۰ بر حاشیہ قسطلانی)

صحیح مسلم کا سبب تالیف:

۱- امام مسلم کا مقصد یہ تھا کہ احادیث رسول کو جو صحیح اور متصل ہونے کے ساتھ ساتھ دین کے احکام و سنن پر مشتمل ہوں' ایسے طریق سے جمع کر دیا جائے کہ فقہ اسلامی پر کام کرنے والوں کے لیے سہولت پیدا ہو جائے- اس لیے کہ اس دور میں حدیث کی جو کتابیں تصنیف کی گئی تھیں- ان سے استفادہ نہایت دشوار تھا- مزید برآں ان میں احادیث صحیحہ و سقیمہ کو مخلوط کر دیا گیا تھا- صحیح بخاری کو اگرچہ فقہی ابواب کے مطابق ترتیب دیا گیا تھا- مگر اس کے تراجم ابواب میں جو خفا اور ابہام پایا جاتا ہے- اس کی بنا پر ایک صاحب فن ہی اس سے استفادہ کر سکتا تھا-

۲- صحیح مسلم کی تالیف کا دوسرا سبب یہ ہے کہ جب امام مسلم نے دیکھا کہ وعظ پیشہ لوگ زنادقہ اور صوفی نما جاہل لوگوں کو اپنے دام فریب میں پھنسا رہے ہیں- ان کو منکر حدیثیں سناتے اور افسانوی احادیث بیان کر کے ان کے اذہان کو بھر رہے ہیں تو امام مسلم نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو اس تاریکی سے نکال کر روشنی میں لایا جائے اور وہ اس طرح کہ احادیث صحیحہ پر مشتمل حدیث کی ایک کتاب مرتب کی جائے- جس سے لوگ مطمئن ہوں- اور ان مفسد گروہوں سے بے نیاز ہو جائیں- امام مسلم نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں یہ غرض تالیف بیان کی ہے-

امام مسلم کے اپنے بیان سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ وہ خالص احادیث صحیحہ کو یکجا کرنے کے متمنی تھے- استنباط مسائل ان کے پیش نظر نہ تھا- وہ اس لیے تاکہ عوام و خواص یکساں طور پر اس سے استفادہ کر سکیں- نیز عوام ان عجیب و غریب احادیث سننے سے چھٹکارا حاصل کر سکیں- جن کو وعظ پیشہ اور صوفی نما قسم کے نام نہاد محدثین نے لوگوں میں پھیلا دیا تھا- ملت اسلامیہ نے بخاری و مسلم دونوں کو قبول عام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی نگاہ سے دیکھا اور یہ دونوں کتب عوام و خواص کے یہاں مرجع و ماخذ قرار پائیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک.

صحیح بخاری و مسلم کے شروط:

یہ امر پیش نظر رہے کہ امام بخاری و مسلم کسی سے بھی منقول نہیں کہ انہوں نے کسی جگہ بتایا ہو کہ وہ ایسی حدیث روایت کریں گے۔ جو فلاں شروط کی حامل ہو۔ البتہ ان دونوں کتابوں کے دقیق مطالعہ سے ان شرائط کا پتہ چلتا ہے۔ صحیحین کی شروط کے بارے میں علماء کے چند اقوال ہیں۔

اوّل: امام حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ اپنی کتاب ''المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل'' میں فرماتے ہیں۔

> ''امام بخاری و مسلم وہ احادیث روایت کرتے ہیں جو صحت کے اعتبار سے اوّل درجہ کی ہوں۔ اوّل درجہ کی صحیح حدیث وہ ہوتی ہے، جس کو کوئی مشہور صحابی روایت کرتا ہو۔ اور اس سے نقل کرنے والے دو ثقہ راوی ہوں۔ پھر تابعی سے ایک ایسا تبع تابعی روایت کرے جو حافظ اور ثقہ ہو اور اس سے روایت کرنے والے چوتھے طبقہ کے ثقہ راوی ہوں۔ مزید برآں بخاری و مسلم کا استاد ایسا ہونا چاہیے جو مشہور حافظ حدیث ہو اور روایت کرنے میں عادل و ضابط ہو''۔

حافظ ابوعلی غسانی کہتے ہیں:

> ''اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر حدیث کو صحابی سے بالضرور دو تابعی روایت کریں یا ہر تابعی سے روایت کرنے والے دو یا زیادہ تبع تابعین ہوں۔ اس لیے کہ ایسی حدیث تو کوئی شاذ و نادر ہی ہوگی۔ بخلاف ازیں اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابی و تابعی سے دو راوی روایت کر چکے ہوں تاکہ وہ مجہول نہ رہے''۔

حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''کہ حاکم نے جو شرط بیان کی ہے۔ اگرچہ وہ بعض ان صحابہ میں نہیں پائی جاتی' جن سے امام بخاری نے روایت کی ہے۔ البتہ صحابہ کے بعد پچھلے راویوں کے بارے میں درست ہے۔ اس لیے کہ بخاری میں کوئی حدیث ایسی نہیں جو ایسے راوی سے منقول ہو جس سے صرف ایک ہی شخص روایت کرتا ہو''۔

دوم: حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی متوفی ۵۰۷ھ اپنی کتاب ''شروط الائمۃ الستۃ'' میں لکھتے ہیں۔

''بخاری و مسلم کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب میں اس حدیث کو جگہ دیتے ہیں۔ جس کو کسی مشہور صحابی سے روایت کرنے میں ثقہ راویوں کے یہاں کوئی اختلاف نہ پایا جاتا ہو۔ اس کی سند متصل ہو مقطوع نہ ہو۔ اگر صحابی سے روایت کرنے والے دو یا زیادہ اشخاص ہوں تو بہتر ہے اور اگر صحابی سے روایت کرنے والا ایک ہی راوی ہو اور سند درست ہو تو یہی کافی ہے۔ امام بخاری نے بعض لوگوں کی روایت کسی شبہ کی بنا پر ترک کر دی۔ چونکہ امام مسلم کے یہاں وہ شبہ باقی نہ تھا۔ بلکہ زائل ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ اس سے روایت کرتے ہیں''۔

مثلاً سہیل بن ابی صالح کا سماع اپنے والد سے مشکوک ہے۔ بعض محدثین کہتے ہیں کہ سہیل اپنے باپ کی کتاب دیکھ کر روایت کرتا تھا۔ اسی کے پیش نظر امام بخاری سہیل کی روایت کو اصول میں جگہ نہیں دیتے۔ البتہ شواہد و متابعات کے طور پر ذکر کرتے ہیں امام بخاری اصول میں سہیل کی روایت احتیاطاً قبول نہیں کرتے البتہ اس کے والد کے جو دوسرے شاگرد ہیں' ان سے اخذ کرتے ہیں۔ بخلاف ازیں امام مسلم سہیل پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس لیے کہ سہیل کی مرویات امتحان کی کسوٹی پر صحیح ثابت ہوئی ہیں اور وہ اس طرح کہ سہیل گاہے عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں اور وہ ان کے والد ابو صالح سے۔ کبھی سہیل اعمش سے روایت کرتے اور وہ ان کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

والد ابوصالح سے۔ بعض دفعہ سہیل اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں اور وہ ان کے والد ابوصالح سے روایت کرتا ہے۔ یہ وہ احادیث ہیں جو سہیل اپنے والد سے براہ راست نہ سن سکے اس لیے امام مسلم کہتے ہیں۔ کہ سہیل کا سماع اپنے والد سے ثابت ہے۔ اس لیے کہ اگر سہیل اپنے والد کی کتاب سے روایت کرتا ہوتا تو اسے مذکورہ صدر لوگوں سے روایت کرنے کی حاجت نہ تھی۔

اسی طرح حماد بن سلمہ حدیث کا بہت بڑا امام ہے اور محدثین اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ مگر بعض محدثین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ایک جھوٹے شخص نے حماد کی مرویات میں بہت کچھ ملاوٹ کر دی تھی۔ اس لیے امام بخاری حماد سے اصالۃً حدیث روایت نہیں کرتے۔ البتہ انہیں ثقہ قرار دینے کے لیے اس کی مرویات کو بطور شاہد کے قبول کرتے ہیں۔ البتہ امام بخاری حماد کی ان روایات کو قبول کرتے ہیں جو ان کے دوسرے معاصرین مثلاً شعبہ و حماد بن زید و ابوعوانہ و ابوالاحوص سے بھی مروی و منقول ہیں۔ اس کے برخلاف امام مسلم حماد پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس لیے کہ آپ نے بہت سے قدماء و متاخرین کو بلا نزاع و اختلاف حماد کی روایات کو قبول کرتے دیکھا۔ امام مسلم نے ایسے لوگوں کی ایک جماعت کو دیکھا اور ان سے اخذ و استفادہ کیا۔

داؤد بن ابی ہند اور ابوالزبیر بن عبدالرحمٰن کا بھی یہی حال ہے۔ اگرچہ ان پر جو جرح و قدح کی گئی تھی وہ اس قسم کی تھی۔ جس سے کسی راوی کی عدالت و ثقاہت مجروح نہیں ہوتی۔ تاہم امام بخاری احتیاطاً ان کی روایت اصول میں قبول نہیں کرتے مگر زوال شبہ کی بنا پر امام مسلم ان کی روایت قبول کرتے ہیں۔

حافظ عراقی کہتے ہیں کہ ابن طاہر کا مذکورہ صدر بیان درست نہیں۔ اس لیے کہ بعض راویوں کو امام نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے باوجود امام بخاری و مسلم دونوں یا دونوں میں سے ایک سے روایت کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ امام بخاری و مسلم ان راویوں سے روایت کرتے ہیں۔ جن کی ثقاہت و عدالت پر علماء نے ان کے زمانہ تصنیف تک اجماع قائم کیا تھا۔ امام نسائی کے بعض راویوں کو ضعیف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرار دینے سے اس میں قدح وارد نہیں ہوئی- کیونکہ امام نسائی کی تصنیف اس وقت عمل میں آئی جب بخاری و مسلم کی دونوں کتب عالم وجود میں آ چکی تھیں- حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اگر امام نسائی نے ان راویوں کو اپنے اجتہاد سے یا اپنے کسی ہم عصر سے نقل کر کے ضعیف قرار دیا پھر تو یہ جواب درست ہے- اور اگر کسی متقدم سے نقل کیا تو پھر ٹھیک نہیں- وہ کہتے ہیں یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ ابن طاہر کی بات درست ہے اور شیخین (بخاری و مسلم) نے اسی اساس پر اپنی کتب کو مرتب کیا ہے- مگر بعض اوقات کسی قوی سبب کے باعث وہ اس قاعدہ کو ترک بھی کر دیتے ہیں- (تدریب الراوی ص ۳۸)

سوم: حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی متوفی ۵۸۴ھ نے اپنی کتاب ''شروط الائمۃ الخمسۃ'' میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے-

''جو محدثین صرف احادیث صحیحہ کو روایت کرنے کے خواہاں ہیں' ان کا طریق کار یہ ہے کہ وہ حدیث کے راوی کو دیکھتے ہیں کہ وہ خود بھی عادل ہو اور اس کے شیوخ و اساتذہ بھی صفت عدالت کے ساتھ متصف ہوں- علاوہ ازیں ان سے روایات کرنے والے بھی ثقہ ہوں- بعض ایسے راوی بھی ہوتے ہیں' جن کی روایات صحیح ہوتی ہیں- اور ان کو آگے پہنچانا بھی ضروری ہوتا ہے- بعض کی مرویات مخلوط ہوتی ہیں اور ان کو صرف شواہد و متابعات میں شامل کیا جا سکتا ہے- کسی حدیث کی صحت کی پہچان بڑا کٹھن کام ہے- اسی طرح راویوں کے طبقات و درجات کا جاننا بھی ضروری ہے- اور یہ کام بھی اتنا آسان نہیں- ہم اس کی توضیح ایک مثال سے کرتے ہیں- وہ یہ کہ امام زہری کے اصحاب و تلامذہ پانچ طبقات پر مشتمل ہیں اور ہر طبقہ اپنے قریب والے طبقہ کے مقابلہ میں افضل ہے- وہ پانچ طبقات حسب ذیل ہیں:

پہلا طبقہ: یہ طبقہ ایسے راویوں پر مشتمل ہے جو عادل' حافظ اور ضابط ہیں- یہ عرصہ دراز

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تک امام زہری سے کسب فیض کرتے رہے اور سفر و حضر میں ان کے ہمراہ رہے۔ ان کی مرویات صحت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔ مثلاً امام مالک و ابن عیینہ و یونس ایلی و شعیب بن ابی حمزہ وغیرہم۔

دوسرا طبقہ: یہ طبقہ ایسے عادل راویوں کو شامل ہے جو تھوڑی مدت تک زہری کے ہمراہ رہے اور ان کی مرویات میں اعلیٰ درجہ کی مہارت حاصل نہ کر سکے۔ یہ حفظ و اتقان میں پہلے طبقہ کے بعد ہیں۔ مثلاً اوزاعی ولیث بن سعد و نعمان بن راشد و عبدالرحمٰن بن خالد بن مسافر وغیرہم۔

تیسرا طبقہ: اس طبقہ میں ایسے راوی شامل ہیں جو پہلے طبقہ والوں کی طرح عرصہ دراز تک امام زہری کی صحبت میں رہے۔ البتہ نقد و جرح سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اس لیے ان کا مرتبہ قبول ورد کے بین بین ہے۔ مثلاً سفیان بن حسین اسلمی و جعفر بن برقان و عبداللہ بن عمر بن حفص العمری و زمعہ بن صالح مکی وغیرہم۔

چوتھا طبقہ: اس طبقہ میں ایسے راوی پائے جاتے ہیں جو تیسرے طبقہ والوں کی طرح جرح سے محفوظ نہیں۔ مگر وہ زیادہ عرصہ تک امام زہری کی صحبت میں نہیں رہے تھے۔ اس لیے وہ ان کی مرویات میں چنداں مہارت نہیں رکھتے۔ مثلاً اسحاق بن یحییٰ کلبی و معاویہ بن یحییٰ صدفی و اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ مدنی و ابراہیم بن یزید مکی و مثنیٰ بن صباح و بکثرت دیگراں۔

پانچواں طبقہ: پانچویں طبقہ میں ضعیف اور مجہول راوی پائے جاتے ہیں۔ ان کی روایت اصالۃً قبول نہیں کی جا سکتی۔ البتہ اعتبار و استشہاد کے طور پر ان کی مرویات ابوداؤد و نسائی و ترمذی میں شامل کی گئی ہیں۔ بخاری و مسلم ان کی روایات کو قطعاً قبول نہیں کرتے۔ مثلاً بحر بن کنیز السقا و حکم بن عبداللہ ایلی و عبدالقدوس بن حبیب دمشقی و محمد بن سعید مصلوب وغیرہم۔

امام بخاری اکثر و بیشتر پہلے طبقہ کے راویوں کی مرویات شامل کتاب کرتے ہیں۔ شاذ و نادر دوسرے طبقہ کی روایات بھی قبول کرتے ہیں۔ مگر وہ بھی تمام مرویات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں- بلکہ جن راویوں پر اعتماد ہو- ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری دوسرے طبقہ کی اور شاذ و نادر تیسرے طبقہ کی مرویات تعلیقاً (بلا سند) ذکر کرتے ہیں- (مقدمہ فتح الباری ج ا ص ٦)

بخلاف ازیں امام مسلم پہلے اور دوسرے طبقہ کی مرویات بالا ستیعاب ذکر کرتے ہیں- تیسرے طبقہ کے چیدہ راویوں کی روایات بھی ذکر کرتے ہیں- جہاں تک چوتھے و پانچویں طبقہ کا تعلق ہے- بخاری و مسلم ان کی روایات بالکل قبول نہیں کرتے- امام ابوداؤد و نسائی پہلے دوسرے اور تیسرے طبقہ کی روایات تو اصالۃً قبول کرتے ہیں مگر چوتھے کی نہیں- البتہ متابعات و شواہد میں چوتھے و پانچویں طبقہ کی مرویات بھی ذکر کرتے ہیں- امام ترمذی پہلے چار طبقات کی روایات اصول میں قبول کرتے ہیں- اور پانچویں کی متابعات و شواہد میں- روایت حدیث کے ساتھ ساتھ ہر حدیث کے صحت و ضعف پر بھی روشنی ڈالتے جاتے ہیں- (حازمی کا بیان ختم ہوا)

حافظ ابن حجر حازمی کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حازمی نے امام زہری کی جو مثال ذکر کی ہے وہ صرف کثیر الروایت راویوں پر صادق آ سکتی ہے- چنانچہ نافع اعمش اور قتادہ جیسے کثیر الروایۃ راویوں کے اصحاب و تلامذہ کو زہری کے تلامذہ پر قیاس کر کے طبقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے- جو راوی کثیر الروایت نہیں ہیں- ان کی احادیث کی تخریج میں بخاری و مسلم صرف راویوں کی ثقاہت و عدالت اور قلت خطا پر اعتماد کرتے ہیں- البتہ جن راویوں پر قوی اعتماد ہوتا ہے' بخاری و مسلم ان کی وہ روایات بھی قبول کر لیتے ہیں' جن کے روایت کرنے میں وہ منفرد ہوتے ہیں- مثلاً یحییٰ بن سعید انصاری- اور جن پر قوی اعتماد نہیں ہوتا' ان کی وہ مرویات اخذ کرتے ہیں جن کے روایت کرنے میں ان کے ساتھ کچھ اور راوی بھی شریک ہوں- اور اکثر وہ اسی طرح کرتے ہیں''-

(مقدمہ فتح الباری ج ا ص ٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیحین میں موازنہ:

امام بخاری و مسلم دونوں نے اپنی اپنی کتاب میں صرف احادیث صحیحہ کو شامل کرنے کا التزام کیا ہے۔ اگرچہ یہ دونوں کتب صحت کا التزام کرنے میں شریک ہیں۔ مگر صحیح بخاری صحیح مسلم سے افضل و مقدم ہے۔ اس کی دو دلیلیں ہیں۔

اوّل: اہل فن اور کبار محدثین نے صحیح بخاری کو افضل قرار دیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر امام نسائی سے نقل کرتے ہیں:

''جملہ کتب حدیث میں کوئی بھی صحیح بخاری سے افضل نہیں ہے''۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کو افضل قرار دینے کی وجہ اس کی ''جودت اسناد'' ہے۔ اس لیے کہ محدثین کے نزدیک اجود سے سند ہی کی جودت اور عمدگی مراد لی جاتی ہے۔ امام نسائی کا صحیح بخاری کو ''اجود'' قرار دینا اس کی انتہائی تحسین و توصیف ہے۔ اس لیے کہ امام نسائی بڑے محتاط ناقد رجال تھے۔ اسماء الرجال کے نقد و تبصرہ میں وہ اپنے تمام اہل عصر پر فوقیت رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض محدثین نے ان کو امام مسلم سے بھی بڑا نقاد ٹھہرایا ہے۔ امام دار قطنی نسائی کو ابوبکر بن خزیمہ صاحب الصحیح سے بھی بڑھ کر ناقد احادیث تسلیم کرتے ہیں۔

محدث اسماعیلی اپنی کتاب المدخل میں فرماتے ہیں:

''میں نے امام بخاری کی تصنیف کو دیکھا اور اس کو سنن صحیحہ کی جامع ہونے کی حیثیت سے اسم بامسمی پایا۔ میں نے اس میں استنباط احکام کی ایسی مثالیں ملاحظہ کی ہیں۔ جو اسی شخص کو نصیب ہوسکتی ہیں، جو حدیث کی نقل و روایت اور اس کے علل سے آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ و لغت میں بھی مہارت تامہ رکھتا ہو۔ امام بخاری نے اپنی مساعی کو اس کتاب کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اس لیے آپ اس میدان میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ آپ کی طرح امام مسلم اور بکثرت محدثین نے میدان تصنیف میں قدم رکھا۔ امام مسلم آپ کے معاصر تھے اور آپ ہی کی روش پر گامزن رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ آپ سے کسب فیض بھی کرتے تھے مگر امام بخاری کی طرح اپنی ذات پر
زیادہ پابندیاں عائد نہ کر سکے''۔

امام مسلم بکثرت ایسے لوگوں سے روایت کرتے ہیں۔ جن سے امام بخاری نے روایت نہ کی۔ ارادہ دونوں کا نیک تھا۔ البتہ امام بخاری نے روایت حدیث میں جس تشدد سے کام لیا۔ وہ دوسروں میں مفقود ہے۔ صحیح بخاری کے تراجم ابواب میں جناب امام کی فقہ دانی اور استنباط احکام کے ملکہ کا جو ثبوت ملتا ہے وہ بھی بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ وذالک فضل اللّٰہ یُؤتیہ مَنْ یشاء.

جب امام دارقطنی کی مجلس میں صحیحین کا ذکر آیا تو فرمایا:

''امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم کسی شمار میں نہ ہوتے اور مسلم نے کیا کیا
امام بخاری کی کتاب کو لے کر اس کی احادیث کی تخریج کی اور اس میں
اضافے کیے''۔

اس ضمن میں علماء کے اس قدر اقوال ہیں کہ ان کا ذکر و بیان کتاب کی طوالت کا موجب ہوگا۔ اس لیے ہم ان کو نظر انداز کرتے ہیں۔ صحیح بخاری کی فوقیت ثابت کرنے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ امام بخاری امام مسلم کے مقابلہ میں فن حدیث کو بہتر طور پر جانتے تھے۔ اور ان کے استاد بھی تھے۔ حتیٰ کہ امام مسلم بذات خود بھی امام بخاری کو یکتائے روزگار تسلیم کرتے تھے۔

دوم: صحیح حدیث کا مدار و انحصار اس بات پر ہے کہ حدیث کی سند متصل ہو، اس کے رواۃ و رجال حافظ و ضابط ہوں۔ شذوذ و علت سے پاک ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ اوصاف بخاری میں مسلم کی نسبت قوی تر ہیں۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ اتصال سند:

اسناد معنعن، جس میں ''فلاں عن فلاں'' کہہ کر روایت کی جاتی ہے امام مسلم اس میں معاصرت کو کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن امام بخاری اس سند کو اتصال پر اس وقت محمول کرتے ہیں۔ جب ایک دفعہ استاد شاگرد کی ملاقات ثابت ہو جائے۔ ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نزدیک صرف معاصرت کافی نہیں ہے- امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس کی وضاحت کی اور صحیح بخاری میں اس روش پر گامزن رہے ہیں- اس کے برخلاف امام مسلم اپنی کتاب میں اسی اختیار کردہ راہ پر رواں دواں رہے- صحیح مسلم کے مقدمہ میں اس کی وضاحت کی اور نہایت سختی کے ساتھ مخالفین کی تردید کی- اس میں شبہ نہیں کہ حدیث معنعن کے بارے میں امام بخاری کا موقف اتصال سے قریب تر ہے- اور اس میں انقطاع کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا- جب کہ امام مسلم کے نظریہ میں یہ بات موجود نہیں-

۲- سلامت از شذوذ و علت:

بخاری و مسلم کی جن احادیث پر نقد و جرح کی گئی ہے- ان کی تعداد دو سو دس ہے- صرف صحیح بخاری میں ان میں سے اٹھتر احادیث پائی جاتی ہیں اور صرف صحیح مسلم میں ایک سو احادیث- باقی ماندہ بتیس احادیث میں صحیح بخاری و مسلم دونوں شریک ہیں- ظاہر ہے کہ جس کتاب پر نقد و جرح کم کی گئی ہو وہ کثیر الانتقاد کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہوگی-

۳- اتقان رُواۃ:

اتقان رواۃ و رجال کے اعتبار سے بھی صحیح بخاری مسلم پر فائق ہے- اس کے وجوہ و اسباب حسب ذیل ہیں:

۱- جن راویوں سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں اور مسلم ان سے روایت نہیں کرتے- ان کی تعداد چار سو تیس سے کچھ اوپر ہے- ان میں سے اسی راویوں پر نقد و جرح و قدح کی گئی ہے اور جن راویوں سے روایت کرنے میں امام مسلم منفرد ہیں اور بخاری ان سے روایت نہیں کرتے- وہ تعداد میں چھ سو بیس ہیں ان میں سے ایک سو ساٹھ راویوں پر نقد و جرح کی گئی ہے- اس میں شبہ نہیں کہ غیر منتقد راویوں سے روایت ان راویوں کی نسبت بہتر ہے- جن پر جرح کی گئی ہے- اگرچہ وہ نقد و جرح اس راوی کے حق میں قادح نہ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہو۔

ب۔ بخاری کے جن راویوں پر جرح کی گئی ہے۔ امام بخاری نے ان سے بہت کم حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان راویوں میں سے کسی کے پاس بھی کوئی ضخیم کتاب نہ تھی جو بتمامہ یا اس کا اکثر حصہ امام بخاری نے روایت کر دیا ہو' بجز عکرمہ کے جو حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں برخلاف امام مسلم کے کہ انہوں نے ان کتابوں کے اکثر اجزاء نقل و روایت کر دیئے۔ مثلاً ابوالزبیر کی روایت جابر سے سہیل کی اپنے والد سے اور علاء بن عبدالرحمٰن از والد خود و حماد بن سلمہ از ثابت وغیر ذالک۔

ج: صحیح بخاری کے جن راویوں پر جرح کی گئی ہے۔ ان میں سے اکثر امام بخاری کے اساتذہ تھے جن سے آپ مل چکے اور جن کی صحبت سے آپ مستفیض ہو چکے تھے۔ آپ ان کے حالات سے واقف اور ان کی روایت کردہ احادیث سے بخوبی آگاہ تھے ان کی جید و ردی روایات میں تمیز کر سکتے تھے۔ بخلاف ازیں صحیح مسلم کے مجروح راوی زیادہ تر عصر سابق سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ یا تو تابعین میں سے تھے یا اتباع تابعین میں سے۔ اس میں شبہ نہیں کہ محدث اپنے شیوخ کی مرویات سے زیادہ باخبر ہوتا ہے۔

د۔ امام بخاری راویوں کے پہلے طبقہ کی روایات اخذ کرتے ہیں' جو حفظ و اتقان اور اپنے اساتذہ کی طول صحبت میں دوسروں سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ دوسرے طبقہ کے چیدہ چیدہ راویوں کی روایات نقل کرتے ہیں' جو پہلے طبقہ کے رواۃ و رجال کی نسبت صفات مذکورہ میں کم درجہ کے ہیں۔ بخلاف ازیں امام مسلم دوسرے طبقہ کی روایت کردہ احادیث اصالۃً نقل کرتے ہیں۔ اس لیے صحیح بخاری سند کے اعتبار سے قوی تر اور رواۃ و رجال کے لحاظ سے پختہ تر ہے۔

جہاں تک ابوعلی نیشاپوری کے اس قول کا تعلق ہے کہ:

''نیلے آسمان کے نیچے کوئی کتاب مسلم سے صحیح تر نہیں ہے''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس سے ہمارے متقدم الذکر قول کی نفی نہیں ہوتی - حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ ابوعلی نے مسلم کو شرائط صحت کی بنا پر افضل قرار نہیں دیا - بلکہ اس کے کچھ دوسرے اسباب و وجوہ ہیں - اور وہ یہ کہ امام مسلم نے اپنی کتاب کو اپنے شہر میں مقیم رہ کر ترتیب دیا تھا - جب کہ آپ کے اکثر اساتذہ بقید حیات تھے - اس لیے آپ الفاظ اور سیاق وسباق کا خاص خیال رکھتے تھے - بخلاف ازیں امام بخاری کی توجہ کا مرکز فقہی احکام کا استخراج و استنباط تھا - جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ایک حدیث سے مختلف احکام نکالنے کے لیے آپ اس کو کئی اجزاء میں تقسیم کر دیتے اور جس جز کی مناسبت جس باب کے ساتھ ہوتی' اس کو وہاں لاتے - اس طرح ایک ہی حدیث کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتی ہے -

مگر امام مسلم کا طرز و انداز اس سے یکسر مختلف ہے وہ ایک حدیث کے مختلف طرق و اسانید کو ایک ہی جگہ جمع کر دیتے ہیں - امام مسلم اکثر و بیشتر احادیث مرفوعہ روایت کرتے ہیں - موقوفات کو شاذ و نادر بیان کرتے ہیں اور وہ بھی اصالۃً نہیں بلکہ تبعاً وضمناً - اس لیے ابوعلی نے صحیح مسلم کو صحیح تر قرار دیا - مغرب کے بعض علماء نے جو صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے' وہ حسن سیاق اور جودت وضع و ترتیب کے اعتبار سے ہے صحت کے لحاظ سے نہیں - چنانچہ آج تک کسی عالم نے بھی یہ بات صراحۃً نہیں کہی کہ صحیح مسلم صحیح بخاری کے مقابلہ میں صحیح تر ہے - اور اگر کوئی شخص یہ بات کہتا تو یہ واقعہ کے خلاف ہوتی'' - (مقدمہ فتح الباری ج ۱ ص ۸ و شرح النخبہ ص ۱۰)

صحیحین میں تمام احادیث صحیحہ کو شامل نہیں کیا گیا:

جملہ حفاظ و ائمہ حدیث کا اجماعی فیصلہ ہے کہ بخاری و مسلم نے اپنی اپنی کتاب میں احادیث صحیحہ کا استیعاب نہیں کیا اور نہ اس کا التزام کیا ہے - امام بخاری سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''میں نے صحیح بخاری میں صرف وہی احادیث شامل کی ہیں جو صحیح تھیں - اور بعض احادیث صحیحہ کو خوف طوالت کے پیش نظر ترک کر دیا'' -

امام بخاری سے یہ قول بھی منقول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ زبانی یاد ہیں''۔

آپ نے فرمایا:

''میں اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں بیٹھا۔ آپ نے فرمایا ''کیا ہی اچھا ہو کہ آپ احادیث صحیحہ پر مشتمل ایک مختصر کتاب مرتب کریں''۔ یہ بات میرے دل کو لگ گئی اور میں نے صحیح بخاری کی تالیف کا کام شروع کر دیا''۔

امام مسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

''جو احادیث صحیحہ مجھے یاد تھیں وہ سب کی سب میں نے اس کتاب میں شامل نہیں کیں۔ میں نے صرف وہ احادیث اس میں جمع کی ہیں' جن کی صحت پر اجماع قائم ہو چکا ہے''۔ (مقدمہ ابن الصلاح)

امام مسلم پر جب یہ اعتراض کیا گیا کہ آپ نے احادیث صحیحہ کو ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ اس طرح جب اہل بدعت کے خلاف کسی حدیث سے احتجاج کیا جائے گا تو وہ کہیں گے صحیح مسلم میں یہ حدیث موجود نہیں۔ تو موصوف نے اس کا جواب یہ دیا کہ میں نے اس کتاب میں احادیث صحیحہ جمع کی ہیں۔ مگر میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ جو حدیث میں نے اس کتاب میں شامل نہیں کی وہ ضعیف ہے''۔ (توجیہ النظر ص ۹)

اس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

اول: جن محدثین نے امام بخاری و مسلم پر یہ اعتراض عاید کیا ہے کہ بعض احادیث ان کی شرائط کے مطابق صحیح تھیں۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے ان احادیث کو اپنی کتب میں جگہ نہیں دی۔ یہ اعتراض درست نہیں۔ یہ اعتراض امام دار قطنی و بیہقی اور ابن حبان نے اٹھایا ہے۔

محدث ابن حبان فرماتے ہیں:

''امام بخاری و مسلم پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے بعض ایسی احادیث کو شامل نہیں کیا جو ان کے شرائط کے مطابق تھیں''۔

امام دار قطنی کا قول ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''صحابہؓ کی ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ سے متعدد احادیث روایت کی ہیں اور وہ صحیح بھی ہیں۔ مگر امام بخاری و مسلم نے ان کو اپنی کتب میں شامل نہیں کیا۔ حالانکہ ان کے شرائط کے مطابق ان احادیث کو شامل کتاب کرنا ضروری تھا''۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

''امام بخاری و مسلم نے صحیفہ ہمام بن منبہ کی بعض احادیث پر اتفاق کیا ہے اور وہ دونوں (امام بخاری و مسلم) نے روایت کی ہیں۔ علاوہ ازیں صحیفہ کی بعض احادیث کو صرف مسلم نے اور بعض کو صرف بخاری نے روایت کیا ہے۔ حالانکہ اسناد ایک ہی ہیں''۔

امام دارقطنی اور ابوذر ہروی نے بخاری و مسلم کی ترک کردہ احادیث صحیحہ کے بارے میں الگ الگ کتاب تصنیف کی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری و مسلم کے بارے میں یہ اعتراض درست نہیں۔ اس لیے کہ دونوں نے احادیث صحیحہ کے استیعاب کا دعویٰ بالکل نہیں کیا۔ بخلاف ازیں ان دونوں جلیل القدر محدثین نے صراحۃً کہا ہے کہ تمام احادیث صحیحہ کو اپنی کتب میں شامل کرنا ان کے پروگرام میں شامل نہیں ہے۔ بلکہ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ صرف وہی احادیث ان کتابوں میں شامل کریں گے جو صحیح ہوں۔ (تمام احادیث نہیں) جس طرح کوئی مصنف اپنی فقہ سے متعلق کتاب میں چند فقہی مسائل جمع کر دے۔ (مقدمہ شرح مسلم للنووی)

دوم: امام بخاری و مسلم اگر کسی راوی کی مرویات کو اپنی کتب میں شامل نہ کریں، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ضعیف راوی ہے۔ اس لیے کہ جس طرح امام بخاری و مسلم نے تمام احادیث صحیحہ کو شامل کرنے کا التزام نہیں کیا۔ اسی طرح انہوں نے اپنے اوپر یہ پابندی بھی عائد نہیں کی کہ وہ تمام ثقہ راویوں کی مرویات کو اپنی کتب میں یکجا کریں گے۔ ثقہ راویوں کی تعداد تیس ہزار سے کچھ اوپر ہے۔ اس لیے کہ تاریخ بخاری میں چالیس ہزار سے کچھ اوپر راویوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور امام بخاری نے ضعیف راویوں کے بارے میں جو کتاب لکھی ہے۔ اس میں سات سو سے بھی کم راویوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن راویوں کی مرویات امام بخاری نے اپنی کتاب میں شامل کی ہیں' ان کی تعداد دو ہزار سے بھی کم ہے۔ جیسا کہ حافظ حازمی نے اپنی کتاب "شروط الائمۃ الخمسۃ" میں بیان کیا ہے۔

امام حاکم ابو عبداللہ نیشا پوری نے بکثرت صحابہؓ و تابعین اور دیگر رواۃ و رجال کا ذکر کیا ہے۔ جن کی مرویات کو امام بخاری و مسلم نے اپنی کتب میں شامل نہیں کیا۔ اس کے باوجود امام حاکم نے اپنی کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" کی نوع اکاون میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل راویان حدیث شامل ہیں۔

۱۔ صحابۃ:

ابو عبیدہ بن الجراح' عتبہ بن غزوان' ابو کبشہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ' ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ۔ ارقم بن ارقم' قدامہ بن مظعون' سائب بن مظعون' شجاع بن وہب اسدی' عباد بن بشر اشہلی' سلامہ بن وقش و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم۔

ایسے بکثرت صحابہ ہیں' جن کی مرویات کو امام بخاری و مسلم نے اپنی کتب میں شامل نہیں کیا۔ میں نے ان کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ یہ ان مہاجرین میں سے ہیں جو غزوۂ بدر میں شامل ہو چکے تھے۔ مگر ان کی کوئی روایت بخاری و مسلم میں موجود نہیں۔ البتہ دوسرے صحابہؓ کی روایات میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ حدیث کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں"۔

۲۔ تابعین:

محمد بن ابی بن کعب' سائب بن خلاد بن سائب' محمد بن اسامہ بن زید' مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف' سعید بن سعد بن عبادہ' عبیداللہ بن رافع بن خدیج و دیگر تابعین۔

تابعین میں یہ لوگ بڑے عالی مرتبت تھے اور ان کے آباء صحابہؓ میں بلند مقام پر فائز تھے۔ مگر اس کے باوصف بخاری و مسلم میں ان کی کوئی روایت مذکور نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے کہ جو اسانید ان تابعین تک پہنچتی ہیں وہ ضعیف ہیں- بذات خود ان پر کوئی جرح نہیں کی گئی اور ان کا دامن اس سے پاک ہے-

۳- اتباع تابعین:

عبدالرحمٰن بن ابی الزناد' عطا بن سائب ثقفی' ابو یعقوب عبدی' عبداللہ بن شبرمہ الضبی' ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' بشر بن سلیمان نہدی' حسن بن حر وغیرہم-

شیخ محمد زاہد کوثری ''شروط الائمۃ الخمسہ للحازمی'' کے حاشیہ پر رقم طراز ہیں:

''یہ امر قابل غور ہے کہ شیخین (امام بخاری و مسلم) نے صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں امام ابوحنیفہ کی کوئی روایت شامل نہیں کی- باوجودیکہ ان کی ملاقات جناب امام کے کم سن اصحاب الاصحاب سے ہوئی تھی- اور ان سے اخذ و استفادہ بھی کیا تھا- بخاری و مسلم نے امام شافعی کی کوئی روایت بھی شامل کتاب نہیں کی- اس کے باوصف کہ وہ دونوں امام شافعی کے بعض تلامذہ کو مل چکے تھے- امام بخاری نے امام احمد کی صرف دو روایتیں کتاب میں شامل کی ہیں- ایک تعلیقاً (بلا سند) اور دوسری بالواسطہ- حالانکہ امام بخاری امام احمد سے مل چکے تھے- اور ان کی صحبت میں رہ چکے تھے- اسی طرح امام مسلم نے امام بخاری کی کوئی روایت صحیح مسلم میں شامل نہیں کی- اس کے باوجود کہ وہ بخاری کے شاگرد اور ان کے تربیت یافتہ ہیں- مسلم نے امام احمد سے تیس کے لگ بھگ احادیث روایت کی ہیں- امام احمد نے اپنی مسند میں امام مالک سے از نافع بطریق شافعی صرف چار حدیثیں روایت کی ہیں- حالانکہ یہ صحیح ترین سند ہے یا صحیح ترین اسانید میں سے ایک ہے- امام احمد نے شافعی سے لے کر جو احادیث روایت کی ہیں وہ بیس سے بھی کم ہیں- اس کے باوصف کہ امام احمد امام شافعی کی صحبت میں رہ کر ان سے موطا امام مالک کا سماع کر چکے تھے- مزید برآں امام احمد کو امام شافعی کے مذہب قدیم کے راویوں میں سے بھی شمار کیا جاتا ہے''-

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

شیخ محمد زاہد کوثری کہتے ہیں کہ امام بخاری و مسلم کی امانت و دیانت کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے سابق الذکر ائمہ مجتہدین کی احادیث کو اپنی کتب میں اس لیے شامل نہ کیا کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کے اصحاب و تلامذہ مشرق و مغرب میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کی مرویات ہر لحاظ سے محفوظ مصئون ہیں اور ان کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہے۔ محدثین کی توجہ ان راویان حدیث کی جانب مرکوز تھی جن کی روایات کے ضائع ہو جانے کا خدشہ تھا۔ اس لیے انہوں نے ایسے راویوں کی روایات کو اپنی کتب میں جگہ دے کر ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔

علامہ کوثری کا قول ہے ''جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ محدثین ائمہ مجتہدین کی روایات سے دانستہ احتراز کرتے تھے یا ان کی مرویات کو اس لیے قبول نہ کیا گیا کہ کتب جرح و تعدیل میں ان ائمہ پر نقد و جرح کی گئی ہے وہ درست نہیں۔ مثلاً سفیان ثوری کی جرح امام ابوحنیفہ پر۔ یا یحییٰ بن معین کا قول امام شافعی کے بارے میں اور کرابیسی کی جرح امام احمد پر اور ذہلی کا نقد و تبصرہ امام بخاری کے بارے میں۔ یہ قول تعصب کا آئینہ دار ہے۔

امام حاکم اور دیگر محدثین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری و مسلم دونوں یا ان میں سے ایک بعض اوقات چند اسباب کی بنا پر ایک ثقہ امام کی روایت کو ترک کر دیتے ہیں۔ وہ اسباب حسب ذیل ہیں۔

۱- چونکہ محدث اور امام مجتہد کے درمیان جو سند ہے وہ ضعیف ہے۔ اس لیے صاحب کتاب محدث کی روایت کو اپنی کتاب میں شامل نہیں کرتا۔

۲- بعض اوقات صاحب اجتہاد امام کے بڑے جلیل القدر اصحاب و تلامذہ ہوتے ہیں جو اس کی مرویات کے محافظ ہوتے ہیں۔ اس لیے صاحب کتاب محدث اس کی روایات کو اپنی کتاب میں اس لیے شامل نہیں کرتا کہ ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

۳- بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ صاحب اجتہاد امام سے روایت کرنے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادہ واسطے ہونے کی وجہ سے سند لمبی ہو جاتی ہے۔ جب کہ امام کے علاوہ دوسری سند کے واسطے کم ہوتے ہیں۔ صاحب کتاب محدث علو اسناد کی خاطر امام پر مشتمل سند کو چھوڑ کر دوسرے طریق سے روایت کرتا ہے۔ اس لیے کہ اسناد عالی میں رسول اکرم ﷺ کا قرب پایا جاتا ہے۔

کیا صحیحین کی احادیث یقین سے ثابت ہیں یا ظن سے؟

حافظ ابوعمرو بن الصلاح فرماتے ہیں:

''جن احادیث کو بخاری و مسلم نے اپنی کتب میں صحیح قرار دیا ہے۔ ان کی صحت قطعی و یقینی ہے۔ نفس الامر میں بھی احادیث کو صحیح تصور کیا جائے گا۔ اس لیے کہ پوری امت مسلمہ نے ان کے مقبول ہونے پر اجماع قائم کیا ہے۔ البتہ ان لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے جن کی مخالفت اجماع کے سلسلہ میں معتبر نہیں بجز چند احادیث کے جن پر بعض نقاد حدیث نے جرح و قدح کی ہے۔ مثلاً محدث دارقطنی وغیرہ۔ یہ احادیث محدثین کے نزدیک معروف ہیں۔ اس ضمن میں ہمارا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ اگر کوئی حدیث متواتر نہ بھی ہو۔ تاہم امت نے بحیثیت مجموعی قبول کر لینے سے اس کی صداقت کا یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے بعض علماء اصول کا مذہب یہ ہے کہ ان احادیث کی صداقت کا ظنی علم حاصل ہو جاتا ہے۔ البتہ بنا برظن ایسی احادیث واجب العمل ہوتی ہیں۔ صداقت کا یقینی علم اس لیے حاصل نہیں ہوتا کہ ظن میں خطا کا احتمال نہیں ہوتا۔ ابن الصلاح کہتے ہیں کہ معصوم عن الخطا کا ظن غلط نہیں ہوسکتا۔ اور اجماع امت خطا سے معصوم و محفوظ ہے''۔

امام نووی شارح مسلم کا میلان اس طرف ہے کہ صحیحین کی غیر متواتر احادیث ظن کے ساتھ ثابت ہوتی ہیں یقین کے ساتھ نہیں۔ ابن الصلاح کے نقطہ نظر پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کا مسلک محققین اور اکثر علماء کے خلاف ہے۔ اکثر علماء یہی کہتے ہیں کہ صحیحین کی وہ احادیث جو متواتر نہ ہوں ظن کا فائدہ دیتی ہیں۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے کہ وہ آحاد ہیں اور آحاد سے ظنی علم حاصل ہوتا ہے- اس بات میں بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں کوئی فرق و امتیاز نہیں پایا جاتا- جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ملت اسلامیہ نے بالاتفاق ان کو قبول کیا ہے تو اس کی بنا پر بخاری و مسلم کی احادیث پر عمل کرنا واجب ٹھہرتا ہے اور یہ متفق علیہ بات ہے-

اور جو اخبار آحاد بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں- ان پر عمل اس وقت واجب ہوتا ہے جب ان کی اسناد صحیح ہوں- مگر صحیحین کی طرح ان سے بھی ظن کا فائدہ حاصل ہوتا ہے- اس ضمن میں صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ صحیحین کی تمام احادیث پر بلانظر و تامل عمل کرنا واجب ہے- بخلاف ازیں دوسری کتب کی احادیث پر اس وقت عمل کیا جائے گا جب ان میں صحت کے شروط پائے جائیں- بخاری و مسلم کی احادیث کے واجب العمل ہونے پر اجماع کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے قطعی و یقینی طور پر کلام رسول ہونے پر بھی اجماع منعقد ہو چکا ہے- یہ اجماع وجوب عمل پر ہے ان کے قطعی و یقینی ہونے پر نہیں-

غرض یہ کہ اخبار آحاد کے ظنی الثبوت اور قطعی الثبوت ہونے کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں- علماء کی ایک جماعت ابن الصلاح کی پیروی میں یہ کہتی ہے کہ اخبار آحاد یقینی طور پر ثابت ہیں- دوسرا فریق امام نووی کا ہمنوا ہے کہ یہ بطریق ظن ثابت ہیں-

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''اس میں شبہ نہیں کہ اکثر علماء امام نووی کے ہم خیال ہیں- مگر یہ بھی درست ہے کہ محققین ابن الصلاح کی تائید کرتے ہیں''-

حافظ ابن حجر شرح نخبہ میں مزید لکھتے ہیں:

''جس حدیث میں کچھ قرائن جمع ہو گئے ہوں اس سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے- مگر بعض لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے- قرائن پر مشتمل حدیث کی کئی قسمیں ہیں-

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مثلاً وہ احادیث جن کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہو مگر وہ متواتر کے درجہ تک نہ پہنچی ہوں۔ اس قسم کی احادیث کئی قرائن پر مشتمل ہیں۔ اس میں قرینہ یہ پایا جاتا ہے کہ بخاری و مسلم جلیل القدر محدثین میں شمار ہوتے ہیں اور وہ احادیث کی تمیز و معرفت میں دوسروں پر فائق ہیں۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی احادیث کو امت مسلمہ نے بالاتفاق قبول کیا ہے۔ یہ قبولیت یقین کا فائدہ دینے کے اعتبار سے اس کثرت طرق سے قوی تر ہے جو تواتر کی حد تک نہ پہنچ سکے۔ مگر یہ ان احادیث کے ساتھ مخصوص ہے جن پر کسی نقاد حدیث نے نقد و جرح نہ کی ہو۔ نیز یوں بھی نہ ہو کہ بخاری و مسلم کی دو حدیثوں میں تعارض پایا جاتا ہو اور ترجیح کا کوئی امکان نہ ہو۔ اس لیے کہ دو متناقض حدیثوں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دیئے بغیر یقینی علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے ماسوا جو بھی احادیث ہیں' ان کی صحت کو تسلیم کرنے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ علماء کا اجماع بخاری و مسلم کی احادیث کے واجب العمل ہونے پر منعقد ہوا ہے ان کی صحت پر نہیں تو ہم اس کو تسلیم نہیں کر سکتے اس لیے کہ عمل تو ہر صحیح حدیث پر واجب ہے۔ اگرچہ بخاری و مسلم نے اس کو روایت نہ بھی کیا ہو۔ پھر صحیحین کی فوقیت کیا ہوئی؟ حالانکہ علماء کا اجماع اس بات پر منعقد ہو چکا ہے کہ بخاری و مسلم کو جو فضیلت حاصل ہے وہ ان کی صحت کے اعتبار سے ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے بخاری و مسلم کی احادیث کو مفید یقین کہا ہے۔ ان میں استاد ابو اسحاق اسفرائنی اور ائمہ حدیث میں سے ابو عبداللہ حمیدی و ابوالفضل بن طاہر کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بخاری و مسلم کو جو فوقیت حاصل ہے وہ اس لحاظ سے ہو کہ ان میں 'شمولہ احادیث اصح الصحیح (احادیث صحیحہ میں سب سے زیادہ صحیح) ہیں۔ قرائن پر مشتمل حدیث کی صداقت کا پتہ صرف اسی شخص کو چل سکتا ہے جو حدیث کا عالم متبحر ہو۔ رواۃ و رجال کو جانتا پہچانتا اور اس کے علل سے آگاہ ہو۔ جو شخص ان صفات سے عاری ہو' وہ اس سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ مگر اس کے آگاہ نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان صفات سے متصف عالم بھی اس سے بے خبر رہے۔ (شرح نخبہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن کثیر الباعث الحثیث میں لکھتے ہیں:

''اس ضمن میں میں حافظ ابن الصلاح کا ہم خیال ہوں- بعدازاں مجھے استاذ محترم شیخ الاسلام کی تحریر مل گئی- جس میں وہ فرماتے ہیں-

''جس حدیث کو امت اسلامیہ نے بالاتفاق قبول کیا ہو (یعنی بخاری و مسلم کی احادیث) اس کے قطعی و یقینی ہونے کا نظریہ علماء کی ایک جماعت سے منقول ہے- مثلاً قاضی عبدالوہاب مالکی اور شافعیہ میں سے شیخ ابو حامد اسفرائنی و قاضی ابوالطیب طبری و شیخ ابو اسحاق شیرازی اور حنابلہ میں سے ابو حامد و ابو یعلی بن الفراء و ابو الخطاب و ابن زعفرانی اور حنفیہ میں سے شمس الائمہ سرخسی - اکثر اشعری متکلمین کا مسلک بھی یہی ہے- مثلاً ابو اسحاق اسفرائنی و ابن فورک- جملہ محدثین اور علمائے سلف بھی اسی کے قائل ہیں''-

امام جلال الدین سیوطی تدریب الراوی میں لکھتے ہیں کہ میرا مسلک بھی یہی ہے اور اس کے سوا میں کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا''-

شیخین پر نقد و جرح:

حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے بخاری و مسلم پر یہ جرح کی ہے کہ انہوں نے جو شرائط مقرر کیے تھے- ان کو قائم نہ رکھا اور اس سے فروتر درجہ کی احادیث کو اپنی کتب میں شامل کیا- ان معترضین میں امام دارقطنی' ابو مسعود دمشقی اور ابو علی غسانی جیسے اکابر محدثین شامل ہیں- اس ضمن میں انہوں نے کتابیں بھی تصنیف کی ہیں-

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ان کے سب اعتراضات ایسے نہیں ہیں- جن سے احادیث کا مجروح ہونا لازم آتا ہو- بعض اعتراضات کا جواب بسہولت دیا جا سکتا ہے- بعض کا جواب دینا ممکن ہے اور بعض اعتراضات کا جواب تکلف اور کھینچا تانی سے دیا جا سکتا ہے-

حافظ ابن حجر یہ بھی کہتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی جن احادیث پر جرح کی گئی ہے- اگر ان کو استشہاد و تقویت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے- جیسے معلقات متابعات اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شواہد قسم کی احادیث ہوتی ہیں۔ تو اعتراض کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ یہ احادیث دونوں کتب کے اصل موضوع سے خارج ہیں۔ کیوں کہ بخاری و مسلم کی مقصود احادیث وہ ہیں جو مسند اور متصل ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ دارقطنی نے بخاری و مسلم کی معلق احادیث پر جرح نہیں کی۔ اس لیے کہ وہ دونوں کتب کے مقصود و موضوع سے خارج ہیں۔ اور ان کو صرف تائید و تقویت کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔

اور اگر نقد و جرح مسند حدیث پر کی گئی ہے تو یا تو یہ اعتراض محدثین کے ضعیف قواعد پر مبنی ہوگا اور اس کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اس کی اساس کمزور ہے۔ اور یا مضبوط قواعد پر مبنی ہوگا۔ اس صورت میں بخاری و مسلم دونوں یا کسی ایک کی توثیق و تصحیح معترض کے کلام کے ساتھ متعارض ہوگی۔ اندریں صورت شیخین کے قول کو ترجیح دی جائے گی۔ اس لیے کہ تصحیح و تضعیف کے بارے میں ان کا قول معتبر ہے۔ اور معترض کے اعتراض کو رد کر دیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

بخاری و مسلم دونوں کی دو سو دس احادیث پر جرح کی گئی ہے۔ ان میں سے بتیس احادیث دونوں کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ صرف بخاری میں اٹھتر احادیث ہیں اور صرف مسلم میں ایک سو احادیث۔

اس نقد و جرح کا اجمالی جواب یہ ہے کہ امام بخاری و مسلم اپنے ہم عصر محدثین اور بعد میں آنے والے ائمہ فن سے احادیث صحیحہ و سقیمہ کی جان پہچان میں افضل ہیں اس بات میں محدثین کے یہاں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ امام علی المدینی اپنے عصر و عہد میں علل حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اور امام بخاری ان کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری کہا کرتے تھے۔ ''اور کسی شخص کے یہاں حاضر ہو کر مجھے اپنی کم سوادی کا احساس نہیں ہوا جتنا علی بن المدینی کی خدمت میں پہنچ کر ہوا''۔ اس کے باوجود ابن المدینی کا یہ حال تھا کہ جب ان کو امام بخاری سے منقول ہو کر کوئی حدیث پہنچتی تو فرماتے ''اس حدیث پر جرح نہ کرو بخاری نے خود بھی اپنے جیسا کوئی شخص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں دیکھا''۔

محمد بن یحییٰ ذہلی اپنے زمانہ میں زہری کی روایات کے علل کو سب سے بہتر طور پر جانتے تھے۔ حتیٰ کہ امام بخاری و مسلم نے بھی ان سے استفادہ کیا۔ فربری امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔

''میں صحیح بخاری میں کسی حدیث کو اس وقت شامل کرتا جب پہلے اس کے بارے میں استخارہ کر لیتا۔ اور اس کی صحت کا مجھے یقین ہو جاتا''۔

مکی بن عبداللہ کہتے ہیں:

''میں نے مسلم بن حجاج کو فرماتے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنی کتاب صحیح مسلم امام ابوزرعہ رازی کو دکھائی۔ آپ نے جس علت کی جانب اشارہ کیا میں نے اسے ترک کر دیا''۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام بخاری و مسلم صرف اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں جس میں کوئی علت نہ ہو۔ یا علت تو ہو مگر بخاری و مسلم کے نزدیک مؤثر نہ ہو۔ اندریں صورت جب معترض کے اعتراض کو ان پر وارد کیا جائے گا تو اس کا نقد و جرح امام بخاری و مسلم کی تصحیح سے معارض ہو گا۔ ظاہر ہے کہ شیخین کی تصحیح معترض کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہو گی۔ لہٰذا اس کا اعتراض خود بخود دور ہو جائے گا۔

بعد ازاں حافظ ابن حجر اس نقد و جرح کا تفصیلی جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی جن احادیث پر جرح کی گئی ہے۔ اس کو انہوں نے چھ اقسام میں منقسم کیا ہے۔ پھر دارقطنی نے بخاری کی جن احادیث کو ہدف نقد و جرح بنایا تھا' ایک ایک کر کے حافظ ابن حجر ان کا جواب دیتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں اگر ایک منصف مزاج شخص میرے جوابات کو بنظر غائر دیکھے گا تو اس کی نگاہ میں امام بخاری اور ان کی کتاب کی قدر و قیمت بڑھ جائے گی۔ اور وہ ان علماء کو حق بجانب قرار دے گا۔ جنہوں نے اس کتاب کو وقعت و اہمیت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور قدیم و جدید تمام کتب کے مقابلہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کو ترجیح دی۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں جواب دینے کے لیے میں نے دارقطنی کے اعتراضات کو اس لیے چنا' تاکہ دوسروں کے لیے ایک نمونہ ہو۔ اس لیے کہ دارقطنی اس فن کے عظیم امام ہیں۔ (مقدمہ فتح الباری ج ۲ص ۸۱)

صحیح مسلم کی جن احادیث پر نقد و جرح کیا گیا ہے ائمہ حدیث نے ایک ایک کر کے ان سب کا جواب دیا ہے۔ امام سیوطی کہتے ہیں کہ صحیح مسلم کی ضعیف احادیث سے متعلق میں نے ایک مستقل کتاب دیکھی ہے۔ شیخ ولی الدین عراقی نے اس کی تردید میں ایک کتاب لکھی ہے۔ سیوطی کہتے ہیں کہ بعض حفاظ حدیث نے ذکر کیا ہے کہ صحیح مسلم میں ایسی احادیث بھی ہیں جو شرائط صحت کے خلاف ہیں۔ بعض احادیث کے راویوں میں ابہام پایا جاتا ہے۔ بعض اسانید میں ارسال و انقطاع اور بعض میں وجادہ پایا جاتا ہے جو انقطاع کے حکم میں ہوتا ہے۔ بعض میں مکاتبہ پایا جاتا ہے رشید عطار نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ جس میں صحیح مسلم پر وارد کردہ اعتراضات کو نقل کر کے ایک ایک کا جواب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب میں نے دیکھی ہے۔ (تدریب الراوی ص ۴۲)

امام ابن الصلاح نے امام مسلم کے دفاع وحمایت میں ایک مختصر جواب دیا ہے۔ یہ جواب ہم امام نووی کی شرح مسلم کے مقدمہ سے نقل کرتے ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں:

> ''بعض لوگوں نے صحیح مسلم پر نکتہ چینی کی ہے کہ وہ ضعیف اور طبقہ ثانیہ کے متوسط درجہ کے راویوں سے روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ شرائط صحت کے خلاف ہے۔ مگر اس اعتراض میں کوئی معقولیت نہیں۔ حافظ ابوعمرو بن الصلاح نے چند وجوہ کے پیش نظر جو جواب دیا ہے۔ وہ ہم نقل کرتے ہیں''۔

اوّل: ایسے راوی دیگر محدثین کے نزدیک ضعیف اور امام مسلم کی رائے میں ثقہ ہیں۔ اس موقع پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ جرح تعدیل سے مقدم ہوتی ہے۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے دوسرے محدثین کی تضعیف کو ترجیح دینا چاہیے- اس لیے کہ اس قاعدہ پر اس جگہ عمل کیا جاتا ہے- جہاں جرح کا سبب تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہو- ورنہ جرح مقبول نہ ہو گی- حافظ ابوبکر خطیب بغدادی اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ بخاری مسلم و ابوداؤد نے جن احادیث سے احتجاج کیا ہے- مگر دوسرے محدثین ان پر جرح کرتے ہیں- اس کے بارے میں صحیح موقف یہ ہے کہ بخاری و مسلم کے نزدیک وہ جرح و طعن تفصیلاً ثابت نہیں ہو سکا-

دوم: دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلم میں جو احادیث ضعیف راویوں سے منقول ہیں- ان کو متابعات و شواہد میں ذکر کیا گیا ہے اصول میں نہیں- امام مسلم کا انداز یہ ہے کہ وہ ایک حدیث کو بطور اصل ذکر کرتے ہیں- اس کے راوی ثقہ ہوتے ہیں- پھر اسی حدیث کو ایک دوسری سند یا چند اسانید کے ساتھ تائید و متابعت کے طور پر ذکر کرتے ہیں- یہ اسناد یا اسانید ضعیف راویوں پر مشتمل ہوتی ہیں- یا اس اسناد و اسانید کے ذکر کرنے میں کوئی اور فائدہ ملحوظ ہوتا ہے- امام حاکم نے چند ضعیف راویوں کی مرویات کو ذکر کیا ہے جو صحت کے معیار پر پوری نہیں اترتیں- اور یہی عذر بیان کیا ہے کہ وہ یہ احادیث متابعت اور استشہاد کے طور پر لا رہے ہیں ان ضعیف راویوں میں مندرجہ ذیل راوی شامل ہیں-

مطر الوراق' بقیہ بن ولید' محمد بن اسحاق بن سیار' عبداللہ بن عمر العمری' نعمان بن راشد-

امام مسلم نے بھی اس قسم کے ضعیف راویوں کی مرویات کو شواہد و متابعات میں ذکر کیا ہے-

سوم: تیسری وجہ یہ ہے کہ امام مسلم نے جن ضعیف راویوں سے حدیثیں روایت کی ہیں- ان میں ضعف امام مسلم کے اخذ و استفادہ کے بعد پیدا ہوا- مثلاً حافظہ میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی- چونکہ امام مسلم نے خرابی پیدا ہونے سے قبل ان سے استفادہ کیا تھا- اس لیے یہ ضعف ان کی مرویات میں قدح کا موجب نہیں ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتا- مثال کے طور پر اس ضمن میں احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب کا نام ذکر کیا جا سکتا ہے- امام حاکم کہتے ہیں کہ ان کے دماغ میں خرابی ۲۵۰ھ کے بعد پیدا ہوئی- جب کہ امام مسلم مصر سے چلے گئے تھے- اس لیے احمد کی حالت اس ضمن میں سعید بن ابی عروبہ و عبدالرزاق وغیرہما سے مشابہ ہے- جن کا حافظہ عمر کے آخری حصہ میں خراب ہوا- چونکہ شیخین (بخاری و مسلم) نے ان سے روایت اس وقت کی تھی، جب وہ صحیح الدماغ تھے- اس لیے ان کی مرویات قابل احتجاج ہیں-

چہارم: ضعیف راویوں سے روایت کرنے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات اگر ضعیف راوی سے روایت کی جائے تو سند عالی ہوتی ہے اور اگر اسی حدیث کو بروایت ثقات ذکر کیا جائے تو اس کی سند نازل ہوتی ہے- محدث اندریں صورت سند عالی پر اکتفا کرتا ہے اور سند نازل کو ذکر نہیں کرتا- کیوں کہ اس میں وسائط زیادہ ہونے کی وجہ سے طوالت ہوتی ہے- محدث اہل فن پر بھروسہ کرتا ہے کہ وہ حقیقت حال سے آگاہ ہیں- اس لیے اس کے ذکر کرنے میں چنداں حرج نہیں محدث کا یہ طرز عمل اس صورت سے مختلف ہے- جب کہ وہ ایک حدیث پہلے ثقہ راویوں سے ذکر کرتا ہے- پھر متابعت و استشہاد کے طور کم درجہ راویوں کی مرویات نقل کرتا ہے- محدثین ان دونوں ہی طریقوں پر عمل کرنے کے عادی ہیں-

ضعیف راویوں سے روایت کرنے کا یہ عذر صراحۃً بھی امام مسلم سے منقول ہے چنانچہ سعید بن عمرو برذعی بیان کرتے ہیں کہ وہ امام ابوزرعہ رازی کے یہاں موجود تھے جب کہ صحیح مسلم کا ذکر چل پڑا- انہوں نے اعتراض کیا کہ مسلم اسباط بن نصر و قطن بن نسیر و احمد بن عیسیٰ مصری جیسے ضعیف راویوں سے روایت کرتے ہیں- سعید کہتے ہیں جب میں واپس نیشاپور آیا تو امام مسلم سے ابوزرعہ کے اس اعتراض کا ذکر کیا- امام مسلم نے فرمایا، میں نے ان راویوں سے وہی حدیثیں روایت کی ہیں- جن کو ثقہ راوی ان کے اساتذہ سے روایت کر چکے ہیں- صرف بات یہ ہے کہ بعض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دفعہ ایسے ضعیف راویوں کی سند عالی ہوتی ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں ثقہ راویوں سے جو روایت کی جاتی ہے وہ نازل ہوتی ہے۔ اندریں صورت میں اسناد عالی پر اکتفا کرتا ہوں اور اس میں کچھ مضائقہ بھی نہیں۔ اس لیے کہ وہی حدیث ثقہ راویوں کی روایت سے منقول ہے اور اصحاب فن اس سے آگاہ ہیں۔

امام ابن الصلاح فرماتے ہیں:

> ''یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے مگر میں نے اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ کسی کتاب میں یہ مسئلہ یک جا مذکور نہیں ملتا۔ ہمارے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص صرف اس اساس پر کسی راوی کو ثقہ قرار دیتا ہے کہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس سے روایت کی ہے وہ سہل انگاری کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ غلط کار ہے۔ بخلاف ازیں کسی راوی کی ثقاہت اور کسی حدیث کی صحت کا انحصار اس بات پر ہے کہ امام مسلم نے اس سے روایت کس حیثیت سے کی ہے جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں''۔ (مقدمہ ابن الصلاح)

صحیحین کی مستخرجات:

استخراج کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی محدث حدیث کی کسی کتاب مثلاً صحیح بخاری و مسلم کی احادیث کو اپنی سند سے اس طرح روایت کرے کہ اس سند میں صاحب کتاب مثلاً بخاری و مسلم کا نام نہ آئے۔ آگے چل کر اس محدث کی سند صاحب کتاب مثلاً بخاری کے استاد پر پہنچ کر یا اس کے اوپر جا کر مل جاتی ہے۔ بعض اوقات صحابی پر پہنچ کر دونوں سندیں متحد ہو جاتی ہیں۔ دونوں کی ترتیب اور متون و اسانید میں کچھ فرق نہیں ہوتا۔

استخراج کی شرط یہ ہے کہ سند دور کے شیخ تک نہ پہنچتی ہو۔ مگر بجز اس صورت کے کہ ایسی سند موجود نہ ہو جو شیخ اقرب تک پہنچا دے۔ البتہ کوئی عذر پایا جاتا ہو۔ مثلاً سند عالی ہو یا متن حدیث میں بہت اہم اضافہ ہو تو ایسا ممکن ہے۔ استخراج کرنے والا بعض اوقات ایسی احادیث کو ترک کر دیتا ہے جن کی کوئی عمدہ سند نہیں ہوتی۔ بعض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوقات صاحب کتاب کی سند کے ساتھ بھی وہ ان احادیث کو ذکر کرتا ہے- جس کتاب کا استخراج وہ کر رہا ہے- محدثین نے بہت سی کتب صحیحین اور دیگر کتب حدیث کے مستخرجات کے طور پر تصنیف کی ہیں- ان کی تفصیل حسب ذیل ہے-

مستخرجات صحیح بخاری:

صحیح بخاری کے مستخرجات کثیرہ میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

۱- مستخرج حافظ ابوبکر اسماعیل جرجانی متوفی ۳۷۱ھ-

۲- مستخرج حافظ ابوبکر برقانی متوفی ۴۲۵ھ-

۳- مستخرج حافظ ابوبکر بن مردویہ اصبہانی کبیر مصنف تاریخ وتفسیر متوفی ۴۱۶ھ-

یہ حافظ ابن مردویہ محدث اصبہان سے الگ شخصیت ہیں- مذکور اصبہانی کبیر کے پوتے تھے- ان کی ملاقات اپنے دادا ابن مردویہ اصبہانی کبیر کے ساتھ نہیں ہوئی- ان کی وفات ۴۹۸ھ میں ہوئی-

۴- مستخرج الغطریفی متوفی ۳۷۷ھ-

۵- مستخرج حافظ ابوعبداللہ محمد بن عباس المعروف بابن ابی ذہل الہروی متوفی ۳۷۸ھ-

مستخرجات صحیح مسلم:

صحیح مسلم کے مستخرجات میں سے مشہور حسب ذیل ہیں:

۱- مستخرج حافظ ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائنی متوفی ۳۱۶ھ- اس میں یونس بن عبدالاعلیٰ اور دیگر شیوخ مسلم سے روایت کی ہے-

۲- مستخرج حافظ ابوبکر محمد بن محمد بن رجاء نیشاپوری متوفی ۲۸۶ھ- انہوں نے امام مسلم کے اکثر اساتذہ سے استفادہ کیا-

۳- مستخرج حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ جوزقی نیشاپوری متوفی ۳۸۸ھ- جوزق نیشاپور کے نواح میں ایک گاؤں کا نام ہے-

۴- مستخرج حافظ احمد بن سلمہ نیشاپوری البزار متوفی ۲۸۶ھ- یہ امام مسلم کے ہمراہ بلخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وبصرہ وغیرہ گئے تھے۔

مستخرجات صحیحین:

۱۔ مستخرج حافظ محمد بن یعقوب شیبانی نیشا پوری المعروف ابن الاخرم متوفی ۳۴۴ھ۔

۲۔ مستخرج حافظ ابوذر ہروی متوفی ۴۳۴ھ۔

۳۔ مستخرج حافظ ابومحمد بغدادی المعروف خلال متوفی ۴۳۹ھ۔

۴۔ مستخرج حافظ ابوعلی ماسرجسی نیشاپوری متوفی ۳۶۵ھ۔

ان کے دادا ماسرجس عیسائی تھے اور عبداللہ بن مبارک کے ہاتھ پر اسلام لائے۔

۵۔ مستخرج حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ۔

مذکورہ صدر علماء میں سے ہر ایک نے بخاری ومسلم کی الگ الگ مستخرج لکھی۔بعض علماء نے ایک ہی کتاب میں صحیحین کا استخراج کیا۔مثلاً ابوبکر بن عبدان شیرازی متوفی ۳۸۸ھ۔

اسی طرح محمد بن عبدالملک بن ایمن نے سنن ابی داؤد کی مستخرج مرتب کی۔ ابوعلی طوسی نے سنن ترمذی کی مستخرج تحریر کی اور حافظ ابونعیم نے کتاب التوحید ابن خزیمہ کی مستخرج لکھی۔ حافظ ابوالفضل عراقی نے مستدرک حاکم کی مستخرج لکھنی شروع کی۔مگر اس کی تکمیل نہ کر سکے۔(تدریب الراوی ص ۳۵)

کتب مستخرجہ سے روایت کا حکم:

مستخرجین میں سے کسی نے بھی یہ التزام نہیں کیا کہ ان کی روایت کردہ احادیث کے الفاظ ان اصلی کتب کے بالکل مطابق ہوں گے۔جن کی تخریج وہ کر رہے ہیں۔اس لیے کہ وہ ان الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جو انہوں نے اپنے اساتذہ سے سنے۔بنا بریں ان کی روایت کردہ احادیث اور اصلی کتب کے الفاظ میں تھوڑا بہت فرق ضرور رونما ہو جاتا ہے۔اسی طرح دونوں کے معانی میں بھی کچھ فرق آ جاتا ہے۔لہٰذا جو شخص ان کتب مستخرجہ سے روایت کرے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت صحیحین سے کی ہے یا یوں کہے کہ بخاری و مسلم میں بھی اسی طرح ہے جیسے میں نے روایت کیا۔ البتہ اگر اس نے کتاب مستخرج کی حدیث کا تقابل بخاری و مسلم کے ساتھ کر لیا ہو تو پھر یوں کہہ سکتا ہے۔ اور اگر مستخرج کا مصنف اس بات کی صراحت کرے کہ بخاری یا مسلم کے یہی الفاظ ہیں تو پھر وہ اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ بخاری نے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا۔

مستخرجات کے فوائد:

مستخرجات کے فوائد حسب ذیل ہیں:

۱۔ مستخرجات کی احادیث بعض ایسے زوائد پر مشتمل ہوتی ہیں جو اصل کتب میں نہیں ہوتے۔ ان زوائد کے حاصل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اصل کتب کے الفاظ نقل نہیں کرتے۔ بلکہ وہ الفاظ لاتے ہیں جو انہوں نے اپنے اساتذہ سے سنے۔

۲۔ مستخرج کی اسناد بعض اوقات عالی ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ اگر مستخرج کا مصنف حدیث کو اصل کتاب کے مصنف کی سند کے ساتھ روایت کرے تو وہ نازل ہو گی۔ اور جب وہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرے گا تو وہ اصل کتاب کی سند سے عالی ہو گی۔

۳۔ مستخرج کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ کثرت طرق کی بنا پر حدیث قوی تر ہو جاتی ہے بعض اوقات مستخرج کا مصنف صحابی تک پہنچنے والی مختلف سندیں ذکر کرتا ہے۔ جیسا کہ ابوعوانہ کرتے ہیں۔ اس طرح تعدد طرق کی بنا پر حدیث قوی تر ہو جاتی ہے۔

۴۔ مستخرجات جن فوائد پر مشتمل ہیں ان میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اصل کتاب کے مصنف نے ایسے راوی سے روایت کی ہو جس کا حافظہ عمر کے کسی حصہ میں خراب ہو گیا تھا۔ مگر اس نے نہیں بتایا کہ موصوف نے روایت اس سے قبل کی یا اس کے بعد۔ اندریں صورت مستخرج کا مصنف اس بات کی تصریح کرتا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت حافظہ کی خرابی سے پہلے کی ہے یا بعد کی۔

۵۔ اصل مصنف کسی حدیث کی روایت مدلس راوی سے عن عن کے ساتھ کرتا ہے اور سماع کی تصریح نہیں کرتا۔ بخلاف ازیں مستخرج کا مصنف اپنی روایت میں سماع کی تصریح کرتا ہے۔

۶۔ صاحب الاصل کوئی حدیث مبہم راوی سے ذکر کرتا ہے اور اس کا نام نہیں لیتا بلکہ ''حدثنا رجل'' (ایک آدمی نے ہمیں بتایا) کہتا ہے۔ مستخرج لکھنے والا اس شخص کے نام کی تصریح کرے گا۔

۷۔ بعض دفعہ اصل کتاب کا مؤلف ایک مہمل شخص سے روایت کرتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے ''حدثنا محمد'' (مجھے محمد نے حدیث سنائی) حالانکہ محمد نامی راوی بہت سے ہیں۔ اندریں صورت مستخرج کا مصنف اس راوی کو ممیّز و ممتاز کرے گا کہ اس حدیث کا راوی فلاں محمد ہے۔

۸۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اصل کتاب میں ایک حدیث ایسے الفاظ پر مشتمل ہوتی ہے جو نحوی قواعد کے خلاف ہوتے ہیں اور ان کی توجیہ کے لیے تکلف سے کام لینا پڑتا ہے۔ مستخرج کا مصنف جو روایت ذکر کرتا ہے۔ اس کے الفاظ نحوی قواعد کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مستخرج کے الفاظ صحیح ہیں اور اصل کتاب کی روایت راویوں کے وہم پر مبنی ہے۔

۹۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ اگر بخاری و مسلم کی کسی حدیث میں کوئی علت پائی جاتی ہو اور مستخرج نے اسی حدیث کو بغیر علت کے روایت کیا ہو۔ تو یہ مستخرج کا فائدہ ہے۔ اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔

مستخرج علی الصحیحین کی زیادت کا حکم:

حافظ ابن الصلاح نے مقدمہ میں مستخرجات کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مستخرجات میں واقع ہونے والی زیادت کو صحیح حدیث کا مرتبہ حاصل ہے اس لیے کہ وہ زیادت صحیحین یا دونوں میں سے کسی ایک کی سند کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ بات اس شخص کے بارے میں تو تسلیم کی جا سکتی ہے- جس پر مستخرج کی اسناد اصل کتاب (بخاری و مسلم مثلاً) کے مصنف کی اسناد کے ساتھ مل جائے اور اس کے بعد جو راوی ہیں' ان کے بارے میں بھی یہ خیال درست ہے- مگر جو راوی مستخرج اور اس شخص (جس پر دونوں سندیں مل گئی ہیں) کے درمیان واقع ہیں' ان پر تنقید کی جا سکے گی- کیونکہ مستخرج نے صحت کا التزام نہیں کیا- اس کا مقصد تو صرف علو اسناد ہے- جب یہ غرض پوری ہو گئی تو اس کا مقصد بر آیا- اگر علو اسناد کے ساتھ ساتھ وہ اسناد صحیح بھی ہو یا اس میں زیادت ہو تو وہ زیادت اچھی ہے- اور اتفاقاً حاصل ہوئی ہے- ورنہ اس کا مقصد یہ نہ تھا-

یہ امر پیش نظر رہے کہ یہ اختلاف اس زیادت کے بارے میں ہے جو صحیحین کے حذف شدہ حصہ کے تتمہ و ضمیمہ کے طور پر ہو- بخلاف ازیں اگر کوئی مکمل حدیث زائد ہو تو اس میں شبہ نہیں کہ وہ سند کی قوت یا ضعف کے تابع ہے- اس لیے کہ وہ صحیح بھی ہو سکتی ہے اور حسن و ضعیف بھی- (تدریب الراوی ص ۳۳ و کشف الظنون ج ۱ ص ۲۸۶- توجیہ النظر ص ۱۴۲ و الرسالۃ المستطرفۃ ص ۲۱)

مستدرکات علی الصحیحین:

محدثین کے نزدیک استدراک کا مطلب یہ ہے کہ ان احادیث کو یکجا کر دیا جائے- جو حدیث کی کسی کتاب کے شرائط کے مطابق ہوں مگر مصنف نے ان کو اپنی کتاب میں شامل نہ کیا ہو- قبل ازیں بتایا جا چکا ہے کہ شیخین نے تمام احادیث صحیحہ کو اپنی اپنی کتاب میں جمع کرنے کا التزام نہیں کیا- اس لیے ایسی احادیث موجود ہیں جو بخاری و مسلم دونوں یا کسی ایک کی شرط کے مطابق ہوں مگر ان کو دونوں کتابوں میں شامل نہیں کیا گیا- یہی وجہ ہے کہ علماء نے بخاری و مسلم پر مستدرکات لکھنے کا اہتمام کیا ہے- مشہور ترین مستدرکات حسب ذیل ہیں:

۱- مستدرک ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ- امام حاکم نے اس کتاب میں وہ حدیثیں جمع کی ہیں جو بخاری و مسلم دونوں یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سی ایک کی شرط کے مطابق ہوں- مگر ان دونوں کتابوں میں ان کو شامل نہیں کیا گیا- یا ان احادیث کو جگہ دی ہے جو امام حاکم کے اجتہاد کے مطابق صحیح ہیں- اگر چہ بخاری و مسلم کے شرائط کے مطابق نہیں- وہ کتاب ہذا میں صراحۃً کہتے ہیں کہ یہ حدیث شیخین کی شرائط کے مطابق ہے- یا صرف بخاری اور یا صرف مسلم کے شرائط پر پوری اترتی ہے- دوسری قسم کے بارے میں وہ یوں کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے- بعض اوقات وہ اس میں احادیث ضعیفہ بھی لاتے ہیں اور ان کا ضعف واضح کر دیتے ہیں- احادیث کی تصحیح کے بارے میں امام حاکم کی سہل انگاری مشہور ہے-

حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے مستدرک حاکم کا خلاصہ لکھا ہے اور اس پر تنقید کرتے ہوئے بہت سی احادیث کو ضعیف منکر اور موضوع قرار دیا- ایک جزء میں اس کی احادیث موضوعہ کو جمع کیا- جن کی تعداد قریباً ایک سو ہے- ابن الجوزی نے موضوعات کے متعلق اپنی کتاب میں مستدرک کی ساٹھ احادیث کو شامل کیا ہے- ابو سعید مالینی نے عجیب بات کہی ہے کہ مستدرک کی کوئی حدیث بھی شیخین کی شرائط پر پوری نہیں اترتی- امام ذہبی اس کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مستدرک کی کثیر احادیث بخاری و مسلم دونوں یا کسی ایک کی شرائط کے مطابق ہیں- غالباً نصف کتاب اسی قسم کی احادیث پر مشتمل ہے- مستدرک کا ایک چوتھائی حصہ ان صحیح الاسناد احادیث کا جامع ہے- جن میں علت پائی جاتی ہے- دوسرے ربع میں منکر ضعیف اور موضوعات پائی جاتی ہیں-

مستدرک حاکم میں احادیث کی تصحیح کے بارے میں جو تساہل پایا جاتا ہے- اس کی معذرت پیش کرتے ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں-

''امام حاکم کی سہل انگاری کی وجہ یہ ہے کہ موصوف نے مستدرک کا مسودہ اس خیال سے ترتیب دیا تھا کہ اس کی تہذیب و تنقیح کریں گے- مگر جلد وفات پا گئے اور اس طرح یہ ارادہ تشنہ تکمیل رہا- مستدرک کے چھ اجزاء میں سے میں نے جز ثانی کے نصف کے قریب یہ عبارت تحریر شدہ دیکھی کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''امام حاکم نے یہاں تک مستدرک لکھوائی تھی''- کتاب کا باقی حصہ امام حاکم کا املا کردہ نہیں بلکہ بطریق اجازۃ ان سے منقول ہے- کتاب کا جو حصہ امام حاکم نے خود لکھوایا تھا' اس میں مقابلۃً تساہل بہت ہی کم ہے- اکثر محدثین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جس حدیث کی تصحیح صرف حاکم نے ہی مستدرک میں کی ہو اس پر بحث و نظر کے ذریعے صحیح حسن یا ضعیف ہونے کا جو حکم مناسب ہو عائد کیا جائے اور صرف ان کے فیصلہ پر اکتفا نہ کیا جائے''-

۲- کتاب الالزامات از ابوالحسن علی بن عمر بن احمد دارقطنی بغدادی امیر المومنین فی الحدیث متوفی ۳۸۵ھ- اس کتاب میں دارقطنی نے وہ احادیث جمع کی ہیں' جو شیخین کی شرائط کے مطابق ہیں اور بخاری و مسلم میں موجود نہیں- دارقطنی ان احادیث کو شامل کتاب نہ کرنے کی وجہ سے امام بخاری و مسلم کو مطعون کرتے ہیں- حالانکہ یہ الزام ان پر عائد نہیں ہوتا- کیونکہ انہوں نے تمام احادیث صحیحہ کو اپنی کتب میں جگہ کرنے کا التزام نہیں کیا- دارقطنی نے یہ کتاب مسند کے طرز پر مرتب کی ہے-

۳- مستدرک علی الصحیحین از حافظ ابوذر عبد بن احمد بن محمد بن عبداللہ انصاری ہروی نزیل مکہ صاحب تصانیف کثیرہ متوفی ۴۳۴ھ- یہ دارقطنی کی مستدرک سے ملتی جلتی ہے- (تدریب الراوی ص ۳۱' مفتاح السنۃ ص ۲۷' الباعث الحثیث ص ۱۵' الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۷)

سنن نسائی:

امام نسائی نے ''السنن الکبریٰ'' مرتب کی جس میں صحیح و معلول ہر قسم کی حدیثیں تھیں- پھر ''السنن الصغریٰ'' کے نام سے اسے مختصر کیا اور اس کا نام ''المجتبیٰ'' تجویز کیا- امام نسائی کے نزدیک یہ احادیث صحیحہ کا مجموعہ ہے-

موصوف فرماتے ہیں:

''السنن الکبریٰ میں صحیح و معلول دونوں قسم کی احادیث شامل ہیں- اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے جو مجموعہ ''المجتبیٰ'' (سنن نسائی) کے نام سے منتخب کیا گیا ہے۔ وہ صرف احادیث صحیحہ کا جامع ہے''۔

منقول ہے کہ جب امام نسائی نے ''السنن الکبریٰ'' تصنیف کی تو اسے رملہ کے امیر کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ اس نے پوچھا کیا اس میں مندرج تمام احادیث صحیح ہیں؟ امام نسائی نے کہا ''نہیں''۔ امیر نے کہا ''تو احادیث صحیحہ الگ جمع کر دیجئے'' چنانچہ امام نسائی نے اس کے لیے ''المجتبیٰ'' تصنیف کی۔ جب کسی حدیث کو امام نسائی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ نے وہ روایت اپنی کتاب ''سنن صغریٰ'' میں تحریر کی ہے۔ جس کو ''المجتبیٰ'' کہا جاتا ہے''۔

سنن نسائی میں سب سے کم احادیث ضعیفہ اور مجروح راوی پائے جاتے ہیں۔ کتب حدیث میں اس کا درجہ صحیحین کے بعد ہے۔ اس طرح سنن نسائی، سنن ابی داؤد و سنن ترمذی دونوں کے مقابلہ میں مقدم ہے۔ امام نسائی راویوں کی چھان پھٹک میں بڑے ممتاز تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے بارے میں کہا گیا کہ نسائی امام مسلم سے بھی بڑے حافظ حدیث تھے''۔

نسائی کے شرائط:

ہم قبل ازیں امام حازمی سے نقل کر چکے ہیں کہ ابوداؤد و نسائی پہلے دوسرے اور تیسرے طبقہ کے راویوں سے روایت کرتے ہیں اور اصول میں چوتھے راویوں کی مرویات کو قبول نہیں کرتے۔ البتہ چوتھے طبقہ کی احادیث کو متابعات و شواہد میں ذکر کرتے ہیں۔ البتہ حد سے بڑھی ہوئی حزم و احتیاط اور راویوں میں چھان پھٹک کی بنا پر سنن نسائی کو سنن ابی داؤد پر ترجیح حاصل ہے۔

امام نسائی بکثرت ایسے راویوں کی روایت قبول نہیں کرتے جن سے ابوداؤد و ترمذی روایت کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''بہت سے راوی ایسے ہیں' جن سے ابوداؤد و ترمذی تو روایت کرتے ہیں مگر نسائی ان کی مرویات سے احتراز کرتے ہیں- بلکہ امام نسائی نے صحیحین کے بہت سے راویوں کی روایات کو بھی قبول نہیں کیا''-

دارقطنی کے استاد احمد بن نصر فرماتے ہیں:

''امام نسائی جیسا حوصلہ اور کون کر سکتا ہے؟ ان کو ابن لہیعہ کی بے شمار احادیث یاد تھیں مگر آپ نے ایک حدیث بھی روایت نہ کی''-

خلاصہ یہ کہ صحیحین کے بعد امام نسائی کے شرائط سب سے زیادہ کڑے ہیں یہی وجہ ہے کہ اہل علم سنن نسائی کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں-

سنن نسائی کی شروح:

۱- جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے ''زہر الربیٰ علی المجتبیٰ'' کے نام سے نسائی کی شرح تحریر کی-

۲- محمد بن عبدالہادی سندھی متوفی ۱۱۳۸ھ نے نسائی کی شرح لکھی-

یہ دونوں شروح مع المتن چھپ چکی ہیں- (مفتاح السنۃ ص ۹۷ و کشف الظنون ج ۱ ص ۹۷۴' نیز تدریب الراوی ص ۳۰)

سنن ابوداؤد:

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب کو پانچ لاکھ احادیث سے منتخب کیا- اس میں چار ہزار آٹھ سو احادیث ہیں- یہ سب احادیث احکام سے متعلق ہیں اور بہت مشہور ہیں- امام ابوداؤد امام بخاری کے بعد مؤلفین صحاح ستہ میں سب سے بڑے فقیہ تھے- یہی وجہ ہے کہ آپ کی کتاب فقہی احکام و مسائل کی جامع ہے اور اس میں وہ احادیث پائی جاتی ہیں جن سے فقہاء نے استدلال کیا- اور فقہی احکام کو ان پر مبنی قرار دیا تھا- محدثین کا قول ہے-

''قرآن کریم کے بعد سنن ابی داؤد ایک مجتہد کے لیے کافی ہے''-

امام ابوداؤد نے تراجم ابواب مقرر کرنے میں بڑی دانشمندی سے کام لیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف علماء کے مذاہب و مسالک اور ان کے دلائل و براہین سے بخوبی آگاہ تھے۔کس امام نے حدیث سے جو مسئلہ استنباط کیا ہے۔ ابوداؤد نے اسی مسئلہ کو باب کا عنوان مقرر کیا ہے۔ احادیث احکام کی جامع ہونے کی وجہ سے فقہاء میں اس کتاب کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔

امام ابوسلیمان خطابی متوفی ۳۲۸ھ اپنی کتاب ''معالم السنن'' میں لکھتے ہیں:

''سنن ابی داؤد نہایت جلیل القدر کتاب ہے۔ علم دین پر اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں کی گئی۔ سب لوگوں نے اس کو پسند کیا ہے۔ یہ کتاب تمام علماء میں باختلاف مسالک و مذاہب مقبول ہے۔ سب علماء اس سے کسب فیض کرتے ہیں۔ اہل عراق و مصر، سکان مغرب اور دیگر بلاد و دیار کے باشندگان اس سے استفادہ کرتے ہیں اہل خراسان زیادہ تر بخاری و مسلم اور ان کتب حدیث کو پسند کرتے ہیں۔ جن کے مؤلفین نے صحت کا التزام کیا ہے۔ ابوعیسیٰ ترمذی کی کتاب بھی بہت اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنت و کاوش کو قبول کرے اور ان کو جزائے خیر دے''۔

ابوداؤد کی احادیث کا درجہ اور شرائط:

حافظ ابوعمرو بن الصلاح متوفی ۶۴۲ھ اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''سنن ابی داؤد میں بھی احادیث حسن پائی جاتی ہیں۔ امام ابوداؤد سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا'' میں نے اس کتاب میں احادیث صحیحہ اور ان سے ملتی جلتی احادیث جمع کی ہیں۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں کسی باب میں حدیث کو شامل کرتا ہوں جو میری دانست میں سب سے زیادہ صحیح ہوتی ہیں۔ جس حدیث میں شدید ضعف پایا جاتا ہو۔ میں اس کو بیان کر دیتا ہوں۔ جس حدیث کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا وہ قابل احتجاج ہوتی ہے۔ بعض احادیث دوسری احادیث کی نسبت صحیح تر ہوتی ہیں''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن الصلاح کہتے ہیں' بنا بریں جو حدیث ابوداؤد میں مطلقاً مذکور ہو اور صحیحین میں مذکور نہ ہو' اور کسی ناقد حدیث نے اس کی صحت کی تصریح بھی نہ کی ہو تو ہم سمجھیں گے کہ وہ حدیث ابوداؤد کے نزدیک حسن کے درجہ کی ہے- اس قسم کی بعض احادیث ابوداؤد کے نزدیک حسن نہیں ہوتیں- اور حسن کی جو تعریف ہم نے ابوداؤد سے نقل کی ہے وہ اس کے تحت نہیں آتیں- حافظ ابوعبداللہ بن مندہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد باوردی کو سنا وہ فرماتے تھے:

''امام ابوعبدالرحمٰن نسائی ہر اس راوی کی احادیث کو روایت کرتے ہیں جس کی روایات کے ترک کرنے پر اجماع منعقد نہ ہوا ہو- امام ابوداؤد بھی اسی روش پر گامزن رہے- جب کسی مسئلہ سے متعلق ان کو صحیح حدیث نہ ملتی ہو تو وہ ضعیف ذکر کر دیتے تھے- اس لیے کہ ان کے نزدیک وہ لوگوں کی رائے سے قوی تر ہے''- (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۸)

امام سیوطی تدریب میں رقم طراز ہیں:

''امام ابوداؤد سے جو الفاظ منقول ہیں' ان میں ''صالح'' (لائق و قابل) کا لفظ ہے- ہوسکتا ہے کہ صالح سے ''اعتبار کے قابل'' مراد ہو' نہ کہ لائق احتجاج- لہٰذا اس میں احادیث ضعیفہ بھی شامل ہوں گی- مگر ابن کثیر کہتے ہیں کہ امام ابوداؤد سے یہ بھی منقول ہے کہ ''جس حدیث سے خاموشی اختیار کی ہو وہ حسن ہوتی ہے''- اگر یہ بات صحیح ہو تو پھر اس میں کچھ اشکال ہی نہیں''- (تدریب ص ۵۵)

قبل ازیں حافظ ابن الصلاح کے حوالہ سے امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا جو تبصرہ ان کی کتاب سے متعلق ہم نے نقل کیا ہے وہ ان کے مکتوب گرامی بنام اہل مکہ سے ماخوذ ہے- ہم اس کا کچھ حصہ نقل کرتے ہیں- امام ابوداؤد رحمہ اللہ اہل مکہ کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

''آپ نے مجھے یہ بات بتانے کو کہا ہے کہ میں نے جو احادیث ابوداؤد میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درج کی ہیں' آیا وہ ان مسائل میں وارد شدہ احادیث میں سے صحیح تر ہیں؟ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ بلاشبہ وہ احادیث اس باب میں صحیح تر ہیں- الا یہ کہ کوئی حدیث دو سندوں سے منقول ہو- ایک حدیث کی سند صحیح تر ہو اور دوسری کے راوی حفظ و ضبط میں بڑھ کر ہوں- بسا اوقات میں اس کی وضاحت کر دیتا ہوں میری کتاب میں ایسی دس احادیث بھی نہیں ہیں- اگر کسی مسئلہ سے متعلق بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہوں- تاہم میں ایک دو احادیث پر اکتفا کرتا ہوں- اس لیے کہ میرا مقصد افادیت اور اختصار ہے-

جب میں ایک باب میں کسی حدیث کو دو یا تین سندوں کے ساتھ مکرر لاتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس میں کچھ اضافہ ہوتا ہے- بعض اوقات میں طویل حدیث کو مختصر بھی کر دیتا ہوں- اس لیے کہ اگر پوری حدیث کو شامل کر دیا جائے تو یہ بات واضح نہیں ہو گی کہ اس حدیث کو اس باب میں لانے کا مقصد کیا ہے اور اس حدیث سے کون سا مسئلہ استنباط کرنا مقصود ہے؟ لہٰذا میں اس کو مختصر کر کے حدیث کا وہی ٹکڑا ذکر کرتا ہوں جو باب سے متعلق ہوتا ہے- جہاں تک مراسیل کا تعلق ہے' ماضی میں علماء ان سے احتجاج کرتے تھے- مثلاً سفیان ثوری و امام مالک و اوزاعی وغیرہم- جب امام شافعی کا دور آیا تو وہ اس پر معترض ہوئے- امام احمد بن حنبل نے بھی اس ضمن میں امام شافعی کی پیروی کی- جب کسی مسئلہ میں مرفوع و متصل حدیث موجود نہ ہو تو مرسل سے احتجاج کیا جائے گا- اس میں شبہ نہیں کہ مرسل حدیث میں وہ قوت نہیں ہو سکتی جو حدیث متصل میں ہوتی ہے-

سنن ابی داؤد میں کوئی حدیث کسی متروک راوی سے منقول نہیں- اس میں جہاں بھی کوئی منکر حدیث پائی جاتی ہے میں نے اس کی وضاحت کر دی اور بتا دیا کہ اس مسئلہ میں بجز اس حدیث کے اور کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی- میری کتاب کی جس حدیث میں زیادہ ضعف پایا جاتا تھا' میں نے اس کی نشاندہی کر دی ہے- اس میں بعض احادیث ایسی بھی ہیں' جن کی سند صحیح نہیں ہے- جس حدیث پر میں نے کوئی جرح نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی وہ قابل احتجاج ہے۔ بعض احادیث دوسروں سے صحیح تر ہیں۔ کوئی سنت رسولؐ ایسی نہیں جو اس کتاب میں مذکور نہ ہو۔ قرآن کے بعد سنن ابوداؤد کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں جس کا پڑھنا لوگوں کے لیے ضروری ہو۔

اگر کوئی شخص سنن ابی داؤد لکھ لے اور اس کے سوا کوئی علمی چیز نہ لکھے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اس کتاب کی قدر و منزلت کا اندازہ اس میں غور و فکر کرنے سے ہوتا ہے۔ امام مالک' شافعی اور سفیان ثوری نے جو فقہی احکام و مسائل بیان کیے ہیں' ان کی اساس انہی احادیث پر رکھی گئی ہے۔ جو سنن ابی داؤد میں مذکور ہیں۔ اس میں مشمولہ اکثر احادیث مشہور حدیث کے درجہ کی ہیں۔ جس شخص نے بھی احادیث نبویہ لکھی ہیں۔ اس کے پاس یہ احادیث موجود ہیں۔ مگر ان کی تمیز و معرفت ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ جو حدیث مشہور بھی ہو اور صحیح و متصل بھی' اس کو کوئی شخص رد نہیں کر سکتا۔ البتہ غریب حدیث کے ساتھ احتجاج درست نہیں اگرچہ اس کے راوی ائمہ ثقات ہی کیوں نہ ہوں۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں:

''غریب حدیث کو ناپسند کیا کرتے تھے''۔

یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں:

''جب تم کوئی حدیث سنو تو اسے اس طرح تلاش کرو جس طرح گم شدہ چیز کو تلاش کیا جاتا ہے۔ اگر پہچان میں آ جائے تو بہتر ورنہ اسے ترک کیجیے۔ میں نے سنن ابوداؤد میں صرف وہی احادیث شامل کی ہیں جن کا تعلق احکام کے ساتھ ہے۔ اس میں کل چار ہزار آٹھ سو احادیث ہیں' سب احکام سے متعلق ہیں۔ زہد اور اس کے فضائل کے سلسلہ میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں میں نے ان کو شامل کتاب نہیں کیا''۔ (مکتوب ابوداؤد بنام اہل مکہ)

شروح و مختصرات:

متعدد علماء نے ابوداؤد کی شروح لکھیں' ان میں مندرجہ ذیل کے اسمائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گرامی قابل ذکر ہیں:

۱- امام ابو سلیمان الخطابی متوفی ۳۲۸ھ نے معالم السنن کے نام سے ابوداؤد کی شرح لکھی-

۲- قطب الدین ابوبکر یمنی شافعی متوفی ۶۵۲ھ نے چار جلدوں میں ابوداؤد کی شرح تحریر کی-

۳- شہاب الدین رملی متوفی ۸۴۸ھ نے ابوداؤد کی شرح لکھی-

۴- حافظ عبدالعظیم منذری مصنف "الترغیب والترہیب" متوفی ۶۵۶ھ نے ابوداؤد کو مختصر کیا-

۵- امام ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ نے منذری کے اختصار میں مزید کانٹ چھانٹ کر کے اس کو نئے سرے سے مہذب و منقح کیا-

امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ منذری کا اختصار بہت عمدہ تھا- اس لیے جس طرح منذری نے سنن ابی داؤد میں کانٹ چھانٹ کی تھی- اسی طرح میں نے ان کے اختصار کو مزید صاف ستھرا کیا- احادیث کے جن علل کو وہ بیان نہ کر سکے تھے- میں نے ان کی وضاحت کی- اسی طرح مشکل مقامات جن کو منذری نے نظرانداز کر دیا تھا' ان کی توضیح کی- میں نے بعض مقامات پر بڑی کھل کر گفتگو کی ہے- جس کی تفصیلات کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں"- (کشف الظنون ج ۱ ص ۴۷۸ و مفتاح السنۃ ص ۸۶)

جامع ترمذی:

اس کتاب کو جامع ترمذی بھی کہا جاتا ہے اور سنن ترمذی بھی- صاحب کشف الظنون کہتے ہیں کہ جامع ترمذی کا نام مشہور تر ہے-

(کشف الظنون ج ۱ ص ۲۸۸)

امام ترمذی نے اس کتاب کو فقہی ابواب پر مرتب کیا ہے اور اس میں صحیح و حسن و ضعیف ہر قسم کی حدیثیں ودیعت کیں- جہاں کوئی حدیث ذکر کی ہے- اس جگہ اس کا درجہ بھی بیان کر دیا ہے- اگر وہ حدیث ضعیف ہے تو اس کی وجہ ضعف پر روشنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈالی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ امام ترمذی نے صحابہؓ و تابعین نیز علماء و فقہاء کے مذاہب و مسالک بھی واضح کر دیئے ہیں۔ حدیث صرف ایک ہی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ مگر دوسری اسانید کی جانب اشارہ کر دیتے ہیں۔ ترمذی کے آخر میں کتاب العلل ہے جو نہایت اہم فوائد کی جامع ہے۔ ان وجوہ و اسباب کی بنا پر جامع ترمذی اپنے باب میں عدیم المثال ہے۔ اور اس میں جو حدیثی و فقہی فوائد پائے جاتے ہیں۔ وہ کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں:

میں نے یہ کتاب مرتب کر کے علمائے حجاز و عراق و خراسان کو دکھائی اور انہوں نے اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ جس گھر میں یہ کتاب موجود ہو گویا اس میں نبی کریمؐ بذات خود گفتگو فرما رہے ہیں۔ میں نے اس کتاب میں وہی احادیث درج کی ہیں۔ جو فقہاء کی معمول بہا ہیں۔ الا یہ حدیث کہ ''اگر کوئی شخص چوتھی مرتبہ بھی شراب پیئے تو اسے قتل کر دو''۔ نیز یہ حدیث کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں نماز ظہر و عصر کو کسی خوف و سفر کے بغیر جمع کیا''۔

حافظ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ علل ترمذی کی شرح میں لکھتے ہیں:

''امام ترمذی پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ اکثر و بیشتر باب کے شروع میں غریب اسناد پر مشتمل احادیث لاتے ہیں۔ اور یہ کوئی بری بات نہیں۔ اس لیے کہ ان احادیث میں جو علت پائی جاتی ہے وہ آپ بیان کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد احادیث صحیحہ لاتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جن احادیث میں کوئی علت پائی جاتی ہے۔ اس کو بیان کر دیا جائے۔ امام نسائی کی عادت بھی یہی ہے کہ وہ پہلے ضعیف الاسناد حدیث ذکر کرتے ہیں۔ پھر صحیح الاسناد، جو پہلی حدیث کے برعکس ہوتی ہے۔ جہاں تک امام ابوداؤد کا تعلق ہے وہ متن حدیث کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے مختلف طرق و اسانید کو ذکر کر کے الفاظ کا فرق بیان کرتے ہیں۔ اگر کسی میں الفاظ کی کمی بیشی ہوتی ہے تو اس سے آگاہ کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی توجہ کی جولانگاہ اسانید سے زیادہ فقہ الحدیث ہے۔ اس کے پیش نظر وہ اسانید صحیحہ کو پہلے ذکر کرتے ہیں۔ بعض اوقات وہ اسناد معلل کو بالکل نظر انداز کر جاتے ہیں۔ (شروط الائمۃ الخمسۃ ص ۴۴)

حافظ ابن الصلاح مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''حافظ ابو عیسیٰ ترمذی کی کتاب حدیث حسن کی پہچان میں اصل و اساس کا حکم رکھتی ہے۔ امام ترمذی ہی تھے' جس نے حسن کے لفظ کو شہرت بخشی اور کثرت سے اس کا تذکرہ کیا۔ امام ترمذی کے اساتذہ نے بھی بعض موقعوں پر اس کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل و بخاری وغیرہما۔ ''ہذا حدیث حسن'' یا ہذا حدیث صحیح کے الفاظ میں ترمذی کے نسخے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے کسی قابل اعتماد اصل سے مقابلہ کر کے اس کی تصحیح کر لینا چاہیے''۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۷)

خلاصہ یہ کہ جامع ترمذی بڑی جلیل القدر اور نفع بخش کتاب ہے۔

ترمذی کی احادیث کا درجہ:

حافظ ابن رجب علل ترمذی کی شرح میں فرماتے ہیں:

''ترمذی نے اپنی کتاب میں صحیح و حسن و غریب تمام قسم کی احادیث درج کی ہیں۔ حسن اس حدیث کو کہتے ہیں جس کا درجہ صحیح سے مقابلہ میں فروتر ہو۔ اور اس میں ضعف پایا جاتا ہو۔ امام ترمذی نے جو غریب احادیث ذکر کی ہیں۔ ان میں بعض منکر روایتیں بھی ہیں۔ خصوصاً کتاب الفضائل میں۔ مگر امام ترمذی حدیث کے ضعف کی وضاحت کر دیتے ہیں اور خاموش نہیں رہتے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ترمذی نے کسی ایسے راوی سے روایت کی ہو جس کے متہم بالکذب ہونے پر اتفاق کیا گیا ہو اور اس کے روایت کرنے میں وہ منفرد ہوں۔ البتہ امام ترمذی بعض اوقات ایسی حدیث ذکر کرتے ہیں جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مختلف طرق سے مروی ہوتی ہے اور اس کے بعض طرق میں کوئی ایسا راوی ہوتا ہے جو متہم بالکذب ہوتا ہے- چنانچہ آپ نے محمد بن سعید مصلوب اور محمد بن سائب کلبی سے اسی طرح روایت کی ہے- البتہ بعض اوقات آپ ایسے راویوں سے حدیث روایت کرتے ہیں' جن کا حافظہ اچھا نہیں ہوتا- اور ان کی مرویات اکثر و بیشتر ضعیف ہوتی ہیں- مگر آپ ایسی روایت کی وضاحت کر دیتے ہیں اور اس سے سکوت اختیار نہیں کرتے''- (تعلیقات الشیخ زاہد الکوثری ص ۵۴)

جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد و نسائی کا موازنہ:

ابو جعفر بن زبیر کہتے ہیں:

''ابوداؤد نے احادیث احکام کو یک جا کر کے جو کارنامہ انجام دیا ہے دوسرے محدثین اس سے قاصر ہیں- جامع ترمذی میں جو فنی خوبیاں پائی جاتی ہیں' وہ دوسری کتابوں میں مفقود ہیں- امام نسائی نے جو روش اختیار کی ہے وہ بڑی باریک اور جلیل القدر ہے''-

حافظ ذہبی کہتے ہیں:

''چونکہ ترمذی مصلوب اور کلبی جیسے راویوں سے روایت کرتے ہیں- اس لیے جامع ترمذی کا مرتبہ سنن ابی داؤد و سنن نسائی سے فروتر ہے''- (تدریب ص ۵٦)

علامہ حازمی اپنی کتاب ''شروط الائمۃ الخمسۃ'' میں لکھتے ہیں:

''ابوداؤد و نسائی اپنی اصلی روایات میں تیسرے طبقہ کے راویوں سے آگے نہیں بڑھتے- ابوعیسیٰ ترمذی چوتھے طبقہ سے تجاوز نہیں کرتے- دراصل ترمذی کی شرط ابوداؤد سے زیادہ کڑی ہے- اس لیے کہ جب حدیث ضعیف ہو یا چوتھے طبقہ کے راویوں سے مروی ہو تو امام ترمذی اس کے ضعف کو صراحۃً بیان کر دیتے ہیں- اس طرح اس حدیث کی حیثیت امام ترمذی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نزدیک شواہد و متابعات کی ہو جاتی ہے اور ان کا اعتماد اس وقت اس حدیث صحیح پر ہوتا ہے جو دوسرے ثقہ راویوں سے منقول ہوتی ہے۔ اس لیے ہم نے امام ترمذی کے شرائط سے بھی شدید تر قرار دیا ہے''۔

(تدریب ص ۴۴)

ترمذی کی شروح:

متعدد علماء نے ترمذی کی شرحیں مرتب کیں۔ جن میں سے مندرجہ ذیل اہم ہیں:

۱۔ ابوبکر بن العربی متوفی ۵۴۶ھ۔ آپ کی شرح کا نام ''عارضۃ الاحوذی فی شرح الترمذی'' ہے۔ یہ مصر سے ۱۳ اجزاء میں شائع ہو چکی ہے مگر اس میں مطبعی اغلاط کی بھرمار ہے۔

۲۔ حافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس الیعمری متوفی ۷۳۴ھ۔ یہ ترمذی کی دو تہائی کی شرح ہے اور دس مجلدات پر مشتمل ہے۔ مصنف اس کی تکمیل نہ کر سکے۔ بعد ازاں حافظ زین الدین بن عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ نے اس کو مکمل کیا۔

۳۔ سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی متوفی ۸۰۵ھ۔ ان کی شرح کا نام ''العرف الشذی علی جامع الترمذی'' ہے۔ اس کا کچھ حصہ تحریر کیا تھا اور تکمیل نہ کر پائے۔

۴۔ جلال الدین سیوطی۔ ان کی شرح کا نام ''قوت المغتذی علی جامع الترمذی'' ہے۔

۵۔ حافظ زین الدین بن عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب حنبلی ۷۹۵ھ۔

۶۔ شیخ ابوالحسن بن الہادی سندھی متوفی ۱۱۳۹ھ۔ (کشف الظنون ج ۱ ص ۲۸۸)

سنن ابن ماجہ:

متقدمین اہل الحدیث اور کثیر متاخر محققین حدیث کی پانچ کتابوں کو اصول کتب الحدیث قرار دیتے ہیں۔ وہ پانچ کتابیں یہ ہیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی۔

بخلاف ازیں بعض متاخرین ان پانچ کتب میں ابن ماجہ کو شامل کر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی بنیادی کتابیں چھ قرار دیتے ہیں- اس لیے کہ ان کی نگاہ میں فقہی احکام کے اعتبار سے ابن ماجہ بڑی مفید کتاب ہے- سب سے پہلے ابن ماجہ کا اضافہ حافظ ابو الفضل بن طاہر مقدسی متوفی ۵۰۷ھ نے اپنی کتاب ''اطراف الکتب الستۃ'' اور ایک دوسری تصنیف ''شروط الائمۃ الستۃ'' میں کیا- بعد ازاں عبدالغنی مقدسی نے اپنی کتاب ''الاکمال فی اسماء الرجال'' میں ان کی پیروی کی- اس کتاب میں انہوں نے حدیث کی مذکورہ صدر چھ کتابوں کے راویوں پر نقد و جرح کی ہے- پھر حافظ المزی نے ''الاکمال'' کی کانٹ چھانٹ کی ہے- بعد میں آنے والے اصحاب الاطراف مقدسی اور المزی کی ہموار کردہ راہ پر چل پڑے-

چونکہ ابن ماجہ میں بعض احادیث ایسی بھی ہیں جو متہم بالکذب اور حدیثیں چرانے والے راویوں سے مروی و منقول ہیں- اس لیے بعض محدثین نے اس رائے کا اظہار کیا کہ سنن دارمی کو حدیث کی چھٹی کتاب ٹھہرایا جائے- اس لیے کہ دارمی میں ضعیف راوی بہت کم ہیں- اور اس میں احادیث منکر و شاذ بھی نہایت قلیل التعداد ہیں- اگرچہ دارمی میں مرسل و موقوف روایات بھی پائی جاتی ہیں- تاہم وہ ابن ماجہ سے بہتر ہے- کچھ محدثین ایسے بھی تھے جنہوں نے صحت و جلالت کے پیش نظر موطا امام مالک کو حدیث کی چھٹی کتاب قرار دیا- مثلاً محدث رزین سرقسطی متوفی ۵۳۵ھ نے اپنی کتاب تجرید الصحاح میں اور ابن الاثیر نے جامع الاصول میں اسی طرح کیا-

سنن ابن ماجہ کو سنن نسائی و ابوداؤد و ترمذی کی طرح فقہی ابواب کی طرز پر مرتب کیا گیا ہے- یہ درجہ میں ان سے فروتر ہے- مشہور یہ ہے کہ ابن ماجہ جس حدیث کے روایت کرنے میں منفرد ہو- وہ ضعیف ہوتی ہے- مگر اس کو ایک کلیہ نہیں بنایا جا سکتا- حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ''ابن ماجہ چند احادیث کے روایت کرنے میں منفرد ہیں اور وہ صحیح ہیں- اس لیے کسی حدیث کو اس کے رواۃ و رجال کی بنا پر صحیح یا ضعیف قرار دینا چاہیے- (ابن ماجہ کے روایت کرنے کی بنا پر نہیں) حافظ احمد بن ابوبکر بوصیری نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں وہ احادیث درج کی ہیں جو ابن ماجہ میں موجود ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کتب خمسہ میں نہیں- بوصیری نے ان احادیث پر نقد و تبصرہ بھی کیا ہے"-

امام سیوطی نسائی کی شرح زہر الربیٰ میں میں لکھتے ہیں:

"ابن ماجہ ایسی احادیث کے روایت کرنے میں منفرد ہیں- جو انہوں نے جھوٹے اور حدیث کے چور راویوں سے نقل کی ہیں- بعض احادیث صرف انہی راویوں سے منقول ہیں- مثلاً حبیب بن ابی حبیب کاتب مالک- علاء بن زید' داؤد بن محبر- عبدالوہاب بن ضحاک- اسماعیل بن زیاد کوفی- عبدالسلام بن یحییٰ بن ابی الجنوب و دیگر راویان حدیث"-

امام سیوطی مزید لکھتے ہیں:

"ابن طاہر نے ابوزرعہ رازی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ابن ماجہ کو دیکھ کر کہا "اس میں تیس احادیث بھی ضعیف نہ ہوں گی"- مگر یہ بات درست نہیں- اس لیے کہ اس کی سند منقطع ہے- اگر اس روایت کو درست قرار دیا جائے تو ممکن ہے' ابوزرعہ کا مطلب یہ ہو کہ ابن ماجہ میں حد درجہ کی ضعیف احادیث تیس ہیں- یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے پوری کتاب نہ دیکھی ہو- بلکہ ابن ماجہ کا کچھ حصہ دیکھا ہو- جس میں اس قدر احادیث ضعیفہ موجود ہوں- حالانکہ ابوزرعہ ابن ماجہ کی بہت سی احادیث کو باطل ساقط عن الاعتبار اور منکر قرار دے چکے ہیں- جیسا کہ محدث ابوحاتم نے کتاب العلل میں ابو زرعہ سے نقل کیا ہے"-

امام ذہبی فرماتے ہیں:

"ابن ماجہ عظیم حافظ صادق القول اور واسع العلم تھے- ان کی سنن کا پایہ اس لیے بلند نہ ہو سکا کہ اس میں منکر اور موضوع احادیث ہیں"-

شروح ابن ماجہ:

ابن ماجہ کی مندرجہ ذیل شروح قابل ذکر ہیں:

۱- شرح محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ۸۰۸ھ- ان کی شرح کا نام "الدیباجۃ" ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور یہ پانچ جلدوں میں ہے۔ مصنف اس کی تکمیل سے قبل وفات پا گئے۔

۲۔ شرح جلال الدین سیوطی۔ ان کی شرح کا نام ''مصباح الزجاجہ علیٰ سنن ابن ماجہ'' ہے۔

۳۔ شرح ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۸۴۱ھ۔

۴۔ شیخ ابوالحسن بن الہادی سندھی متوفی ۱۱۳۹ھ کی شرح۔ یہ شرح چھپ گئی ہے۔

شروط الائمۃ الستۃ ص ۱۶
الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۰
توجیہ النظر ص ۱۵۳
مفتاح السنۃ ص ۱۰۱
قواعد التحدیث ص ۲۲۳
کشف الظنون ج ۱ ص ۴۷۷

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھٹا دور

از ۳۰۰ھ تا ۶۵۶ھ (سقوط بغداد)

یہ دور تین مباحث پر مبنی ہے۔

۱۔ اس دور کے سیاسی حالات۔

۲۔ سنت چوتھی صدی ہجری میں۔

۳۔ سنت چوتھی صدی ہجری کے بعد تا سقوط بغداد۔

اب ہم یکے بعد دیگرے ان پر تبصرہ کرتے ہیں۔

اس دور کے سیاسی حالات:

اسلامی حکومت چوتھی صدی ہجری کے آغاز ہی سے سیاسی انحطاط سے دو چار ہوگئی تھی۔ جس نے اس کے حصے بخرے کر کے اس کو چند چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اندلس میں بنو امیہ کی حکومت قائم ہوگئی تھی۔ اور اس کے سربراہ عبدالرحمٰن الناصر نے جب ۳۲۵ھ میں عباسی خلافت کی کمزوری کو محسوس کیا تو امیرالمومنین کا لقب اختیار کر لیا۔ شمالی افریقہ میں فاطمی خاندان کی حکومت قائم ہوگئی تھی۔ مصر کی دولت اخشید یہ اگرچہ برائے نام بنو عباس کا نام لیتی تھی۔ مگر دراصل وہ آزاد حکومت تھی۔ اسی طرح بنو حمدان بظاہر خلافت عباسیہ کے داعی تھے۔ مگر عملاً وہ موصل و حلب کے حکمران بنے بیٹھے تھے۔

زید شیعہ نے یمن میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ سامانی خاندان مشرق اور ایشیائے کوچک پر اپنا تسلط قائم کر چکا تھا۔ خاندان بنو بویہ بغداد پر قابض ہو چکا تھا۔ اور بنو عباس کا صرف نام ہی باقی تھا۔ سیاسی زندگی پر امن نہ تھی بلکہ اضطراب اور افراتفری سے دو چار تھی۔ چنانچہ فاطمیہ نے مصر پر حملہ آور ہو کر ۳۵۸ھ میں آزادی کا اعلان کر دیا۔ دوسری طرف آل سلجوق کا طوفان اٹھا اور اکثر اسلامی بلاد و امصار پر چھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا- چنانچہ انہوں نے بویہ سے حکومت چھین لی- اور جزیرہ اور وسطی ایشیا پر قابض ہو گئے- اسی طرح سلاجقہ نے فاطمیہ سے ملک شام لے لیا اور تمام اسلامی بلاد و دیار میں ماسوا مصر اور بلاد مغرب کے ان کا طوطی بولنے لگا-

جب سلاجقہ میں اختلافات رونما ہوئے تو پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں صلیبی عیسائی مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ۴۹۰ھ میں بیت المقدس پر قبضہ کر لیا- چنانچہ مسلمان اور صلیبی عیسائی عرصہ دراز تک باہم برسر پیکار رہے- جب سلاجقہ کی حکومت کو زوال آیا تو اس کی جگہ دولت اتابکیہ نے لے لی- اتابکی سلاطین مشرق و مغرب میں پھیل گئے اور سلطان محمود نور الدین کے ہاتھوں مصر میں دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہو گیا- مصر پھر سے خلافت عباسیہ کی قلمرو میں آ گیا- اور سلطان نور الدین کے ایک سپہ سالار صلاح الدین ایوبی نے وہاں عظیم الشان حکومت قائم کر لی-

جہاں تک خراسان اور اس کے گرد و نواح میں واقعہ مشرقی بلاد و دیار کا تعلق ہے- وہاں خوارزم شاہ محمد بن تکش نے ایک عظیم سلطنت قائم کر لی تھی- جس نے دیگر سلاطین و ملوک کا خاتمہ کر کے بڑے بڑے شہروں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا- چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں خوارزم شاہ نے عباسی خلیفہ کو ختم کرنے کا ارادہ کیا' مگر وہ ایسا نہ کر سکا- اسی اثنا میں تاتار چنگیز خان کی قیادت میں اپنے علاقہ سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے- انہوں نے تمام بلاد اسلامیہ میں قتل اور خونریزی کا بازار گرم کر دیا حتیٰ کہ ۶۵۶ھ میں بغداد پہنچ کر تاتاریوں نے عباسی خلیفہ کو قتل کر دیا اور اس طرح عباسی خلافت کا خاتمہ ہو گیا-

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ خطرناک تاریخی آلام و حوادث اور سیاسی زوال و انحطاط علمی تنزل کا موجب نہ ہو سکا- بخلاف ازیں علمی تحریک رواں دواں رہی اور علماء ایک علاقہ سے تحصیل علم کے لیے دوسرے دیار و بلاد کی جانب سفر کرتے رہے- وہ ایک دوسرے سے اخذ و استفادہ کرتے- اپنی تصانیف اور مسموعات دیگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیوخ و اساتذہ کے سامنے پیش کرتے۔ رواۃ و رجال کی نقد و تمحیص اور احادیث نبویہ کی چھان پھٹک کا سلسلہ بھی سرگرم عمل رہا۔ محدثین علل حدیث' تاریخ رواۃ اور دیگر علوم الحدیث کے بارے میں بہترین کتب تصنیف کرتے رہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ وہ متقدمین کی سطح تک نہ پہنچ سکے۔ اور ان کا زیادہ تر کام متقدمین کے کیے ہوئے کام کی اصلاح و تہذیب کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ (تاریخ التشریع للخضری ص ۳۳۲ و تاریخ الخلفاء للسیوطی)

سنت چوتھی صدی ہجری میں:

حدیث نبوی کی خدمت کے اعتبار سے تیسری صدی ہجری سابقہ عصور و ازمنہ کے مقابلہ میں زیادہ مبارک و مسعود ثابت ہوئی۔ اس دور میں عظیم حفاظ حدیث و ائمہ روایت منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ اسی بابرکت عصر و عہد میں کتب صحاح ستہ معرض وجود میں آئیں۔ جن میں معدودے چند کے سوا تمام احادیث صحیحہ کو سمو دیا گیا ہے۔ اسی دور میں ائمہ حدیث نے اسانید اور رواۃ و رجال پر نقد و جرح کی طرح ڈالی اور جرح و تعدیل کے اعتبار سے راویوں کے مدارج قائم کیے۔ اس عہد کے علماء دوسری کتب سے نقل کر کے احادیث کو مدون نہیں کیا کرتے تھے بخلاف ازیں وہ صرف ان احادیث پر اعتماد کرتے تھے۔ جو انہوں نے اپنے اساتذہ سے سنیں اور ان کی احادیث صحیحہ و سقیمہ میں فرق و امتیاز کیا۔

ابھی اس صدی کا سورج غروب بھی نہ ہونے پایا تھا کہ کتب حدیث احادیث نبویہ اور ان کے علوم سے بھرپور و معمور ہو گئیں اور چوتھی صدی کے علماء متقدمین کی کتب میں سے متفرق احادیث کو جمع کرنے لگے۔ وہ اسانید کو حذف کر کے متقدمین کی کتب کو مختصر کرتے یا از سر نو ان کی ترتیب و تہذیب کرتے۔ جب کسی اسناد پر جرح و نقد کرتے تو اس ضمن میں علمائے سابقین پر بھروسہ کرتے۔ البتہ ان میں سے ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی' جو علمائے سابقین کی ہموار کردہ راہ پر رواں دواں تھے اور احادیث کی نقل و روایت اور اسانید کی تلاش و جستجو میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سابقہ ادوار میں علماء اسی روایت پر اعتماد کرتے تھے جو بالمشافہ استاد سے سنی ہو۔ حدیث کی کسی کتاب میں دیکھ کر وہ ایک روایت کو قبول نہیں کرتے تھے۔ وہ اس کو اسی وقت تسلیم کرتے جب براہ راست شیخ سے مل کر سن لیتے۔ اگرچہ براہ راست سماع میں انہیں کئی ماہ کا طویل اور کٹھن سفر کیوں نہ طے کرنا پڑے۔ تدوین حدیث کے اس چھٹے دور میں شفاہی روایت کا رواج بالکل جاتا رہا۔ اور اس کی جگہ اب تدوین حدیث نے لے لی۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے تیسری صدی ہجری کے نقطہ اختتام کو متقدمین و متاخرین کے مابین حد فاصل قرار دیا۔ جیسا کہ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال کے خطبہ میں لکھا ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ حدیث نبوی کی روایت و تدوین میں یہ تغیر فوری طور پر نہیں بلکہ تدریجاً ہوا۔ سنت اللہ بھی یہی ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں ایسے علماء کی ایک خاصی تعداد پائی جاتی تھی۔ جنھوں نے تدوین حدیث کا مستقل طرز و انداز اختیار کیا تھا۔ اور ان کی روش اس ضمن میں تیسری صدی ہجری کے علماء سے ملتی جلتی تھی۔ ان میں سے مندرجہ ذیل اکابر ائمہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

امام حاکم:

امام حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری جو ابن البیع کے نام سے معروف تھے۔ یہ المستدرک کے مصنف ہیں۔ جس پر قبل ازیں تبصرہ کیا جا چکا ہے آپ نے علم حدیث پر متعدد کتب تصنیف کی ہیں۔ مثلاً

۱۔ العلل۔

۲۔ الامالی۔

۳۔ فوائد الشیوخ۔

۴۔ امالی العشیات۔

۵۔ معرفۃ علوم الحدیث' یہ کتاب مصر میں طبع ہو چکی ہے۔

آپ کی تصانیف ایک ہزار پانچ سو کے لگ بھگ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلب حدیث کے سلسلہ میں آپ نے عراق و حجاز کا طویل سفر طے کیا۔ حفاظ وشیوخ سے مذاکرے ومناظرے کیے۔ ۳۵۹ھ میں آپ نیشاپور کے قاضی مقرر کیے گئے تھے۔ ۴۰۵ھ میں وفات پائی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۳۵۵ ومفتاح السنہ ص ۷۱)

دارقطنی:

نام ونسب علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن دینار بن عبداللہ ہے آپ عظیم حافظ اور امیر المومنین فی الحدیث تھے۔ آپ نے کثیر اساتذہ سے حدیثیں سنیں۔ تالیف وتصنیف بھی کرتے تھے۔ بکثرت تلامذہ آپ سے مستفید ہوئے۔ آپ جرح وتعدیل حسن تالیف اور وسعت روایت میں امام العصر تھے۔ آپ نے کتاب الالزامات بھی لکھی ہے جو امام حاکم کی مستدرک کی طرز پر ہے۔ قبل ازیں اس پر گفتگو ہو چکی ہے۔ دارقطنی کی کتاب السنن بہت مشہور ہے۔ جو ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے۔ اس پر ابو الطیب شمس الحق محمد بن احمد علی عظیم آبادی نے حواشی لکھے ہیں۔ آپ کی ایک کتاب کا نام ''کتاب العلل'' اور دوسری کا ''کتاب الافراد'' ہے۔ امام دارقطنی بچپن ہی سے بڑے حافظ اور ذہین وفطین تھے۔ ابن الجوزی فرماتے ہیں۔

''امام دارقطنی حدیث نبوی کے ساتھ ساتھ علم قراءت ونحو وفقہ وشعر میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ عظیم امام عادل وضابط اور صحیح العقیدہ تھے۔ سب علماء آپ کی مدح وستائش میں رطب اللسان ہیں۔ آپ نے ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ (تاریخ ابن کثیر ج ۱ ص ۳۱۷)

ابن حبان:

نام ونسب محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن معبد ابو حاتم البستی التمیمی ہے۔ یہ عظیم حافظ حدیث تھے۔ مختلف بلاد ودیار کے شیوخ واساتذہ سے حدیثیں سنیں اور اس ضمن میں بکثرت سفر طے کیے۔

ابن السمعانی کہتے ہیں:

''ابن حبان امام عصر تھے اور مقام شاش اور سکندریہ کے درمیان سفر کر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی کی تحصیل کر چکے تھے"۔

امام حاکم کہتے ہیں:

"ابن حبان نہایت عقیل وفہیم تھے۔ آپ حدیث وفقہ اور لغت و وعظ کا مرکز ومحور تھے"۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

"ابن حبان بڑے ثقہ اور بلند پایہ شخص تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں آپ کی "المسند الصحیح" بہت مشہور ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ ہم نے قریباً ایک ہزار شیوخ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ جو شاش اور اسکندریہ کے درمیان بودو باش رکھتے ہیں۔"

ابن حبان کی "المسند الصحیح" عجیب وغریب ترتیب پر مشتمل ہے۔ نہ تو یہ فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہے اور نہ ہی مسند کے انداز پر۔ مصنف نے اس کو مندرجہ ذیل پانچ اقسام پر منقسم کیا ہے۔

اوامر' نواہی' اخبار' اباحات' افعال النبی ﷺ۔

پھر ان میں سے ہر قسم کو چند انواع میں تقسیم کیا ہے۔ اس لیے آپ کی کتاب سے استفادہ نہایت دشوار ہے۔ متاخرین میں سے علاء الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ نے اس کو فقہی ابواب کی طرز پر مرتب کیا ہے۔ اس کا نام موصوف نے "الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان" رکھا ہے۔

علماء کا قول ہے کہ بخاری ومسلم کے بعد جس شخص نے احادیث صحیحہ پر مشتمل کتاب مرتب کی۔ وہ ابن خزیمہ اور ابن حبان ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ ابن حبان تصحیح کے معاملہ میں سہل انگار واقع ہوئے تھے۔ مگر آپ کا تساہل امام حاکم کے تساہل سے کم ہے۔ حازمی کا قول ہے کہ ابن حبان حاکم سے بھی بڑے محدث ہیں۔

ابن حبان کے تساہل کا یہ مطلب ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ منکر الحدیث راوی کو اس وقت عدول قرار دیا جا سکتا ہے۔ جب اس کو آزما لیا جائے۔ اور اگر کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راوی منکر حدیثیں روایت کرتا ہو اور اس کی روایت کردہ احادیث ثقہ راویوں کے مطابق ہوں تو اسے عدل اور مقبول الروایت قرار دیں گے۔ اس لیے کہ راویوں کو صالح و عادل تصور کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان سے کسی ایسی بات کا اظہار ہو جو نقد و جرح کا موجب ہو۔ یہ فیصلہ ان راویان حدیث کے بارے میں ہے۔ جو مجہول نہ ہوں۔ بلکہ مشاہیر میں سے ہوں۔ جہاں تک ان مجہول راویوں کا تعلق ہے۔ جن سے صرف ضعیف راوی ہی روایت کرتے ہوں تو ان کو ہر حال میں متروک قرار دیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ابن حبان کا یہ قول نقل کرنے کے بعد لسان المیزان کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

''ابن حبان کا یہ نکتہ نظر کہ ''جب کسی راوی کی شخصی جہالت کا ازالہ ہو جائے (اس کی شخصیت مجہول نہ رہے) تو اسے عدل قرار دیا جائے گا الا یہ کہ اس پر جرح ثابت ہو جائے'' بڑا عجیب و غریب ہے اور جمہور اس کے خلاف ہیں۔ ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں اسی نظریہ کا اظہار کیا ہے۔ وہ بکثرت ایسے راویوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کو ابو حاتم وغیرہ نے مجہول کہا ہے۔ پھر کہتے ہیں ''عدل وہ راوی ہوتا ہے جس کے بارے میں کوئی جرح منقول نہ ہو۔ اس لیے کہ جرح عدالت کی ضد ہے۔ جب کسی راوی کا مجروح ہونا ثابت نہیں تو وہ لامحالہ عدل ہو گا۔ جو بات کسی کے بارے میں ثابت ہی نہیں' اس کا ملزم سے کیوں کر گردانا جا سکتا ہے''۔

ابن حبان قابل احتجاج حدیث کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قابل احتجاج حدیث وہ ہوتی ہے جس کا راوی مجروح نہ ہو۔ اس کے اوپر یا نیچے بھی کوئی مجروح راوی نہ ہو۔ اس کی سند نہ مرسل ہو نہ منقطع اور اس کا متن بھی منکر نہ ہو''۔

مذکورہ صدر بیان سے واضح ہوتا ہے کہ جس راوی کی شخصی جہالت دور ہو گئی ہو وہ عدل ہے۔ الا یہ کہ اس پر جرح ثابت ہو جائے یہ بات جمہور محدثین کے خلاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جمہور محدثین کے نزدیک کسی راوی کی شخصی جہالت اس وقت دور ہوتی ہے۔ جب کسی مجہول سے دو یا دو سے زیادہ عادل راوی روایت کریں اور اس کے نام کی تعیین کریں۔ تاہم ان کی روایت کی بنا پر وہ مجہول راوی عادل قرار نہیں پائے گا۔ بخلاف ازیں محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک اس کی عدالت ثابت ہو جائے گی۔ مگر یہ بات درست نہیں۔ اس لیے کہ ممکن ہے ایک عادل راوی معروف العدالت نہ ہو۔ لہٰذا اس سے روایت کرنے سے اس کا عادل و صادق ہونا لازم نہیں آتا۔ ثقہ راویوں کی ایک جماعت بعض اوقات ناپسندیدہ راویوں کی ایک جماعت سے روایت کرتی ہے۔ بعض دفعہ تو وہ ان ناپسندیدہ راویوں کے بارے میں کچھ نہیں کہتے اور بعض دفعہ ان کے جھوٹے ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ اس لیے ایک دو یا زیادہ عادل راویوں کے روایت کرنے سے اس شخص کی تعدیل و توثیق لازم نہیں آتی۔ جس سے وہ روایت کرتے ہیں۔ مگر ابن حبان اس کے خلاف ہیں۔

مندرجہ صدر حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ ابن حبان کی کتاب کو "صحیح ابن حبان" کہنا بعید از قیاس ہے۔ اس لیے کہ آپ نے عادل راوی کی جو تعریف بیان کی ہے اس میں حدیث حسن بھی آ جاتی ہے۔ بعض علماء ابن حبان کی حمایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اگر ابن حبان کی جانب سہل انگاری کی نسبت اس لیے کی جاتی ہے کہ ان کی کتاب میں حسن حدیثیں پائی جاتی ہیں تو یہ اصطلاح کے معاملہ میں جھگڑا کرنے کی بات ہے۔ اس لیے کہ حدیث حسن کو وہ صحیح کہتے ہیں۔ اور اگر اس بنا پر ان کو تساہل پیشہ قرار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی کتاب میں اس حدیث کو شامل کرتے ہیں، جس کا راوی ثقہ اور غیر مدلس ہو۔ اس نے اپنے استاد سے وہ حدیث سنی ہو اور اس سے اس کا شاگرد سماع کر چکا ہو۔ مزید برآں اس اسناد میں ارسال و انقطاع بھی نہ پایا جاتا ہو۔ جب کسی راوی کے بارے میں یہ بات منقول و معلوم نہ ہو کہ آیا وہ مجروح ہے یا عادل۔ نیز اس راوی کا استاد اور اس سے روایت کرنے والا دونوں ثقہ ہوں۔ اس نے کوئی منکر حدیث بھی روایت نہ کی ہو تو وہ راوی ابن حبان کی رائے میں ثقہ ہے۔ ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب الثقات میں ایسے راوی بکثرت مذکور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ابن حبان کی اصطلاح سے بے گانہ ہیں۔ وہ ان پر معترض ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ اعتراض درست نہیں۔ اس لیے کہ اصطلاح کے بارے میں کوئی نزاع نہیں ہوتا۔ ابن حبان نے جو شروط مقرر کیے تھے۔ وہ پورے کر دیئے۔

ابن حبان نے ۳۵۴ھ میں وفات پائی۔ (طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۱۴۱' لسان المیزان ج ۵ ص ۱۱۲۔ توجیہ النظر ص ۱۴۰۔ الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۶' مقدمہ لسان المیزان از ابن حجر)

طبرانی:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ۔ آپ نے تین معاجم (معجم کی جمع' معجم حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث کو صحابہؓ یا شیوخ یا ان کے دیار و بلاد کی ترتیب سے مرتب کیا جائے۔ اس میں حروف تہجی کی ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے) یعنی معجم کبیر' معجم صغیر و معجم اوسط تصنیف کیں۔

معجم کبیر میں مسانید صحابہؓ کو حروف تہجی کے مطابق مرتب کیا۔ البتہ ابو ہریرہؓ کی مسند اس میں شامل نہیں۔ اس کو ایک علیحدہ کتاب میں یک جا کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ معجم کبیر میں بیس ہزار پانچ صد احادیث ہیں۔ علماء جب معجم کا لفظ علی الاطلاق بولتے ہیں تو اس سے معجم کبیر مراد ہوتی ہے۔

معجم اوسط کو طبرانی نے اپنے شیوخ کے اسماء کے مطابق مرتب کیا۔ ان کے شیوخ کی تعداد قریباً دو ہزار ہے۔ منقول ہے کہ طبرانی نے ایسے لوگوں سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں جو ان کے بعد زندہ رہے۔ اسی لیے آپ کے شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور ان سے آپ نے بکثرت غریب احادیث روایت کی ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس معجم میں تیس ہزار احادیث ہیں۔ یہ ضخیم چھ مجلدات پر مشتمل ہے۔ طبرانی اس کتاب کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ ''میری روح ہے''۔ اس لیے کہ آپ نے اس میں بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیا تھا۔ ذہبی کہتے ہیں ''اس کتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں عزیز اور منکر سب قسم کی احادیث ہیں۔

معجم صغیر صرف ایک جلد پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک ہزار شیوخ کی حدیثیں جمع کی ہیں ہر شیخ سے زیادہ تر صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ اس کتاب میں کل ایک ہزار پانچ صد احادیث مع اسانید شامل ہیں۔

(کشف الظنون ج ۲ ص ۲۹۰' الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۰۱)

قاسم بن اصبغ:

ابو محمد قاسم بن اصبغ بن محمد بن یوسف بیانی - ان کی نسبت بیانہ کی طرف کی گئی ہے جو اندلس میں ایک شہر کا نام ہے۔ یہ قرطبہ سے تیس میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہ مالکی المسلک تھے۔ ان کی وفات ۳۴۰ھ میں ہوئی۔ آپ نے ''کتاب الصحیح المنتقیٰ'' مرتب کی۔ (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۲۰)

ابن السکن:

حافظ ابو علی سعید بن عثمان بن سعید بن السکن بغدادی نزیل مصر متوفی ۳۵۳ھ آپ نے ''الصحیح المنتقیٰ'' مرتب کی۔ اس کو ''السنن الصحاح الماثورۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' بھی کہتے ہیں۔

اس کتاب کو آپ نے فقہی ابواب پر مرتب کیا ہے۔ اور اس میں وہ احادیث صحیحہ ودیعت کیں جو ان کو میسر آ سکیں۔ اسانید کو حذف کر دیا گیا ہے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے جس حدیث کو اس کتاب میں مجملاً بیان کیا ہے۔ اس کی صحت پر علماء کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اس کے بعد وہ حدیثیں ذکر کی ہیں۔ جن کو ان ائمہ نے پسند کیا ہے۔ جن کا نام میں نے ذکر کیا ہے۔ میں نے وہاں بیان کر دیا ہے کہ اس امام نے وہ حدیث کیوں قبول کی۔ میں نے اس کی نسبت ان ائمہ کی پسندیدگی کی جانب کی ہے اور کسی طرف نہیں۔ جہاں میں نے ایسی حدیث ذکر کی ہے جس کی نقل و روایت میں کوئی محدث منفرد ہے تو میں نے اس کی وجہ بیان کر دی۔ اور اس کے روایت کرنے میں منفرد ہونے کا حوالہ دے دیا ہے۔ (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۲۰' کشف الظنون ج ۱ ص ۵۱۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی:

نام ونسب ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی ہے- آپ نے ۳۲۱ھ کو وفات پائی- آپ نے ''معانی الآ ثار'' مرتب کی- یہ بڑی عمدہ کتاب ہے- اس کتاب میں امام طحاوی بیان کرتے ہیں کہ میرے بعض اصحاب نے درخواست کی کہ میں ایسی کتاب مرتب کروں جو دینی احکام کے سلسلہ میں واردشدہ احادیث پر مشتمل ہو- بعض ملاحدہ اور زنادقہ اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ احادیث نبویہ باہم متناقض و معارض ہوتی ہیں- اس کی وجہ ان کی ناسخ ومنسوخ سے جہالت ہے-

امام طحاوی نے اس کتاب کوفقہی ابواب پر مرتب کیا ہے- ہر باب میں ناسخ و منسوخ پر روشنی ڈالی اور علماء کی تاویلات کا ذکر کیا ہے- جس بات کوصحیح پایا- اس کے اثبات میں دلائل و براہین پیش کیے ہیں- علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس کی شرح تحریر کی ہے- اسی طرح علامہ ابن قطلو بغا متوفی ۸۷۹ھ نے بھی اس کتاب کی شرح لکھی ہے- اس کا نام ''کتاب الایثار برجال معانی الآ ثار'' رکھا ہے-

(کشف الظنون ج ۲ ص)

سنت چوتھی صدی کے بعد تاسقوط بغداد:

ہم سابقہ مباحث میں چوتھی صدی ہجری کے ان علماء کا تذکرہ کر چکے ہیں- جوعلوم الحدیث میں ماہرانہ بصیرت رکھتے تھے- اور اپنی کتب ان احادیث سے مدون کرتے تھے جو ان کو زبانی یاد تھیں یا انہوں نے اپنے اساتذہ سے سنی تھیں- تیسری صدی ہجری کے علماء کا شیوہ یہی تھا- ابھی چوتھی صدی ہجری ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ علماء کا کام صرف اس دائرہ میں محدود ہوکر رہ گیا کہ متقدمین کی کتب کو ازسرنو ترتیب و تہذیب دی جائے- ہم اس ضمن میں انجام دیئے گئے ان کے کارناموں پر مختصر تبصرہ کرتے ہیں-

جمع بین الصحیحین:

متعدد علماء نے صحیح بخاری و مسلم کی احادیث کوایک ہی کتاب میں یک جا کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیا۔ ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ اسماعیل بن احمد المعروف ابن الفرات متوفی ۴۱۴ھ۔

۲۔ محمد بن نصر الحمیدی متوفی ۴۸۸ھ۔ آپ نے متعدد احادیث کا اضافہ کیا جو بخاری و مسلم میں نہیں ہیں۔

۳۔ حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ۔

۴۔ محمد بن عبدالحق اشبیلی متوفی ۵۸۲ھ۔

۵۔ احمد بن محمد قرطبی المعروف ابن ابی حجہ متوفی ۶۴۲ھ۔

مجموعہ صحاح ستہ:

یہاں صحاح ستہ سے صحیح بخاری و مسلم و موطا امام مالک و نسائی و ابی داؤد و ترمذی مراد ہیں۔ متعدد علماء نے مذکورہ چھ کتب میں مندرجہ احادیث کو ایک ہی کتاب میں شامل کر دیا ہے۔ ان میں سے مندرجہ ذیل علماء کے نام قابل ذکر ہیں۔

۱۔ احمد بن رزین بن معاویہ عبدری سرقسطی متوفی ۵۳۵ھ۔ آپ کی کتاب کا نام تجرید الصحاح ہے۔ مگر اس کی ترتیب و تہذیب اچھی نہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے صحاح ستہ کی بعض احادیث کو ترک کر دیا ہے۔

۲۔ ابو السعادات مبارک بن محمد المعروف ابن الاثیر الجزری شافعی متوفی ۶۰۶ھ۔ آپ نے احمد بن رزین کی تجرید الصحاح کو از سر نو مہذب و مرتب کیا۔ اس کے ابواب باندھے۔ اس کی مشکل احادیث کی توضیح کی مشکل اعراب کو واضح کیا۔ اس کی اسانید کو حذف کر دیا۔ اور صرف صحابی و تابعی کا نام باقی رکھا۔ صحاح ستہ میں سے جس کتاب میں وہ حدیث مذکور تھی' اس کا نام ذکر کیا۔ تابعین کے اقوال شاذ و نادر ہی ذکر کیے اس کے ابواب کو حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کیا۔ اور اس کا نام ''جامع الاصول لاحادیث الرسول'' تجویز کیا۔

یہ کتاب نہایت عمدہ اور نفیس ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دارالکتب المصریہ میں متوسط قسم کی دس مجلدات پر مشتمل ہے۔ علمائے ازہر میں سے شیخ عبدربہ بن سلیمان بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد المشہور ''قلیوبی'' نے اس کی شرح لکھنے کا آغاز کیا- اور اس کا نام ''جامع المعقول و المنقول شرح جامع الاصول'' رکھا- مگر اس کی تکمیل نہ کر پائے- مندرجہ علماء نے جامع الاصول کا اختصار لکھا-

ا- محمد المروزی متوفی ۶۸۲ھ-

ب- ہبۃ اللہ بن عبدالرحیم الحموی متوفی ۷۱۸ھ-

ج- عبدالرحمٰن بن علی المعروف ابن الدیبع شیبانی زبیدی متوفی ۹۴۴ھ- یہ بہترین مختصر ہے- اور مصر سے تین یا چار اجزاء میں شائع ہو چکی ہے-

۴- عبدالحق بن عبدالرحمٰن المعروف ابن الخراط ۵۸۲ھ-

مجموعہ ہائے مختلف احادیث:

علماء نے حدیث کی مختلف کتابوں سے حدیثیں منتخب کر کے احادیث کے مجموعے مرتب کیے- چند ایک کا تعارف کرایا جاتا ہے-

۱- مصابیح السنۃ از امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ- اس مجموعہ میں چار ہزار چار سو چوراسی احادیث ہیں- ان میں صحیح اور حسن دونوں قسم کی حدیثیں ہیں- امام بغوی صحیح سے وہ حدیث مراد لیتے ہیں- جس کو بخاری و مسلم دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک نے روایت کیا ہو- بقول ان کے حدیث حسن سے وہ حدیث مراد ہے- جس کو ابوداؤد و ترمذی اور محدثین نے روایت کیا ہو- یہ ان کی ذاتی اصطلاح ہے- ورنہ سنن ابی داؤد و ترمذی وغیرہ میں صحیح و ضعیف ہر قسم کی احادیث موجود ہیں- (کشف الظنون ج ۲ ص ۴۷۲)

مصابیح السنۃ میں جو ضعیف یا غریب حدیث ہوتی ہے- بغوی اس کو بیان کر دیتے ہیں- اس میں کوئی حدیث منکر یا موضوع نہیں ہے- علماء نے اس کتاب کو بڑی اہمیت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اس کی متعدد شرحیں لکھیں- محمد بن عبداللہ الخطیب نے اس میں ترمیم و اضافہ کیا- اور اس کے ابواب کا ذیل مرتب کیا- چنانچہ حدیث روایت کرنے والے صحابی اور اس کتاب کا نام لکھا جس سے وہ حدیث ماخوذ ہے- احادیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیحہ وحسن پر مشتمل ہر باب میں تیسری فصل کا اضافہ کیا- ماسوا چند ابواب کے جن میں تیسری فصل کا اضافہ نہیں کیا گیا- یہ کام آپ نے ۷۳۷ھ میں انجام دیا- اس کتاب کا نام موصوف نے ''مشکوٰۃ المصابیح'' رکھا- متعدد علماء نے مشکوٰۃ کی شروح تحریر کیں- ان میں سے قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۱۸۵ھ کا نام قابل ذکر ہے- (کشف الظنون ج ۱ ص ۲۹۵)

۲- جامع المسانید و الالقاب از ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ- آپ نے اس کتاب میں صحیح بخاری و مسلم و مسند احمد اور جامع ترمذی کو یک جا کر دیا ابوالعباس احمد بن عبداللہ المکی المعروف محبّ الطبری متوفی ۹۶۴ھ نے اس کو از سر نو مرتب کیا- (کشف الظنون ج ۱ ص ۲۹۵)

۳- بحر الاسانید از امام حافظ حسن بن احمد سمرقندی متوفی ۴۹۱ھ- اس کتاب میں آپ نے ایک لاکھ احادیث جمع کیں- ان کو ترتیب دی اور کانٹ چھانٹ کی- کہا جاتا ہے کہ دین اسلام میں اس جیسی کتاب تصنیف نہیں کی گئی-
(کشف الظنون ج ۱ ص ۱۴۴)

احادیث احکام پر مشتمل کتب:

متعدد علماء نے احکام و مواعظ پر مشتمل احادیث کو کتب حدیث سے منتخب کر کے یک جا کیا اس ضمن میں یہ کتب مشہور ہیں:

۱- کتاب منتقی الاخبار فی الاحکام از حافظ مجد الدین ابوالبرکات عبدالسلام بن عبداللہ بن ابو القاسم حرانی المعروف ابن تیمیہ حنبلی ۶۵۲ھ- اس کتاب کو آپ نے صحیح بخاری و مسلم و مسند و جامع ترمذی و سنن نسائی و ابوداؤد و ابن ماجہ سے احادیث منتخب کر کے مرتب کیا- مؤلف نے حدیث ذکر کر کے صرف اس کتاب کا نام ذکر کر دیا ہے- جس سے وہ حدیث ماخوذ ہے اور اس کی سند ذکر نہیں کی- یوں تو یہ کتاب بڑی مفید ہے مگر اس میں یہ خامی پائی جاتی ہے کہ حدیث کو صرف ائمہ حدیث کی طرف منسوب کر دیا ہے- مگر اس پر تنقید و تبصرہ نہیں کیا کہ یہ حسن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے یا ضعیف- مثلاً وہ یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں کہ اس کو ترمذی نے روایت کیا- حالانکہ ترمذی میں صراحتہً اس کو ضعیف کہا گیا ہوتا ہے- یمن کے عظیم محدث محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نے منتقی کی شرح میں ان سب باتوں کی وضاحت کی ہے- آپ نے ''نیل الاوطار فی شرح منتقی الاخبار'' کے نام سے منتقی کی شرح لکھی ہے- یہ آٹھ اجزاء میں مصر سے شائع ہو چکی ہے-

۲- السنن الکبریٰ للبیہقی احمد بن حسین متوفی ۴۵۸ھ-محدث ابن الصلاح فرماتے ہیں:

''حدیث کی کوئی کتاب السنن الکبریٰ سے بڑھ کر دلائل کی جامع نہیں- دنیا بھر میں کوئی حدیث ایسی نہیں جو بیہقی نے اس کتاب میں جمع نہ کی ہو- یہ کتاب حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے- اس کے آخر میں ایک فہرست ہے جس میں صحابہؓ و تابعین کے اسماء اور ان کی مسانید و مرویات کا ذکر کیا گیا ہے- محدث بیہقی نے السنن الصغریٰ بھی مرتب کی ہے- جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اسلام میں ایسی کتاب تصنیف نہیں کی گئی''-

۳- الاحکام الصغریٰ از حافظ ابو محمد عبدالحق اشبیلی المعروف ابن الخراط متوفی ۵۸۲ھ- مؤلف نے اس کتاب میں لکھا ہے-

''میں نے اس کتاب میں متفرق احادیث کو یک جا کر دیا ہے- یہ احادیث شرعی احکام ولوازم حلال و حرام اور ترغیب و ترہیب سے متعلق ہیں میں نے ان حدیثوں کو موطا امام مالک، صحیحین اور صحاح ستہ کی دیگر کتب سے منتخب کیا ہے- اس میں بکثرت احادیث صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتابوں کی بھی ہیں''- (کشف الظنون ج ۱ ص ۴۵)

۴- عمدۃ الاحکام از حافظ عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی دمشقی متوفی ۶۰۰ھ- اس میں مولف نے وہ احادیث جمع کی ہیں جس پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا ہے- امام ابن دقیق العید نے اس کی ایک متوسط شرح لکھی ہے- یہ کتاب مصر میں شرح سمیت چھپ کر چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے-

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

۵- الترغیب و الترہیب از حافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ منذری متوفی ۶۵۶ھ- احادیث کی جمع و تالیف اور ان کی درجہ بندی میں یہ نہایت نفیس کتاب ہے- ہمارے زمانہ میں واعظوں اور مذہبی رہنماؤں کا مدار و انحصار اسی کتاب پر ہے- یہ کتاب مصر میں متعدد مرتب چھپ چکی ہے-

کتب الاطراف:

اس دور میں ہمیں محدثین کا ایک گروہ ایسا بھی ملتا ہے- جس نے کتب الاطراف مرتب کی تھیں- کتب الاطراف کا مطلب یہ ہے کہ محدث حدیث کا صرف ایک ٹکڑا ذکر کرتا ہے- جس سے باقی ماندہ حدیث کا پتہ چل جاتا ہے- پھر اس حدیث کی یا تو تمام اسانید بیان کرتا ہے یا چند خاص کتب میں اس کی جو اسانید مذکور ہوتی ہیں وہ ذکر کر دیتا ہے- ہم چند کتب الاطراف کا ذکر کرتے ہیں-

۱- اطراف الصحیحین از حافظ ابراہیم بن محمد بن عبید دمشقی متوفی ۴۰۰ھ-

۲- اطراف الصحیحین از ابو محمد خلف بن محمد واسطی متوفی ۴۰۱ھ-

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں:

"یہ کتاب بہترین ترتیب کی حامل ہے اور اس میں غلطیاں بہت کم ہیں"-

اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ میں چار جلدوں میں موجود ہے-

۳- اطراف الصحیحین از ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ-

۴- اطراف السنن الاربعۃ از ابو القاسم علی بن حسن المعروف ابن عساکر دمشقی متوفی ۵۷۱ھ- اس کو حروف تہجی کے مطابق مرتب کیا گیا ہے- یہ تین جلدوں پر مشتمل ہے- اس کا نام "الاشراف علی معرفۃ الاطراف ہے"-

۵- اطراف الکتب الستۃ از محمد بن طاہر مقدسی متوفی ۵۰۷ھ- چونکہ اس کی کتاب میں بکثرت اغلاط و اوہام تھے- اس لیے حافظ شمس الدین محمد بن علی بن حسین حسینی دمشقی ۷۶۵ھ نے اس کا خلاصہ لکھا اور اس کو بہت عمدہ ترتیب دی-

(کشف الظنون ج ۱ ص ۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتواں دور

از ۶۵۶ھ (سقوط بغداد) تا عصر حاضر

یہ دور چار مباحث پر مشتمل ہے۔

۱۔ اس عہد کے سیاسی احوال۔

۲۔ اس دور میں روایت حدیث کا طرز و انداز۔

۳۔ بلاد اسلامیہ میں حدیث کے ساتھ مسلمانوں کا اعتناء۔

۴۔ اس دور کے علماء کا طرز تصنیف۔

اس عہد کے سیاسی احوال:

خلافت عباسیہ ۶۵۶ھ میں تاتار کے ہاتھوں ختم ہوگئی۔ ۶۵۸ھ میں تاتاری شام کے شہر حلب پر حملہ آور ہوئے۔ پھر دمشق کو تاخت و تاراج کرنے کا عزم کیا۔ مصر میں سلطنت ایوبیہ ختم ہوگئی۔ اور اس کی جگہ دولت مملوکیہ نے لے لی تھی۔ چنانچہ مصری لوگ تاتاریوں کے مقابلہ کے لیے نکلے اور ''عین جالوت'' کے مقام پر ان سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ فریقین کے مابین گھمسان کا رن پڑا اور تاتاریوں کو شکست فاش ہوئی۔ تاتاری پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ لوگوں نے ہر طرف سے ان کو دبوچ لیا۔

یہی حالات تھے جب عباسی خاندان کا ایک فرد مصر آیا اور وہاں کے سلطان ملک ظاہر بیبرس نے اس کو خلیفہ قرار دے کر اس کی بیعت کر لی۔ اس طرح قاہرہ خلافت عباسیہ کا دارالخلافہ ٹھہرا۔ مگر خلیفہ کا اقتدار نہ ہونے کے برابر تھا۔ اور وہ صرف نام کا خلیفہ تھا۔ اصلی اقتدار ممالیک کے ہاتھوں میں تھا۔ ابھی ساتویں صدی ہجری ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ ترک تمام ممالک اسلامیہ پر چھا گئے۔ ماسوا مغربی دیار و بلاد کے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں کہ مغرب کی رہنے والی بربر قوم حکمران تھی۔

آٹھویں صدی ہجری کے شروع میں ایشیائے کوچک میں جہاں آج کل ترکی کی حکومت ہے، ایک شخص ظہور پذیر ہوا، جس کو "عثمان کچق" کہتے تھے۔ آگے چل کر یہ دولت عثمانیہ کا بانی و مؤسس ثابت ہوا۔ اس نے سلاجقہ کی حکومت کو ختم کر کے اپنے قبیلہ ترکیہ کی مدد سے حکومت قائم کر لی۔ دن بدن دولت عثمانیہ کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ اور اس نے قریبی دیار و بلاد پر اپنا تسلط جما لیا۔ حتیٰ کہ نویں صدی ہجری کے وسط میں قسطنطنیہ کو فتح کر کے دارالخلافہ بنا لیا۔ پھر مصر کو فتح کر کے عباسی خلافت کا خاتمہ کر دیا اور اپنے سلاطین کو خلفاء کے لقب سے پکارنے لگے۔ اس وقت اسلامی خلافت قسطنطنیہ منتقل ہو گئی۔ اور مصر عثمانی قلمرو میں شامل ہو گیا۔ اس طرح خلافت کا سیاسی اور علمی مرکز جاتا رہا۔ جہاں تک عثمانی سلطنت کا تعلق ہے۔ اس کے اثر و اقتدار کا دائرہ وسعت پذیر رہا۔ اور وہ دن بدن ترقی کے زینے طے کرتی چلی گئی۔ مگر اس بات کا بے حد افسوس ہے کہ عین ان دنوں جب کہ عثمانی حکومت کا ستارہ اوج کمال پر تھا۔ ہسپانیہ کی اموی حکومت ختم ہوتی گئی۔ افسوس کہ اندلس میں وہ آفتاب اسلام غروب ہو گیا۔ جس کی تابندہ و درخشندہ کرنوں نے آٹھ صدیوں تک اس کو بقعہ نور بنائے رکھا تھا۔

اس کے بعد یورپ کی ظالم و غاصب حکومتوں نے مسلمانوں کی خواب غفلت اور ان کے باہمی نزاع و شقاق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کو کمزور کرنے اور ان میں ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی حکومت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور خلافت عثمانیہ ختم ہو گئی۔ یورپین حکومتیں مسلمانوں کے حقوق سے کھیلنے لگیں۔ اہل اسلام اپنے شہروں میں مقید و محصور ہو کر رہ گئے۔ یورپ والوں نے مسلمانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ لیا۔ اس وقت سے تاہنوز مسلمانوں کا یہ عالم ہے کہ ایک مصری شخص حجاز و شام اور دیگر بلاد اسلامیہ میں پاسپورٹ کے بغیر نہیں جا سکتا۔ تمام اسلامی ممالک کا یہی حال ہے۔ طلب علم کے لیے سفر کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مختلف بلاد و دیار کے رہنے والوں کے ساتھ علمی رابطہ ٹوٹ گیا- حالانکہ قبل ازیں اسلامی دیار و امصار وحدت کی اٹوٹ لڑی سے منسلک تھے- ایک مسلم جہاں چاہے جائے اور جیسے چاہے' اپنے دین پھیلائے-

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا.

اس دور میں روایت حدیث کا طرز و انداز:

ان ہولناک تاریخی آلام وحوادث کے نتیجہ میں افکار ونظریات میں انتشار پیدا ہو گیا- اسلامی بلاد و دیار میں سیاحت کر کے علم حاصل کرنے سے علماء کی ہمتیں پست ہو گئیں- زبانی روایت حدیث کا سلسلہ ختم ہو گیا اور اس کی جگہ اجازۃ و مکاتبہ نے لے لی- اب استاد کا نام صرف تبرکاً لیا جانے لگا- ماسوا ان استثنائی شخصیتوں کے جن کو اللہ تعالیٰ بعض اوقات دین کی نشاۃ ثانیہ وتجدید کے لیے برپا کرتا رہتا ہے- اس دور میں اسی قسم کے اکابر محدثین تھے جو مختلف ممالک کی سیاحت کرتے- اور درس گاہ میں بیٹھ کر حدیثیں لکھوایا کرتے تھے- ان کے اتباع وتلامذہ ان کے امالی (لیکچرز) کو لکھ لیا کرتے تھے- ان میں مندرجہ ذیل اکابر محدثین کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں:

۱- حافظ ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی اثری- یہ اپنے زمانہ کے حافظ العصر اور یکتائے روزگار فاضل تھے- حدیث کے فن میں آپ نے متعدد کتب تصنیف کیں- آپ نے ۸۰۶ھ میں وفات پائی- جن مجالس میں بیٹھ کر آپ نے حدیث کا درس دیا تھا- ان کی تعداد چارصد سے زائد ہے- آپ نے حدیثیں لکھوانے کا آغاز ۷۹۶ھ میں کیا- خداوند کریم نے آپ کے ہاتھوں مردہ سنتوں کو تازہ زندگی بخشی- آپ اپنے حافظہ کی مدد سے صاف ستھری اور حشو وزوائد سے پاک حدیثیں املا کرایا کرتے تھے-

۲- شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی ابن حجر عسقلانی الاصل ثم مصری- آپ مصر میں پیدا ہوئے وہیں پروان چڑھے- آپ کی بود و باش بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصر میں تھی۔ اور وہیں وفات پائی۔ آپ ان دیار میں نہ صرف حافظ حدیث بلکہ سید الحفاظ والمحدثین تھے۔ آپ نے ۸۵۲ھ میں وفات پائی۔

امام سیوطی کہتے ہیں:

''حافظ ابن حجر پر فن حدیث کا خاتمہ ہو گیا''۔

دیگر محدثین کہتے ہیں:

''پوری دنیا میں حدیث نبوی کے سلسلہ میں آپ کی ذات پر رحلت و ریاست کا خاتمہ ہو گیا۔ آپ کے عصر و عہد میں ان کے سوا دوسرا کوئی حافظ حدیث نہ تھا۔ متعدد کتب تصنیف کیں اور ایک ہزار مجالس درس حدیث کے لیے منعقد کیں''۔

۳- حافظ سخاوی تلمیذ ابن حجر عسقلانی بھی ان اکابر محدثین میں سے ایک ہیں۔ سخاوی اپنی کتاب فتح المغیث میں لکھتے ہیں:

''میں نے مکہ مکرمہ' قاہرہ اور متعدد مقامات پر درس حدیث دیا۔ حدیثیں لکھوانے کے سلسلہ میں میں نے جو مجالس منعقد کیں۔ ان کی تعداد چھ صد کے لگ بھگ ہے''۔

مگر زبانی روایت کا چرچا ان دنوں اتنا نہ تھا۔ جس قدر ازمنہ سابقہ میں۔ بخلاف ازیں اس دور کے اکثر علماء نے متقدمین کی کتب کو اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا تھا۔ کوئی ان کا خلاصہ لکھتا اور کوئی شرح۔ بعض علماء سابقہ کتب میں مندرج احادیث کی تخریج میں لگے ہوئے تھے۔ اور ہمہ قسم کے دیگر امور و مشاغل۔ مگر اس دور کے اواخر میں حدیث کے ساتھ دلچسپی بالکل جاتی رہی۔ اور چند ایک علماء کو چھوڑ کر تمام لوگ فروعات میں منہمک ہو گئے۔ تاہم ان حالات میں بھی بعض علاقے ایسے تھے جہاں حدیث کا کام ہو رہا تھا۔ اب ہم اس کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔

بلاد اسلامیہ میں حدیث کے ساتھ مسلمانوں کا اعتناء:

اگر مغربی دیار و بلاد کو مستثنیٰ کر دیا جائے۔ جن کے احسانات حدیث نبوی پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر زمانہ میں رہے ہیں تو ہم اپنے آپ کو دو عظیم ممالک کے درمیان پاتے ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اور وہ دو ممالک برصغیر پاک و ہند اور مصر ہیں۔ جب سے تاتار کے ہاتھوں خلافت عباسیہ کے دارالخلافہ بغداد کا سقوط انجام پذیر ہوا۔ علوم وفنون بغداد سے رحلت کر کے دوسرے دیار و بلاد کو منتقل ہو گئے۔ اور پھر انہی میں گشت لگاتے رہے۔ تاتاریوں کے ظلم و جور کی یہ انتہا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے عظیم علمی ورثہ کو دریائے دجلہ میں اس خیال سے پھینک دیا کہ کتابوں کا پل بنا کر ان کا لشکر دریا پار کرے گا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سقوط بغداد کے بعد مصری بلاد و امصار علوم الحدیث سے بھرپور و معمور تھے۔ سقوط بغداد سے لے کر ابتدائی تین صدیوں تک مصر کا علاقہ علم و علماء سے پر تھا۔ اور اس ضمن میں تمام بلاد اسلامیہ سے سبقت لے گیا تھا۔ مگر دسویں صدی ہجری کے نصف تک پہنچ کر مصر میں حدیث کا آفتاب غروب ہونے لگا۔ اور حدیث نبوی اور اس کے علوم وہاں سے برصغیر پاک و ہند کی طرف کوچ کرنے لگے۔ اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے ارض ہندو پاک کو خدمت حدیث کا شرف بخشا اور تاہنوز وہ اس سعادت سے بہرہ اندوز ہو رہا ہے۔ حالانکہ اس پر چار صدیوں سے بھی زائد عرصہ بیت چکا ہے۔ اب ہم ان ممالک کا ذکر کریں گے۔ جنہوں نے حدیث وسنت کی خدمات جلیلہ انجام دی تھیں۔

حدیث نبوی کے سلسلہ میں مصر کی خدمات جلیلہ:

سقوط بغداد کے بعد سرزمین مصر پر ممالیک بحریہ و برجیہ کی حکومت تھی۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ یہ سلاطین علم واصحاب علم کے کس حد تک قدردان تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حدیث نبوی کی تدریس کے لیے جامعات اور مدارس بنوائے اور دور دراز سے علماء کو اس مقصد کے لیے بلایا تھا۔ ان دینی وعلمی کاموں کے لیے انہوں نے کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا دیئے تھے۔ اس ضمن میں انہوں نے جو زندہ جاوید آثار چھوڑے ہیں' ان سے پتہ چلتا ہے کہ علوم دینیہ اور حدیث نبوی سے انہیں کس حد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک شغف تھا۔

صرف یہی نہیں کہ سلاطین نے اپنے مال اور اثر و اقتدار کے ساتھ اشاعت حدیث میں تعاون کیا۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر بذات خود طلبہ کے حلقہ میں بیٹھے۔ اور شیوخ و اساتذہ سے حدیث کا درس لیا۔ اسانید صحیحہ کے ساتھ حدیثیں یاد کیں۔ یہاں تک کہ بعض سلاطین عظیم حافظ حدیث ثابت ہوئے۔ اور ان سے حدیثیں اخذ کی جاتی تھیں۔ مثلاً سلطان الظاہر برقوق نے امام اکمل الدین البابرتی سے فقہ کا درس لیا۔ بخاری و مسلم کی روایت کرنے میں محدثین کے ساتھ شریک ہوئے۔ ابن ابی المجد جیسے محدثین کو دور دراز سے طلب کیا۔ تاکہ طلبہ ان سے اسناد عالی کے ساتھ احادیث سن سکیں۔ اس دور کے بعد طلبہ اسانید عالیہ کے شائق تھے۔

مزید برآں سلطان ''المؤید'' نے سراج الدین بلقینی سے احادیث صحیحہ کا سماع کیا حتیٰ کہ حافظ ابن حجر نے سلطان المؤید سے احادیث نبویہ کا درس لیا اور ان کو اپنے اساتذہ کی فہرست میں شامل کر کے ''المعجم المفہرس'' میں ان کا تفصیلی تعارف لکھا۔

سلطان المؤید نے علامہ شمس الدین الدیری کو جو عظیم محدث اور کتاب ''المسائل الشریفۃ فی ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفۃ'' کے مصنف تھے' مصر آنے کی دعوت دی۔ اس طرح سلطان الظاہر جمقمق نے ابن الجزری سے صحیح بخاری کا سماع کیا۔ سلطان موصوف نے کبار محدثین کو مصر بلایا تاکہ حدیث کے طالب علم ان سے احادیث صحیحہ کا سماع کر سکیں۔ مصری قلعہ کو علماء اکیڈمی میں تبدیل کر دیا۔ جس میں حاضر ہو کر حدیث کے طلبہ حفاظ و محدثین سے حدیث کا درس لیا کرتے تھے۔

مصر کے سلاطین و امراء نے علوم دینیہ کے ساتھ جس شغف کا اظہار کیا تھا۔ اس کے نتیجہ میں سقوط بغداد کے بعد پہلی تین صدیوں میں مصر حدیث نبوی اور فقہ و ادب کا مرکز بن گیا تھا۔ حدیث نبوی کی خدمت کی سعادت تمام بلاد اسلامیہ سے زیادہ مصر کے حصہ میں آئی۔ تاریخ کے اوراق ان اعاظم رجال کے تراجم سے پر ہیں۔ جن کو مصر نے اس زرین دور میں پیدا کیا تھا۔ انہوں نے مختلف علوم و فنون میں بہترین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتب تصنیف کیں، جن کو اسلام کے لیے باعث فخر قرار دیا جاتا ہے۔ تمام دنیا کی لائبریریوں میں جو علمی خزانے محفوظ ہیں۔ وہ مصر کی زندہ جاوید عظمت وفضیلت کی زندہ دلیل ہیں۔

ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ مصر کی علمی تحریک دسویں صدی ہجری کے اوائل تک جاری رہی۔ جب دسویں صدی کے آغاز میں ممالک برجیہ کی حکومت ختم ہوگئی۔ تو علمی تحریک رو بہ انحطاط ہونا شروع ہوگئی۔ اب علوم وفنون رفتہ رفتہ مصر سے ترک وطن کر کے عازم ہند ہونے لگے۔ برصغیر ہندو پاک نے حدیث اور اس کے علوم کے لیے اپنا سینہ کھول دیا۔ اور اس کی خدمت کے لیے محنت و کاوش انجام دینا شروع کر دی۔ چنانچہ اس وقت سے لے کر تا ہنوز یہ سرزمین تمام بلاد اسلامیہ میں علوم الحدیث کی خدمت کے اعتبار سے سب سے زیادہ سعادت مند چلی آ رہی ہے۔

ارض ہند و پاک میں اشاعت حدیث:

برصغیر پاک و ہند کے رہنے والوں نے حدیث نبوی کے سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ دسویں صدی ہجری سے قبل یہ لوگ علوم نظریہ اور فقہی احکام میں منہمک رہتے تھے۔ اسی وقت سے یہ لوگ حدیث نبوی، اس کے علوم کی درس و تدریس، نقد اسانید اور بڑی اہمیت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ ایسے آڑے وقت میں جب کہ لوگ خدمت حدیث کے لیے کمر بستہ نہ تھے۔ اور ہمتیں پست ہوگئی تھیں۔ اہالیان ارض و پاک و ہند نے حدیث نبوی اور اس علوم کی جو خدمات جلیلہ انجام دی تھیں، انہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ برصغیر کے علماء ایسے تھے، جنھوں نے صحاح ستہ کی نہایت مفید شرحیں لکھیں اور ان پر قیمتی حواشی تحریر کیے۔ احادیث احکام سے متعلق علماء نے ضخیم کتب تصنیف کیں۔ نقد رجال علل حدیث کے ذکر و بیان اور شرح الآثار کے ضمن میں ان کے احسانات ناقابل فراموش ہیں۔ اسی طرح مختلف علوم الحدیث اور ان کے متعلقات کے بارے میں بھی ان کی تصانیف کچھ کم قابل قدر نہیں۔ (مقالات محمد زاہد کوثری ص ۷۱)

ہماری نگاہ میں اس بات کو بڑی اہمیت حاصل ہے کہ مغربی تہذیب ان دیار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے باشندوں کو دین اسلام سے برگشتہ نہ کر سکی۔ بخلاف ازیں ان کی دینی غیرت و حمیت میں اور اضافہ ہوا۔ چنانچہ یہاں کے علماء نے پادریوں اور مستشرقین کی تردید میں کتابیں لکھیں بسا اوقات انگریز حکام کی موجودگی میں مجالس مناظرہ منعقد کی جاتیں اور اسلام کی صداقت مستشرقین کے باطل کے مقابلہ میں غالب رہتی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ عیسائی پادریوں کو مناظرہ میں شکست فاش کا سامنا کرنا پڑتا اور وہ مناظرہ کے اختتام سے قبل ہی دم دبا کر بھاگ جاتے۔

حدیث نبوی کے ساتھ یہاں کے باشندوں کو جو شغف ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ جو لوگ ان میں سے مغربی یونیورسٹیوں میں تعلیم و تعلم کے سلسلہ میں جاتے ہیں۔ وہ وہاں جا کر حدیث کی کتابیں طبع کراتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر سید معظم حسین نے جو انگلینڈ کی یونیورسٹی آکسفورڈ میں پروفیسر تھے۔ امام حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری کی کتاب ''معرفۃ علوم الحدیث'' طبع کرائی اور اس کی تصحیح کا اہتمام کیا۔ مزید برآں کتاب کے شروع میں بڑا قیمتی مقدمہ لکھا۔ جس میں مؤلف کا تعارف کرایا اور تدوین حدیث اور فن اصول حدیث کی مختصر تاریخ لکھی۔ اس کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں موصوف یورپ کے مختلف شہروں میں گھومے پھرے۔ بڑے بڑے شہروں کی لائبریریاں کھنگالیں جو کچھ تحریر کیا تھا' اس کا کتاب کے قلمی نسخوں سے مقابلہ کیا۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ لندن کی لائبریری میں محفوظ تھا۔ موصوف نے اس کے ساتھ بھی مسودہ کا تقابل کیا۔ علاوہ ازیں صاحب موصوف مشرقی دیار و بلاد مثلاً مصر و شام اور استنبول بھی گئے۔ پھر کتاب کو نہایت ضبط و اتقان کے ساتھ طبع کرایا۔ یہ اس قوم کی عالی ہمتی کا بلند پایہ ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ اور ان کی مساعی جمیلہ کو بابرکت بنائے۔

سعودی عرب میں علمی تحریک:

اس عہد میں حدیث نبوی پر جو کام ہوا تھا' اس کا ذکر و بیان تشنہ تکمیل رہے گا اگر ان خدماتِ جلیلہ کو فراموش کر دیا جائے جو سلطان عبدالعزیز آل سعود رحمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ اور ان کے بعد مختلف سعودی امراء نے اس ضمن میں انجام دیں تھیں- سلطان مرحوم اور آپ کے جانشینوں نے ان نادر کتب حدیث کی طباعت و اشاعت کا اہتمام کیا- جن کو اسلامی لائبریری میں حد درجہ اہمیت حاصل ہے- مثال کے طور پر معدودے چند کتب کے نام تحریر کیے جاتے ہیں- جو انہوں نے شائع کر کے بلا قیمت تقسیم کی تھیں-

۱- جامع الاصول من احادیث الرسول-
۲- مختصر شرح وتہذیب سنن ابی داؤد-
۳- زاد المعاد فی ھدی خیر العباد لابن القیم-
۴- البدایۃ والنہایہ لابن کثیر-
۵- مختصر الفتاویٰ المصریۃ لابن تیمیہ-
۶- تفسیر ابن کثیر مع تفسیر البغوی-
۷- المغنی لابن قدامہ- یہ حدیث وفقہ کی نہایت عمدہ و جامع ترین کتاب ہے- اور دیگر کتب-

حق یہ ہے کہ خدمت حدیث کے سلسلہ میں آل سعود کی مساعی سے مجال انکار نہیں حدیث نبوی پر ان کے بے پایاں احسانات ہیں- اور اس بلند پایہ مقصد کی خاطر انہوں نے مال کثیر صرف کیا ہے- حالانکہ یہ دور وہ ہے جب دل مردہ ہو چکے ہیں- انسانوں پر افسردگی و پژمردگی چھائی ہوئی ہے- مادیت روحانیت پر غالب آ چکی ہے- آل سعود نے حدیث نبوی کی اشاعت کا اہتمام کر کے سنت حسنہ کی طرح ڈالی تھی- بعد ازاں ان کے بعض وزراء بھی ان کے نقش قدم پر گامزن رہے-

خاندان آل سعود کو صرف یہی فخر حاصل نہیں کہ انہوں نے کتب حدیث کو چھپوا کر لوگوں میں مفت تقسیم کیا بلکہ انہوں نے علوم دینیہ اور سنت نبوی کی نشر و اشاعت میں اس سے کہیں بڑھ کر قدم اٹھایا- آل سعود نے پورے ملک میں علمی مدارس کا جال بچھا دیا- علاوہ ازیں اعلیٰ تعلیم کے لیے کالج کھلوائے- مثلاً مکہ مکرمہ میں شریعت کالج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قائم کیا- علاوہ ازیں ریاض کے شہر میں دو کالج قائم کیے- ایک شریعت کالج اور دوسرا کالج عربی زبان کی تعلیم و تدریس کے لیے- اس مقصد کی تکمیل کے لیے جامع ازہر مصر سے قابل ترین اساتذہ منگوائے تاکہ نہایت اعلیٰ پیمانہ پر علوم قرآن و حدیث اور فقہ ولغت کی تعلیم دے سکیں-

جن دنوں میں شہر ریاض کے ''المعهد العلمی''میں مدرس تھا- میں نے ان مساعی جمیلہ کا قریب سے جائزہ لیا- جو آل سعود کا خاندان جس کے سرخیل آج کل الشیخ الرئیس مفتی اکبر شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ ہیں- حدیث نبوی اور علوم دینیہ کی نشر و اشاعت کے سلسلہ مین انجام دے رہا ہے-

فجزاهم الله عن السنة افضل الجزاء.

۴- اس دور کے علماء کا انداز تصنیف:

اس عہد کے علماء نے متقدمین کی کتب حدیث کو اپنی توجہ کی جولان گاہ قرار دیا تھا- چنانچہ وہ از سرنو ان کو ترتیب دیتے- ان میں سے حدیثیں منتخب کر کے خلاصہ تیار کرتے یا احادیث کی تخریج کرتے- چنانچہ اب ہم ان تمام طریقوں کی تفصیل بیان کرتے اور اس دور میں جو مشہور ترین کتب حدیث مرتب کی گئی تھیں' ان کا تعارف کرواتے ہیں-

کتب الزوائد:

ظاہر ہے کہ کتب حدیث کے مؤلفین میں سے کسی نے بھی تمام احادیث کو یکجا کرنے کا التزام نہیں کیا تھا- احادیث نبویہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے اور ہر مصنف بقدر استطاعت اس سے مستفید ہوتا ہے- یہی وجہ ہے کہ کتب حدیث میں سے کوئی بڑی ہے کوئی چھوٹی- کسی میں کم احادیث ہیں اور کسی میں زیادہ- جب متاخرین کا دور آیا- تو وہ کتب الزوائد مرتب کر کے اس بات کا اظہار کرنے لگے کہ ایک کتاب میں کون سی ایسی احادیث ہیں جو دوسری میں نہیں- مندرجہ ذیل کتب الزوائد بہت مشہور ہیں-

۱- کتاب زوائد سنن ابن ماجہ علی الکتب الخمسۃ-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲- کتاب اتحاف المہرة بزوائد المسانید العشرة۔

مسانید عشرہ سے یہ کتب مراد ہیں۔

مسند ابوداؤد طیالسی' مسند حمیدی' مسند مسدد' مسند ابن ابی عمر' مسند اسحاق بن راہویہ' مسند ابوبکر بن ابی شیبہ' مسند ابن منیع' مسند عبد بن حمید' مسند حارث بن محمد بن ابی اسامہ' مسند ابویعلی موصلی۔

۳- کتاب زوائد السنن الکبریٰ للبیہقی علی الکتب الستۃ۔ اس کو فوائد المنتقی الزوائد البیہقی'' بھی کہتے ہیں۔

مذکورہ صدر تینوں کتب حافظ شہاب الدین احمد بن ابی بکر بن اسماعیل بن سلیم البوصیری متوفی ۸۴۰ھ کی تصنیف کردہ ہیں۔

۴- کتاب المطالب العالیۃ فی زوائد المسانید الثمانیۃ علی الکتب الستۃ للحافظ ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ۔

مسانید ثمانیہ سے یہ آٹھ کتب مراد ہیں۔

مسند ابن ابی عمر العدنی' مسند ابی بکر حمیدی' مسند مسدد' مسند طیالسی' مسند ابن منیع مسند ابن ابی شیبہ' مسند عبد بن حمید' مسند الحارث۔

حافظ ابن حجر نے زوائد مسند البزار و زوائد مسند احمد علی الکتب الستۃ بھی مرتب کی ہیں۔

۵- حافظ نورالدین ابوالحسین علی ابن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی مصری متوفی ۸۰۷ھ نے مندرجہ ذیل کتب الزوائد مرتب کی ہیں۔ موصوف سماع حدیث میں ابوالفضل عراقی کے رفیق ان کے تلمیذ اور داماد بھی تھے۔

۱- کتاب زوائد مسند احمد علی الکتب الستۃ۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔

۲- کتاب زوائد مسند البزار علی الکتب الستۃ۔ یہ کتاب ایک ضخیم جلد پر مشتمل ہے۔ اس کا دوسرا نام ''البحر الزخار فی زوائد مسند البزار ہے۔

۳- کتاب زوائد مسند ابی یعلی الموصلی علی الکتب الستۃ۔ یہ کتاب ایک جلد پر مشتمل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴- زوائد المعجم الکبیر للطبرانی علی الکتب الستۃ- اس کا نام ''البدر المنیر فی زوائد المعجم الکبیر'' ہے- یہ تین مجلّات پر مشتمل ہے-

۵- زوائد المعجم الاوسط والاصغر للطبرانی علی الکتب الستۃ- اس کا نام مجمع البحرین فی زوائد المعجمین'' ہے- یہ دو جلدوں میں ہے-

بعد ازاں حافظ نور الدین نے مذکورہ بالا تمام کتب زوائد کو ایک عظیم کتاب میں یک جا کیا اور اس کا نام ''مجمع الزوائد ومنبع الفوائد'' رکھا- اس میں اسانید کو حذف کر دیا گیا ہے اور احادیث کی درجہ بندی کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن یا ضعیف- یہ کتاب اپنے باب میں عدیم النظیر ہے اور مصر میں طبع ہو چکی ہے- حافظ نور الدین الہیثمی کی ایک اور تصنیف ''زوائد صحیح ابن حبان علی الصحیحین'' کے موضوع پر ہے- اس کا نام ''موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان'' ہے-

کتب الزوائد بہت ہیں- ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں- (کشف الظنون ج ا ص ۳۸' الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۲۸)

الجوامع العامہ:

الجوامع کا طریقہ یہ ہے کہ متعدد کتب کو ایک ہی کتاب میں یک جا کر دیا جاتا ہے- اس قسم کی چند کتب کے نام یہ ہیں-

۱- کتاب جامع المسانید والسنن الہادی لاقوم السنن از حافظ اسماعیل بن عمر القرشی دمشقی المعروف ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ- اس کتاب میں صحیحین وسنن نسائی و ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ ومسند احمد ومسند بزار ومسند ابویعلی ومعجم کبیر طبرانی کو یک جا کر دیا گیا ہے-

۲- جمع الجوامع از حافظ عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی متوفی ۹۱۱ھ آپ نے اس کتاب میں صحاح ستہ و دیگر کتب احادیث کو جمع کر دیا ہے- موصوف کا مقصد دراصل یہ تھا کو جملہ احادیث نبویہ کو یک جا کر دیا جائے- علامہ المناوی کہتے ہیں کہ سیوطی جلد وفات پا گئے اور اس ارادہ کی تکمیل نہ کر پائے- یہ کتاب بکثرت احادیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضعیف بلکہ موضوعات پر بھی مشتمل ہے۔ علاء الدین علی بن حسام ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے اس کتاب کو نئے سرے سے مرتب کیا۔ اور اس کا نام کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال" رکھا بعد ازاں کنز العمال کو مختصر کر کے ایک کتاب ترتیب دی اور اس کا نام منتخب کنز العمال فی سنن الاقوال تجویز کیا۔ منتخب کنز العمال مسند احمد کے حاشیہ پر مصر سے شائع ہو گئی ہے۔ کنز العمال بھی حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔ امام سیوطی نے اپنی اس کتاب کا خلاصہ لکھا اور اس کا نام "المختصر الجامع الصغیر فی حدیث البشیر النذیر" رکھا۔

(کشف الظنون ج ۱ ص ۲۸۸، مفتاح السنۃ ص ۱۱۲۔ الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۳۷)

کتب جامع احادیث احکام:

چند کتب کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ کتاب الالمام فی حدیث الاحکام از ابن دقیق العید متوفی ۷۰۲ھ۔ اس کتاب میں اسانید کو حذف کر کے احادیث احکام کو یک جا کر دیا ہے۔ بعد ازاں "الامام" نامی کتاب اس کی شرح کے طور پر لکھی ہے۔ مگر یہ شرح مکمل نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کہ یہ ضخیم ترین شرح ہے اور اس سے بڑی شرح آج تک نہیں لکھی گئی۔ یہ شرح بکثرت استنباطات و فوائد پر مشتمل ہے۔ (کشف الظنون ج ۱ ص ۱۱۳)

۲۔ کتاب تقریب الاسانید و ترتیب المسانید۔ یہ کتاب آٹھویں صدی ہجری کے مجدد حافظ زین الدین ابو الفضل عبدالرحیم بن حسین عراقی کی تصنیف ہے۔ آپ ۷۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۰۶ھ میں وفات پائی۔ آپ نے اپنے بیٹے ابو زرعہ کے لیے اس میں احادیث احکام جمع کر دی تھیں۔ اس کے خطبہ میں لکھتے ہیں۔

میں نے ارادہ کیا تھا کہ اپنے بیٹے ابو زرعہ کے لیے احادیث احکام پر مشتمل ایک مختصر کتاب لکھوں۔ جس کی اسانید ائمہ اعلام کے ساتھ ملی ہوئی ہوں حافظ حدیث کے لیے مناسب نہیں کہ اسے چند احادیث بھی اپنی سند کے ساتھ یاد نہ ہوں جن کے حفظ کی وجہ سے وہ سفر میں کتابیں اٹھانے سے بے نیاز ہو جائے اور مذاکرہ و استحضار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے وقت اسے اصل کتابوں کی جانب مراجعت کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے۔

میں نے دیکھا کہ سندیں آج کل بڑی طویل ہوتی ہیں۔اور ان کا زبانی یاد کرنا بڑا مشکل کام ہے متقدمین کے زمانہ میں سند حفظ کرنا اسی لیے آسان تھا کہ سندیں مختصر ہوتی تھیں۔ بنا بریں میں نے ارادہ کیا کہ اصح الاسانید پر مشتمل کچھ احادیث جمع کر دوں یہ اسانید یا تو علی الاطلاق صحیح تر ہوں یا ان احادیث کے روایت کرنے والے صحابی تک پہنچنے کے لحاظ سے اصح الاسانید ہوں۔

اس کے بعد مصنف کتب حدیث سے احادیث اخذ کرنے اور ان کی جانب احادیث کو منسوب کرنے کے بارے میں اپنا طریقہ ذکر کرتے ہیں۔ یہ کتاب اپنے باب میں نہایت عظیم المرتبت ہے۔ مولف نے خود بھی اس کتاب کی شرح لکھی ہے۔ شرح کا آغاز ایک مقدمہ سے کیا ہے۔ جس میں ان رجال سے بحث کی ہے۔ جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے۔حتیٰ کہ اس میں اپنے بیٹے ابوزرعہ کا حال بھی تحریر کیا ہے۔ جس کے لیے موصوف نے یہ کتاب تصنیف کی ہے۔مگر مولف اس شرح کی تکمیل نہ کر سکے۔ بعدازاں ان کے بیٹے ابوزرعہ متوفی ۸۲۶ھ نے اس کو مکمل کیا۔اس شرح کا نام ''طرح التثریب فی شرح التقریب'' ہے۔ یہ شرح مصر سے ۱۳۵۳ھ میں شائع ہو چکی ہے۔متن کو شرح سے الگ رکھا گیا ہے۔ اور اسے آغاز صفحہ میں تحریر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب آٹھ مجلدات پر مشتمل ہے یہ کتاب نہایت جامع اور علمی فوائد و مباحث سے لبریز ہے۔ مولف نے اس میں حریت فکر و نظر سے کام لیتے ہوئے آزادانہ بحث کی ہے اور کسی مسلک کی بے جا حمایت وطرف داری نہیں کی۔ مؤلف کی اس بے تعصبی اور آزادی فکر نے کتاب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ کتاب میں حدیث وفقہ سے متعلق جو نکات و دقائق ودیعت کیے گئے ہیں وہ اس پر مزید ہیں۔

۳۔ بلوغ المرام من احادیث الاحکام: از خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ یہ کتاب احکام سے متعلق ایک ہزار چار صد احادیث پر مشتمل ہے۔ یہ مصر سے ایک جلد میں شائع ہو چکی ہے۔ متعدد علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ چند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شارحین کے نام یہ ہیں۔

۱۔ قاضی شرف الدین حسین بن مغزلی

۲۔ محمد بن اسماعیل صنعانی متوفی ۱۱۸۲ھ۔ آپ کی شرح کا نام ''سبل السلام'' ہے۔ یہ مصر سے چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

۳۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ۔ اس شرح کا نام فتح العلام ہے۔ یہ مصر سے شائع ہوئی تھی۔ مگر اس کے تمام نسخے ختم ہو گئے۔

علمی کتب میں مندرج احادیث کی تخریج:

مختلف علوم و فنون مثلاً عقائد و فقہ و اصول و تفسیر و شروح حدیث و تصوف و لغت پر مشتمل علمی کتب میں بکثرت احادیث کو بطور استدلال و استشہاد لایا جاتا ہے۔ چونکہ اکثر مصنفین ان احادیث کی تخریج نہیں کرتے بلکہ صرف ان کتب کا نام ذکر کر دیتے ہیں۔ جہاں سے انہوں نے وہ حدیثیں نقل کی تھیں۔ علاوہ ازیں وہ ان احادیث کی صحت و ضعف سے بھی بحث نہیں کرتے۔ اس لئے بعض حفاظ نے ان احادیث کی تخریج کی اور ان کتب کا ذکر کیا۔ جہاں سے وہ ماخوذ ہیں۔ اور ان کو مستقل کتب میں یک جا کیا۔ ان میں چند کتب کے نام یہ ہیں۔

۱۔ تخریج احادیث تفسیر کشاف: از حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن محمد زیلعی۔ ان کی نسبت زیلع کی جانب کی گئی ہے جو بحر احمر کے کنارے ایک قصبہ کا نام ہے۔ آپ نے قاہرہ میں ۷۶۲ھ میں وفات پائی۔ زیلعی نے کشاف میں شامل احادیث مرفوعہ کی تخریج کی اور اس کے طرق و اسانید سے بحث کی ہے۔ تاہم وہ احادیث مرفوعہ انہوں نے نظر انداز کر دی ہیں جو زمخشری نے بطور اشارہ ذکر کی ہیں۔ آثار موقوفہ کی تخریج بھی مؤلف نے نہیں کی۔ ان کے علاوہ زیلعی کے نام سے ایک اور مصنف بھی مشہور ہیں۔ ان کا نام عثمان بن علی بن محمد زیلعی ہے۔ انہوں نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب کنز الدقائق کی شرح لکھی ہے۔ ان کا سال وفات ۷۴۳ھ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ جمال الدین زیلعی زین الدین عراقی کے رفیق کار اور ہمنوا تھے۔ یہ دونوں دوست تخریج احادیث کا شغف رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں کتب حدیث کے مطالعہ کے شائق تھے۔ حافظ عراقی نے امام غزالی کی احیاء علوم الدین میں مندرج احادیث اور ترمذی کی ان احادیث کی تخریج کی جن کی جانب ترمذی ہر باب میں اشارہ کرتے ہیں۔ زیلعی نے تفسیر کشاف اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''الہدایہ'' میں مشمولہ احادیث کی تخریج کی۔

۲۔ الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف از حافظ ابن حجر عسقلانی۔ آپ نے اس کو تخریج زیلعی سے ملخص کیا۔ اور اس پر ان احادیث مرفوعہ و آثار موقوفہ کا اضافہ کیا' جن کو زیلعی نے نظر انداز کر دیا تھا۔ یہ کتاب تفسیر کشاف کی آخری جلد کے حاشیہ پر مصر میں طبع ہو چکی ہے۔

۳۔ تخریج احادیث البیضاوی از شیخ عبدالروف المناوی و شیخ محمد ہمات زادہ بن حسن ہمات زادہ المحدث متوفی ۱۱۷۵ھ۔ اس کا نام ''تحفۃ الراوی فی تخریج احادیث البیضاوی'' ہے۔

۴۔ تخریج احادیث شرح معانی الآثار للطحاوی۔ اس کا نام ''الحاوی فی بیان آثار الطحاوی'' ہے۔ اس میں ہر حدیث کے بارے میں بتایا ہے کہ یہ کس کتاب سے ماخوذ ہے۔ نیز اس کے صحت و ضعف پر بھی بحث کی ہے۔

۵۔ تخریج احادیث الاذکار للنووی تخریج الاربعین للنووی. تخریج احادیث المصابیح و المشکوۃ. یہ کتب حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف کردہ ہیں۔ تخریج الاذکار کی تکمیل نہ کر سکے۔ تخریج المصابیح و المشکوٰۃ کا نام انہوں نے ''ھدایۃ الرواۃ الی تخریج احادیث المصابیح و المشکوۃ'' رکھا ہے۔

۶۔ تخریج احادیث الشفا للقاضی عیاض از حافظ جلال الدین سیوطی۔ اس کا نام موصوف نے ''مناہل الصفا فی تخریج الاحادیث الشفا'' تجویز کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷- تخریج احادیث منہاج الاصول للبیضاوی از تاج الدین سبکی- محدث ابن الملقن اور حافظ زین الدین عراقی نے بھی منہاج بیضاوی کی تخریج لکھی ہے-

۸- تخریج احادیث المختصر لابن حاجب فی الاصول -اس کی تخریج حافظ ابن حجر و ابن الملقن و محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسی متوفی ۲۶۷ھ نے لکھی ہے-

۹- تخریج احادیث الھدایہ بجمال الدین زیلعی -اس کا نام ''نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ'' ہے- یہ کتاب مصر میں طبع ہوچکی ہے-

بعد میں آنے والے شارحین ہدایہ نے اس سے بہت فائدہ اٹھایا- اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی تخریجات میں اس سے استفادہ کیا- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمال الدین زیلعی کو حدیث نبوی اور اسماء الرجال کے فن میں بڑا تبحر حاصل تھا- دیگر علوم الحدیث میں بھی وہ بڑی مہارت رکھتے تھے- حافظ ابن حجر نے بھی ہدایہ کی تخریج کی تھی- اس کا نام ''الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ'' ہے- یہ کتاب ۱۳۵۰ھ میں دہلی سے چھپ کر شائع ہوچکی ہے-

۱۰- تخریج احادیث الاحیاء للغزالی از زین الدین عراقی- آپ نے احیاء کی دو تخریجات مرتب کی ہیں- ایک کبیر اور دوسری صغیر- تخریج صغیر بہت متداول ہے- اور مصر میں احیاء علوم الدین کے حاشیہ پر چھپ چکی ہے-

بہرکیف کتب تخریج کی تعداد بہت زیادہ ہے- یہ کتب اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ محدثین نے مختلف علوم سے متعلق کتب میں بکھری ہوئی احادیث کے ساتھ کس حد تک اعتنا کیا- اور ان کی قدر و قیمت متعین کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی- تاکہ لوگ ان احادیث سے دھوکہ نہ کھا جائیں- بلکہ ان میں سے احادیث صحیحہ و علیلہ کی جان پہچان حاصل کرنے کے لئے ان تخریجات کی جانب مراجعت کریں-

(الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۳۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زبان زد عام احادیث کی تخریج:

ہر زمانہ میں کچھ احادیث ایسی ہوتی ہیں' جو زبان زدِ عام ہوتی ہیں اور ان کو امثال وحکم کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں بعض حدیثیں صحیح ہوتی ہیں اور بعض ضعیف بلکہ جھوٹی اور موضوع ایسی احادیث زیادہ تر عوام بیان کرتے ہیں یا دینی علوم سے جاہل خواص۔ امت کے اہل الحدیث اور حفاظ نے ایسی احادیث کو یونہی نہیں چھوڑ دیا تھا بلکہ انہوں نے اس ضمن میں بہت سی کتابیں لکھیں۔ لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ اور اس طرح حق کو باطل سے نکھیرا۔ ذیل میں چند کتب کا تعارف کرایا جاتا ہے۔

۱- المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الالسنة. یہ کتاب حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی نے مرتب کی۔ بعد ازاں سخاوی کے تلمیذ عبدالرحمٰن بن الدیبع شیبانی نے اس کا خلاصہ تیار کیا اور اس کا نام ''تمیز الطیب من الخبیث فی ما یدور علی الالسنة من الحدیث'' رکھا۔

۲- ''الدرّة اللامعة فی بیان کثیر من احادیث الشائعة'' یہ بھی امام سخاوی کی المقاصد الحسنۃ کا خلاصہ ہے۔ یہ خلاصہ کسی عالم نے تیار کیا ہے۔

۳- ''تسہیل السبل الی کشف الالتباس عما دار من الاحادیث بین الناس'' یہ کتاب شیخ عز الدین محمد بن احمد خلیلی متوفی ۱۰۵۷ھ نے لکھی۔

(الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۳۴)

۴- ''کشف الخفا و مزیل الالباس عمّا اشتهر من الاحادیث علی السنة الناس'' از حافظ اسماعیل بن محمد عجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ۔

یہ بڑی مفید کتاب ہے۔ اس میں امام سخاوی کی المقاصد الحسنۃ کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ علاوہ ازیں دوسری کتب سے استفادہ کر کے نہایت مفید اضافے کئے ہیں۔ یہ کتاب مصر سے دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتب الاطراف:

قبل ازیں چھٹے دور سے متعلق باب میں ہم نے کتب الاطراف کے سلسلہ میں علماء کی جہود و مساعی کا تذکرہ کیا۔ ہم نے وہاں اس دور میں تصنیف کتب الاطراف کی تفصیل بھی پیش کی ہے۔ اب یہاں ان کتب الاطراف کا ذکر کیا جاتا ہے جو ساتویں دور میں تالیف کی گئی تھیں۔

۱- کتاب اتحاف المهرة باطراف العشیره از حافظ حجر عسقلانی۔ یہ کتاب آٹھ جلدوں میں ہے۔ ''عشیرۃ'' سے مندرجہ ذیل دس کتب مراد ہیں۔

موطا' مسند شافعی' مسند احمد' مسند دارمی' صحیح ابن خزیمہ' منتقی ابن الجارود' صحیح ابن حبان' مستدرک حاکم' مستخرج ابی عوانہ' شرح معانی الآ ثار' سنن دارقطنی۔

دس کی بجائے گیارہ کتابوں کے نام اس لئے ذکر کیے ہیں کہ صحیح ابن خزیمہ کا صرف چوتھا حصہ مل سکا تھا۔ گویا اس کو گنتی میں شمار ہی نہیں کیا گیا۔

۲- اطراف مسند احمد از حافظ ابن حجر۔ اس کتاب کو مصنف نے اپنی دوسری تالیف ''اتحاف المهرۃ'' سے الگ کر لیا تھا۔ اس کا نام اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی'' ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔

۳- اطراف الاحادیث المختارۃ للضیاء المقدسی از ابن حجر عسقلانی۔ یہ کتاب ایک ضخیم جلد پر مشتمل ہے۔

۴- اطراف مسند الفردوس از ابن حجر

۵- اطراف صحیح ابن حبان از ابو الفضل عراقی

۶- اطراف المسانید العشرۃ از شہاب الدین ابو العباس احمد بن ابی بکر الکنانی البوصیری الشافعی نزیل قاہرہ متوفی ۸۴۰ھ۔ مسانید عشرہ سے یہ کتب مراد ہیں۔

مسند ابوداؤد طیالسی' مسند ابی بکر عبداللہ بن زبیر الحمیدی' مسند مسدد بن مسرھد' مسند بن یحیٰی بن عمر العدنی' مسند اسحاق بن راھویہ' مسند ابی بکر ابن ابی شیبہ' مسند احمد بن منیع' مسند عبد بن حمید' مسند حارث بن محمد بن اسامہ' مسند ابویعلی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موصلی۔ (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۲۶)

یہ ہیں ان جہود و مساعی کی تفصیلات جو علماء نے حدیث نبوی کی جمع و ترتیب سے متعلق اس دور میں انجام دی تھیں۔ اس کے سوا علماء نے جو کام کیا وہ بعض کتب حدیث کی شروح و مختصرات تک محدود ہے۔ اور وہ کام بھی گیارہویں صدی ہجری اور بارہویں صدی کے کچھ حصہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس سے آگے نہیں بڑھتا۔ جہاں تک اگلے تاریخی ادوار کا تعلق ہے۔ بارہویں صدی ہجری کے ابتدائی حصہ سے لے کر تا عصر حاضر جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ حالت ہے کہ ہمت اس قدر پست ہو چکی ہے کہ ہم کتب حدیث کے مطالعہ سے بھی قاصر ہیں۔ تدوین و تالیف تو خیر بڑی چیز ہے۔

آج کل تو یہ عالم ہے کہ صحیح بخاری کو محض تبرکاً پڑھا جاتا ہے۔ بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے علماء اور حدیث نبوی کے قدیم و جدید ذخیرہ کے مابین رابطہ منقطع ہو چکا ہے۔ اکثر علما کی یہ حالت ہے کہ جب ان کے پاس مذکورہ صدر کتب میں سے کسی کتاب کا ذکر کیا جاتا ہے تو حیرت سے منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ اس کتاب کا موضوع کیا ہے۔ اور آیا یہ حدیث کی کتاب ہے یا فقہ کی یا تاریخ و سیرت کی؟ ماسوا چند افراد کے جنہوں نے اپنی زندگی حفاظتِ حدیث اور مطالعہ کتب کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ اس قسم کے علماء حدیث کی کتابوں پر علمی کام کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ ہمارے استاذ محترم علامہ محدث حبیب اللہ شنقیطی اس قسم کے علماء میں سے تھے۔ مرحوم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حدیث کی ایک کتاب تصنیف کرنے کا آغاز کیا تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ بخاری و مسلم کی ان احادیث کو یکجا کر دیا جائے۔ جن پر دونوں نے اتفاق کیا ہے۔ کتاب کا نام آپ نے "زاد المسلم فیما اتفق علیه البخاری و مسلم" رکھا تھا۔ آپ نے اس کو حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا۔ اس میں ایک ہزار دو صد احادیث ہیں جو سب کی سب متصلۃ الاسناد ہیں۔ پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ نے اس کتاب کی متوسط شرح تحریر کی۔ جس میں حدیث وفقہ کے کثیر فوائد کو جمع کر دیا۔ شرح کا نام موصوف نے "فتح المنعم ببیان ما احتیج لبیانہ من زاد المسلم" تجویز کیا۔ شرح کے حاشیہ پر ہر حدیث کے بارے میں آپ بتاتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کے کس باب میں وارد ہوئی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کس قدر بلند پایہ حافظ حدیث تھے اور علوم السنّت میں آپ کس قدر ماہرانہ بصیرت رکھتے تھے۔ آپ کے شاگرد شیخ محمد بن محمد الشرنوبی نے زاد المسلم کو مع شرح نہایت عمدہ کاغذ پر مصر میں چھپوا کر پانچ جلدوں میں شائع کیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاتمۃ الکتاب

معزز قارئین! سابقہ اوراق میں آپ علمائے حدیث کی ان جہد و مساعی کی ایک جھلک دیکھ چکے ہیں جو انہوں نے حدیث نبوی کی خدمت کے سلسلہ میں انجام دی تھیں- مثلاً یہ کہ انہوں نے احادیث نبویہ کو پہلے سینوں اور پھر سفینوں میں جگہ دی اس کے ساتھ ساتھ احادیث کی صحت وضعف سے بحث کی- ہر دور میں وضاعین حدیث کا مقابلہ کیا- یہ انہیں کی مساعی کا خوش گوار نتیجہ ہے کہ احادیث نبویہ ہمارے پاس اس حالت میں پہنچیں کہ ساتھ ہی ان کا درجہ بھی بیان کر دیا گیا ہے- اس طرح انہوں نے امت کے دین کی حفاظت کا فریضہ ادا کیا- اور اللہ تعالیٰ سے جزائے خیر اور مسلمانوں سے مدح وستائش کے مستحق قرار پائے-

علماء نے حدیث نبوی کی خدمت کے سلسلہ میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے- اب ہم اس کی ایک نئی قسم پر روشنی ڈالیں گے اور وہ یہ ہے کہ علماء نے حدیث سے متعلق متعدد علوم وضع کئے- روایت حدیث کے لئے قوانین بنائے جرح و تعدیل کے قواعد مرتب کئے- احادیث کے ظاہری تناقض کو دور کرنے کے لئے اصول وضع کئے- اور دیگر اصول وقوانین جن سے آپ آگے چل کر آگاہ ہوں گے- محدثین کے یہ کارنامے دیکھ کر آپ صدق دل سے اس بات پر ایمان لے آئیں گے کہ ہمارے اسلاف کس قدر بصیرت اور عمق فکر ونظر رکھتے تھے- نیز یہ کہ حدیث نبوی سے متعلق علوم میں ان کو کس قدر مہارت تامہ حاصل تھی- خصوصاً جب یہ بات معلوم ہو کہ یہ علوم یکایک معرض ظہور میں نہیں آ گئے- بلکہ ان میں سے متعدد علوم صدیوں کی کاوش کی پیداوار ہیں- یہ علوم اس امت کی محنت و کاوش کا ثمرہ ہیں جو سنت کی قدرشناس تھی-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اس امت نے وہ کچھ کر دکھایا جس کا عشر عشیر بھی دنیا کی کوئی قوم آغاز کائنات سے تاہنوز انجام نہ دے سکی- اب ہم علماء کی ان مساعی کا تذکرہ کرتے ہیں-

۱- علم الجرح و التعدیل:

یہ فن علوم الحدیث میں ایک رکن رکین کا درجہ رکھتا ہے- اسی علم کی بنا پر احادیث صحیحہ وسقیمہ کے مابین فرق واقتیاز قائم کیا جا سکتا ہے- علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ضعیف اور جھوٹے راویوں کے نقص وعیب کا اظہار و اعلان واجب ہے- کیونکہ اس سے دین کا تحفظ ہوتا ہے- اس لئے راویوں کی جرح وتعدیل مسلمانوں پر واجب ہے۔ شرعی قواعد سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کی حفاظت مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اور دین کی حفاظت جرح وتعدیل کے بغیر ممکن نہیں اور جس چیز کے بغیر کسی واجب کی تکمیل نہ ہو سکتی ہو- وہ واجب ہوتی ہے- لہٰذا جرح وتعدیل کا جاننا واجب ہوا-

جرح وتعدیل کے بارے میں اتنے لوگوں نے گفتگو کی ہے کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا- ابن عدی جرجانی متوفی ۳۶۵ھ نے اپنی کتاب الکامل میں اپنے زمانہ تک مندرجہ ذیل لوگوں کا ذکر کیا ہے- جنہوں نے جرح وتعدیل کے بارے میں گفتگو کی ہے-

	اسمائے گرامی	سال وفات
صحابہؓ	حضرت ابن عباسؓ	۶۸ ہجری
	حضرت عبادہ بن الصامتؓ	۳۴ ہجری
	حضرت انس بن مالکؓ	۹۳ ہجری
تابعین:	عامر شعبی	۱۰۴ ہجری
	ابن سیرین	۱۱۰ ہجری
	سعید بن المسیب	۹۳ ہجری

اگرچہ بعد میں آنے والوں کے مقابلہ میں صحابہؓ و تابعین میں سے اصحاب الجرح و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

التعدیل قلیل التعداد ہیں- اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ضعیف راوی کم ہیں- زیادہ تعداد صحابہؓ کی ہے اور صحابہؓ سب عدول ہیں- تابعین میں سے بھی ضعیف راوی بہت تھوڑے ہیں- اکثر راوی ثقہ ہیں- پہلی صدی ہجری میں ضعیف راویوں کی تعداد نہایت قلیل ہے-

دوسری صدی ہجری کے آغاز میں اوساطِ تابعین میں ضعیف راویوں کی ایک جماعت موجود تھی- ان میں ضعف زیادہ تر حدیث کی ضبط و تحمل کے اعتبار سے پایا جاتا تھا- یہ لوگ اکثر مرسل حدیثیں روایت کرتے اور موقوف روایات کو مرفوع بنا دیتے تھے- علاوہ ازیں ان میں اور قسم کے اغلاط بھی پائے جاتے تھے- مثلاً ابوہارون عبدری متوفی ۱۴۳ھ، ۱۵۰ھ میں جب عصر تابعین اختتام کو پہنچا تو ائمہ حدیث کی ایک جماعت جرح و تعدیل کے بارے میں گفتگو کرنے لگی- چند ایک کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں-

اسماء	سال وفات	اسماء	سال وفات
اعمش	۱۴۷ ہجری	شعبہ	۱۶۰ ہجری
امام مالک بن انس	۱۷۹ ہجری	معمر	۱۵۳ ہجری
ہشام دستوائی	۱۵۴ ہجری	اوزاعی	۱۵۶ ہجری
سفیان ثوری	۱۶۱ ہجری	ابن الماجشون	۲۱۳ ہجری
حماد بن سلمہ	۱۶۷ ہجری	لیث بن سعد	۱۷۵ ہجری

ان کے بعد والے طبقہ میں مندرجہ ذیل علماء کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں-

اسماء	سال وفات	اسماء	سال وفات
عبداللہ بن مبارک	۱۸۰ ہجری	ہشیم بن بشیر	۱۸۸ ہجری
ابواسحاق فزاری	۱۸۵ ہجری	معافی بن عمران موصلی	۱۸۵ ہجری
بشر بن مفضل	۱۸۶ ہجری	ابن عیینہ	۱۹۷ ہجری
ابن علیہ	۱۹۳ ہجری	ابن وہب	۱۹۷ ہجری
وکیع بن الجراح	۱۹۷ =		

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس زمانہ میں روایانِ حدیث پر تنقید و تبصرہ کے سلسلہ میں دو حفاظ حدیث نے بڑی شہرت حاصل کی۔ ان میں سے ایک یحییٰ بن سعید القطان متوفی ۱۸۹ھ اور دوسرے عبدالرحمٰن بن مہدی متوفی ۱۹۸ھ ہیں۔ لوگ ان دونوں پر کامل اعتماد کرتے تھے۔ چنانچہ جس کی یہ دونوں توثیق کرتے وہ مقبول ہو جاتا۔ اور جس پر جرح کرتے وہ مجروح قرار پاتا۔ اور جس شخص کے بارے میں ان دونوں کے خیالات مختلف ہوتے۔ اور ایسا بہت کم ہوتا تھا.... لوگ اس بات کو قبول کرتے جو ان کے نزدیک راجح ہوتی۔ پھر ان کے بعد ایک طبقہ معرض وجود میں آیا' جن کی طرف جرح و تعدیل کے بارے میں رجوع کیا جاتا تھا' ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

یزید بن ہارون متوفی ۲۰۶ھ

ابوداؤد طیالسی متوفی ۲۰۴ھ

عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ

ابوعاصم النبیل بن مخلد متوفی ۲۱۲ھ

اس کے بعد جرح و تعدیل اور علل کے بارے میں کتابیں تصنیف کی جانے لگیں اور ان میں راویوں کے حالات بیان کیے گئے۔ جرح و تعدیل کی سرخیل ان دنوں محدثین کی ایک جماعت تھی جن میں سے مندرجہ ذیل اکابر کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

یحییٰ بن معین متوفی ۲۳۳ھ۔ بعض راویوں کے بارے میں آپ نے مختلف و متضاد خیالات کا اظہار کیا۔ جس طرح بعض اوقات کسی قابل فقیہ کی عبارت کسی پیچیدہ فقہی مسئلہ کے بارے میں مختلف ہوتی ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ آپ کے تلامذہ کی ایک جماعت نے جب مختلف راویوں کے بارے میں آپ سے پوچھا تو آپ نے جوابات دیے۔

محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ یہ واقدی کے کاتب اور اس کے طبقہ میں تھے۔ جرح و تعدیل پر بڑی اچھی گفتگو کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوخثیمہ زہیر بن حرب متوفی ۲۳۴ھ۔ ابوخثیمہ نے جرح وتعدیل کے بارے میں بہت گفتگو کی ہے۔

ابوجعفر عبداللہ بن محمد النفیلی - ان کو حافظ الجزیرہ کہا جاتا تھا - ابوداؤد ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

''میں نے ان سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا''۔

علی بن المدینی متوفی ۲۳۴ھ آپ نے علل ورجال پر متعدد کتب تصنیف کی ہیں۔

محمد بن عبداللہ بن نمیر متوفی ۲۳۴ھ امام احمد ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ ''عراق کے درشہوار ہیں''۔

ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ انہوں نے ایک مسند مرتب کی ہے۔ یہ قوت حافظہ میں عدیم المثال ہیں۔

عبداللہ بن عمرو القواریری متوفی ۲۳۷ھ ان کے بارے میں صالح جزرہ کہتے ہیں ''یہ اہل بصرہ کی احادیث کے سب سے بڑے عالم ہیں''۔

اسحاق بن راہویہ امام خراسان متوفی ۲۳۷ھ

ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلی ۲۴۲ھ

احمد بن صالح حافظ مصر متوفی ۲۴۸ھ

ہارون بن عبداللہ الحمال متوفی ۲۴۳ھ

مذکورہ صدر جملہ اکابر جرح وتعدیل کے ائمہ میں سے ہیں۔

پھر ان کا جانشین ایک اور طبقہ ہوا جو انہی کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

اسمائے گرامی	سال وفات	اسمائے گرامی	سال وفات
اسحاق الکوسج	۲۵۱ ہجری	امام دارمی	۲۵۵ ہجری
امام بخاری	۲۵۶ ہجری	حافظ عجلی	۲۶۴ ہجری
ابوزرعہ رازی	۲۶۴ ہجری	ابوحاتم رازی	۲۷۷ ہجری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام مسلم	۲۶۱ ہجری	ابوداؤد سجستانی	۲۷۵ ہجری
بقی بن مخلد	۲۷۶ ہجری	ابوزرعہ دمشقی	۲۸۱ ہجری

بعد ازاں محدثین میں سے اصحاب الجرح والتعدیل کی ایک جماعت معرضِ وجود میں آئی جن میں سے مندرجہ ذیل کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

عبدالرحمٰن بن یوسف بغداوی آپ نے جرح و تعدیل پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ ان کی قوت ارادی ابی حاتم کی طرح بہت مضبوط تھی۔

ابراہیم بن اسحاق حربی	۲۸۵ ہجری	محمد بن وضاح	۲۸۹ ہجری
ابوبکر بن ابی عاصم	۲۸۷ ہجری	عبداللہ بن احمد	۲۹۰ ہجری
صالح جزرہ	۲۹۳ ہجری	ابوبکر البزار	۲۹۲ ہجری
محمد نصر مروزی	۲۹۴ ہجری	ابوبکر الفریابی	۳۰۳ ہجری
محمد بن عثمان بن ابی شیبہ	۲۹۷ ہجری	یہ ضعیف راوی ہیں مگر ان کو جرح و تعدیل کا امام قرار دیا جاتا ہے۔	
ابردیجی	۳۰۳ ہجری	امام نسائی	۳۰۳ ہجری
ابویعلی	۳۰۷ ہجری	ابن خزیمہ	۳۱۱ ہجری
ابن جریر طبری	۳۱۰ ہجری	الدولابی	۳۱۱ ہجری
ابوعروبہ الحرانی	۳۱۸ ہجری	ابوالحسن احمد بن عمیر	۳۲۲ ہجری
ابوجعفر عقیلی	۳۲۲ ہجری	ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
احمد بن نصر بغدادی شیخ الدارقطنی	۳۲۳ ہجری	ابوحاتم بن حبان البستی	۳۵۴ ہجری
طبرانی	۳۶۰ ہجری	ابوالشیخ بن حبان	۳۶۹ ہجری
ابن عدی جرجانی	۳۶۵ ہجری	آپ نے جرح و تعدیل پر بہترین کتاب لکھی۔	
ابوعلی حسین بن محمد نیشاپوری	۳۶۵ ہجری	آپ نے ایک معلل مسند مرتب کی ہے جو ایک ہزار تین صد اجزاء پر مشتمل ہے۔	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوبکر اسماعیلی	۳۷۱ ہجری	ابواحمد حاکم	۳۷۸ ہجری
دارقطنی	۳۸۵ ہجری	آپ کی ذات پر علل کی پہچان ختم ہوگئی	
ابوعبداللہ بن مندہ	۳۹۵ ہجری	ابوعبداللہ حاکم	۴۰۵ ہجری
ابونصر کلاباذی	۳۹۸ ہجری	عبدالغنی بن سعید	۴۰۹ ہجری
عبدالرحمٰن بن قطیس قاضی قرطبہ	۴۰۲ ہجری	آپ نے کتاب دلائل السنۃ مرتب کی	
ابوبکر بن مردویہ اصفہانی	۴۱۶ ہجری	محمد بن ابی الفوارس بغدادی	۴۱۲ ہجری
ابوبکر البرقانی	۴۲۵ ہجری	ابوحاتم عبدری	۴۳۸ ہجری
خلف بن محمد واسطی	۴۳۸ ہجری	ابومسعود دمشقی	۴۳۸ ہجری
ابوالفضل فلکی	۴۳۸ ہجری	آپ نے ایک ہزار اجزا پر مشتمل کتاب الطبقات لکھی ہے۔	
ابوقاسم محمود سہمی		یہ دونوں ہرات کے رہنے والے ہیں۔	
ابویعقوب و ابوذر			
ابوالحسن الخلال	۴۳۹ ہجری	ابویعلی خلیلی	۴۴۶ ہجری
ابوعبداللہ الصوری		ابوسعد السمان	
ابن عبدالبر اندلسی	۴۶۳ ہجری	امام ابن حزم اندلسی	۴۵۶ ہجری
امام بیہقی	۴۵۸ ہجری	خطیب بغدادی	۴۶۳ ہجری
ابن ماکولا	۴۷۵ ہجری	ابوعبداللہ الحمیدی	۴۸۸ ہجری
ابوالولید الباجی	۴۷۴ ہجری	آپ نے جرح وتعدیل پر کتابیں تصنیف کی ہیں	

پھر مذکورہ صدر اصحاب کے بعد محدثین کی ایک اور جماعت ظہور پذیر ہوئی۔ ان میں سے مندرجہ ذیل علمائے جرح وتعدیل مشہور ہیں۔

اسمائے گرامی	سال وفات	اسمائے گرامی	سال وفات
ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی	۵۰۷ ہجری	المؤتمن بن احمد بن علی الساجی	۵۰۷ ہجری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوموسیٰ مدینی	۵۸۱ ہجری	ابوالقاسم بن عساکر	۵۲۳ ہجری
ابوالقاسم بن عساکر	۵۷۸ ہجری	ابن بشکوال	۵۷۸ ہجری
		عبدالحق اشبیلی	۵۹۷ ہجری
ابن الجوزی	۵۹۷ ہجری	ابوعبداللہ بن الفخار المالقی	۵۸۱ ہجری
ابوالقاسم سہیلی	۵۸۱ ہجری	ابوبکر حازمی	۵۸۴ ہجری
عبدالغنی المقدسی	۶۰۰ ہجری	الرہاوی	۶۱۶ ہجری
ابن المفضل	۶۱۶ ہجری	ابوالحسن القطان	۶۳۸ ہجری
ابن الانماط	۶۱۹ ہجری	ابن نقطہ	۶۳۹ ہجری
ابن الصلاح	۶۴۲ ہجری	حافظ المنذری	۶۵۶ ہجری
ابوعبداللہ البرزالی	۶۳۶ ہجری	ابن الابار	۶۳۵ ہجری
ابوشامہ	۶۳۵ ہجری	ابوالبقا نابلسی	
ابن دقیق العید	۷۰۳ ہجری	شیخ الاسلام ابن تیمیہ	۷۲۸ ہجری
حافظ المزی	۷۴۲ ہجری	ابن سید الناس	۷۳۴ ہجری
ابوعبداللہ بن ایبک الذہبی	۷۴۸ ہجری	الشہاب بن فضل اللہ	۷۴۹ ہجری
حافظ مغلطائی	۷۶۳ ہجری	شریف حسینی دمشقی	۸۰۶ ہجری
زین الدین عراقی	۸۰۶ ہجری	ولی الدین عراقی	۸۵۲ ہجری
برہان الدین حلبی	۸۵۲ ہجری	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری

علاوہ ازیں ہر زمانہ میں بکثرت علمائے جرح و تعدیل پیدا ہوئے مگر متقدمین متاخرین کے مقابلہ میں اس فن میں زیادہ پختہ کار اور تجربہ کار تھے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ مذکورہ صدر علماء کا تعلق آٹھ صدیوں کے ساتھ ہے جن کا آغاز عصر صحابہؓ سے ہوتا ہے۔ یہ تمام عصور و ازمنہ علمائے جرح و تعدیل سے لبریز تھے۔ ان علماء نے راویانِ حدیث کو عدل و انصاف کے ترازو میں رکھ کر تولا اور ہر ایک کو اس کا مناسب مقام دیا۔ فجزاھم اللہ عن الدین خیر الجزاء. (توجیہ النظر ص ۱۱۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتب الجرح و التعدیل:

بعض علما نے اپنی کتب میں صرف ضعیف راویوں پر بحث کی تھی۔ بعض نے اپنی تصنیف کو صرف ثقہ راویوں تک محدود کیا تھا بخلاف ازیں بعض نے دونوں قسم کے راویوں سے بحث کی ہے اور ارادہ سب کا نیک تھا اب ہم جرح و تعدیل سے متعلق چند مشہور ترین کتب کا ذکر کرتے ہیں۔

کتاب الثقات:

بکثرت علماء نے صرف ثقہ راویوں کے بارے میں کتابیں لکھیں چند کتب کے نام یہ ہیں

۱۔ کتاب الثقات لابی حاتم بن حبان البستی۔ مگر اس کتاب میں موصوف نے بکثرت مجہول راویوں کا ذکر کیا ہے جن کے حالات معلوم نہیں۔ اس کتاب میں ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ ہر اس راوی کا ذکر کرتے ہیں جس کے بارے میں کوئی جرح منقول نہیں اگر چہ وہ راوی مجہول ہو اور اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو عادل راوی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عادل راوی اس کو کہتے ہیں جس کے بارے میں کوئی جرح منقول نہ ہو۔ جرح عدالت کی ضد ہے۔ لہٰذا جس شخص کے بارے میں جرح منقول نہ ہوگی وہ عادل راوی ہوگا۔

ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ اس مسئلہ میں جمہور علماء ان کے خلاف ہیں۔ ابو حاتم نے بعض راویوں کو ثقات میں شمار کیا ہے اور پھر انہی راویوں کو اپنی کتاب الضعفاء والمجروحین میں ضعیف راوی ٹھہرایا ہے ان کے اس شیوہ کو اگر اجتہاد کی تبدیلی سے تعبیر نہ کیا جائے تو اس کو غفلت و سہو پر محمول کریں گے۔ حافظ نورالدین الہیثمی نے کتاب ہذا کو مرتب کیا ہے۔

۲۔ کتاب الثقات لزین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ مؤلف نے اس کتاب میں ان ثقہ راویوں کا ذکر کیا ہے جو صحاح ستہ میں مذکور نہیں۔ یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳- کتاب الثقات از خلیل بن شاہین۔

(کشف الظنون جلد ۱ ص ۲۷۲، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۰۹)

کتب الضعفا:

اس نوع کے بارے میں بکثرت حفاظ حدیث اور ناقدین نے کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ہم چند کتب کا ذکر کرتے ہیں۔

۱- کتاب الضعفاء از امام المحدثین ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ

۲- کتاب الضعفاء والمتروکین از امام نسائی

۳- کتاب الضعفاء از ابوحاتم بن حبان البستی

۴- کتاب الضعفاء دارقطنی

۵- کتاب الضعفاء از محمد بن موسیٰ بن حماد عقیلی ۳۲۲ھ۔ یہ بڑے کثیر التصانیف تھے۔ یہ کتاب ضخیم ونہایت مفید ہے۔

۶- کتاب الضعفاء از ابونعیم عبدالمالک بن محمد جرجانی متوفی ۳۲۳ھ

۷- کتاب الضعفاء از ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ۔ یہ کتاب بڑی ضخیم ومفید ہے۔ علامہ ذہبی نے اس کا خلاصہ لکھا اور اس کا ضمیمہ تیار کیا۔ علاء الدین مغلطائی ۷۶۲ھ نے بھی اس کا ایک تتمہ لکھا تھا۔

۸- کتاب الکامل از ابواحمد عبداللہ بن محمد ابن عدی بن عبداللہ بن محمد بن مبارک جرجانی۔ یہ عظیم حافظ حدیث تھے۔ اور علل ورجال کے بارے میں ان کی ذات مرجع انام تھی۔ ابن عدی نے ۳۶۵ھ میں وفات پائی۔ جس راوی پر بھی جرح کی گئی ہے۔ ابن عدی نے اس کا ذکر اس کتاب میں کر دیا ہے۔ وہ صحیحین کے راویوں میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ ہر راوی کا تعارف کراتے وقت اس کی روایت کردہ ایک یا زیادہ منکر اور غریب حدیثیں ذکر کی ہیں۔ یہ کتاب ساٹھ اجزاء اور بارہ مجلدات پر مشتمل ہے۔ اس کو جرح وتعدیل کی کامل ترین کتاب قرار دیا جاتا ہے اور اسی پر علما کا اعتماد ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹- میزان الاعتدال فی نقد الرجال از حافظ شمس الدین الذہبی متوفی ۷۴۸ھ- اس کتاب کو حروف تہجی پر مرتب کیا- صحاحِ ستہ کے راویوں کا ذکر امتیاز کے ساتھ کیا ہے- کتاب کے خطبہ میں لکھتے ہیں-

> ''بعض راویوں میں ثقاہت و جلالت کے باوجود معمولی سا ضعف بھی پایا جاتا ہے- اگر ابن عدی اور دوسرے مولفین نے ان کو ضعفاء میں شامل نہ کیا ہوتا تو میں ان کا ذکر نہ کرتا- اس لئے کہ وہ ثقہ ہیں- میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ جس راوی میں کچھ بھی ضعف پایا جاتا ہو- اس کا نام ضعیف راویوں سے اس لئے خذف کردوں کہ وہ مجھ پر ناراض ہوگا''-

یہ کتاب دو یا تین جلدوں میں شائع ہوچکی ہے- حافظ زین الدین نے ایک جلد میں اس کا ضمیمہ لکھا-

۱۰- لسان المیزان از حافظ حجر عسقلانی- اس کتاب میں میزان الاعتدال کے مواد کو جمع کردیا گیا ہے جو کہ تہذیب الکمال میں شامل نہ تھا- کتاب میں اپنی طرف سے بہت کچھ اضافہ بھی کیا ہے- مزید برآں حافظ ابن حجر نے اپنے استاد حافظ عراقی کے ضمیمہ میزان الاعتدال کو بھی ساتھ ہی شامل کردیا ہے- اپنے اضافہ کو ''زاء'' کی علامت اور ضمیمہ عراقی کو حرف ''ذال'' کے ساتھ ظاہر کیا ہے- یہ کتاب تین جلدوں میں چھپ چکی ہے-

(توجیہ النظر ص ۱۱۸، کشف الظنون ج ا ص ۲۷۲، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۰۸)

ثقات و ضعفاء پر مشتمل کتب:

اس نوع پر مشتمل کتب کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے- ہم چند ایک کا ذکر کرتے ہیں-

۱- امام بخاری کی تاریخ سے متعلق ہر سہ کتب یعنی

أ- التاریخ الکبیر- اس کو حروف تہجی پر مرتب کیا ہے- ابتدا ان راویوں کے نام سے کی ہے- جن کا نام محمد ہے-

ب- التاریخ الاوسط- اس کو سالوں کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ج۔ التاریخ الصغیر

۲۔ کتاب الجرح والتعدیل از ابن حبان۔

۳۔ کتاب الجرح والتعدیل از عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ۔ یہ چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔مصنف نے اس میں امام بخاری کی پیروی کی ہے۔

۴۔ کتاب الجرح والتعدیل از ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی۔

۵۔ کتاب التکمیل فی معرفة الثقات و الضعفاء و المجاهیل از عماد الدین ابن کثیر۔ اس میں مصنف نے امام المزی کی تہذیب اور محدث ذہبی کی میزان کو یک جا کر کے اس پر مفید اضافے کیے ہیں۔ یہ کتاب محدث وفقیہ دونوں کے لئے نفع مند ہے۔

۶۔ الطبقات الکبریٰ از محمد بن سعد متوفی ۲۳۵ھ۔ یہ اس ضمن میں ضخیم ترین کتاب ہے۔ اس میں صحابہؓ وتابعین سے لے کر اپنے زمانہ تک کے راویوں کا ذکر کیا ہے۔ (کشف الظنون ج اص ۲۷۲، الرسالة المستطرفة ص ۱۱۰، مفتاح السنة ص ۱۵۱، توجیہ النظر ص ۱۱۸)

معرفة الصحابةؓ:

اصحاب رسول ﷺ کو ان کے ناموں اور کنیتوں سے پہچاننا ایک بڑا جلیل القدر فن ہے۔ متقدمین ومتاخرین علمائے حدیث اس کے ساتھ بڑی دلچسپی لیتے رہے ہیں۔ کیونکہ اسی علم کی بدولت یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حدیث متصل ہے یا مرسل۔

امام حاکم اپنی کتاب معرفة علوم الحدیث میں لکھتے ہیں۔

''جو شخص صحابہؓ کی پہچان میں مہارت رکھتا ہو وہ کامل حافظِ حدیث ہے۔ میں نے بہت سے مشائخ کو دیکھا ہے کہ حدیث مرسل تابعی سے روایت کرتے ہیں اور اس کو صحابیؓ خیال کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات حدیث متصل صحابی سے روایت کرتے ہیں اور اسے تابعی تصور کرتے ہیں''۔

علماء نے اس فن میں بھی کتابیں تحریر کی ہیں۔ چند کتب کے نام یہ ہیں۔

۱۔ کتاب الصحابہ لابن حبان۔ یہ مختصر کتاب ایک جلد میں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲- کتاب ابونعیم اصفہانی۔

۳- کتاب معرفة الصحابة از ابواحمد بن عبداللہ عسکری۔ اس کتاب کو قبائل کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے۔

۴- کتاب علی بن المدینی شیخ البخاری۔ اس کتاب میں ان صحابہؓ کا ذکر کیا گیا ہے جو مختلف شہروں میں بس گئے تھے۔ یہ پانچ اجزاء پر مشتمل ہے۔

۵- کتاب ابن مندہ و ذیلہ از ابوموسیٰ المدینی۔

۶- الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب از حافظ ابن عبدالبر یہ اس فن کی سب سے عمدہ اور مفید کتاب ہے۔ البتہ اس میں مشاجراتِ صحابہ کا ذکر کیا گیا ہے جو مناسب نہ تھا۔ علاوہ ازیں کچھ قصے کہانیاں غیر ذمہ دار لوگوں سے منقول ہیں۔ یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ ابن فتحون نے اس کا بڑا جامع ضمیمہ لکھا ہے۔

۷- اسد الغابہ از عز الدین ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ۔ اس میں مندرجہ ذیل چار کتابوں کو جمع کیا گیا ہے۔ کتاب ابن مندہ۔ کتاب ابوموسیٰ المدینی۔ کتاب ابی نعیم۔ کتاب ابن عبدالبر۔ اپنی طرف سے اضافے بھی کئے ہیں۔ یہ کتاب تحقیقات انیقہ پر مشتمل ہے۔ البتہ راوی کے نام یا کنیت میں اختلاف کی بنا پر اس کتاب میں تکرار بھی پائی جاتی ہے۔ یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ محدث ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے "التجرید" نامی کتاب میں اس کا خلاصہ لکھا ہے۔ اس میں ابن الاثیر کی غلطیوں کا بھی ازالہ کیا ہے۔ مگر یہ کتاب جامع نہ تھی۔

۸- الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ از شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ حافظ ابن حجر نے اس کتاب میں الاستیعاب ابن عبدالبر اس کے ضمیمہ نیز اسد الغابہ ابن الاثیر اور اس کے ضمیمہ تجرید کو یک جا کر دیا ہے جو فروگزاشتیں سابقہ کتب میں رہ گئی تھیں' ان کی تکمیل کر دی۔ اس لئے یہ کتاب نہایت مفید اور کثیر الفوائد ہے۔ یہ طبع ہو چکی ہے۔

(کشف الظنون ج ا ص ۷۴، تدریب ص ۲۰۱، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۹۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲- علم تاریخ الرواۃ:

محدثین نے راویان حدیث کی تاریخ' ان کے عملی سفروں اس کی بود وباش' ان کی تاریخ ولادت ووفات اور دیگر احوال سے تفصیلی بحث کی ہے- اس میں شبہ نہیں کہ راویوں کے حالات' ان کی ثقاہت اور ضعف پر اثر انداز ہوتے ہیں- محدثین نے تفصیلاً بتایا کہ کس عمر میں فلاں راوی کا حافظہ درست تھا اور کس وقت وہ غفلت واختلاط کا شکار ہوا- انہوں نے ہر بات کو اس طرح کھول کر بیان کیا ہے کہ شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی- مثلاً وہ کہتے ہیں کہ فلاں راوی فلاں سال پیدا ہوا- جب حدیث سننے کا آغاز کیا تو اس کی عمر اتنی تھی- فلاں وقت فلاں فلاں شہر میں گیا اور فلاں محدث سے حدیث سنی- فلاں سے ملا اور فلاں سے نہ مل سکا- فلاں شخص کا حافظہ وفات سے اتنے ماہ یا سال پہلے خراب ہو گیا- فلاں شخص نے فلاں شخص سے حافظہ خراب ہونے سے پہلے حدیثیں سنیں' اس لئے قابل قبول ہیں اور فلاں شخص نے اس سے بعد از خرابی حافظہ حدیثیں سماع کیں- لہٰذا وہ مقبول نہیں- ظاہر ہے کہ علماء کے اقوال بیش بہا فوائد کے موجب ہو سکتے ہیں- علماء نے اس فن کا حق ادا کر دیا- اس لئے کہ حدیث کے اتصال وانقطاع اور قوت وضعف کا مدار وانحصار اسی علم پر ہے- ہم اس فن کے چند فوائد بیان کرتے ہیں-

۱- راویوں کی تاریخ دانی سے اس بات کا پتہ چل جاتا ہے کہ جن ثقہ راویوں کا حافظہ خراب ہو گیا تھا ان کی کون سی احادیث مقبول ہیں اور کون سی غیر مقبول-

۲- تاریخ الرواۃ کے علم سے پتہ چلتا ہے کہ احادیث نبویہ میں سے متقدم کون سی ہیں اور متاخر کون سی- عند التعارض جو متاخر ہو گی وہ متقدم کی ناسخ ہو گی- بشرطیکہ جمع وتطبیق کسی طرح سے بھی ممکن نہ ہو- اس طرح حدیث رسول ﷺ سے تعارض و تناقض دور ہو جاتا ہے-

۳- راویوں کی تاریخ سے آگاہ ہونے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث متصل ہے یا منقطع - بعض اوقات راویوں سے کذب یا تدلیس یا ارسال کا ظہور ہوتا ہے اور اس سے وہی شخص آگاہ ہوسکتا ہے جو تاریخ جانتا ہو اور حقیقت حال سے باخبر ہو- اکثر ایسا ہوتا ہے کہ علماء راویوں کو جھوٹا اور کسی حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں- اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ راویوں کی تاریخ سے باخبر ہوتے ہیں- وہ جانتے ہیں کہ یہ راوی ان اساتذہ سے نہ مل سکے- جن سے وہ روایت کرتے ہیں بلکہ وہ ان کی موت سے کئی سال بعد پیدا ہوئے- اس ضمن میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں-

اسماعیل بن عیاش نے ایک آدمی سے دریافت کیا- آپ نے خالد بن معدان سے کس سال حدیثیں سنیں؟ اس نے کہا کہ ۱۱۳ھ میں- اسماعیل کہنے لگا تمہارا دعویٰ ہے کہ تم نے خالد سے اس کی موت کے سات سال بعد حدیثوں کا سماع کیا- کیونکہ خالد ۱۰۶ھ میں وفات پا گئے تھے- جب محمد بن حاتم الکشی نے عبد بن حمید سے حدیث روایت کی تو امام حاکم نے محمد بن حاتم سے اس کا سن ولادت دریافت کیا- اس نے کہا ۲۶۰ھ یہ سن کر حاکم کہنے لگے اس شخص نے عبد بن حمید کی وفات کے تیرہ سال بعد اس سے حدیث سنی-

امام مسلم مقدمہ صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ معلیٰ بن عرفان نے کہا کہ ہمیں ابووائل نے حدیث سنائی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں ہمارے پاس آئے- یہ سن کر معلیٰ کے شاگرد ابونعیم فضل بن دکین کہنے لگے' کیا حضرت ابن مسعودؓ دوبارہ زندہ ہو گئے تھے؟ یہ اس لئے کہ ابن مسعودؓ ۳۲ھ میں عثمانی خلافت کے ختم ہونے سے تین سال پہلے وفات پا گئے تھے- اور جنگ صفین حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں وقوع پذیر ہوئی-

سابق الذکر مثالوں سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آئی ہے کہ محدثین کرام راویوں کے حالات سے آگاہ ہونے کے کس قدر مشتاق تھے اور وہ اس کا کتنا اہتمام کرتے تھے- سفیان ثوری فرماتے ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جب راویوں نے دروغ گوئی سے کام لینا شروع کیا تو ہم تاریخ سے فائدہ اٹھانے لگے''۔

قاضی حفص بن غیاث کہتے ہیں۔

''جب کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو تو سالوں سے اس کا محاسبہ کیجئے''۔

حسان بن یزید کا قول ہے۔

''جھوٹے راویوں کے خلاف جتنی مدد ہمیں تاریخ سے ملی اور کسی چیز سے نہیں ملی۔ ہم حدیث کے راوی سے پوچھتے ہیں آپ کس سال پیدا ہوئے؟ جب وہ اپنے سالِ ولادت کا اعتراف کر لیتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا''۔

راویان حدیث کی تاریخ سے متعلق بہت سی کتابیں تحریر کی گئی ہیں۔ بعض کتب کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔ اب ہم چند کتب کا ذکر کرتے ہیں جو وفیات الرواۃ سے متعلق ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ الوفیات از عبداللہ بن احمد بن ربیعہ الربعی دمشقی متوفی ۳۷۹ھ۔ آپ نے ہجرت سے لے کر ۳۳۸ھ تک راویوں کے حالات لکھے ہیں۔ حافظ عبدالعزیز بن احمد بن محمد کتانی دمشقی متوفی ۴۶۶ھ نے اس کا ضمیمہ لکھا ہے۔ بعد ازاں عبدالعزیز کے تلمیذ ہبۃ اللہ بن احمد انصاری اکفانی متوفی ۵۲۴ھ نے ان کی کتاب پر ضمیمہ لکھا۔ جو ۴۸۵ھ تک کے راویوں پر مشتمل ہے۔ اس کا نام ''جامع الوفیات'' ہے۔

بعد ازاں حافظ شرف الدین علی بن المفضل مقدسی ثم اسکندری متوفی ۶۱۱ھ نے ہبۃ اللہ کی کتاب کا تمہ لکھا' جو تین مجلدات پر مشتمل ہے۔ پھر ابن مفضل مقدسی کی کتاب پر زکی الدین ابو محمد عبدالعظیم المنذری متوفی ۶۵۶ھ نے ایک جامع ضمیمہ لکھا جو تین مجلدات پر مشتمل ہے۔ اس کا نام ''التکملۃ لوفیات النقلۃ'' ہے۔ اس کے بعد المنذری کے تلمیذ حافظ عز الدین احمد بن محمد الشریف الحسینی حلبی مصری متوفی ۶۹۵ھ نے ایک جلد میں ایک تمہ تحریر کیا بعد ازاں ان کی کتاب پر احمد بن ایبک دمیاطی نے ضمیمہ لکھا جو ۷۴۹ھ تک کے راویوں پر مشتمل ہے بعد ازں ان کی کتاب پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ زین الدین عراقی نے تتمہ تحریر کیا۔ جو ۷۶۲ھ کے راویوں تک کو سموئے ہوئے ہے۔ اس کے بعد ان کے بیٹے ولی الدین عرقی متوفی ۸۲۶ھ نے اپنے والد کی کتاب پر ایک ضمیمہ تحریر کیا۔

۲- درالسحابۃ فی وفیات الصحابۃ ازصاغانی۔

۳- الاعلام بوفیات الاعلام للذہبی۔

۴- تاریخ الوفات للمتاخرین من الرواۃ از سعد سمعانی و دیگر کتب۔

(تدریب الراوی ص ۲۵۴، توجیہ النظر ص ۱۱۸، الباعث الحثیث ص ۲۹۳، مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۸۹، مفتاح السنۃ ص ۱۵۵)

صرف یہی نہیں کہ محدثین نے بالعموم راویان حدیث کے بارے میں کتابیں تصنیف کیں بلکہ بعض کتب کے رواۃ و رجال پر مستقل اور جداگانہ کتابیں تحریر کیں۔ چند کتب کے نام یہ ہیں۔

۱- رجال صحیح البخاری از احمد محمد کلاباذی متوفی ۳۹۸ھ

۲- رجال صحیح البخاری محمد بن داؤد کردی متوفی ۹۲۵ھ

۳- رجال صحیح مسلم از احمد بن المعروف ابن منجویہ متوفی ۴۲۸ھ

۴- رجال صحیح مسلم از احمد بن علی اصفہانی

۵- رجال الصحیحین از محمد بن طاہر المقدسی متوفی ۵۰۷ھ۔ مقدسی نے اس کتاب میں کلاباذی اور ابن منجویہ کی دونوں کتابوں کو یکجا کر دیا اور پھر ان کو حروف تہجی کے مطابق مرتب کیا ہے۔ اللالکائی متوفی ۴۹۸ھ نے بھی ان دونوں کتابوں کو یکجا کر دیا ہے۔

۶- رجال السنن ابی داؤد از ابو علی غسانی المعروف جیانی متوفی ۴۹۸ھ

۷- رجال المؤطا از سیوطی

۸- تعجیل المنفعۃ فی رجال الاربعۃ از ابن حجر عسقلانی۔ اس میں چار کتابوں کے رجال کو جمع کیا گیا ہے۔ یعنی مؤطا امام مالک، مسند شافعی، مسند احمد، مسند ابی حنیفہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹- رجال السنن الاربع از احمد بن احمد کردی متوفی ۶۳ ے ھ- یہ کتاب سنن نسائی و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ کے رواۃ و رجال کی جامع ہے-

۱۰- الکمال فی معرفۃ الرجال از حافظ عبدالغنی مقدسی متوفی ۶۰۰ ھ- اس میں صحاح ستہ کے رجال کو جمع کیا گیا ہے-

۱۱- تہذیب الکمال از جمال الدین یوسف المزی متوفی ۷۴۲ ھ- یہ ضخیم اور بے نظیر کتاب ہے-

۱۲- زوائد الرجال علیٰ تہذیب الکمال از سیوطی- حافظ ذہبی نے اپنی کتاب الکاشف میں ''التہذیب'' کا خلاصہ لکھا اور صرف راویان صحاح ستہ کا ذکر کیا ہے- حافظ ابن حجر نے بھی اپنی کتاب ''تہذیب التہذیب'' میں ''التہذیب'' کا خلاصہ تیار کیا ہے- ابن حجر کی تہذیب التہذیب امام ذہبی کی ''الکاشف'' سے زیادہ جامع ہے- ابن حجر کی ایک اور کتاب ''تقریب التہذیب'' نہایت ہی مختصر ہے- تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب دونوں شائع ہو چکی ہیں- و دیگر کثیر کتب رجال- (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۵۳)

٤- نام کنیت اور لقب کی پہچان:

بعض اوقات کسی راوی کا ایک نام اور کنیت یا نام اور لقب ہوتا ہے- گاہے وہ اپنے نام کے ساتھ مشہور ہوتا ہے کنیت کے ساتھ نہیں یا اس کے برعکس- یا وہ لقب کے ساتھ مشہور ہو جاتا ہے نام کے ساتھ نہیں یا اس کے برعکس- حفاظِ حدیث نے اس نوع کی جانب خصوصی توجہ مبذول کی- اور اس کے ہر پہلو کو موضوع بحث بنایا ہے- محدثین نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں-

اس نوع کا فائدہ اس امر سے آگاہ ہونا ہے کہ راوی فلاں نام سے مشہور ہے اور اس کی کنیت یہ ہے یا اس کے برعکس- یا وہ فلاں لقب کے ساتھ مشہور ہے- اور اس کا نام یہ ہے یا اس کے برخلاف- جو شخص اس بات سے آگاہ نہیں' وہ ان کو دو راوی خیال کرے گا- بعض اوقات سند میں راوی کا ذکر نام اور کنیت دونوں کے ساتھ کیا جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ایک بے خبر آدمی ان کو دو راویوں پر محمول کرتا ہے اس کا نتیجہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ ثقہ راوی کو ضعیف اور ضعیف کو ثقہ قرار دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات بڑی خطرناک ہے۔ اس موضوع پر رقم کردہ چند کتب کے نام یہ ہیں۔

ان راویوں کے اسماء پر مشتمل کتب جو اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں:

۱۔ کتاب علی بن المدینی

۲۔ کتاب مسلم

۳۔ کتاب النسائی

۴۔ کتاب ابن ابی حاتم

۵۔ کتاب ابن حبان

۶۔ کتاب الحاکم ابی احمد نیشاپوری شیخ ابی عبداللہ الحاکم۔ مصنف کتاب ابواحمد نیشاپوری ۳۷۸ھ میں فوت ہوئے۔ یہ کتاب چودہ مجلدات پر مشتمل ہے۔ یہ بہت عمدہ کتاب ہے اور اس میں دوسری کتب سے زائد مواد موجود ہے۔ حافظ ذہبی نے اس کتاب کو از سرِ نو حروف تہجی کے مطابق مرتب کیا اور اس کا نام "المقتنیٰ فی سرد الکنی" رکھا۔

۷۔ کتاب ابن عبدالبر۔ اس کا نام "الاستغناء فی معرفة الکنیٰ" ہے۔

۸۔ المنی فی الکنی از حافظ سیوطی

۹۔ کتاب الکنی والاسماء از ابوبشر محمد بن احمد دولابی متوفی ۳۱۰ھ۔ یہ کتاب ۱۳۲۲ھ میں حیدر آباد دکن سے دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

جو روایانِ حدیث اپنے نام کے ساتھ معروف ہوں' ان کی کنیتوں کے بارے میں حافظ ابن حبان کی ایک کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ پہلی نوع کا عکس ہے۔

القاب پر مشتمل کتب:

۱۔ کتاب الاسماء والالقاب از ابوالفرج بن الجوزی اس کا نام "کشف النقاب عن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الاسماء والالقاب'' ہے۔

۲۔ کتاب مجمع الآداب فی معجم الاسماء و الالقاب از ابوالولید الفرضی محدث اندلس۔

۳۔ کتاب الکنی و الالقاب از حاکم ابوعبداللہ

۴۔ نزھۃ الالباب از حافظ ابن حجر عسقلانی۔ بعدازاں آپ کے تلمیذ سخاوی نے اس میں اضافے کئے تھے۔

۵۔ کشف النقاب عن الالقاب۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۶۴، الباعث الحثیث ص ۲۵۶، تدریب الراوی ص ۳۲۱، مفتاح السنۃ ص ۱۵۵)

متفق و مفترق' مؤتلف و مختلف و متشابہ:

یہ تین قسمیں ہیں' جن کا تعلق راویوں کے ناموں کے ساتھ ہے۔ ان کا علم صرف اس شخص کو حاصل ہوسکتا ہے جو حافظ و ضابط ہو اور اس فن میں مہارت تامہ رکھتا ہو۔ محدثین ان انواع کے ساتھ حددرجہ دلچسپی رکھتے تھے۔ اب ہم باری باری ان پر تبصرہ کرتے ہیں۔

۱۔ المتفق و المفترق:

اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دو یا دو سے زیادہ راویوں کے نام لفظا یا خطا بالکل ملتے جلتے ہوں مثلاً خلیل بن احمد نام کے چھ آدمی ہیں۔ اور احمد بن جعفر بن حمدان نام کے چار راوی ہیں۔ اس نوع پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً

۱۔ کتاب المتفق و المفترق از خطیب بغدادی۔ یہ نہایت عمدہ کتاب ہے۔ اور ایک جلد پر مشتمل ہے۔

۲۔ کتاب المتفق والمفترق از حافظ محمد بن نجار بغدادی

۳۔ کتاب المتفق والمفترق از ابوبکر جوزقی

۲۔ المؤتلف و المختلف:

اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دو یا دو سے زیادہ راویوں کے نام لکھنے میں ملتے جلتے ہوں۔ مگر تلفظ میں الگ الگ ہوں۔ مثلاً سلام وسلام وعمارہ وعمارہ۔ اس نوع کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارے میں بکثرت محدثین نے کتابیں تحریر کی ہیں- چند کتب کا تعارف کرایا جاتا ہے-

۱- کتاب الموتلف و المختلف للدارقطنی - یہ کتاب نہایت جامع ہے-

۲- کتاب عبداللہ بن علی اندلسی متوفی ۵۴۲ھ

۳- کتاب ابی سعید مالینی

۴- کتاب عبدالغنی ابن سعید ازدی مصری متوفی ۴۰۹ھ- یہ عظیم حافظ حدیث اور عالم انساب تھے- یہ کتاب ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے-

۵- کتاب تکملۃ المختلف از خطیب احمد بن علی متوفی ۴۶۳ھ- مصنف نے اس میں دارقطنی اور عبدالغنی کی دونوں کتابوں کو یک جا کر کے اس پر مفید اضافے کئے- اور اس کو ایک مستقل کتاب بنا دیا- بعدازاں ہبۃ اللہ بن علی بن جعفر نے جو ابن ماکولا متوفی ۴۷۵ھ کے نام سے معروف تھے- اس کتاب میں مزید اضافے کئے- آپ نے اس کا نام "الاکمال فی رفع الارتیاب عن المؤتلف و المختلف من الاسماء و الکنیٰ و الانساب" رکھا- یہ دو جلدوں میں ہے اور اسی پر محدثین کا اعتماد ہے- بعد میں آنے والے محدثین اس پر اضافے کرتے رہے-

۶- کتاب تقیید المہمل و تمییز المشکل از ابو علی غسانی الجیانی متوفی ۴۹۸ھ ان کی نسبت "جیان" کی جانب کی گئی ہے- جو اندلس میں ایک بڑا شہر ہے- اس میں صرف صحیحین کے راویوں سے تعرض کیا گیا ہے-

[redacted] نے اس موضوع پر ایک مختصر کتاب مرتب کی تھی- یہ کتاب دراصل عبدالغنی و ابن ماکولا و ابن نقطہ ابوالولید الفرضی کی کتب کی تلخیص پر مبنی ہے- مگر اس میں بہت زیادہ اختصار سے کام لیا گیا ہے- مزید برآں ضبطِ قلم پر اکتفا کیا گیا ہے- اور حروف میں ضبط نہیں کیا گیا- اس لئے یہ کتاب اغلاط سے محفوظ نہیں ہے اس طرح مصنف نے اپنے اصول مقررہ کی خود ہی خلاف ورزی کی ہے- اس کا نام "المشتبہ فی اسماء الرجال" ہے- یہ کتاب لندن میں چھپ چکی ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸- تبصرۃ المنتبہ فی تحریر المشتبہ از حافظ ابن حجر عسقلانی - ابن حجر نے اس کتاب کو ذہبی کی مذکورہ کتاب کو مختصر کر کے مرتب کیا ہے۔ مصنف نے اس کو حروف کے ساتھ ضبط کیا ہے۔ یہ طریقہ بڑا پسندیدہ ہے۔ اس میں بہت اضافے بھی کئے ہیں۔ اس کا قلمی نسخہ دارالکتب المصریہ میں موجود ہے۔

۳-المتشابہ:

مثلاً ولید بن مسلم و مسلم بن ولید و یزید بن اسود و اسود بن یزید۔ علماء نے اس نوع پر بھی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مثلاً

۱- "تلخیص المتشابہ فی الرسم و حمایۃ ما اشکل منہ عن بوادر التصحیف والوھم" از خطیب بغدادی - یہ ایک جلد میں ہے۔ یہ خطیب بغدادی کی بہترین تصانیف میں سے ہے۔ علامہ علاء الدین ابن الترکمانی ماردینی نے اس کو مختصر کیا اس طرح جلال الدین سیوطی نے بھی اس کا اختصار لکھا اور اس کا نام "تحفۃ النابہ بتلخیص المتشابہ" رکھا۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۷۲، الباعث الحثیث ص ۲۷۴، تدریب الراوی ص ۴۳۵، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۷۶ مفتاح السنۃ ص ۱۵۶۔

٤ علم تاویل مشکل الحدیث:

یہ بڑا نفیس اور مفید علم ہے۔ اس کو "تاویل مختلف الحدیث وعلم اختلاف الحدیث" بھی کہتے ہیں۔ ہر عالم بلکہ ہر مسلم کو اس کے جاننے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اسی علم کی بدولت حدیث رسولؐ سے تعارض و تناقض دور ہوتا اور شرعی احکام کے بارے میں اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے۔ "مشکل الحدیث سے مراد یہ ہے کہ دو حدیثیں بظاہر آپس میں معارض ہوں۔ محدثین نے اس قسم کی احادیث کے بارے میں گفتگو کی ہے اور ان کے تعارض کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نوع کے بارے میں صرف فقہائے محدثین ہی بات کر سکتے ہیں۔ جو احادیث کے معانی و مطالب کے سمندر میں غوطہ زن ہو چکے ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس فن پر سب سے پہلے امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے گفتگو کی اور ایک کتاب تصنیف کی۔ جس کا نام "اختلاف الحدیث" ہے۔ اگرچہ آپ کا ارادہ یہ نہ تھا کہ اس میں تمام مشکل احادیث کا حل پیش کریں گے۔ آپ نے اس میں متعدد احادیث ذکر کی ہیں۔ جن میں بظاہر تناقض پایا جاتا ہے اور پھر ان کی جمع و تطبیق کا طریقہ بتایا ہے۔ یہ کتاب ایک جلد میں ہے اور اس کو ربیع بن سلیمان المرادی نے امام شافعی سے روایت کیا ہے۔ یہ کتاب امام شافعی کی کتاب الام جلد ہفتم کے حاشیہ پر مصر میں طبع ہو چکی ہے۔

بعد ازاں امام ابوعبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری متوفی ۲۷۶ھ نے اس علم سے متعلق کتاب تحریر کی۔ اس کا نام "تاویل مختلف الحدیث" ہے۔ آپ نے اس کتاب میں اہل الحدیث کے دشمنوں کی تردید کی ہے۔ ابن قتیبہ نے اس کتاب میں ان تمام احادیث کو یکجا کر دیا ہے' جن کو منکرین حدیث متناقض کہتے ہیں۔ آپ نے اس تناقض کو دور کیا اور منکرین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ یہ کتاب ایک جلد میں چھپ چکی ہے۔

پھر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ و ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ الساجی متوفی ۳۰۷ھ نے بھی اس فن میں کتابیں لکھیں۔ ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے اس موضوع پر کتاب لکھی اور اس کا نام "مشکل الآثار" رکھا۔ یہ آپ کی بہترین تصنیف ہے۔ اسی طرح محدث ابوالفرج ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے ایک کتاب بنام "التحقیق فی احادیث الخلاف" تحریر کی۔ امام الائمہ ابن خزیمہ اس فن میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اور یہ فقرہ ان سے منقول ہے۔

"مجھے معلوم نہیں کہ دو حدیثوں کے مابین تعارض پایا جاتا ہو۔ جس کے پاس ایسی دو حدیثیں ہوں' وہ میرے پاس لائے تاکہ میں ان دونوں میں جمع و تطبیق کا طریقہ بتاؤں"۔ (تدریب ص ۱۹۷، مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۴۳، کشف الظنون ج ۱ ص ۲۰۶، مفتاح السنہ ص ۱۵۴، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۱۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵- معرفة الناسخ و المنسوخ:

صحابہؓ و تابعین و دیگر سلف صالحین ناسخ و منسوخ کو بہت ضروری خیال کرتے تھے- یہ بڑا دشوار علم ہے بجز ان محدثین کے جو اسلامی فقہ کی تاریخ سے بخوبی آگاہ و آشنا ہوں- امام زہری متوفی ۱۲۴ھ میں فرماتے ہیں-

''فقہاء ناسخ و منسوخ احادیث کو جاننے سے قاصر ہیں''-

امام شافعی رحمہ اللہ اس فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے- جب مشہور محدث ابن وارہ مصر سے امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام احمد نے ان سے دریافت کیا کہ ''آپ نے امام شافعی کی کتابیں لکھ لی ہیں؟ کہنے لگے ''نہیں'' امام احمد نے فرمایا ''آپ نے سخت غلطی کی، ہمیں مجمل و مفسر اور ناسخ و منسوخ احادیث کا پتہ اس وقت چلا جب ہم نے امام شافعی کی صحبت اختیار کی''-

علماء کی اصطلاح میں نسخ کا مطلب یہ ہے کہ سابقہ حکم اٹھا کر اس کی جگہ نیا اور متاخر حکم لایا جائے- متاخر حکم کو ناسخ اور متقدم کو منسوخ کہتے ہیں- نسخ کے شرائط اصول فقہ کی کتب میں مذکور ہیں-

ناسخ منسوخ کو پہچاننے کے کئی طریقے ہیں- ایک طریقہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ صراحۃً فرمادیں کہ فلاں حکم منسوخ ہو چکا ہے اور اس کی جگہ فلاں حکم نے لے لی ہے- جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ''میں پہلے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا- اب اس کی اجازت دیتا ہوں- ایک صورت یہ ہے کہ صحابی سے اس کی تصریح منقول ہو- مثلاً ایک صحابی کا یہ ارشاد کہ

''حضور اکرم ﷺ کا آخری حکم یہ تھا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا''-

تاریخ سے بھی ناسخ و منسوخ کا پتہ چل جاتا ہے- مثلاً ابوداؤد و نسائی میں حضرت شداد بن اوس کی یہ مرفوع حدیث کہ ''پچھنے لگوانے والا اور لگانے والا دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا''- امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنا پر منسوخ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے جب کہ آپؐ احرام باندھے تھے اور آپؐ نے روزہ رکھا ہوا تھا''۔ اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ حضرت شداد سے مروی حدیث کے بعض طرق میں مذکور ہے کہ یہ فتح مکہ کا واقعہ ہے جو ۸ھ میں پیش آیا۔ بخلاف ازیں حضرت ابن عباسؓ حجۃ الوداع میں حضورؐ کے ہمراہ تھے۔ اور حجۃ الوداع کا واقعہ ۱۰ھ میں پیش آیا۔ لہذا یہ واقعہ متاخر ہے۔

امت کے اجماع سے بھی ناسخ و منسوخ کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً یہ حدیث کہ شرابی اگر چوتھی مرتبہ بھی سزا یافتہ ہونے کے بعد شراب پیئے تو اسے قتل کر دو۔ اس حدیث کو ابوداؤد و ترمذی نے بروایت معاویہ ذکر کیا ہے۔ امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔ ''اجماع سے اس حدیث کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ ابن حزم اس کے مخالف ہیں۔ مگر ظاہریہ کی مخالفت اجماع میں معتبر نہیں''۔

اجماع بذات خود نہ ناسخ ہو سکتا ہے اور نہ منسوخ۔ البتہ ناسخ کے وجود پر دلالت کر سکتا ہے۔

ناسخ و منسوخ کے بارے میں مندرجہ ذیل علماء نے کتب مرتب کی ہیں۔

۱۔ امام احمد بن حنبل

۲۔ امام ابوداؤد سجستانی صاحب السنن

۳۔ احمد بن اسحاق دیناری متوفی ۳۱۸ھ

۴۔ محمد بن بحر اصفہانی متوفی ۳۲۳ھ

۵۔ احمد بن محمد النحاس متوفی ۳۳۸ھ

۶۔ ابو محمد قاسم بن اصبغ متوفی ۳۴۰ھ

۷۔ ہبۃ اللہ بن سلامہ متوفی ۴۱۰ھ

۸۔ ابو حفص عمر بن شاہین متوفی ۳۸۵ھ

۹۔ امام ابوبکر زین الدین محمد بن ابی عثمان حازمی ہمدانی نے ایک مشہور کتاب لکھی ہے جس کا نام ''الاعتبار فی الناسخ و المنسوخ من الآثار'' ہے۔ یہ کتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حیدر آباد دکن اور حلب و مصر میں چھپ چکی ہے۔ ان کو حازمی ان کے دادا حازم کی جانب منسوب کر کے کہا جاتا ہے۔ آپ نے بغداد میں ۵۸۴ھ میں وفات پائی۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۸۵، تدریب الراوی ص ۱۹۵، مقدمہ ابن الصلاح الباعث الحثیث ص ۲۰۲، کشف الظنون ج ۲ ص ۲۷۶، مفتاح السنۃ ص ۱۵۸)

۷- معرفۃ غریب الحدیث:

غریب الحدیث سے حدیث کی وہ رقیق و عمیق کلمات مراد ہیں۔ جو نادر الاستعمال ہونے کی وجہ سے بعید عن الفہم ہوں۔ امام ابو سلیمان الخطابی فرماتے ہیں۔

''کلام میں غریب وہ بات ہوتی ہے جو غامض اور بعید عن الفہم ہو۔ جس طرح لوگوں میں ''غریب'' اس شخص کو کہتے ہیں جو وطن سے دور اور گھر والوں سے الگ ہو۔ کلام پر غریب کا اطلاق دو طرح سے ہوتا ہے۔ (۱) ایک یہ کہ وہ نہایت عسیر الفہم ہے اور بڑے غور و فکر سے اس کا مطلب سمجھا جا سکتا ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ اس کا بولنے والا کسی دور افتادہ علاقے کا رہنے والا ہے اور ہم ایسے الفاظ سے مانوس نہیں''۔

رسول اکرم ﷺ افصح العرب تھے۔ مختلف قبائل کے وفود جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ان سے خطاب فرماتے اور وہ آپ کی باتوں کو اچھی طرح سے سمجھتے تھے۔ اصحاب رسول بھی آپ کے ارشادات کو بخوبی سمجھتے تھے۔ اگر کسی بات کو نہ سمجھتے تو آپ سے پوچھ لیتے۔ رسول اکرم ﷺ کی وفات تک معاملہ یونہی چلتا رہا۔ عصر صحابہؓ میں عربی زبان بالکل خالص اور غیر مخلوط تھی۔ اس میں عجمیت کا شائبہ تک نہ پایا جاتا تھا جب اسلامی فتوحات میں وسعت آئی اور عجمی اقوام جوق در جوق مشرف باسلام ہو کر عربوں میں گھل مل گئیں تو باہم شادیاں بیاہ کرنے کی وجہ سے ایک نئی قوم معرض وجود میں آئی اس قوم کی زبان میں عجمیت کی ملاوٹ تھی۔ لہذا ان لوگوں کو خطاب کرنے کے لئے ایک ایسی زبان کا سیکھنا ناگزیر ہو گیا۔ جو ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مناسبِ حال ہو۔

بعد ازاں تابعین بھی صحابہؓ کے نقشِ قدم پر رواں دواں رہے۔ مگر عربی زبان رفتہ رفتہ عجمیت کی جانب بڑھتی چلی گئی۔ ابھی تابعین کا عصر و عہد ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ عربی زبان عجمی میں تبدیل ہو گئی۔ اب حالت یہ ہو گئی کہ لوگوں کے لئے حدیث نبوی کے بعض الفاظ کو سمجھنا دشوار ہو گیا۔ خداوند کریم نے ائمہ دین کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ علم حدیث کو بچانے کے لئے اس مہلک مرض کا علاج کرنا چاہئے۔ مبادا یہ مبارک علم متاخرین کے لئے ایک معما اور چیستان بن کر رہ جائے۔

چنانچہ اتباع تابعین نے غریب الحدیث کے موضوع پر کام کیا۔ ان میں امام مالک بن انس و سفیان ثوری و شعبہ بن حجاج کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ پھر مسلسل اس موضوع پر کام کرنے کا سلسلہ جاری ہو گیا اور علماء مشکل الفاظ کے معانی بیان کرتے رہے۔ اس ضمن میں انہوں نے بڑی قیمتی کتب لکھیں جو بعد میں آنے والوں کے لئے بڑی کارآمد ثابت ہوئیں۔ اگر یہ ائمہ اعلام جانفشانی اور عرق ریزی سے کام نہ لیتے تو آج ہم احادیث نبویہ سے استفادہ نہ کر سکتے۔ علوم الحدیث کی اس نوع پر لکھنے والوں کی مختصر تاریخ یہ ہے۔

۱۔ غریب الحدیث پر سب سے پہلے ابو عبیدہ معمر بن مثنی تمیمی بصری متوفی ۲۱۰ھ نے ایک مختصر کتاب لکھی۔ اس کتاب کے مختصر ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ اس سے زیادہ معلومات ان کے پاس موجود نہ تھیں۔ بلکہ اس لئے کہ کسی کام کا آغاز کرنے والا پہلے معمولی پیمانے پر اس کام کو شروع کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اس زمانہ کے لوگ اکثر الفاظ کو جانتے تھے۔ اس لئے موصوف نے انہیں الفاظ کی وضاحت کی جو لوگوں کو معلوم نہ تھے۔

۲۔ ابو الحسن النضر بن شمیل مازنی نحوی متوفی ۲۰۴ھ نے معمر کی کتاب پر اصل سے بھی زیادہ اضافہ کیا۔

۳۔ عبدالملک بن قریب اصمعی نے اس موضوع پر نہایت عمدہ کتاب لکھی۔ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوعبیدہ کے زمانہ میں تھے۔

۴- محمد بن مستیز المعروف قطرب متوفی ۲۰۶ھ نے بھی ایک کتاب مرتب کی علاوہ ازیں دیگر علماء نے بھی احادیث نبویہ کو جمع کیا اور ان کے لغات پر توضیحی نوٹ لکھے۔ لیکن ان مختصر کتب میں چنداں فرق نہ تھا بلکہ ان کا مواد باہم ملتا جلتا تھا۔

۵- ابوعبیدہ القاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ نے مذکورہ صدر علماء کے بعد اس موضوع پر نہایت مفید کتاب لکھی۔ جس کو بعد میں آنے والے علماء نے مرجع و ماخذ قرار دیا۔ کہا جاتا ہے کہ موصوف نے اس کتاب کی ترتیب میں اپنی ساری عمر کھپا دی۔ چالیس سال اس کی تالیف و ترتیب میں لگے رہے۔

۶- ابن قتیبہ: اس کتاب کو ماخذ کی حیثیت حاصل رہی۔ حتیٰ کہ ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری متوفی ۲۷۶ھ کا زمانہ آیا اور آپ نے اپنی مشہور کتاب مرتب کی۔ ابن قتیبہ اس کتاب میں ابوعبید کی ہموار کردہ راہ پر گامزن رہے اور ان کی کتاب ابوعبیدہ کی کتاب جیسی یا اس سے ضخیم تر ہے۔ آپ نے ابوعبیدہ کی کتاب سے صرف وہی چیز اخذ کی جس کی شدید ضرورت تھی۔ مثلاً کہیں شرح کا اضافہ یا لفظ کی وضاحت کر دی۔ ابن قتیبہ کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

"میرا خیال ہے کہ ان دو کتابوں کے بعد غریب الحدیث کے بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہے گی"۔

۷- امام ابراہیم الحربی متوفی ۲۸۵ھ نے بھی اس فن پر ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں شرح و بسط کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ اور غریب الحدیث پر مشتمل احادیث کا استیعاب کیا ہے۔ متون و اسانید کے ذکر و بیان میں بڑی طوالت سے کام لیا ہے۔

۸- امام ابوسلیمان احمد الخطابی البستی متوفی ۳۷۸ھ نے غریب الحدیث پر اپنی مشہور کتاب تصنیف کی اور اس میں ابوعبید و ابن قتیبہ کی روش پر چلے۔ آپ نے کوشش کی کہ ابن قتیبہ اور ابوعبیدہ کی کتابوں میں جو احادیث موجود نہیں ان کو یکجا کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے- اس طرح یہ تینوں کتب غریب الحدیث کی امہات الکتب شمار ہوتی ہیں-

۹- امام احمد بن محمد الہروی متوفی ۴۰۱ھ نے غریب القرآن و الحدیث پر اپنی مشہور کتاب مرتب کی- موصوف نے اس کتاب کو حروف تہجی پر ترتیب دیا- قبل ازیں کسی مصنف نے اپنی کتاب کو اس طرح مرتب نہیں کیا تھا- اس میں متون و اسانید اور رواۃ ورجال کو جگہ نہیں دی تھی- سابقہ کتب میں غریب الحدیث سے متعلق جو مواد تھا- اس کو اس کتاب میں یکجا کیا اور اس پر اضافے کئے- اس طرح یہ کتاب نہایت بہترین ترتیب کی حامل اور بہت عمدہ کتاب بن گئی- البتہ اس میں یہ نقص باقی رہا کہ اس میں یہ حدیثوں کو متفرق طور پر بترتیب حروف تہجی مرتب کیا گیا ہے- اس لئے احادیث میں کوئی ترتیب ان کے اعتبار سے موجود نہیں- غریب الحدیث معلوم کرنے کے سلسلہ میں یہ کتاب متاخرین کے لئے اہم ترین ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے- بہت سے لوگوں نے اس کی پیروی کی- اور جو احادیث ان سے رہ گئی تھیں ان کا اضافہ کیا-

۱۰- جار اللہ ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے اپنی کتاب ''الفائق'' تصنیف کی- زمخشری نے اس کتاب کو حروف تہجی کے مطابق مرتب کیا ہے- مگر کسی غریب لفظ کو اس کتاب میں تلاش کرنا بڑا دشوار ہے- اگرچہ یہ دشواری سابقہ کتب کے مقابلہ میں نہایت کم ہے- زمخشری پوری حدیث یا حدیث کا کچھ حصہ نقل کرتے اور پھر غریب الفاظ کی شرح کرتے ہیں- اس طرح ایک حدیث کے تمام غریب الفاظ کی شرح ایک ہی لفظ کے زیر اثر آ جاتی ہے- اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک کلمہ کی شرح جہاں کرنا چاہئے اس کے بجائے دوسری جگہ اس کی وضاحت کر دی جاتی ہے- اس لحاظ سے احمد بن محمد الہروی کی کتاب سے استفادہ الفائق کی نسبت آسان تر ہے-

۱۱- ابوموسیٰ اشعری محمد بن ابی بکر مدینی اصفہانی متوفی ۵۹۷ھ نے احمد بن الہروی کے انداز پر ایک کتاب لکھی اور غریب القرآن و حدیث سے متعلق جو مواد اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں شامل نہ تھا وہ اپنی کتاب میں درج کیا۔

۱۲۔ ابوالفرج ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے خاص طور پر غریب الحدیث کے موضوع پر ایک کتاب لکھی جس میں الہروی کا انداز اختیار کیا۔ بلکہ ان کی کتاب الہروی کی کتاب سے مختصر ہے۔ ابن الجوزی صرف ایک آدھ لفظ کا اضافہ کرتے ہیں۔ بخلاف ازیں ابوموسیٰ مدینی الہروی کی کتاب سے صرف وہی مواد لیتے ہیں جس کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔

۱۳۔ امام ابوالسعادات مبارک بن محمد بن محمد شیبانی المعروف ابن الاثیر متوفی ۶۰۶ھ نے الہروی اور ابوموسیٰ مدینی کی کتب میں موجود مواد کو یکجا کیا۔ اور اس کے علاوہ کتب حدیث میں خواہ وہ صحیح ہوں یا سنن یا جوامع و مصنفات و مسانید جو احادیث مل سکیں ان کے مشکل الفاظ کی تشریح کی۔ الہروی کی کتاب کے لئے انہوں نے ''ﻻ'' کو بطور رمز مقرر کیا ہے اور ابوموسیٰ المدینی کی کتاب کو ''س'' سے ظاہر کرتے ہیں۔ اپنی کتاب کا نام انہوں نے ''النہایہ فی غریب الحدیث و الاثر'' رکھا ہے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں۔

''یہ کتب الغریب میں سب سے زیادہ جامع اور سب سے زیادہ مشہور اور سب سے زیادہ مقبول و متداول ہے۔ جو الفاظ آپ سے رہ گئے تھے ان کو الصفی المارومی متوفی ۷۲۳ھ نے ایک ضمیمہ میں جمع کیا ہے''۔

جلال الدین سیوطی نے النہایہ کا خلاصہ تیار کیا اس کا نام ''الدر النثیر تلخیص ابن الاثیر'' ہے۔ سیوطی نے اس پر مفید اضافے کئے ہیں۔ یہ خلاصہ نہایہ کے حاشیہ پر چھپ چکا ہے۔

کتب الغریب سے ملتی جلتی المجازات النبویہ کے موضوع پر مرقومہ کتب ہیں۔ ان میں بہترین کتاب ''المجازات النبویہ'' ہے۔ جس کے مشہور عالم الشریف الرضی محمد بن حسین متوفی ۴۰۶ھ نے مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۴۷، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۱۵، تدریب ص ۱۹۳، الباعث الحثیث ص ۲۰۰،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفتاح السنۃ ص ۱۴۰؛ کشف الظنون ج ۲ ص ۵۵، معرفۃ علوم الحدیث ص ۸۸)

۸- معرفۃ علل الحدیث:

یہ علم حدیث نبوی کے متعلقہ علوم میں سے نہایت افضل و اشرف مگر دقیق و عمیق ہے- اس علم میں رائے زنی کے اہل وہی محدثین ہیں جو علوم الحدیث میں نہایت راسخ قوی الحافظہ اور روشن عقل و فکر رکھنے والے ہوں- یہی وجہ ہے کہ علل الحدیث کے موضوع پر صرف انہی محدثین نے گفتگو کی ہے جو اپنے فن میں یکتائے روزگار حدیث نبوی کے جید فاضل اور طبیب الحدیث تھے- مثلاً ابن المدینی و احمد بن حنبل و بخاری و مسلم و یعقوب بن شیبہ و ابوحاتم و ابوزرعہ و دارقطنی رحمہم اللہ-

اس لئے کہ محدثین کی اصطلاح میں علت ان پوشیدہ اور دقیق اسباب کو کہتے ہیں جو حدیث کی صحت میں قدح وارد کرنے والے ہوں اور بظاہر حدیث میں کوئی عیب نہ پایا جاتا ہو- بعض اوقات علت اس اسناد میں بھی پائی جاتی ہے- جس کے راوی ثقہ ہوتے ہیں اور جو بظاہر شرائطِ صحت کی جامع ہوتی ہے- امام حاکم فرماتے ہیں-

> ''معرفۃ علم الحدیث کی یہ نوع ایک مستقل علم ہے اور صحیح و سقیم اور جرح و تعدیل کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں- حدیث کو کئی وجوہ کی بنا پر معلل قرار دیا جاتا ہے اور اس میں جرح کا دخل نہیں ہوتا- مجروح راوی کی حدیث ساقط الاعتبار اور ضعیف ہوتی ہے- ثقہ راویوں کی روایت کردہ احادیث میں بھی بعض اوقات علت پائی جاتی ہے اور انہیں وہ علت معلوم نہیں ہوتی- اس طرح وہ حدیث معلول ہو جاتی ہے- اس کے معلول ہونے کی دلیل ہمارے نزدیک حفظ و فہم اور معرفت و ادراک کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی''-

بکثرت ائمہ حدیث نے اس فن پر کتابیں لکھی ہیں- ذیل میں اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے-

۱- علی بن المدینی متوفی ۲۳۴ھ نے اس فن میں ایک بہترین کتاب تصنیف کی تھی-

۲- کتاب العلل از امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳- کتاب العلل از مسلم بن حجاج نیشاپوری

۴- کتاب العلل از ترمذی- ابو الفرج عبدالرحمٰن بن احمد بغدادی ثم دمشقی حنبلی المعروف ابن رجب متوفی ۷۹۵ھ نے اس کی شرح تحریر کی ہے-

۵- کتاب العلل از ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بغدادی المعروف خلال متوفی ۳۱۱ھ

۶- کتاب العلل از ابن ابی حاتم عبدالرحمٰن رازی متوفی ۳۲۷ھ- یہ علوم الحدیث والفقہ کے جامع تھے- یہ کتاب مصر میں دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے- یہ اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے- اس کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے-

۷- کتاب العلل از علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۷۵ھ- یہ علل پر جامع ترین کتاب ہے- اس کو مسند کی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے- اور اس کو دارقطنی نے خود نہیں بلکہ ان کے شاگرد حافظ ابوبکر البرقانی نے جمع کیا تھا-

۸- "العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ" از ابن الجوزی-

۹- الزہر المطلول فی الخبر المعلول از ابن حجر عسقلانی-

علاوہ ازیں حدیث کی دیگر کتب میں بھی متفرق طور پر علل پر گفتگو کی گئی ہے- مثلاً نصب الرایہ لتخریج احادیث الہدایۃ از حافظ زیلعی و فتح الباری حافظ ابن حجر عسقلانی و نیل الاوطار للشوکانی و محلیٰ ابن حزم و تہذیب سنن ابی داؤد از ابن قیم-

(الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۱۰، تدریب ص ۸۸، توجیہ النظر ص ۲۶۴، مقدمہ ابن الصلاح ص ۴۲، علوم الحدیث ۱۷، مفتاح السنۃ ص ۱۵۹، الباعث الحثیث ص ۵۸)

۹- معرفۃ الموضوعات: وضع حدیث کا آغاز:

حدیث نبوی عہد رسالت میں جھوٹے لوگوں اور منافقین کی دست برد سے محفوظ تھی- اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ بہ نفس نفیس مسلمانوں میں موجود تھے- اور بسہولت کذب و دروغ کا ازالہ کر سکتے تھے دوسری وجہ یہ تھی کہ آنحضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی جو منافقوں کے اسرار کو طشت ازبام کر دیا کرتی تھی- یہی وجہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ آنحضورﷺ کی زندگی میں کوئی شخص جھوٹی حدیث وضع کرنے کی جسارت نہ کر سکا۔ جب حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا زمانہ آیا تو انہوں نے بھی حدیث نبوی میں نہایت حزم و احتیاط سے کام لیا اور منافقین اور دیہاتیوں کو ڈرا دھمکا کر حدیث میں اضافہ کرنے سے باز رکھا۔

حضرت عثمان کے عہد خلافت میں جب فتنہ بازی کا ظہور ہوا تو عبداللہ بن سبا یہودی کے پیروؤں کے ذریعے نبی کریم ﷺ پر افترا پردازی کا آغاز ہوا ابن سبا نے فتنہ کی آگ کو بھڑکایا اور لوگوں کو خلیفہ رسول حضرت عثمانؓ کی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عثمانؓ مظلومی کی حالت میں شہید کر دیا گیا۔ جب حضرت علیؓ مسند آرائے خلافت ہوئے اور صفین کے مقام پر آپ اور حضرت معاویہؓ کے مابین جنگ بپا ہوئی تو لوگ تین فرقوں میں بٹ گئے۔ (۱) شیعہ (۲) خوارج (۳) عوام۔ اب رسول کریمﷺ پر دروغ بافی کا آغاز ہوا اور شیعہ، خوارج اور بنوامیہ کے داعی اس میں حصہ لینے لگے۔ اسی کے پیش نظر علماء وضع حدیث کی ابتدا ۴۱ھ سے قرار دیتے ہیں۔

۴۱ھ کی تحدید و تعیین اس اعتبار سے درست ہے کہ اس وقت وضع حدیث کا ظہور و شیوع ہوا ورنہ حضور اکرم ﷺ پر جھوٹ پہلے بھی باندھا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ عہد رسالت میں اس کا آغاز ہو چکا تھا۔ اسی لیے آپؐ نے فرمایا تھا جس نے مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھا وہ اپنا گھر دوزخ میں بنا لے''۔ یہ حدیث آپؐ نے اسی لیے ارشاد فرمائی ہوگی کہ آپؐ پر جھوٹ باندھنے کا کوئی واقعہ حضورؐ کی زندگی میں پیش آیا ہوگا۔ اس کی دلیل میں وہ روایت پیش کی جاتی ہے جس کو ابن عدی نے اپنی کتاب الکامل میں حضرت بریدہؓ سے روایت کیا ہے کہ بنولیث کا قبیلہ مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر سکونت پذیر تھا۔ دور جاہلیت میں قبیلہ والوں سے ایک شخص نے رشتہ طلب کیا جو انہوں نے نہ دیا۔ ایک دن وہ شخص ان کے پاس آیا اور اس نے ایک سوٹ زیب تن کر رکھا تھا۔ اس نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ سوٹ مجھے پہنایا اور اس بات کا حکم دیا ہے کہ میں تمہارے جان و مال کے بارے میں جو فیصلہ چاہوں کروں۔ پھر جا کر اس عورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پاس ٹھہر گیا۔ جس کا رشتہ اس نے طلب کیا تھا۔قبیلہ والوں نے ایک شخص کو حضور کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے فرمایا دشمن خدا نے جھوٹ بولا ہے پھر آپ نے ایک آدمی قبیلہ والوں کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اگر اسے زندہ پاؤ تو قتل کر دو۔ اور مردہ پاؤ تو اسے آگ میں جلا دو۔ جب وہ شخص قبیلہ میں آیا تو اسے پتہ چلا کہ وہ شخص سانپ کے ڈسنے سے مر چکا ہے۔ چنانچہ اس شخص نے اسے آگ میں جلا دیا۔ اس موقع پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''جس نے مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھا وہ اپنا گھر دوزخ میں بنالے''۔ امام سیوطی نے تحذیر الخواص میں اس قسم کی متعدد روایات ذکر کی ہیں۔ لیکن جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں عہد رسالت میں جھوٹی احادیث کا رواج بہت کم تھا۔

بعد ازاں وضع حدیث کا فتنہ ہر عصر میں اشاعت پذیر رہا۔ ہم قبل ازیں بتا چکے ہیں کہ قرون ثلاثہ میں اس کے عوامل وعناصر کیا تھے۔ اور علماء نے واضعین کے مقابلہ کے لیے کیا کیا جہود ومساعی انجام دیں اب ہم یہ بتائیں گے کہ علماء نے وضاعین کے ساتھ جہاد کے سلسلہ میں کون سے وسائل اختیار کیے اور ان کے اباطیل کو ختم کرنے کے لیے کس راہ پر گامزن رہے اس لیے کہ علماء ایک ہی راہ پر گامزن نہ تھے۔ بلکہ انہوں نے ہر ممکن طریق سے دشمنانِ حدیث کا مقابلہ کیا اور ان کے سامنے وضع حدیث کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ حدیث وسنت کے حامی وناصر علماء نے دو راستے اختیار کیے۔

۱۔ نظری

پہلا طریقہ نظری تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ علماء نے ایسے قواعد بنائے جن سے وضع حدیث کا پتہ چل جاتا ہے۔ علمائے حدیث نے ایسے علامات مقرر کئے جن سے کسی شک وشبہ کے بغیر موضوع حدیث کو پہچانا جا سکتا ہے۔

۲۔ عملی

دوسرا طریقہ عملی تھا وہ یہ ہے کہ انہوں نے واضعین کے نام بتائے اور عام طور پر لوگوں کو ان سے آگاہ کیا۔ دوسری طرف ان احادیث پر روشنی ڈالی جو انہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے وضع کی تھیں- اس ضمن میں کتب الموضوعات کے نام سے کتابیں لکھیں-

اب احادیث نبویہ کا یہ عالم ہے کہ سب ہمارے پیش نظر ہیں اور انکو جملہ اقسام کتب حدیث مثلاً صحاح و جوامع وسنن ومسانید میں یک جا کر دیا گیا ہے- دوسری طرف احادیث مکذوبہ وموضوعہ بھی کسی عالم سے پوشیدہ نہیں- اس طرح احادیث کے درجہ کو پہچاننا نہایت آسان ہو گیا ہے کہ آیا وہ صحیح ہیں یا حسن یا ضعیف یا موضوع یا مکذوب فجزی اللہ علماء السنتہ الجزاء-

حدیث موضوع کی پہچان:

علمائے اسلام اور اکابر محدثین نے ایسے قواعد وضع کیے ہیں جن سے موضوع حدیث کا پتہ چل جاتا ہے- ہم ان قواعد کی تفصیل بیان کرتے ہیں- تاکہ آپ پر یہ حقیقت واضح ہو سکے کہ محدثین نے اس ضمن میں کسی کوتاہی و سہل انگاری سے کام نہیں لیا-

۱- راوی میں کوئی علامت ایسی پائی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جھوٹی حدیث بیان کر رہا ہے- مثلاً امام حاکم سیف بن عمر تمیمی سے نقل کرتے ہیں کہ میں سعد بن ظریف کے پاس بیٹھا تھا اسی اثنا میں سعد کا بیٹا مدرسہ سے روتا ہوا آیا- سعد نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا مجھے معلم نے پیٹا ہے سعد کہنے لگا میں آج معلمین کے طبقہ کو رسوا کر کے چھوڑوں گا مجھے عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً یہ حدیث سنائی کہ تمہارے بچوں کے استاد بدترین مخلوق ہیں وہ یتیم پر بہت کم رحم کرتے اور مسکین پر بڑے سخت ہیں- اسی قسم کی ایک روایت یہ ہے کہ مامون بن احمد الہروی سے کہا گیا کہ آپ شافعی اور ان کے اتباع کو خراسان میں نہیں دیکھتے کہ کس طرح پھیل رہے ہیں اسی وقت مامون نے یہ حدیث سنائی کہ حضورؐ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص محمد بن ادریس ہوگا وہ میری امت کے حق میں شیطان سے بھی زیادہ ضرر رساں ہوگا-

ابوحنیفہ سراج امتی:

اور میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا اس کو ابوحنیفہ کہا جائے گا وہ میری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امت کا چراغ ہوگا و دیگر احادیث

۲۔ بعض اوقات روایت کردہ حدیث میں کوئی ایسا قرینہ پایا جاتا ہے جس سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے مثلاً یہ کہ حدیث رکیک المعنی ہو یا اس کے الفاظ و معانی دونوں رکیک اور گھٹیا و ادنی قسم کے ہوں۔ صرف لفظی رکاکت سے حدیث کا موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ ہوسکتا ہے راوی نے حدیث کے الفاظ اسکے اپنے ہوں جہاں تک حدیث کے معنی کا تعلق ہے وہ صحیح ہو اور نبی کریمؐ سے ثابت ہو لہٰذا کسی حدیث کے الفاظ اگر اعلیٰ نہ ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ حدیث موضوع ہے۔ البتہ وہ حدیث اس صورت میں موضوع ٹھہرے گی۔ جب راوی اس بات کا دعویٰ کرے کہ جو حدیث اس نے روایت کی ہے وہ آنحضور ﷺ کے الفاظ پر مشتمل ہے۔ اندریں صورت راوی جھوٹا ہوگا۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ افصح العرب تھے اور ایسے الفاظ ارشاد نہیں فرما سکتے۔ اندریں صورت صرف لفظی رکاکت ہی سے حدیث کا موضوع ہونا ثابت ہو جائے گا۔ معنوی رکاکت کی مثال یہ موضوع حدیث ہے۔

''مرغ کو گالی نہ دو کہ وہ میرا دوست ہے''۔

اسی قسم کی موضوع حدیث یہ ہے کہ ''سفید مرغا جس کے سر پر کلغی ہو میرا دوست ہے اور میرا دوست جبریل کا دوست ہے''۔ یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ ''اگر چاول آدمی ہوتے تو بڑے بردبار ہوتے''۔

۳۔ حدیث کے موضوع ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ خلاف عقل ہو اور اس کی کوئی تاویل ممکن نہ ہو یا مشاہدہ کے خلاف ہو۔ خلافِ عقل کی مثال یہ ہے کہ کوئی حدیث جمع بین الضدین پر مشتمل ہو یا اس میں خالق و صانع کی نفی کی گئی ہو۔ اس لئے کہ شریعت کی کوئی بات عقل کے منافی نہیں ہوسکتی۔ مثلاً یہ حدیث کہ ''اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کیا اور اسے بھگایا تو اسے پسینہ آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اس پسینہ سے پیدا کیا''۔ ظاہر ہے کہ ایسی بات کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا... خلاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشاہدہ کی مثال یہ حدیث ہے کہ ''بینگن ہر مرض کی شفا ہے''- یہ باطل ہے کیونکہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ بینگن کے کھانے سے مرض میں اضافہ ہوتا ہے-

۴- حدیث موضوع کی ایک نشانی یہ ہے کہ قرآن کی قطعی دلالت یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی کے خلاف ہو اور جمع و تطبیق کا کوئی امکان نہ ہو- اسی لئے علماء نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے جس میں مذکور ہے کہ ''دنیا کی عمر سات برس باقی رہ گئی ہے''- یہ حدیث مندرجہ ذیل آیت کے خلاف ہے-

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّاهُوَ﴾

''آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی- آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ہے- اس کو اس کے وقت پر صرف وہی برپا کرے گا''-

علماء نے مندرجہ ذیل حدیث کو باطل قرار دیا ہے- ''ولد الزنا جنت میں نہیں جائے گا''- اس لئے کہ یہ آیت قرآنی لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ''کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا'' کے منافی ہے- اسی طرح علماء نے ان احادیث کو بھی موضوع قرار دیا ہے جو سنت متواترہ اور اجماع قطعی کے خلاف ہوں- مثلاً وہ احادیث جن سے مستفاد ہوتا ہے کہ جس شخص کا نام احمد یا محمد ہو وہ جہنم میں نہیں جائے گا- اس لئے کہ یہ بدیہی بات ہے کہ لقب یا اسم کی بنا پر دوزخ سے نجات حاصل نہیں کی جا سکتی' بلکہ صرف عمل ہی ایک ایسی چیز ہے' جو دوزخ سے بچا سکتی ہے-

۵- موضوع حدیث کی ایک علامت یہ ہے کہ مبالغہ آمیزی سے پاک ہو جس سے کلام رسولﷺ کو کوئی مناسبت نہیں ہو سکتی- مثلاً یہ حدیث کہ ''جو شخص لا الہ اللہ کہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کلمہ سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے جس کی ستر ہزار زبانیں ہوتی ہیں- ہر زبان ستر لاکھ بولیاں بولتی ہے اور ان سے اس شخص کے لئے مغفرت کی دعا کی جاتی ہے''- اسی قسم کی ایک حدیث یہ ہے کہ ''جو شخص حلال غسل جنابت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرے اللہ تعالیٰ (اس کو سفید موتی سے بنا ہوا ایک محل عطا کرے گا اور ہر قطرہ کے عوض ہزار شہید کا اجر و ثواب دے گا''۔

۶- حدیث کے جھوٹے ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ حدیث کسی ایسے معاملہ سے متعلق ہو جس کے نقل و اشاعت کے محرکات بہت ہوں یا حدیث میں مذکور واقعہ سے پتہ چلتا ہو کہ وہ صحابہؓ کے عظیم اجتماع میں پیش آیا۔ اس کے باوجود وہ مشہور نہ ہو اور صرف چند راوی اس کی روایت کریں۔ مثلاً شیعہ کا یہ دعویٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو ''غدیر خم'' کے مقام پر خلافت عطا کی جب کہ آپ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ اس واقعہ میں ایک لاکھ سے زیادہ لوگ موجود تھے''۔ یہ موضوع حدیث ہے۔

۷- حدیث کے موضوع ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ حکمت و منطق کے تقاضا کے خلاف ہو۔ مثلاً یہ حدیث کہ ''ترکوں کا ظلم منظور ہے اور عربوں کا عدل بھی مقبول نہیں''۔ اس لئے کہ ظلم بہر صورت مذموم ہے اور عدل ہر حالت میں پسندیدہ ہے۔

۸- وضع حدیث کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ حدیث کا راوی رافضی ہو اور حدیث فضائل اہل بیت میں وارد ہو۔ اس لئے کہ شیعہ اہل بیت کی حمایت کرتے اور تمام صحابہؓ پر طعن کرتے ہیں شیعہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے خلافت چھین لی تھی۔

۹- کسی حدیث کے باطل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ صحیح تاریخ کے معارض ہو۔ مثلاً اہل خیبر سے جزیہ وضع کرنے کی حدیث جس میں حدیث کو وضع کرنے والے نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو بھی شامل کر دیا ہے۔ اس لئے کہ حضرت سعد نے غزوہ خندق کے موقع پر ۵ھ میں خیبر کے واقعہ سے قبل وفات پائی تھی۔ مزید برآں غزوہ خیبر کے موقع پر جزیہ رائج نہیں کیا گیا تھا بخلاف ازیں صحابہؓ جزیہ سے غزوۂ تبوک کے بعد آشنا ہوئے۔

۱۰- وضع حدیث کے علامات سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس کے راویوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کسی ایک کا دعویٰ ہو کہ اس نے عام لوگوں سے بہت زیادہ عمر پائی ہے یہاں تک کہ وہ ان لوگوں سے بھی مل چکا ہے جو عرصۂ دراز پہلے گزر چکے ہیں اور ان سے استفادہ بھی کیا ہے۔ مثلاً وہ احادیث جن کو رتن ہندی نے اس دعویٰ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ سے مل چکا ہے۔ حالانکہ وہ چھٹی صدی ہجری کے بعد معرضِ ظہور میں آیا۔ بعض جہلاء اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ رتن ہندی سرور کائنات ﷺ سے ملا تھا۔ اس نے آپ سے حدیثیں سنیں اور حضور ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی تھی کہ خدا تجھے آباد رکھے۔ حالانکہ ائمہ حدیث کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس لئے کہ جو صحابہ آنحضور ﷺ سے مل چکے تھے ان میں سے کوئی بھی پچانوے برس سے زیادہ نہیں جیا بجز ابوالطفیلؓ کے۔ وہ سب صحابہؓ کے بعد فوت ہوئے۔ لوگ ان کی وفات پر روتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ آخری صحابیؓ تھے جس نے آنحضورؐ سے ملاقات کی تھی۔

۱۱۔ بعض صوفیہ کا یہ دعویٰ بھی حدیث کے موضوع ہونے کی دلیل ہے کہ اس نے کشف یا رؤیا کے طریقہ سے آنحضور ﷺ سے حدیثیں اخذ کی ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس حدیث کی کوئی صحیح اور متصل سند نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ علمائے دین کے نزدیک یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ رؤیا اور کشف سے کسی شرعی حقیقت کا اثبات نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ رؤیا اور کشف پر آمیزش اور عدم ضبط کا غلبہ ہوتا ہے۔ کسی چیز کی دین کی جانب نسبت بغیر اس کے کہ کتاب و سنت کی کسی دلیل سے اس کا اثبات ہوتا ہو بدترین قسم کی بدعت ہے۔ یہ زعم باطل ہے اس کو رد کرنا ضروری ہے۔

خلاصہ یہ کہ محدثین نے مختصراً و تفصیلاً ہر طرح موضوعات اور وضاعین کی جان پہچان کے بارے میں بات چیت کی ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ جن احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ عاشورہ کے دن سرمہ تیل اور خوشبو لگانی چاہیے' سب موضوع ہیں۔ اسی طرح وہ احادیث جن کو بعض زنادقہ اور جاہل صوفیہ نے الگ الگ قرآنی سورتوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فضائل کے بارے میں وضع کیا ہے۔ چند ایک کے سوا سب موضوع ہیں۔ حافظ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

''جان لیجئے کہ جن سورتوں کے فضائل کے بارے میں احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں یہ ہیں''۔

الفاتحہ، البقرہ، آل عمران، الانعام، السبع الطوال (حدیث میں ان کے اسماء مذکور نہیں) الکہف، یٰسین، الدخان، الملک، الزلزلۃ، النصر، الکافرون، الاخلاص، الفلق، الناس۔

مذکور سورتوں کے علاوہ کسی سورت کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی۔ (تدریب الراوی)

عقیق کی مہر لگانے کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ وہ وظیفہ جس کو ابودجانہ انصاری کی جانب منسوب کیا جاتا ہے' بے اصل ہے۔ اسی طرح حضرت انسؓ بن مالک کی مسند جس کو جعفر بن ہارون واسطی سمعان بن انس سے روایت کرتے ہیں' بے بنیاد ہے۔ اس میں تین صد کے قریب احادیث ہیں جن کو سمعان المہدی حضرت انسؓ سے روایت کرتا ہے۔ پہلی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔''ان امتی فی سائر الامم کالقمر فی النجوم ''اسی طرح اشج خداش نسطور رومی اور رتن ہندی کی مرویات' نیز وہ احادیث جو محمد بن سرور بلخی کی جانب منسوب ہیں۔ نیز شہر بن حوشب کی احادیث یہ تمام موضوع ہیں۔

اسی طرح علماء نے ان احادیث کا جائزہ لیا جو کتب تفسیر ملاحم و مغازی میں وارد ہوئی ہیں اور ان کو نقد صحیح کی ترازو میں رکھ کر تولا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''تین قسم کی کتابوں کی کوئی اصل نہیں۔ یعنی مغازی' ملاحم اور تفسیر''۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

''امام احمد کا اشارہ ان تینوں علوم کی چند مخصوص کتابوں کی طرف ہے جو

www.KitaboSunnat.com

نا قابل اعتماد ہیں- اس لئے کہ ان کے ناقل عدول نہیں''-

دوسرے یہ کہ واعظوں نے ان میں اضافہ کر دیا ہے- جہاں تک کتب الملاحم کا تعلق ہے سب کتب نا قابل اعتماد ہیں- آیندہ زمانہ میں بپا ہونے والی لڑائیوں اور فتنوں سے متعلق صرف چند احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں- کتب تفاسیر میں سے کلبی اور مقاتل بن سلیمان کی کتب تفسیر مشہور ہیں۔ امام احمد کلبی کی تفسیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ از اول تا آخر تک جھوٹ ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا' کیا اس کا مطالعہ جائز ہے؟ فرمایا نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں کہ مقاتل کی کتاب بھی کلبی کی تفسیر سے ملتی جلتی ہے- مغازی میں مشہور ترین کتاب محمد بن اسحاق کی ہے- وہ اہل کتاب سے روایتیں اخذ کیا کرتے تھے- امام شافعی فرماتے ہیں'' واقدی کی کتابیں جھوٹ کا پلندہ ہیں- مغازی میں صحیح ترین کتاب موسیٰ بن عقبہ کی ہے''- (تدریب الراوی ص ۹۸، کشف الخفاء و مزیل الالباس)

موضوعات کا بیان و محاربہ وضاعین:

یہ وہ عملی طریقہ ہے جس پر ہر عصر و عہد میں علماء نے بڑی عرق ریزی و جانفشانی سے کام لیا اس لئے کہ کوئی زمانہ اعدائے اسلام کا وجود نا مسعود سے خالی نہیں رہا- جو حدیثیں وضع کر کے اسلام کو نقصان پہنچاتے رہے- ان اعاظم رجال نے جو سب سے نمایاں کارنامہ انجام دیا وہ یہ تھا کہ احادیث موضوعہ پر مشتمل کتابیں تصنیف کیں- ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں-

۱- تذکرۃ الموضوعات از ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی متوفی ۵۰۷ھ

۲- کتاب الاباطیل از ابو عبداللہ حسن بن ابراہیم ہمدانی جوزقی متوفی ۵۴۳ھ جوزقی کی نسبت جوزقان کی جانب ہے جو ہمدان کے نواح میں ایک بستی کا نام ہے- ذہبی کہتے ہیں کہ یہ کتاب احادیث موضوعہ وضعیفہ پر مشتمل ہے- اس میں اوہام پائے جاتے ہیں- مصنف نے احادیث ضعیفہ کا بطلان ثابت کیا ہے- اس لئے کہ وہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳- کتاب الموضوعات الکبریٰ از ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ مگر مصنف نے سہل انگاری سے کام لیا ہے اور صحیح حسن ضعیف سب قسم کی حدیثیں اس میں شامل کر دی ہیں۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔

''ابن الجوزی نے متعدد حسن وقوی احادیث کو اس میں شامل کر دیا ہے۔ میں نے سید احمد بن ابی المجد کی یہ تحریر نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ''ابن الجوزی نے بہت خوب کیا کہ مخالفِ عقل ونقل احادیث کو موضوعات میں شامل کر دیا۔ مگر آپ کا یہ اقدام مناسب نہیں کہ جس حدیث کے بارے میں کسی نے کہا کہ وہ ضعیف ہے یا قوی نہیں یا نرم ہے''۔ تو صرف ان الفاظ کی بنا پر اس حدیث کو موضوع ٹھہرایا۔ حالانکہ قلب وضمیر ایسی حدیث کے بطلان کی شہادت نہیں دیتا مزید برآں وہ حدیث کتاب وسنت اور اجماع کے معارض بھی نہیں۔ یہ حد سے تجاوز کرنے والی بات اور مبالغہ آمیزی پر مبنی ہے''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

''ابن الجوزی نے اپنی کتاب میں جو حدیثیں شامل کی ہیں۔ ان میں سے اکثر موضوع ہیں ابن الجوزی کی شامل کردہ جن احادیث پر تنقید کی جاتی ہے۔ (کہ ابن الجوزی نے ان کو موضوعات میں شامل کیا ہے حالانکہ وہ موضوع نہیں) وہ غیر منتقد احادیث کے مقابلہ میں نہایت کم ہیں اس کتاب کا ضرر رساں پہلو یہ ہے کہ جو حدیث موضوع نہیں اس کو موضوع تصور کیا جا سکتا ہے۔ مستدرک حاکم میں جو ضرر ہے وہ اس کے برعکس ہے۔ یعنی مستدرک کا قاری بعض اوقات ایسی حدیث کو صحیح سمجھ لے گا جو دراصل صحیح نہیں۔ موضوعات ابن الجوزی اور مستدرکِ حاکم دونوں محتاج تنقید ہیں۔ ان دونوں کی سہل انگاری نے ہر دو کتب کی افادیت کو محدود کر دیا ہے۔ لہٰذا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک ماہر فن ہی ان سے مستفیض ہو سکتا ہے- اس لئے کہ ان کتب میں مشمولہ ہر حدیث میں تساہل کا امکان ہے-

حافظ ابن حجر نے ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام ''القول المسدد فی الذب عن مسند الامام احمد'' ہے- اس میں حافظ ابن حجر نے مسند کی چوبیں احادیث کا ذکر کیا ہے- جن کو ابن الجوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے- ان میں صحیح مسلم کی یہ حدیث بھی شامل ہے حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم ایک قوم کو دیکھو گے جن پر صبح و شام اللہ کی لعنت برستی ہوگی- ان کے ہاتھوں میں بیلوں کی دم جیسے (چابک) پکڑے ہوئے ہوں گے''- سیوطی نے حافظ ابن حجر کی اس کتاب کا ضمیمہ مرتب کیا ہے- آپ نے مسند احمد کی مزید چودہ احادیث کو صحیح قرار دیا ہے- جن کو ابن الجوزی نے موضوعات میں شمار کیا تھا-

۴- اللالی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ از حافظ سیوطی- اس کو موضوعات ابن الجوزی سے مختصر کیا گیا ہے- اسانید کو حذف کر دیا ہے اور صرف اسی جگہ ذکر کیا ہے جہاں اس کی شدید ضرورت تھی- حدیث کا متن نقل کر کے اس پر ابن الجوزی نے جو تنقید کی ہے وہ ذکر کرتے ہیں اور پھر اس پر نقد و جرح کرتے ہیں- احادیث پر تبصرہ کرتے ہوئے حفاظ حدیث خصوصاً حافظ ابن حجر کا تتبع کرتے ہیں-

یہ کتاب مصر میں شائع ہو چکی ہے- امام سیوطی نے ایک کتاب تالیف کی- جس کا نام ''القول الحسن فی الذب عن السنن'' ہے- اس میں ایک سو بیس سے کچھ اوپر احادیث درج کی ہیں جن کو ابن الجوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے- حالانکہ دراصل یہ موضوع نہیں- ان میں سے سنن ابوداؤد میں چار احادیث' سنن ترمذی میں تیئس (۲۳) سنن نسائی میں ایک' سنن ابن ماجہ میں سولہ' صحیح بخاری بروایت حماد بن شاکر' میں ایک حدیث ہے اور وہ یہ ہے ''کیف بک یا ابن عمر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اذا عمرت بین قوم ''بعض احادیث امام بخاری کی کتاب ''خلق افعال العباد'' میں ہیں۔ بعض احادیث مسند دارمی' مستدرک حاکم' صحیح ابن حبان اور امام بیہقی کی تصانیف میں ہیں۔ ان سب احادیث کو ابن الجوزی نے موضوع کہا ہے حالانکہ وہ موضوع نہیں۔

۵۔ ''تنزیه الشریعة المرفوعة عن الاخبار الشنیعة الموضوعة'' از ابوالحسن علی بن محمد کنانی متوفی ۹۶۳ھ۔ یہ کتاب موضوعات کی جامع ترین کتاب ہے۔

۶۔ تذکرۃ الموضوعات از سرآمد محدثین ہند جمال الدین الفتنی جن کو ملک المحدثین کہا جاتا ہے۔ آپ نے ۹۶۳ھ میں شہادت پائی۔

۷۔ الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة از قاضی ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد شوکانی یمنی متوفی ۱۲۵۰ھ۔ لیکن آپ نے اس کتاب میں ایسی احادیث کو بھی شامل کر دیا جو موضوع نہیں بلکہ صحیح و حسن ہیں۔ اس میں ابن الجوزی اور ان کے ہمنوا اہل انکار علماء کی پیروی کی ہے۔

۸۔ ''تحذیر المسلمین من الاحادیث الموضوعة علی سید المرسلین'' از محمد بشیر ظافر ابوعبداللہ مالکی ازہری متوفی ۱۳۲۵ھ۔ یہ کتاب ایک جلد میں ہے۔ (تدریب الراوی ص ۱۰۰، الرسالة المستطرفة ص ۱۱۱)

علم اصول الروایة:

ہم قبل ازیں علم اصول الروایۃ کے چند انواع پر بحث کر چکے ہیں۔ اب ہم اس کی تعریف و تاریخ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

تعریف:

علم اصول الروایۃ ایک ایسا علم ہے جس میں روایت حدیث کی حقیقت اس کے شروط انواع و احکام راویوں کے احوال و شروط مرویات کے اقسام اور ان کے متعلقات سے بحث کی جاتی ہے۔ اس علم کو ''علم مصطلح الحدیث'' بھی کہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس علم کی بدولت پتہ چلتا ہے کہ احادیث رسولؐ میں سے مقبول کونسی ہیں اور مردود کون سی۔

ابتدا و ارتقا:

ابتدائی تین صدیوں میں یہ علم اس طرح نہ تھا' جس طرح آجکل ہے۔ نہ اس کا نام موجود تھا نہ کسی ایک تصنیف میں اس کے تمام انواع کو یکجا کیا گیا تھا۔ اگرچہ لوگ اس علم کی جداگانہ انواع پر بات چیت کرتے تھے۔ حدیثیں قبول کرتے وقت وہ چھان بین اور احتیاط سے کام لیتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے۔ وہ جرح و تعدیل سے متعلق گفتگو کرتے تھے علل الاحادیث کی تلاش بھی ان کے یہاں پائی جاتی تھی۔ اس علم کی بعض انواع کے بارے میں انہوں نے کتابیں بھی تصنیف کی تھیں۔

جیسا کہ علی بن المدینی شیخ البخاری کے بارے میں معروف ہے۔ موصوف علم الحدیث میں اپنے زمانہ کے یکتائے روزگار فاضل تھے۔ علوم الحدیث میں سے کوئی علم ایسا نہ تھا جس کے بارے میں آپ نے کتاب نہ لکھی ہو۔ اسی طرح دیگر محدثین نے الگ الگ انواع پر جداگانہ کتب مرتب کیں۔ مثلاً بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ ہم۔ ان کی تصنیف کا انداز یہی تھا کہ وہ ہر نوع پر الگ الگ کام کرتے تھے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جملہ انواع کو جمع کر کے ایک ہی تصنیف میں ان پر بحث کی جائے' تو یہ بات چوتھی صدی کے نصف میں جا کر پیدا ہوئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شرح نخبہ کے شروع میں لکھتے ہیں:

''اولین شخص جس نے اصول الروایۃ کے فن پر کتاب لکھی' قاضی ابومحمد رامہرمذی متوفی ۳۶۰ھ تھے۔ آپ کی کتاب کا نام ''الحدیث الفاصل بین الراوی والواعی'' ہے۔ مگر یہ کتاب جامع نہ تھی۔ پھر حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے کتاب تصنیف کی۔ مگر اس میں ترتیب و تہذیب کی کمی تھی۔ بعد ازاں ابونعیم اصفہانی آئے تو امام حاکم کی کتاب پر مستخرج لکھی۔ تاہم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پیچھے آنے والے کے لئے کچھ چیزیں پھر بھی باقی رہ گئیں۔ اس کے بعد خطیب ابوبکر بغدادی متوفی ۴۶۳ھ نے قوانین روایت پر ایک کتاب الکفایہ لکھی۔ اسی طرح آداب روایت پر دوسری کتاب آپ نے الجامع لآداب الشیخ والسامع تحریر کی۔ علوم الحدیث میں سے شاذ و نادر ہی کوئی علم ہو گا جس کے بارے میں خطیب نے کتاب نہ لکھی ہو۔ چنانچہ ابن نقطہ نے بالکل بجا فرمایا ہے۔

"ہر باانصاف شخص اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ خطیب بغدادی کے بعد آنے والے محدثین ان کی کتابوں کے محتاج ہیں"۔

خطیب بغدادی کے بعد آنے والوں میں سے قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ نے ایک مختصر کتاب لکھی۔ جس کا نام الالماع رکھا اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ دارالکتب الظاہریہ دمشق میں محفوظ ہے۔ اسی طرح ابوحفص المیانجی نے ایک مختصر کتاب ترتیب دی اس کتاب کا نام مالایسع المحدث جہلہ ہے اور اس قسم کی دیگر تصانیف جو مشہور تھیں جب حافظ تقی الدین عمرو بن عثمان بن الصلاح عبدالرحمٰن شہرزوری نزیل دمشق کا زمانہ آیا۔ تو آپ نے اپنی مشہور کتاب تصنیف کی۔ جس کو مقدمہ ابن الصلاح کہا جاتا ہے آپ نے علوم الحدیث کو از سر نو مرتب کیا اور تھوڑا تھوڑا کر کے مدرسہ اشرفیہ میں اپنے تلاندہ کو لکھوایا اسی تدریجی املاء کی وجہ سے مقدمہ کی وضع و ترتیب چنداں بہتر نہ ہو سکی۔ مناسب تھا کہ ابن الصلاح متن سے متعلق امور کو سند کے ساتھ تعلق رکھنے والے مسائل سے الگ تحریر کرتے پھر وہ امور جو سند و متن دونوں میں مشترک طور پر پائے جاتے ہیں، پھر وہ مسائل زیر بحث لاتے جن کا تعلق حدیث کے تحمل و ادا کے ساتھ ہے پھر راویوں کے اوصاف و شرائط پر جداگانہ اور مستقل باب میں روشنی ڈالتے ابن الصلاح نے خطیب بغدادی کی متفرق تصانیف کو لے کر ان کے منتشر و پراگندہ مقاصد و مطالب کو یکجا کیا اور پھر ان پر مفید اضافے کیے اس لیے جو باتیں متفرق کتب میں پائی جاتی تھیں، وہ ابن الصلاح کی کتاب میں جمع ہو گئیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کی کتاب کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا اور وہ اسی کی راہ پر گامزن ہو گئے چنانچہ کسی مصنف نے مقدمہ ابن الصلاح کو نظم میں ڈھالا۔کسی نے اس کا خلاصہ لکھا۔کسی نے اس کا ضمیمہ تیار کیا۔

کسی نے معارضہ کیا اور کسی نے حمایت ودفاع کا فریضہ ادا کیا۔

یہ ہے علم اصول الروایۃ کی تاریخ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس فن میں تالیف وتصنیف کا آغاز کیسے ہوا اور کس طرح موجودہ صورت میں تبدیل ہوا۔جس میں اس فن کی مختلف انواع کو ایک ہی تصنیف میں یک جا کر دیا جاتا ہے۔اب ہم اس فن کی مشہور کتب پر تبصرہ کرتے ہیں۔

اصول الروایۃ پر مشتمل اہم کتب:

۱۔ المحدث الفاصل بین الراوی والواعی از ابوالحسن ابن خلاد رامہرمزی متوفی ۳۶۰ھ
یہ اس فن کی اولین کتاب ہے جو منظر عام پر آئی۔اگرچہ یہ کتاب جملہ انواع فن کی جامع نہیں۔تاہم اس کو اپنے زمانہ تصنیف میں جامع ترین کتاب تصور کیا جاتا تھا۔یہ کتاب آج تک طبع نہ ہو سکی۔اس کا ایک قلمی نسخہ دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے۔

۲۔ معرفۃ علوم الحدیث از حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ یہ نہایت گرانقدر کتاب ہے اور علوم الحدیث کے باون انواع پر مشتمل ہے اس کے ساتھ سندیں بھی ہیں یہ کتاب پہلی مرتبہ مطبع دارالکتب المصریہ میں مشہور فاضل سید معظم حسین کی تصحیح وحواشی کے ساتھ شائع ہوئی ہے شروع میں بیش قیمت مقدمہ ہے جس میں تدوین حدیث اور علم اصول الروایۃ کی تاریخ بیان کی ہے مولف کتاب امام حاکم کا تفصیلی تعارف بھی کتاب کی زینت ہے

۳۔ الجامع لآداب الراوی والسامع از حافظ احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی مصنف تاریخ بغداد متوفی ۴۶۳ھ۔

۴۔ الکفایۃ فی معرفۃ اصول الروایۃ از خطیب بغدادی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵- مقدمہ ابن الصلاح از حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری المعروف ابن الصلاح ۶۴۲ھ - آپ نے اس کتاب میں خطیب بغدادی کی متفرق کتب کا خلاصہ پیش کر دیا ہے- اس طرح اس کتاب میں اس فن کے متفرق انواع یک جا ہو گئے ہیں اس کے ساتھ ساتھ اس کی عبارت نہایت دلآویز و دلکش ہے- اس کی وضع و ترتیب کے بارے میں جو اعتراض کیا گیا ہے- اس کا تعلق صرف اس کی ظاہری شکل و صورت کے ساتھ ہے یہ کتاب شائع ہو چکی ہے اور علوم الحدیث کے پینسٹھ انواع پر مشتمل ہے

مقدمہ ابن الصلاح کو اس فن کی آخری اور بہترین کتاب قرار دیا جاتا ہے -اسی لئے بعد میں آنے والے علماء اپنے علمی مباحث میں اسی پر اعتماد کرتے رہے ہیں محدثین میں سے جو شخص بھی علوم الحدیث کے بارے میں کوئی کتاب لکھتا ہے تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتا کہ وہ مقدمہ کو منظوم صورت میں پیش کرے- اس کا اختصار کرے یا اس کی شرح لکھے-

مقدمہ کو نظم کی صورت میں پیش کرنے کا فخر زین الدین عراقی متوفی ۸۰۶ھ کو حاصل ہوا آپ نے الفیہ ہزار اشعار میں مقدمہ کو نظم کے قالب میں ڈھالا اور اس کا نام نظم الدرر فی علم الاثر رکھا آپ نے یہ کام ۷۶۸ھ میں مکمل کیا اور سخاوی نے اس کی شرح لکھی جس کا نام فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث رکھا یہ کتاب ۱۳۵۵ھ میں مصر سے شائع ہوئی -متعدد علماء نے الفیہ عراقی کی شروح لکھیں - مثلاً سخاوی و سیوطی و شیخ زکریا انصاری متوفی ۹۲۸ھ حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے بھی مقدمہ ابن الصلاح کو نظم کیا تھا یہ بھی ہزار اشعار پر مشتمل ہے- الفیہ سیوطی میں الفیہ عراقی کی نسبت زیادہ فوائد و نکات پائے جاتے ہیں- الفیہ سیوطی مصر میں شائع ہو چکا ہے-

حافظ زین الدین عراقی متوفی ۸۰۶ھ نے مقدمہ ابن اصلاح کی مختصر شرح لکھی -اس کا نام انہوں نے التقیید والایضاح لما اطلق واغلق من کتاب ابن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الصلاح رکھا ہے اس کو نکت العراقی علی مقدمہ ابن الصلاح بھی کہتے ہیں حافظ ابن حجر نے اس کی شرح لکھی ہے۔ اس کا نام ''الافصاح بتکمیل النکت علی ابن الصلاح'' ہے۔ علامہ بدرالدین زرکشی متوفی ۷۹۴ھ نے بھی مقدمہ ابن الصلاح کی شرح لکھی ہے۔

بہت سے علماء نے مقدمہ کا خلاصہ لکھا۔ مثلاً امام شرف الدین النووی متوفی ۶۷۶ھ نے مقدمہ کا اختصار کیا اور اس کا نام ''الارشاد فی علم الاسناد'' رکھا۔ پھر ایک دوسری کتاب میں الارشاد کو مختصر کیا اور اس کا نام آپ نے ''التقریب و التیسیر لمعرفة سنن البشیر النذیر'' تجویز کیا۔ یہ کتاب آج کل بہت مشہور ہے اور متعدد علماء نے تقریب کی شرح لکھی ہے۔ اس کا نام ''تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی'' ہے۔ یہ فن اصول الروایۃ کی عظیم ترین کتاب اور حافظ سیوطی کی بہترین تصانیف میں سے ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۷ھ میں مصر میں شائع ہو چکی ہے اور اس کے نسخے ختم ہو چکے ہیں۔

۶۔ ''نخبة الفكر فی مصطلح اهل الاثر'' - اس مختصر متن کو حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے مرتب کیا ہے۔ حافظ موصوف نے اس کی شرح بھی لکھی ہے۔ اس کا نام ''نزهة النظر فی توضیح نخبة الفكر'' ہے۔ یہ شرح اگرچہ مختصر ہے۔ مگر نہایت مفید ہے۔ اکثر علماء نے شرح نخبہ کی شروح لکھی ہیں۔ مثلاً علی القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ کی شرح کا نام ''مصطلحات اهل الاثر'' ہے۔ یہ شرح استنبول کے مطبع اخوت سے شائع ہو چکی ہے۔

۷۔ سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے المختصر فی مصطلح اہل الاثر نامی کتاب لکھی ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ نے اس کی شرح میں ایک کتاب ''ظفر الامانی فی شرح مختصر الجرجانی'' مرتب کی ہے۔ یہ رسالہ مع شرح ہندوستان سے شائع ہو چکے ہیں۔

۸۔ عمر بن محمد بن فتوح البیقونی دمشقی متوفی ۱۰۸۰ھ نے نظم میں ایک کتاب لکھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جس کا نام ''البقونیہ'' ہے اس رسالے پر متعدد شروح لکھی گئی ہیں۔ ایک شرح علامہ زرقانی نے تحریر کی ہے جو مصر میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس کی ایک دوسری شرح ''البهجة الوضية شرح متن البيقونيه'' از شیخ محمود نشابہ ۱۳۲۸ھ میں چھپ چکی ہے۔ اس طرح کی منظومات و مختصرات بے شمار ہیں۔ جن سے بعض شائع ہو چکی ہیں۔ اور بعض کے قلمی نسخے محفوظ ہیں۔

(مقدمہ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم)

قارئین کرام! یہ ہے چودہ صدیوں کی جھود و مساعی کی مختصر داستان! آپ دیکھ چکے ہیں کہ تمام عرصہ میں حدیث نبوی اعدائے دین کی ریشہ دوانیوں کی آماجگاہ بنی رہی۔ دوسری طرف اس کے حامی و ناصر اس کی حمایت و دفاع میں سینہ سپر رہے۔ آپ ان مساعی جمیلہ کا تفصیلی جائزہ لے چکے ہیں۔ جو محدثین کرام انجام دیتے رہے اور اپنے پیچھے حدیث نبوی کا لازوال قیمتی ورثہ چھوڑ گئے جواب ہمارے ہاتھ میں ہے۔ حدیث نبوی کا یہ زندہ جاوید ذخیرہ ایک طرف متقدمین کی جہد و سعی کا ثنا خواں ہے تو دوسری طرف متاخرین کی کوتاہی و سہل انگاری کا مرثیہ خواں ہے۔ افسوس کہ علمائے متاخرین نے اس بیش قیمت خزانہ کو کوئی اہمیت نہ دی اور اسے اس حالت میں چھوڑا کہ وہ اپنوں کا گلہ گزار اور شکوہ بلب ہے۔

شعاعِ امید:

یہ متاخرین کی کوتاہی کا نتیجہ ہے کہ حدیث نبوی یا تو مستشرقین کی تفریح طبع کا سامان بن گئی ہے اور یا ان جہلاء کی توجہ کی جولانگاہ ہے جو اس کی قدر و قیمت سے نابلد محض ہیں۔ مگر اس کے باوصف ہم مایوسی سے دوچار نہیں۔ کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی نصرت و حمایت کرے۔ ہماری امیدیں ان چیدہ علمائے ازہر سے وابستہ ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی سنت نبوی کے احیاء و دفاع کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ چنانچہ وہ قلم و زبان سے اور جیسے بھی ممکن ہو، سنت کی حمایت و صیانت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم جامعہ ازہر کے ارباب حل وعقد سے اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ کتب حدیث کے جو قلمی نسخے مصر کی مختلف لائبریریوں میں بکھرے پڑے ہیں' کتابت و تصحیح کے بعد ان کو شائع کر کے منظر عام پر لایا جائے۔ تاکہ حدیث کے طلبہ کے لئے سہولت پیدا ہو اور حدیث نبوی کے عمیق اور تحلیلی درس و مطالعہ کی راہیں کھلیں۔ اس مطالعہ میں اسانید و متون کی گرہ کشائی کی جائے اور ان پر نقد و جرح کیا جائے۔ حدیث نبوی پر وارد ہونے والے اعتراضات کی تردید کی جائے اور مشکلات کی عقدہ کشائی کی جائے۔ اس لئے کہ علماء ازہر سے زیادہ کون اس حقیقت سے آشنا ہے کہ سنت نبوی کو تشریع اسلامی میں کیا مقام حاصل ہے۔

میں اس بات کو اس کتاب کے نافع و مفید ہونے کے لئے ایک نیک فال تصور کرتا ہوں کہ اس کی تکمیل شب قدر کی صبح یعنی ستائیس (۲۷) رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ کو ہوئی۔ اس مبارک رات کو ہزار ماہ سے بھی بہتر قرار دیا گیا ہے۔

و الحمد لِلّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات

مترجم : غلام احمد حریری

ڈی ۶۱.. پیپلز کالونی

لائل پور

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ہماری دیگر مطبوعات

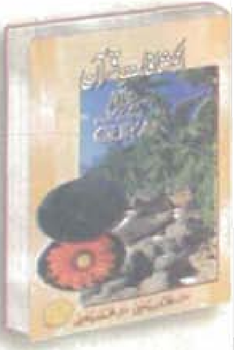

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر
غزنی سٹریٹ اردو بازار
لاہور